

تحقیقات ناوردہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي
الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ

فتاویٰ رضویہ



جلد 20

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

تیسویں باب
اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK

اعلیٰ حضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)

الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي

الْفَقَائِلِ الْبُصُوفِيَّةِ

مع تخریج و ترجمہ بنی عبادت

www.alukah.net/forum

جلد ۲۰

تحقیقات اردو پر مشتمل جو دیوبند صوفی کا عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا

ڈیو م (ڈیو م) رضوی بریلوی فکر کے سرور ڈیو م

۱۸۵۶

۱۸۵۶

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ

انڈون لوباری دروازہ ۱۸۵۶ پاکستان (۱۸۵۶)

فون نمبر: ۱۸۵۶۳۱۳

نام کتاب	فقاوی رضویہ جلد ۲۰
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارت	حافظ محمد عبد الستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ ، لاہور
پیش لفظ	" " " " " " " " " " " "
ترتیب فہرست	" " " " " " " " " " " "
تخریج و تصحیح	مولانا تذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد اکرام اللہ بٹ ، مولانا محمد عبد اللہ
باہتمام و سرپرستی	حضرت مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس المسننہ پاکستان
کتابت	محمد شریف گل ، کریال کلاں (گوہرانوالہ)
پینٹنگ	مولانا محمد منشا آتش قصوری معلم شعبہ فارسی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
صفحات	۶۳۲
اشاعت	صفر المظفر ۱۴۲۲ھ / مئی ۲۰۰۱ء
مطبع	
ناشر	رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

- مکتبہ قادریہ ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ تنظیم المدارس ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
- مکتبہ ضیائیہ ، بوٹر بازار ، راولپنڈی
- ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گل بخش روڈ ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۹۵	کتاب الشفعة
۱۴۵	کتاب القسمة
۱۴۹	کتاب المزارعة
۲۱۳	کتاب الذبايح
۳۴۱	کتاب الصيد
۳۵۳	کتاب الاضحیة
۵۸۱	باب العقیقة

فہرست رسائل

۲۶۹	○ سبل الاصفیاء
۳۸۱	○ ہادی الاضحیة
۵۰۹	○ الصافیة الموحیة





پیش لفظ

الحمد لله العظمت امام السليمان مولانا الشاه احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزانے
علیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عہد حاضر کے قیاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ ماہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا اتحادہ انتہائی
کامیابی اور برقی رفتار سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہے ہیں
اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ
العطاء یا النسبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ المعروف بہ فتاویٰ رضویہ کی تخریج و ترجمہ کے ساتھ
عہدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاویٰ مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ
۱۹۹۰ء میں ہوا تھا، اور بفضلہ تعالیٰ جلد چھ و بعنایت رسولہ الکریم تقریباً گیارہ سال کے مختصر عرصہ
میں بیسویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارت، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز،
کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود و
العتق، کتاب السیر، کتاب الشرکۃ، کتاب الوقف، کتاب البیوع، کتاب الحوالہ، کتاب الشہادۃ،
کتاب القضاہ و الدعاء، کتاب الوکالہ، کتاب الاقرار، کتاب الصلح، کتاب المضاربہ، کتاب الامانات
کتاب العاریہ، کتاب الہبہ، کتاب الاجارہ، کتاب الاکراہ، کتاب الحجر اور کتاب الغصب پر مشتمل انیس
جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن کی تفصیل سنیں، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے سب سے

تسلسل نمبر	عنوانات	تسلسل نمبر	تسلسل نمبر	سنتين اشاعت	صفحات
١	كتاب الطهارة	٢٢	١١	شعبان المعظم ١٤١٠ — مارچ ١٩٩٠	٨٣٨
٢	"	٣٣	٤	ربيع الثاني ١٤١٢ — نومبر ١٩٩١	٤١٠
٣	"	٥٩	٦	شعبان المعظم ١٤١٢ — فروری ١٩٩٢	٤٥٩
٤	"	١٣٢	٥	رجب المرجب ١٤١٣ — جنوری ١٩٩٣	٤٩٠
٥	كتاب الصلوة	١٤٠	٦	ربيع الاول ١٤١٣ — ستمبر ١٩٩٣	٦٩٢
٦	"	٢٥٤	٣	ربيع الاول ١٤١٥ — اگست ١٩٩٣	٤٣٦
٧	"	٢٦٩	٤	رجب المرجب ١٤١٥ — دسمبر ١٩٩٣	٤٢٠
٨	"	٣٣٤	٦	محرم الحرام ١٤١٦ — جون ١٩٩٥	٦٦٣
٩	كتاب الجنائز	٢٤٣	١٣	ذيقعدہ ١٤١٦ — اپریل ١٩٩٦	٩٢٦
١٠	كتاب الزکوة، صوم، حج	٣١٦	١٦	ربيع الاول ١٤١٤ — اگست ١٩٩٦	٨٣٢
١١	كتاب النکاح	٢٥٩	٧	محرم الحرام ١٤١٨ — مئی ١٩٩٤	٤٣٦
١٢	كتاب النکاح، طلاق	٣٥٨	٣	رجب المرجب ١٤١٨ — نومبر ١٩٩٤	٦٨٨
١٣	كتاب الطلاق، ایمان، حد، تعزیر	٢٩٣	٢	ذيقعدہ ١٤١٨ — مارچ ١٩٩٨	٦٨٨
١٤	كتاب السیر (و)	٣٣٩	٤	جمادی الاخریٰ ١٤١٩ — ستمبر ١٩٩٨	٤١٢
١٥	" (ب)	٨١	١٥	محرم الحرام ١٤٢٠ — اپریل ١٩٩٩	٤٢٢
١٦	كتاب الشركة، كتاب الوقف	٢٣٢	٣	جمادی الاخریٰ ١٤٢٠ — ستمبر ١٩٩٩	٦٣٢
١٧	كتاب البیوع، كتاب الحوالہ، كتاب الكفيل	١٥٣	٢	ذيقعدہ ١٤٢٠ — فروری ٢٠٠٠	٤١٦
١٨	كتاب الشہادۃ، كتاب العضاء، الدعای	١٥٢	٢	ربيع الثاني ١٤٢١ — جولائی ٢٠٠٠	٤٣٠
١٩	كتاب الوکالہ، كتاب الاقرار، كتاب العینة	٢٩٦	٣	ذيقعدہ ١٤٢١ — فروری ٢٠٠١	٦٩٢
	كتاب المضاربه، كتاب الامانات، كتاب العاریہ، كتاب الیبرہ، كتاب الامار كتاب الاکراه، كتاب الحجر، كتاب الغصب				

بیسویں جلد

یہ جلد فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم مطبوعہ المجدد احمد رضا اکیڈمی کراچی کے صفحہ ۲۵۶ سے آخر تک ۳۳۴ سوالوں کے جوابات اور ۵۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، اس جلد میں شامل دو رسائل ”ہادی الاضحیۃ بالثبات الہندیۃ“ اور ”الصابیۃ الموحیۃ لحکمہ جلود الاضحیۃ“ کا انتہائی نفیس و سلیس ترجمہ محقق جلیل بحر العلوم حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالنار صاحب اعظمی دامت برکاتہم العالیہ کے قلم گوہر بار کا اثر ہے، حضرت قبلہ مفتی صاحب اہل سنت و جماعت کے لئے عظیم سرمایہ اور اللہ تعالیٰ کی نشانیں میں سے ایک نشان ہیں، فتاویٰ رضویہ قدیم و جدید کی اشاعت کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جلیلہ ناقابل فراموش ہیں۔ اس عظیم فتاویٰ کو سمجھنے کے لئے آپ کی نہایت عمدہ تقریبات و تحریرات اور پُر مغز تبصرے بہت حد تک مفید و معاون ثابت ہوئے ہیں۔ اس عظیم الشان علمی و فقہی شاہکار کو منظر عام پر لانے میں آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ کی شبانہ روز محنت و دردمسک اور انتہاک کوششوں کے باعث فتاویٰ رضویہ کا خاصا حصہ ضائع ہونے سے بچ گیا لہذا مفتی صاحب تمام اہلسنت و جماعت کے محسن اور شکر یہ کے مستحق ہیں۔ رضا فاؤنڈیشن کے تمام ارکان مفتی صاحب کے تحقیقی، تبلیغی اور اشاعتی کارناموں پر انہیں دل کی گہرائیوں سے بھرپور انداز میں فراج تمجید پیش کرتے ہیں مذکورہ بالا دونوں رسالوں کا ترجمہ اگرچہ مکمل طور پر لفظی نہیں تاہم غشا مصنف علیہ الرحمہ کی کمال حساسیت کرتا ہے جیسا کہ خود مترجم موصوف و قطراز ہیں کہ یہ نہ بالکل ترجمہ ہے نہ خلاصہ نہ شرح، حسب ضرورت کہیں اختصار کہیں تفصیل اور کہیں مساوات سے کام لیا ہے، غشا صرف یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمہ کے کلام کی پوری ترجمانی عام فہم انداز میں کر دی جائے، جلد ہشتم قدیم میں مذکورہ بالا دو رسالوں کے علاوہ اس جلد کی باقی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے، اس سے قبل گیارہویں، بارہویں، تیرہویں، سو گویں، سترہویں، اٹھارہویں اور انیسویں جلد بھی راقم کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ پیش نظر جلد میناوی طور پر کتاب الشفقت، کتاب القسمۃ، کتاب المزارقۃ، کتاب الذبائح، کتاب الصید، کتاب الاضحیۃ اور باب العقیقہ کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے، تاہم متعدد ابواب فقہیہ و کلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمنیہ زیر بحث آئے ہیں، مسائل و رسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمیمہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کر دی گئی ہے، انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل تین رسالے بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) سبیل الاصفیاء فی حکم الذبیح الاولیاء (۱۳۱۲ھ)

تجلیہ کردہ بزرگوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کا حکم

(۲) ہادی الاضحیۃ بالاشادۃ الهندیۃ (۱۳۱۳ھ)

بھیڑ کی قربانی کے جائز ہونے کا اثبات

(۳) الصافیۃ الموجیۃ لمحکمہ جلود الاضحیۃ (۱۳۰۰ھ)

پر عباسیہ قربانی کے مصارف کی تحقیق

یاد رہے کہ رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" اور اس کے متصل بعد ہندوستان میں گاوؤں کی
سے متعلق زمسائل جو کہ فتاویٰ رضویہ قدیم جلد ہشتم میں شامل تھے چونکہ کتاب السیر سے زیادہ مطابقت
رکھتے تھے اس لئے وہ کتاب السیر پر مشتمل جلد چہارم جدید کا حصہ بن چکے ہیں اس لئے وہ اس جلد میں
شامل نہیں ہیں۔



حافظ محمد عبید الستار سعیدی

سائنس تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

صفر المظفر ۱۴۲۲ھ

مئی ۲۰۰۱ء

فہرست مضامین مفصل

۹۷	ذکر ہی نہیں۔	۹۷	کتاب الشفعة
۹۷	زید کی زمین میں بکر کے شفعہ کی علت اس کا خالد کی	۹۷	شریک ہوتے ہوئے پڑوسی کے حق شفعہ اور طالب
۹۷	زمین میں شریک ہونا قرار دینا غلط ہے۔	۹۷	بیع کے حق شفعہ سے سوال
۹۷	زید کی زمین میں بکر کے شفعہ ہونے کی حقیقی علت	۹۷	شریک فی البیع ہوتے ہوئے جارحانہ شفعہ نہیں
۹۷	بکر کا زید کا غلیظ فی الطریق ہونا ہے۔	۹۷	ہو سکتا۔
۹۷	مولوی امیر احمد صاحب کی دیگر تعلیموں کا بیان	۹۷	در مختار اور عقود الدیہ سے مسئلہ کا جو تیر۔
۹۷	خالد نے جب بکر کی خریداری پر اس کو مبارکباد	۹۷	شفیع کا طالب شراء ہونا اس کے حق شفعہ
۹۷	دی تو اگر وہ شفعہ ہو تو بھی اس کا حق شفعہ باطل	۹۷	کو باطل کرتا ہے۔
۹۷	ہو گیا۔	۹۷	مولوی امیر احمد سسرانی کی فقہی غلطیوں کا بیان
۹۷	بیوی کو مکان بعوض مہر دیا بیٹیا یا بہن، ایسی صورت	۹۷	انعدام شفعہ کی علت اعراض عن اثر ار کو قرار
۹۷	میں اس مکان کے شفعہ کو حق شفعہ حاصل ہے	۹۷	دینا غلط ہے۔
۹۷	یا نہیں، اور مجروحہ کا کیا حکم ہے۔	۹۷	یہاں عدم طلب ہوا ثبت کو بھی عدم شفعہ کی علت
۹۷	بیع یا ہبہ بالعوض کی صورت میں شفعہ لازم ہے	۹۷	قرار دینا غلط ہے کہ سوال میں ہوا ثبت کا کوئی
۹۷	شفیع کے لئے شے غیر بر مشتری کا قبضہ		

- ۹۹ ضروری نہیں۔
 ۹۹ ہبہ بالعرض ابتداء اور انتہاء ہر طرح بیع سببہ۔
 اگر مکان کو ہبہ بشرط العوض کیا ہو تو قبضہ کے بغیر
 شفعہ لاگو نہ ہوگا۔
 ۹۹ جو دہیر میں شفعہ نہیں ہو سکتا۔
 ۹۹ ہبہ بشرط العوض ابتداء ہبہ بعد قبضہ بیع
 ہے۔
 ۹۹ بکر کو اطلاع ہوئی کہ زید نے ایسی زمین خریدی
 جس میں اس کو حق شفعہ حاصل ہے، اس نے
 فوراً اسی زمین پر جا کر زید سے شفعہ طلب کیا،
 ایک مہینہ کے بعد کہا کہ دوپہر لے لو، زید نے
 اس زمین کو کسی کو ہبہ کیا تب بھی بکر نے طلب
 شفعہ کیا، کیا حکم شرعی ہے۔
 ۱۰۰ شفعہ کی صحت کے لئے طلب شفعہ و طلب ثابت
 دونوں ضروری ہیں۔ صورت مستورہ میں اگر
 دونوں طلبیں بوجہ صحت متحقق ہو چکی ہوں تو شفعہ
 ثابت ہے۔
 خود مشتری کے شفعہ ہونے سے دوسرے کا حق شفعہ
 باطل نہ ہوگا، زمین دونوں میں نصف نصف تقسیم
 کر دی جائیگی۔
 ۱۰۱ روپیہ کو بطور طلب شفعہ پیش کرنے میں شفعہ باطل
 نہ ہوگا اگر اس طرح سے کہا ہو کہ زمین کی
 قیمت لے لو اور اس کو میرے ہاتھ بیع کر دو،
 تو البتہ شفعہ باطل ہو جائیگا۔
 ۱۰۱ جب حق شفعہ ثابت ہو گیا تو مشتری کے اس
 ۱۰۲ زمین کے ہبہ کرنے سے حق شفعہ ساقط نہ ہوگا۔
 ۱۰۲ شفعہ خلیطہ اور جار مطلق کا سوال۔
 ۹۹ ایک مکان کی راہ دوسرے میں یا دونوں کی
 کسی کو چکر بستہ میں یا دونوں کی آنچکوں میں کئی
 ۹۹ اشتراک نہ ہو تو ایک کو دوسرے سے خلیطہ کا
 ۱۰۳ علاقہ نہیں، بلکہ جار مطلق کا علاقہ ہے۔
 ۱۰۳ شرح نقایہ اور در مختار سے مسئلہ کا جزئیہ۔
 ۱۰۳ تقسیم حدود اور تفریق طرق کے بعد حق شفعہ
 نہیں۔
 ۱۰۳ بنجاری سے اس مسئلہ کی حدیث اور عالمگیری سے
 مسئلہ کا جزئیہ۔
 ۱۰۳ یہی سوال دوبارہ شفعہ خلیطہ کی طرف سے اور
 اس کا دوبارہ جواب۔
 ۱۰۵ شفعہ خلیطہ کی تعریف اور اس کے احکام۔
 کسی کے ہاتھ زمین بھی اور شفعہ کی طرف کی ایک
 ہاتھ زمین نہ بھی، تو اب شفعہ کو اس زمین کے
 شفعہ کا حق نہیں کہ اتصال نہ رہا۔
 ۱۰۶ بعد میں وہ ایک ہاتھ زمین مشتری کے ہاتھ بھی
 یا اس کو ہبہ کی تو اس میں بھی روپیہ کو حق شفعہ
 نہیں کہ اب مشتری خلیطہ ہو گیا۔
 ۱۰۶ حق شفعہ میں شریک خلیطہ پر اور خلیطہ جار پر
 مقدم ہے۔
 ۱۰۶ علقہ کی بیع ہوئی تو اس میں شفعہ نہیں، اور
 زمین کے ساتھ بیع ہو تو زمین میں شفعہ اصلاً
 جاری ہوگا اور علقہ میں تبعا۔
 ۱۰۶

- ۱۰۸۔ تہ بارہ وہی سوال اور اس کا جواب۔
 تسبیح ہمارے اشتراک سے شریک خلیط نہ ہوگا
 بلکہ صرف جاری قرار دیا جائے گا۔
 شیعہ میں سے کسی ایک کی ترجیح یا عدم ترجیح
 کا "سوال"
- ۱۰۹۔ اگر ایک شیعہ مشتری سے جائداد خریدے تو دوسرے
 شیعہ کو پوری پوری حادہ میں حق شفعہ ہوگا۔
 شفعہ سے متعلق چند "سوالات"
- ۱۱۰۔ شرف بیع ہی سے حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے
 قبضہ کی ضرورت نہیں۔
- ۱۱۱۔ احاطہ اور دروازہ واحد ہو تو "دار" واحد
 کہا جائے گا جو اس کے کسی جزو سے متصل ہو
 پورے گھر کا شیعہ ہوگا۔
- ۱۱۲۔ دو ملاصفین کے حق شفعہ کا بیان، مثلاً
 عدلیہ کی سے جرنید۔
- ۱۱۳۔ جس شفعہ کا رد اچانک ہو بشرط وہاں ہی شفعہ
 ہو سکتا ہے۔
- ۱۱۴۔ بیع کے پہلے خریدنے سے انکار کیا اور بعد
 میں دعویٰ شفعہ کیا دعویٰ صحیح ہے۔
- ۱۱۵۔ وکیل بالشرع شیعہ ہو سکتا ہے۔
- ۱۱۶۔ ہمسایہ کے طالب ہونے ہوئے غیر ہمسایہ کے
 ہا تو مکان فروخت کرنے سے سوال
- ۱۱۷۔ بیع سے پہلے شفعہ ثابت نہیں، اگر ہمسایہ بیع
 کے بعد تمام شرائط شفعہ بجالایا تو اس کو مکان
 بذریعہ شفعہ دلا دیا جائے گا۔
- ۱۰۸۔ عملہ اور دوختوں میں حق شفعہ کا "سوال"
- ۱۰۹۔ ایسی صورت میں کسی کو شفعہ کا حق نہیں۔
- ۱۱۰۔ مکان مکان کی اجارت کے بغیر مکان کے سیلا
 مال کی ڈگری کی سیدار کا وقت اس مکان میں حق شفعہ
 لاگو ہو سکتا ہے یا نہیں۔
- ۱۱۱۔ پھر یوں کی طرف سے جبراً سیلا کی ہوئی جائداد
 کی بیع شرعاً بیع فضولی ہے اگر ملک بے اجازت
 مر گیا تو بیع باطل، ایسی صورت میں حق شفعہ
 ثابت نہیں۔
- ۱۱۲۔ جبہ، صلہ رحمی، میراث اور وصیت کی صورت
 میں حق شفعہ نہیں۔
- ۱۱۳۔ عرف عمارت اور عہد کی بیع میں شفعہ کا
 سوال جواب۔
- ۱۱۴۔ مسئلہ کا جزئیہ تنویر اور درمختار سے۔
- ۱۱۵۔ شیعہ خلیط اور شیعہ ہمارے کا "سوال"
- ۱۱۶۔ جس کے ضمن میں جبہ کو ٹھہری ہے شیعہ خلیط ہے
 جو اس کو ٹھہری کی قیمت کا ایک یا جس کے
 مکان کو ٹھہری کے دائیں بائیں ہیں وہ شیعہ
 اجار ہے
- ۱۱۷۔ مالگیری سے پورے مسئلہ کی تفصیل
- ۱۱۸۔ خلیط ہمارے پر مقدم ہے، اگر تمام شرائط بجالایا ہو
 خلیط کو ہی حق ہے۔
- ۱۱۹۔ کو جو غیر نافذہ میں مشتری کے راہ رکھنے والوں کے
 حق شفعہ سے "سوال" جواب
- ۱۲۰۔ شریکین کے حق شفعہ اور طریقہ تصفیہ کا سوال جواب

شرکاء کے حق شفیع سے سوال
۱۲۰ سرخرو اور غیر ملوک کی تقریق۔

۱۲۶ ہر ذی شریک برابر کا حق شفیع رکھتا ہے، حصہ
شرکت کی کمی بیشی کا اس حق پر اثر نہیں۔

۱۲۶ شرکاء میں سے ایک نے دعویٰ شفیع کیا اور دوسرے
نے مزاحمت نہ کی تو پوری جائداد اسی شریک کو

۱۲۶ دل دی جائے گی اور مزاحمت کی صورت میں
جائداد کی سبب میں تقسیم ہوگی۔

۱۲۶ شرکت خود کتنی ہی بر محل بعید کے حق شفیع کا دعویٰ
ضروری ہے اور نہ دعویٰ ساقط ہو جائیگا۔

۱۲۶ مسائل کے تجزیات تنزیہ و رمخار اور شامی سے
مناصب قبیہ اور قاضی خاں کے اقوال میں تطبیق۔

۱۲۶ پانی کے چشمہ میں حق شفیع کا "سوال"
تکمیل بیع کے بعد شفیع شرائط شفیع بجا لائے

۱۲۶ تو شفیع ثابت ہو جاتا ہے۔
بیع کے بعد بیع بائع کے ملک سے نکل کر مشتری

۱۲۶ کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔
جار ملاصق کے بجائے جار بعید کے ہاتھ بیع

۱۲۶ اور تبادلا کا سوال
جار ملاصق کو حق شفیع پہنچتا ہے جار بعید کے ساتھ

۱۲۶ بیع کر کے یا تبادلا کہ اعتبار معافی کا ہے۔
مال کا مال سے بدلنا معنی بیع ہے۔

۱۲۶ گواہ نہ ہونے کی صورت میں طلب مواثبت پر
شفیع سے قسم کھانے کا سوال

۱۲۶ معصفت کے رسالہ "افقہ المجاہدہ عن طاعت
۱۲۰ الطالب علی الموائبہ" کا حوالہ جس میں کثیر نصوص

۱۲۰ علماء میں بظاہر محارصہ کا حل اور اہل علم کے

۱۲۶ ظنون مختلفہ کے مناشی کا اخبار ہے۔

۱۲۶ سوال گول ہے یا پر قلع حکم ممکن نہیں۔

۱۲۶ شفیع طلب اشہاد بھی گواہی سے ثابت ذکر کے

۱۲۶ تو طلب مواثبت پر اس کی قسم ہرگز مسلم نہیں۔

۱۲۶ شفیع میں شفیع مدعی اور مشتری منکر ہے اور

۱۲۶ اشرفا علف منکر پر ہے۔ حدیث مشہورہ اور مکمل

۱۲۶ طور سے مسئلہ کا جو نتیجہ۔

۱۲۶ طلب اشہاد دینہ عادلہ سے ہر چکی ہو تو طلب مواثبت

۱۲۶ کی یہی صورتیں ہیں۔

۱۲۶ اگر شفیع طلب مواثبت کا وقت طلب اشہاد

۱۲۶ سے پہلے ہوتا ہے تو اس کا ثبوت بے جتنہ

۱۲۶ نہ ہوگا۔

۱۲۶ اسی صورت میں مشتری منکر ہے۔

۱۲۶ جو اصل کے خلاف دعویٰ کرے دلیل سے

۱۲۶ دعویٰ ثابت کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

۱۲۶ جس چیز کے استیفاء کافی الحال ملک

۱۲۶ نہ ہوگزشتہ زمانہ میں اس کا دعویٰ کرے تو

۱۲۶ بے جتنہ مقبول نہیں۔

۱۲۶ تجارت علماء میں جہاں جہاں یہ تصریحات

۱۲۶ ہیں کہ طلب مواثبت بے جتنہ کے ثابت ہیں

۱۲۶ اس کا مطلب یہی صورت ہے۔

۱۲۶ طلب اشہاد دینہ سے ثابت نہ ہو یا ثابت

۱۲۶ ہو اور شفیع طلب مواثبت کا زمانہ مقدم میں

دعویٰ کرتا ہوا، ان دونوں صورتوں میں شفیع چاہیے
تو مشتری سے علف ملے کہ وہ اللہ مجھے معلوم

نہیں کہ مدعی نے طلبہ مراثیت کی ہے۔
تو خریدار، اشباہ، خزانہ، ہندو، غیظ
سے جزیئہ کی عبارتیں۔

(۲) شفیع نے تصریح کر دی کہ طلبہ اشباہ کے
وقت ہی مجھے علم ہوا اور اسی وقت طلبہ کی
تو شفیع کو طلبہ مراثیت کے لئے مدعا گراہی
کی ضرورت نہیں، اس کا قول ہی علف کے
ساتھ معتبر ہوگا۔

اس صورت میں مشتری حصول علم فی الیاضی کا
مدعی ہے اور شفیع منکر، تو گواہی مشتری کے
ذمہ ہے۔

تراجم، خزانہ، عالمگیری سے جزیئہ۔

(۳) شفیع نے طلبہ اشباہ ثابت کر دی، اور
طلبہ مراثیت کے لئے گواہی کہ علم ہوتے ہی
میں نے طلبہ شفعہ کیا تب بھی شفیع کا قول قسم
کے بعد معتبر ہوگا۔

قاضی اس گول لفظ کو طلبہ معلوم و مشہور پر حمل
کرے گا۔

عدا نے فرمایا کہ علم ہوتے ہی شفیع تنہائی میں ہو
تب بھی طلبہ شفعہ کرے تاکہ عند اللہ اس کا شفعہ
باطل نہ ہو اور قاضی کے حضور وہ قسم کھا سکے۔
بزار، تبیین الحقائق، کفایۃ المفتی سے مسئلہ
کا جزیئہ۔

اس موقع پر کلمات علماء میں کہیں یہ ملے گا کہ
کہ شفیع مشتری کے اختلاف کے وقت قول

مشتری مقبول ہے اور کہیں یہ کہ قول شفیع

اس کی تطبیق میں وہی تفصیل مذکورہ بالا درجہ

آق کتابوں اور ان کی بعض عباراتوں کا ذکر جس
میں یہ تفصیل مذکور ہوئی۔

غلامہ مطلب۔

تو مطلقاً اصناف طلبہ بڑھان، ضعی شفیع
کو مدعی کر دے گی۔ نہ صرف اتنا کہ کافی کہ

میں نے مجرد علم طلبہ کی۔

قاضی کے یہاں طلبہ تعلیم سے پہلے دو
جلسوں میں لٹاؤ رہی ورنہ شفعہ باطل ہوگا

جہاں شفیع طلبہ مراثیت کا زمانہ طلبہ اشباہ

سے پہلے بتا چکا ہو وہاں گواہی ضروری ہے۔

طلبہ مراثیت میں طلعت کہا عطلت اور
طلعت منذ کہ اطلعت کا فرق۔

بآب طلبہ میں عبارات علماء کی مراد کی تعیین۔

اطلاع کے بعد انکار پھر طلبہ شفعہ کے حکم سے
"سوال"

بیع کے بعد مطلقاً انکار، خبر بیع سن کر شفعہ لینے

سے انکار، یا سکوت سے شفعہ باطل

ہوتا ہے۔

تیس از بیع اس کو اطلاع ملی اس نے انکار
کیا، اور بعد از بیع طالب ہوا، یا زر ثمن
را نہ بتایا گیا، یا کسی خلاف واقعہ کو مشتری

- بتایا گیا اور حد میں حقیقت ظاہر ہوئی اور اس نے طلب شفعہ کی نفی باطل ہو گئی۔
- ۱۳۹۱ غلیط فی نفس المبیع، شریک فی حق المبیع اور جہاد ملاحظہ کے شفعہ کے حقوق سے سوال۔
- ۱۳۹۲ کل مکان بیع کیا یا بعض بہر حال میں غلیط فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ حاصل ہے جہاد ملاحظہ سے جو حصہ میں متصل ہو اس میں اس کا بھی حق شفعہ ہے۔
- ۱۳۹۳ تمام سائنحانی نے اس مسئلہ کو مشکل قرار دیا کہ "یعون مطلق" میں جہاد کے حق شفعہ کے لئے اتصال کو ضروری نہیں قرار دیا۔
- ۱۳۹۴ متصف کی تحقیق کو مشکل خود مومن المسائل کا مسأله ہے کہ وہ تمام متون و شروہ کے خلاف ہے۔
- ۱۳۹۵ کسی خاص جہاد سے متصل کو پورے سے متصل نہیں قرار دیا جاتا، جیسے عامہ سے متصل ہے لیکن پاؤں سے متصل نہیں۔
- ۱۳۹۶ خلاصہ مسئلہ کہ بیع پورا مکان ہو تو جہاد ملاحظہ کا اس کے جز سے اتصال کافی ہے۔
- ۱۳۹۷ شریک فی حق المبیع کے لئے اتصال ضروری نہیں چند متر کا حق میں اگر جہاد ملاحظہ بھی ہے تو اسے ان باتوں پر کوئی فضیلت نہیں۔
- ۱۳۹۸ صورت مستورہ کا حکم۔
- ۱۳۹۹ غلیط فی نفس المبیع، شریک فی حق المبیع اور جہاد ملاحظہ کے شفعہ سے سوال۔
- ۱۴۰۰ عہد العزیز اور نور احمد دونوں غلیط فی حق
- ۱۳۹۱ المبیع میں اور احسان کریم جہاد ملاحظہ کے اس کا راستہ اس کو چہ غیر نافذہ میں ہے۔
- ۱۳۹۲ چونکہ نور احمد کی دونوں حصوں کی خریداری پر عہد العزیز نے بجائے شفعہ کے اس قطعہ کی خریداری کی بات کی، اس نے اس کا حق شفعہ جہاد ملاحظہ تمام و کمال نور احمد کا ہو گیا اور احسان کریم کے ہاتھ روچہ اور پسر خالہ سے پورا مکان بیچا جس میں رشیدہ عیسیٰ کے دو حصے جنہیں نور احمد نے خریدے تھا، بیع سے نکل گئے، اس لئے یہ پوری بیع معرض زوال میں آگئی۔
- ۱۳۹۳ احسان کریم چاہے تو یہ پوری بیع رد کرے چاہے اس کے سوا وہ کچھ قیمت لے۔
- ۱۳۹۴ عالمگیری سے مسئلہ کا عزیمت۔
- ۱۳۹۵ احسان کریم بیع کو ردے گا تو شفعہ کی بنیاد ہی ختم ہو جائے گی اور جہاد کر دے گا تو نور احمد کو اس میں شفعہ کا حق ہو گا۔
- ۱۳۹۶ اتفاقاً شفعہ کی صحت و عدم صحت کا سوال۔
- ۱۳۹۷ شفعہ میں ضروریہ لے جانا ضروری نہ مشتری سے اس کا ذکر ضروری، خیر سے ہی طلب مواثبت فی الحال ضروری ہے۔
- ۱۳۹۸ شفعہ نے طلب مواثبت میں یہ لفظ کہا کہ خریدوں گا اس کا مطلب اگر یہ ہو کہ مشتری سے خریدوں گا تو شفعہ باطل ہو گیا۔
- ۱۳۹۹ اور اگر یہ مطلب ہے کہ باقی سے خریدوں گا تو یہ طلب شفعہ نہیں کہ شفعہ تملک بالجبر ہے

- اور بیع تک بالرضا۔
 اور خریدوں کا، کے معنی مجازی مراد لیں کہ بذریعہ
 شفیع نے لوں گا، توئے لوں گا کے الفاظ
 طلب فی المال پر دلالت کرتے ہیں لہذا
 شفیع باطل۔
 ۱۴۸ تشریح اور مشفوع بہا کہ منکر ملکیت، اور تسلیم شفیع
 کی مدعی ہے۔ دونوں نے گواہ پیش کئے،
 شرعی حکم کیا ہوگا۔
 ۱۴۹ دارمشفوع بہا کی ملکیت کے گواہوں نے اگر
 گواہی اس طرح نہ دی ہو کہ دارمشفوع بہا پر
 ملکیت بیع سے پہلے اور مستمر الی الآن ہے،
 تو یہ گواہی نامقبول اور شفیع ساقط ہے۔
 ۱۵۰ تسلیم شفیع کے گواہوں کے بعد بیع میں اگر
 عادل ہیں تو تسلیم شفیع ثابت اور شفیع ساقط
 اس کے مقابلہ میں عدم تسلیم شفیع کے گواہ نامقبول
 کہ وہ عدم کے گواہ ہیں۔
 ۱۵۱ تسلیم شفیع کے بعد غلیظ فی نفس المبیع کا حق
 بھی ساقط ہو جاتا ہے۔
 ۱۵۲ مسئلہ مذکورہ بالا دوبارہ کچھری کی پوری گارڈانی
 کے ساتھ، "سوال"
 چند الفاظ میں کارروائی کا خلاصہ کہ مقدمہ مذکور
 میں مدعی علیہا کے گواہوں کی ضرورت نہیں تو
 ان پر تنقید بھی بیکار ہے۔
 ۱۵۳ شفیع کے گواہوں کی ضرورت ہے جو یہ ثابت
 کریں کہ بیع کے قبل سے اب تک دارمشفوع بہا
- ۱۴۸ شفیع کی ملک میں، یہ نہ ہو تو مدعی علیہا کی قسم
 وہ قسم سے انکار کرے تو شفیع ثابت۔
 ۱۴۹ زلفی، عیبط، ہندیہ سے مسئلہ کی تائید۔
 صورت مسئلہ میں شفیع کی گواہیاں نا کافی
 ہیں، اور شفیع نے مدعی علیہا سے حلف کا مطالبہ
 نہیں کیا اس لئے شفیع ساقط۔
 ۱۵۰ شفیع کے گواہوں پر تنقید۔
 ۱۵۱ حاکم کے فیصلہ کی تائید۔
 ۱۵۲ اسی زمین سے متعلق دوسرے مقدمہ محمد شاہ
 بنام شہنشاہی بیگم مشترک کی مسل عدالت
 پر حکم شرح کا سوال۔
 ۱۵۳ اس مقدمہ میں بھی شفیع کے گواہوں پر حرج
 ۱۵۴ دوران کے قابل قبول ہونے کا حکم، اور
 مدعیہ سے قسم نہ لینے کی تصریح۔
 ۱۵۵ مدعی علیہا کے گواہوں کے رد پر وجہ مطلوب ہونے
 کی تصدیق اور شفیع کے ساقط ہونے کا حکم۔
 ۱۵۶ مکان بیع کر کے ثمن معاف کر دینے، ایسی
 بیع میں شفیع جاری ہونے کا سوال اور سفیانہ
 کی نقل۔
 ۱۵۷ ایسی بیع جائز ہے، اور معافی ایجاب و
 قبول کے بعد ہوتی ہو تو معافی بھی جائز ہے۔
 ۱۵۸ شفیع بہر حال جاری ہوگا اور شفیع کل زرفی
 دے کہ مکان لے سکے گا۔
 ۱۵۹ عالمگیری، شامی، قاضی خاں سے مسئلہ
 کا جزیرہ۔

- ۱۶۵ | کہنا کچھ ضروری نہیں۔
- ۱۵۹ | آیات قرآنی سے اشہاد کے معنی کی تائید۔
- ۱۶۰ | بدائع، خانیہ، محیط، ہدایہ کا حوالہ۔
- ۱۶۱ | اگر طلب اولیٰ بروجہ کفایت نہ ہو تو مکان تک جانا اور پردہ کرنا وغیرہ ضرور تاخیر و مسقط شفعہ
- ۱۶۲ | طلب اشہاد کے لئے اقرب کو چھوڑ کر البعد کی طرف جانے پر اس کو قیاس نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ اقرب البعد کے راستہ میں نہ پڑے۔
- ۱۶۳ | طلب اول کے جو الفاظ بیان کئے گئے ہیں المذہب فخر عجیب میں ناکافی ہیں۔
- ۱۶۴ | حاضر کی تعیین اشارہ سے ہوتی ہے اور غائب کی تعیین سے، جو تحریر مکلفین میں ذکر حدود و ارجح و جہر، محیط مشرقی، عالمگیری، ہدایہ، غایۃ البیان ضروری سے مسئلہ کی تائید اور مسئلہ کا آخری حکم۔
- ۱۶۵ | کھڑے ہو کر طلب مواثبت کرنا اور طلب اشہاد کو جانے کے لئے چھڑی کے لغیر حل نہ سکتا ہو تو چھڑی کے لئے گھر میں جانا تاخیر نہیں ورنہ ضرور تاخیر ہے۔
- ۱۶۶ | عیناً صحابہ کی خبر سن کر اٹھ کھڑا ہوا، اور طلب مواثبت کی تو مجلس ہی بدل گئی، اور طلب مواثبت کا وقت ختم ہو گیا۔
- ۱۶۷ | حامد اذ منقولہ میں حق شفعہ کا سوال در جواب
- ۱۶۸ | اس سال کا آدمی طلب شفعہ کر سکتا ہے اور
- حسفی و ہابی سے شفعہ کر سکتا ہے، اس پر دو شبہ اور ان کا جواب۔
- شفعہ کئے کافر کی جائداد میں بھی ہو سکتا ہے۔
- تقسیم مسئلہ کی ایک دلکش تقریر۔
- طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد میں تاخیر کا سوال۔
- ضرورت مستولہ میں طلب مواثبت ہی طلب اشہاد کا کام بھی دے گی۔
- شفعہ میں طلب خصوصیت سے پہلے دو طلبیں لازم طلب مواثبت اور طلب اشہاد۔
- اگر دار بیعہ یا احد المتعاقدين میں سے کوئی بھی پیش نظر ہے، ایک ہی دونوں کے قائم مقام ہوگی۔
- دونوں طلبوں میں سے کسی کے لئے گواہی ضروری نہیں، البتہ ثبوت کے لئے گواہی ضروری ہے۔
- جن تاخیروں کا سوال میں ذکر ہے سب فصول اور بنا ضرورت تعین جی سے شفعہ کو ضرر نہیں۔
- اسی معاملہ سے متعلق مقدمہ کی مسئلہ کے سارے دوسرے تفصیلی سوال۔
- ضرورت مستولہ میں وہی طلب دونوں کے لئے کافی ہے۔
- گواہوں کا گھیرے کے پاس لے جانا پردہ کرنا اگر اندر لے جانے کی ضرورت نہ تھی۔
- طلب اشہاد میں گواہ ہو جائے

اگر اس انشوری میں کہ مجھے حق ہے یا نہیں، کچھ
تاخیر کر دی تو شفعہ کا حق جاتا رہے۔

شفیع کے ہاتھ مکان نہ بیچ کر غیر شفیع کو دیا جبکہ
شفیع کو مکان کی سخت ضرورت ہے اور اس
وعدہ پر کہ اس کو مکان دیا جائے گا، بیع سے
قبل مقرر کیا یہ شفیع کا قبضہ بھی کر دیا۔

مکان خریدنے والے اپنی نے مکان مسجد کے لئے
خریدنا ہے کیونکہ ایک تیسرے آدمی نے ایسے
شفیع کے لئے کہا کہ وہ مکان مسجد پر لے لیا جائے
تو میں پنا مکان مسجد کو دے دوں گا، اب ارادہ
ہے کہ مکان بہت زیادہ قیمت پر شفیع کے ہاتھ بیچا
جائے، حالانکہ مسجد کو ضرورت مکان کی نہیں،
مسجد مقرر ملے ہے اور اس کے غیر ضروری ہو
کا انتظام نہیں سوال۔

قبل بیع شفیع کا کوئی حق نہیں، مکان کا اس کے
پاس کرایہ ہونا اس کا اس کے خریدنے کا اطلاق
کرنا، اس کا ضرور تہ نہ ہونا، یا اس کا کسی حصہ دار
سے معاہدہ ہو جانا کہ تجھے دوں گا اسے کوئی ترجیح
نہیں دے سکتا۔

بیع کی خبر پاتے ہی طلب ہوا ثبت اور طلب اشہاد
بجایا یا تو اسی دام پر جس پر بیع شفعہ حاصل
کر سکتا ہے۔

اس سے زیادہ قیمت مانگتے ہیں، اگر اس کا مطلب
یہ ہے کہ طلب بجائے بغیر اس مکان کی خریداری
پر تیار ہو گیا تو اس کا شفعہ باطل ہو گیا، ایسی

۱۰۳ صورت میں اس کو مکان دینا ظلم نہیں۔

۱۰۲ بقیہ باتیں جو سوال میں ذکر ہوئیں رائے ہیں اس
کا اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں، مسجد نے
مکان کی قیمت زائد دی اس کی دو صورت ہے
لوگوں نے چندہ سے مکان کا دام ادا کر کے مسجد کو
دے دیا، جب تو کوئی گناہ نہ ہو اگر اصل سے

۱۰۳ زائد قیمت دیا گناہ نہیں۔

۱۰۳ اور چندہ کر کے متولی کو دیا اور اس نے بلا ضرورت
زائد قیمت دی تو زیادت فاحش پر متولی گہر گار
ہو گا اور مسجد کے نقصان کا متولی کو اتنا دینا
پڑے گا۔

۱۰۴ بیع کے پہلے خریداری سے انکار سے حق شفعہ
باطل نہیں ہوتا۔

۱۰۴ تہ بیع طلب ہوا ثبت اور طلب اشہاد میں تاخیر
۱۰۴ سے حق شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

کتاب القسمۃ

کل جائداد صرف چند ورثہ میں تقسیم کرنے کا
۱۰۵ سوال۔

۱۰۳ ایسی تقسیم باطل ہے، بیع کا فیصلہ صرف
انہیں لوگوں کے حق میں نافذ ہو گا جنہوں نے
انہیں بنایا، دوسروں کے حق میں انہیں
۱۰۴ تصرف کا اختیار نہیں۔

۱۰۵ قاضی نے اگر ایسا فیصلہ اس گواہی کے بعد کیا
کہ مزید کوئی وارث نہیں، تو وارث ظاہر ہونے

- ۱۸۳ کاٹ سٹے اور طبعہ لے جائے۔
- ۱۸۴ درخت کٹنے اور مکان اکھاڑنے میں زمین کا زیادہ نقصان ہو تو کٹے ہوئے درخت اور جڑے ہوئے طبعہ کی قیمت کٹائی اور گھر کھدوائی کی مزدوری جیا کرنے کے بعد ادا کر کے وہ درخت اور طبعہ زمیندار خود لے لے۔
- ۱۸۵ سال بسال کا پٹہ ہوتا ہو تو ہر سال کے ختم پر زمیندار کو علحدہ کرنے کا حق ہے۔
- ۱۸۶ خیر اور شامی سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۱۸۷ اس امر کی تفصیل کہ ارض ملک میں غرس و بنا پر کب مالک قیمت دے گا اور کب اجیر زمین کی قیمت دے گا، اور مصنف کی ترجیح۔
- ۱۸۸ تادی زہد کی جہارت کا محل اور اس کے بارے میں مصنف کی رائے۔
- ۱۸۹ کردار میں حق استقراہ کی بنیاد نظر لمحا نہیں سمجھا جائے بلکہ دیہات ملک کی زمین میں کاشتکار کو کوئی حق موردی نہیں اور اس پر جبراً قاضی دینا ضرور ظلم ہے۔
- ۱۹۰ مدعی کو خرچہ دلانا حکم شرع کے خلاف ہے۔
- ۱۹۱ اپنے حق کی وصولی کی تدبیر۔
- ۱۹۲ آخافہ لگان پر کاشتکار غرس ہے اور زمین نہ چھوڑے تو شرعاً وہی لگان اس پر لازم ہے۔
- ۱۹۳ خود ہی لگان کی شرح بڑھ گئی ہو اور اسکار کے باوجود کاشتکار کاشت کرتا رہا تو بڑھ ہی ہوئی لگان اس پر لازم ہے۔
- ۱۹۴ کے بعد تقسیم توڑ دی جائے گی۔
- ۱۹۵ قاضی کو ولایت عامہ حاصل ہے۔
- ۱۹۶ چند گھروں کی شرکار میں کب اجتماعی تقسیم ہو اور کب ہر گھر کی علیحدہ علیحدہ۔
- ۱۹۷
- کتاب المزارعة**
- ۱۹۸ کاشتکار کے حق استقراہ اور مقدمہ بے دخلی کے تاوان سے سوال۔
- ۱۹۹ مروت و مدت سے کاشتکار کو استقراہ کا حق حاصل نہیں ہوتا، ہر کیسی ہی جو اور چاہے کتنی ہی مدت کاشت کرے۔
- ۲۰۰ زمین کو کاشت کے قابل بنایا ہو، اس میں جوڑی وغیرہ کھودی، دوسری زمین سے مٹی نہ کر پائی، درخت بویا یا مکان بنایا تو سلاطینی زمین میں کس حق استقراہ مل جاتا ہے، اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو بھی بلا وجہ شرعی بے دخل نہ کیا جائے گا۔
- ۲۰۱ جامع الفصولین اور عقود الدریہ سے مسئلہ کا جزئیہ۔
- ۲۰۲ علحدگی کے اعتبار۔
- ۲۰۳ زمیندار کی ملک کی زمین میں کاشتکار کو کبھی کسی طرح حق استقراہ نہیں۔
- ۲۰۴ اجارہ کی مدت تمام ہونے کے بعد زمیندار زمین خالی کر سکتا ہے، اور اس میں مکان بنایا یا درخت لگایا ہو تو زمین خالی کرے، درخت

- اس اضافہ شدہ لنگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو طے لے سکتا ہے۔
- ۱۹۱ اگر شرکار کے رویہ اذن کے بغیر از خود کاشت کر لی تو اگر زمین کو نقصان پہنچا غاصب ہے اس صورت میں نہ زمین کے نقصان کا تادان نہ لنگان کچھ نہیں۔
- ۱۹۲ اگر زمین سے زمین کو فائدہ ہو تو یہ صورت اجازت میں داخل ہے، اس صورت میں بھی نہ لنگان نہ تادان، البتہ شرکار بھی اپنے اپنے حصوں کی مقدار زراعت کر سکتے ہیں۔
- ۱۹۳ متصف کی تحقیق اور مسئلہ کی تفصیل۔
- ۱۹۴ جس صورت میں زراعت سے زمین کا نفع نقصان کچھ معلوم نہ ہو فقہاء اس کا صریح حکم نہیں لکھتے۔
- ۱۹۵ صنف کی تحقیق کر یہ حکم مضرت میں داخل ہے جامع الفقہاء اور شامی سے مسئلہ کا حکم اور اس حکم کے دائرہ عرف ہوئے کی تصریح۔
- ۱۹۶ ہمارے زمانہ کے عرف کے اعتبار سے مسئلہ کا حکم۔
- ۲۰۱ خلاصہ حکم۔
- ۲۰۲ منتقلی زمین کے وقت زمیندار کے نذرانہ لینے کا سوال ہے۔
- ۲۰۳ ایک کاشتکار کا دوسرے کاشتکار کے ہاتھ زمین پہنچانا جائز ہے اور زمیندار کا نذرانہ اگر دوسرے کاشتکار سے سال رواں کی اجرت میں اضافہ کے طور پر لیا جاتا تو جائز ہے۔
- ۱۹۸ دوسرے کو پہلے کی جگہ قائم کرنے کی دشوت کے
- اس اضافہ شدہ لنگان کے بدلے مقدمہ کے خرچہ کے نام سے جو طے لے سکتا ہے۔
- اس کا فائدہ کلیہ کہ اب خرچہ کے نام سے لے سکتا ہے اور کب نہیں۔
- اچھے نام سے جس میں بدنامی ہو نہ لے کر شریعت میں بُرے کام اور بُرے نام دونوں سے بچنے کا حکم ہے۔
- ایسی ہی زمین کے بارے میں دوسرا سوال اور اس میں اپنے حق کی وصولی کی سبقت تادیبوں کی تفصیل کا جواب۔
- تجربہ بولنا حرام ہے۔
- اپنا حق وصول کرنے اور اپنے سے ظلم دفع کرنے کے لئے پولو دار بات کہہ سکتے ہیں جبکہ صدقیت نہ ہو۔
- صدق کا مفہوم کذب سے بڑھ جائے تو مجبوری کہ کبھی اجازت ہے۔
- مشترکہ گاؤں میں بے اذن شرکار کسی ایک شریک کے کاشت کرنے کا سوال۔
- باجازت دیگر شرکار کاشت جائز ہے اور جب تک یہ تصریح نہ ہو کہ لنگان لیا جائیگا شرکار کے حصہ کا لنگان دینا بھی واجب ہوگا۔
- اگر اور شرکار کی مرضی کے بغیر کاشت کی تو ظالم اور غاصب ہے، اور زمین کو کاشت سے نقصان پہنچا ہو تو تادان دے اور نقصان نہ پہنچا ہو تو لنگان عائد نہیں۔

- ۲۰۳ طور پر لیا جاتا ہے، اس لئے ناجائز ہے۔
 صورت: باہر میں جب کاشتکار اول دوسرے کیلئے
 دستبردار ہو چکا اور زمیندار نے دوسرے کو
 قبول کر لیا، تو اب یہی مستناجر ہو گیا، اور خراج
 جو زمیندار آئندہ لے گا اس کو واکرنا ہوگا۔
 ۲۰۴ اور اگر کاشتکار دوم زمین کا مستقل مالک سمجھا جائے
 تو زمین کی یہ بیع فضولی ہوگی اور نذرانہ زمین کی
 قیمت پر اضافہ اور زمیندار کی اجازت سے
 قیمت کاشتکار اول کی اور نذرانہ زمیندار
 کے لئے جائز ہوگا مگر زمیندار کا آئندہ اس سے
 خراج وصول کرنا ناجائز ہوگا۔
- ۲۰۵ مالک کو دسے یہ افضل ہے یا فقرار کو دے
 مالگزار ہی نہ دینے، کاشتکار کے زمین میں
 درخت لگانے، اس کی قیمت میں سے زمیندار
 کے چوتھائی وصول کرنے زمیندار کی غیر آباد زمین
 کے آباد کرنے، اور قلعہ پ کی وجہ سے دوسرے
 کی جو زمین اس کے حصہ میں آگئی اس سے غارت
 اٹھانے کا سوال۔
- ۲۰۶ مقرر مالگزاری کا ادارہ کرنا ظلم و گناہ ہے۔
 مالک زمین کا اس درخت میں کوئی حق نہیں اس کا
 مالکنا ظلم ہے۔
- ۲۰۷ اپنی رعایا کو سال بھر کا بلا سودی قرض اس
 طور پر دینا کہ سال بھر کے لگان میں تم کو اتنا
 نذر دیا ہوگا، یا قرضدار سے پھل بقایا وصول
 کر کے یہ کہنا کہ مزید اتنا سلم کے دے اور زائد
 رقم حساب فہمی کے وقت حساب میں دکھائی
 جاسکتی ہے یا نہیں۔
- ۲۰۸ مطالبہ وصول کر کے بیع سلم کے نام پر اس
 روپیہ کو وصول کرنا اور اسے سیر بھر گیوں لینا
 کہ ہمارے یہاں یہی بجاؤ ہے، ناجائز ہے
 یا نہیں۔
- ۲۰۹ یہاں کے غیر مسلموں کو اس شرط پر قرض دینا
 جائز ہے اور مسلمانوں کو ناجائز۔
- ۲۱۰ یہاں کے غیر مسلموں سے اگر معاہدہ کاشتکاری
 کے وقت ہی اس طرح معاملہ کیا جائے کہ
 سال بسال اتنی دکان، اور اگر کسی سال
- ۲۱۱ ہتائی کے کھیت میں اندازہ سے پیداوار مقرر کرنا
 باطل ہے، مسئلہ کی تفصیل اور نصف سودوں
 کا حکم، اور ہدیہ سے مسئلہ کا جوئیہ۔
- ۲۱۲ ہتدہ کاشتکار سے ایسے معاملہ کا حکم جو اسے
 دوامی پٹہ، ششما کاشتکار اور ۱۲ سال کے
 بعد حق استقرار سے "سوال"
- ۲۱۳ دوامی پٹہ کوئی عقد لازم نہیں، سال تمام پر
 عقد ختم ہو جاتا ہے۔
- ۲۱۴ قانونی حق استقرار شریعت کے نزدیک کچھ نہیں
 ششما کاشتکار بنا سکتا ہے، مگر مقررہ دکان
 سے زائد لینا جائز نہیں۔
- ۲۱۵ رائے لینے کی ترکیبیں۔
- ۲۱۶ مورد وثیت کے دماؤ سے جو زمین نہ جھوڑے
 پیداوار اس کے لئے ناجائز ہے یا تو زمین کے

کتاب الذبائح

- باقی پڑ گئی تو اس سال کی اتنی زندہ تو جانز ہے اور معاہدہ کے بعد اضافہ کیا تو حرام
- ۲۰۸ جات باقی وصول کرنے کے بعد تاخیر کے حرج اور طور پر غیر مسلموں سے کچھ وصول کر لے کر ہے بہت سے نام اس کا بیٹا سلم ہی رکھے اس امر کی تفصیل کہ زندہ رقم کب حساب میں آ سکتی ہے اور کب نہیں۔
- ۲۰۹ بیع سلم کی جو صورت سوال میں مذکور ہے کہ میری جگہ کے بدلہ دس روپیہ لیں، غیر مسلم سے بازار اور مسلمان سے بیجا خرید اور اس کو دھاک کاٹنا ہے کہ یہ دباؤ کی رضا ہے۔
- ۲۱۰ ایسے مال کو حلال کرنے کی ایک تدبیر عدم ادائیگی کی صورت میں لگانا جس سال اضافہ کی شرط ناجائز اور اس کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے۔
- ۲۱۱ پندرہ بیگہ اراضی ہزار روپیہ پر پانچ سال تک اجارہ دینے اور زرہ اجارہ پیشگی وصول کرنے کا سوال و جواب۔
- ۲۱۲ سرکاری لگان سے کم پیش شرح پر بھیست کاشت کار کو دینے کا سوال و جواب۔
- ۲۱۳ اصل کاشت کار شکی کاشت کار کو پیش پر دے سکتا ہے یا نہیں۔
- ۲۱۴ صورت مذکورہ کے جواز کی تدبیریں۔
- ۲۱۵ حق استغفار سے متعلق سوال و جواب۔
- ۲۱۶ رات کے ذبیحہ اور ذبیحہ کے خون دینے نہ دینے سے متعلق سوال۔
- ۲۱۷ رات کا ذبیحہ مکروہ تریبی ہے، اور ضرورت کے وقت کوئی کراہت نہیں۔
- ۲۱۸ کراہت بھی اس فعل میں ہے، صحیح ذبح ہو جائے تو ذبیحہ میں کوئی کراہت نہیں۔
- ۲۱۹ زندگی ثابت ہو اور ذبح کے بعد خون دے حلال ہے، اور حرج ثابت ہے اور خون دے تب بھی حرام ہے۔
- ۲۲۰ علامات حیات۔
- ۲۲۱ ذبح کے وقت بعد واؤ کے قسم اللہ اکبر کہنا مستحب اور واؤ کے ساتھ کہنا مکروہ ہے۔
- ۲۲۲ قسم اللہ اکبر کہنا ذابح پر ضروری ہے۔
- ۲۲۳ ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر نہیں۔
- ۲۲۴ وقت ذبح جانور کو کس رخ ہونا چاہئے۔
- ۲۲۵ ذبح کر خوالے اور ذبیحہ دونوں کو قبلہ رو ہونا سنت ہے۔
- ۲۲۶ ہتھارے ملک میں ذبیحہ کا سر جنوب کی طرف ہو اور جانور بائیں پسٹو پر سویا ہو اور چپٹے مشرق کی طرف ہو تو اس کا رخ قبلہ کی طرف ہوگا۔
- ۲۲۷ ذبح کرنے والا اپنا دایہا قدم مذبح کی گردن کے کنارے رکھ کر ذبح کرے۔
- ۲۲۸ توجہ قبلہ ترک کرنا مکروہ ہے، اور بعض اہلک

- ۲۱۰ کے نزدیک وجہ حرمت ذبیحہ ہے۔
 اختلاف علماء سے بچنا سو کہ ہے۔
 ۲۱۱ بخاری، مسلم، دارمی، اس، جہ سے طریقہ ذبح
 کی حدیث۔
 ۲۱۲ تسمیہ بشرط ذبیحہ ہے اور اس کے ساتھ تکبیر
 سنت ہے۔
 ۲۱۳ عقیقی اور نیور سے ذبیحہ کے لٹانے کا طریقہ۔
 ۲۱۴ متعین ذابغ اور اس کے تسمیہ پڑھنے سے
 "سوالی"
 ۲۱۵ متعین ذابغ وہ ہے کہ ذبغ کرنے والے کے
 ساتھ چھری پر ہاتھ رکھ کر چھری پھیرنے میں مدد
 دے، ان دونوں پر تسمیہ واجب ہے۔
 ۲۱۶ دیوبندی مسئلہ کہ تغلیط، پاؤں پکڑے والا
 معین ذبغ نہیں۔
 ۲۱۷ درمختار اور شرح نقایہ سے جزئیہ۔
 ۲۱۸ ذبغ میں گھنڈی کا کوئی حصہ سر میں نہ لگا ہو تو
 کیا حکم ہے۔
 ۲۱۹ ذبیحہ کا مدار رگ کٹنے پر ہے، ذبغ فوق العقدہ
 اور تحت العقدہ کا لغا نہیں۔
 ۲۲۰ ذبغ فوق العقدہ اور تحت العقدہ میں قول فصیل
 کیا ہے۔
 ۲۲۱ ذبغ کا مدار رگ سے کم ہیں رگوں کے کٹنے پر ہے
 فوق العقدہ اور تحت العقدہ پر نہیں، شامی
 سے قول فصیل کا بیان۔
 ۲۲۲ بدائع کی ایک عبارت کی توضیح اور مصنف کی
 تحقیق کو صرف دو رگیں قلب سے دماغ تک
 متصل ہیں، مطلق اور مری نہیں۔
 ۲۲۱ پکڑنے والے کے تسمیہ نہ کٹنے سے "سوالی"
 ۲۲۲ ذابغ، معین اور پکڑنے والے کے فسرق
 کا بیان۔
 ۲۲۱ جب بیچ اور محرم جمع ہوں تو علیہ حرام کو ہوگا۔
 ۲۲۱ درمختار اور شامی سے اس امر کا جزئیہ کہ
 تسمیہ کسی پر واجب ہے۔
 ۲۲۱ ذبغ فوق العقدہ سے تین رگ کٹ جاتی ہے
 یا نہیں۔
 ۲۲۲ یہ بات مشاہدہ ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔
 ۲۲۱ ذبغ فوق العقدہ کا سوالی و جواب۔
 ۲۲۳ راسی کے ابیہ کا حکم۔
 ۲۲۴ درآنتی آلات ذبغ سے ہے۔
 ۲۲۴ درآنتی سے ذبغ ایسا ہی کر دہ ہے جیسا
 گندھ چھری سے۔
 ۲۲۵ ضرورت کے وقت اس سے بھی ذبغ جائز ہے۔
 ۲۲۵ ٹخنہ اچھونے سے پہلے سر علمہ کرنا اور کھال
 انارنا قذیب بلا فائدہ ہے۔
 ۲۲۵ کھانا ایسے ذبیحہ کا بہر حال حلال ہے۔
 ۲۲۵ ذبیحہ کی موت اور زندگی کی تفصیل، اور ذبغ
 پر اس کے اثرات کا بیان۔
 ۲۲۶ ضرورت کھنڈ پتھار سے ذبغ میں تین رگ کٹنے
 سے پہلے جان نکل گئی تو نلت و حرمت میں
 علماء کا اختلاف ہے رجحان جمابہ حرمت ہے۔

- ۲۲۱ اترا عثمان برسے دل سے نکلتا ہے۔
- ۲۲۲ ذبح سے غیر خدا کا تقرب کرتا ہے۔
- ۲۲۳ مسئلہ کا خلاصہ حکم۔
- ۲۲۴ مسلمان کو ایسے جانور کا بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرنا بھی مکروہ ہے۔
- ۲۲۵ ذبح کی کھال کی حلت و حرمت کا سوال۔
- ۲۲۶ ایسی کھال حلال ہے اگرچہ بھینس اور بکری کی کھال کھانے کے لائق نہیں ہوتی۔
- ۲۲۷ ذبیحہ کے سات اعضاء کا ذکر جن کا کھانا حرام ہے۔
- ۲۲۸ ذبیحہ کے جو اعضاء مکروہ سے سوال۔
- ۲۲۹ سات چیزوں کی تصریح حدیث شریف میں ہے۔
- ۲۳۰ طہرائی کی حدیث
- ۲۳۱ امام اعظم نے ان میں خون کو حرام اور باقی کو مکروہ فرمایا۔
- ۲۳۲ کراہت سے مراد کراہت تحریم ہے۔ صاحب بدائع نے اسی کو حرام سے تعبیر کیا اور صاحب تہذیب نے کراہت سے۔
- ۲۳۳ صاحب درمختار نے کراہت تحریمی کو رائج بنایا۔
- ۲۳۴ متون میں جب کراہت کا لفظ مطلق وارد ہو تو مراد کراہت تحریم ہوتی ہے۔
- ۲۳۵ تے دستہ کی چھری سے ذبیحہ اور گرم مقامات پر گرمی میں روزہ سے سوال۔
- ۲۳۶ مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے جس سے روزہ رکھنے میں بیمار پڑ جائے۔
- ۲۳۷ اگر ایسے کام کے ترک پر قدرت نہ ہو روزہ رکھنا ممکن نہ ہو تو قصار رکھے۔
- ۲۳۸ ذبح اضطراری کا سوال و جواب۔
- ۲۳۹ ظاہر کے نام کا بکرا مسلمان نے قسیمہ پڑھ کر ذبح کیا اس کا کھانا کیا ہے۔
- ۲۴۰ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لے تو ذبیحہ مردار ہے یونہی مسلمان نے قسیمہ پڑھ کر ذبح کیا اور اس سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا تو ذبیحہ حرام ہے۔
- ۲۴۱ وقت ذبح نہ غیر خدا کا نام لیا نہ اس کی عبادت چاہی تو ذبیحہ حلال ہے چاہے وہ کسی کے نام کا ہو۔
- ۲۴۲ مشرک کا ذبیحہ مطلقاً حلال نہیں اگرچہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا ہو، اور کئی ذبیحہ بسم اللہ پڑھ کر ہو تو حلال ہے اگرچہ اس سے حضرت مسیح مراد لیا ہو۔ (حاشیہ)
- ۲۴۳ نیش پوری اور بدائع سے وجہ فرق کا بیان۔
- ۲۴۴ مسلمان پر بدگمانی حرام ہونے کا ثبوت قرآن و حدیث سے۔
- ۲۴۵ دکن کے ارادے پر حکم لگانے کی ممانعت قرآن و حدیث سے۔

۲۳ ربیع الثانی شریف ۱۳۰۶ھ

مسئلہ مسکونہ نوری سید محمد جان صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک قطعہ اراضی خریدی اور واسطے ثبوت اپنے قبضہ کے ایک شاخ درخت واقع اراضی مشریہ کو قطع شروع کیا، اُس وقت بکر کو اطلاع بیچ لینے اراضی کی ہوئی، بکر اسی وقت موقع پر زید کے پاس گیا اور کہا میں اس اراضی کا شفعی ہوں مجھ کو دے دو، زید نے کہا تمہارا شفعہ دوسرے سے جائز نہیں، ایک نظیراً دوسرے میں خود شفعی ہوں۔ پھر کچھ گفتگو نہ ہوئی، بعد ایک چھٹے بارہ روز کے بکر نے زید سے کہا کہ روپیہ لے لو، جس قیمت کو یہ اراضی خریدی ہے اور اراضی مجھ کو دے دو، زید نے دس روپیہ نہ دیا اور کہا کہ حق مواثبت جاتا رہا اور بعد چند عرصہ کے زید نے وہ اراضی بذریعہ ہر مطلق منتقل کر دی اور دستاویز مصدق پر رجسٹری کر دی، وقت اطلاع بہرہ شفعی مدعی ہوا کہ مجھ کو اطلاع بہرہ کی نہ تھی، اب جو مجھے اطلاع ہوئی تو میں اس انتقال کا بھی شفعی ہوں، ان صورتوں میں شفعہ بکر جائز ہے یا نہیں، اور یہ انتقال بہرہ قبل تصفیہ یا بھی زید و بکر کے دست ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجہ روا۔

الجواب

شفعی اگر بغور استماع نہ طلب شفعہ کر کے مشتری یا مکان کے پاس حاکم طلب تقریر کرے اور اگر بیع ہنوز قبضہ بائع میں ہو تو اس کے پاس طلب بھی کافی ہے، اور اس طلب دوم میں بھی بشرط قدرت دیہ نہ لگائے تو ان امور سے اس کا شفعہ مستقر ہوجاتا ہے کہ لے لے و سطل باطل نہ ہو گا۔ درمختار میں ہے،

بطلید لشفیع طلب لموثبتہ ثم لشفیع علی
البیوع بعد العقد فی یدہ و علی مشتری و من
لم یکن وایر، و بعد العقد، و بعد لاسد
مہ، حتی لو تمکن ولو بکتاب او رسول،
و لم یثبہ بطلت شفعۃ، وان لم یتمکن مہ
لا تطلد احد ملخصاً۔

شفعی استقرار حق طلب کو کے پھر بائع کے پاس
گواہ بنائے۔ اگر پر پڑی اس کے قبضہ میں بر یا مشتری
کے ہاں گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے قبضہ میں
نہ ہو، یا فروخت شدہ زمین پر ایسا کرے، وریہ
ضروری ہے حتی کہ اگر اس کو یہ بذریعہ یا مذریعہ قصد
بھی ممکن ہو اور ایسا نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل
ہو جائے گا اور اگر اس کو یہ قدرت نہ ہوئی تو باطل نہ ہو گا اور ملخصاً۔ (دست)

ہا یہ میں ہے،

الحق حق ثابت واستقر لا یسقط اور حق جب ثابت ہو جائے اور استقرار ہو جائے

رد المحتار میں ہے

تستقر بالاشهاد أي بالطلب اثباتي، وهو طلب
التقرير، وسعي إذا شهد عليها لا تبطل بعد
ذلك بالسكوت، لأن يسقطها بمانه أو يعجز
عن أداء التتمين يبطل القاضى شعنة الخ.

شفعہ کا گواہ بنانے یعنی دوسری طلب پر استقرار ہو جاتا
ہے یہ دوسری طلب پر اسے پختگی ہے اور معنی یہ ہوا
کہ جب شفعہ پر گواہ بنائے تو اس کے بعد سکوت سے
باطل نہ ہوگا۔ ہاں اگر خود اپنی زبان سے ساقط کرے یا

ثمن کی ادائیگی سے عاجز رہے تو قاضی اس کے شفعہ کو باطل قرار دے گا الخ۔ (ت)

پس اگر تمام مدارج طلب ابتدائی و طلب ثانی کے بجایا تو بیشک اس کا حق نہ کہ ہو گیا۔ اور مشتری کا
خود شفعہ ہونا اس کے حق کا مانع نہیں، غایت یہ ہے کہ اگر دونوں مساوی درجہ کے شفعہ ہیں اور مشتری مزاحمت
کرے تو بیع دونوں میں نصف نصف ہو جائے،

في الدار مع اتحاد لوكان المشتري شريكاً والصادر
شريكاً اخر فلهما الشفعة

دو تھا میں ہے اگر مشتری شریک ہو اور بیع مکان میں
کوئی اور شریک کی ہو تو وہ دونوں شریکوں کو شفعہ کا حق
ہوگا۔ (ت)

اور روپیہ بطور طلب شفعہ پیش کر رہی شفعہ میں چاہا پیر لے، شعی مستوع لے دے کچھ مضر ہیں،
لاہ لا یدل علی لرمیة عمھما بل فیھا فی الدار مع
الاصدان الشفعة تبطل باطھار بریفة عنھ
لا فیھا

کیونکہ یہ اس سے اعراض پر مال نہیں ہے بلکہ اس میں
دلیلی کا اظہار ہے، درخت میں ہے قاعدہ یہ ہے
کہ اعراض کرنے سے شفعہ ساقط ہوتا اس میں دلچسپی
سے ساقط نہیں ہوتا۔ (ت)

ہاں یوں روپیہ پیش کرنا کہ قیمت لے اور مکان میرے ہاتھ بیچ ڈال، البتہ مسقط شفعہ ہے،

في الدار المعتمار بطلان طلب منه
یوبیہ عقد شراء

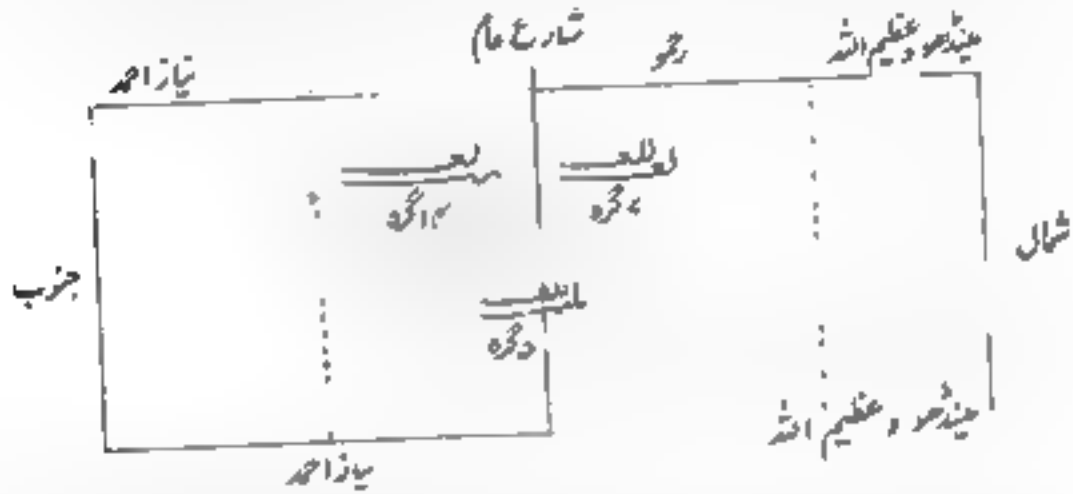
درخت میں ہے کہ شفعہ اگر یہ ساقط کرے کہ مجھ سے قرار کر
تو اس مطالبہ سے شفعہ باطل ہو جائے گا۔ (ت)

۳۹۲/۴	مطبع دوسنی مکتون	باب طلب الشفعة	کتاب الشفعة	۳۹۲/۴
۱۳۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب طلب الشفعة	کتاب الشفعة	۱۳۹/۵
۲۱۵/۲	مطبع مجتہبان دہلی	باب اثبات حق میرا اولاً	کتاب الشفعة	۲۱۵/۲
۲۱۵/۲	"	"	"	۲۱۵/۲
۲۱۵/۲	"	"	"	۲۱۵/۲
۲۱۵/۲	"	باب ما یطلبها	"	۲۱۵/۲

اور ہر حجر میں اگرچہ شفعہ نہیں، مگر مشتری ہر وہ خواہ کسی طریقہ انتقال کے حتیٰ شفعہ کو ساقط نہیں کر سکتا کہ اس کا دعویٰ شفعہ بر بنا سکتے ہیں، جو ملک اول نے اس مشتری کے ہاتھ کی، نہ بر بنا اس پر کہ جو یہ مشتری دوسرے کے لئے کرتا ہے، ایسی حالت میں شفعہ کو اختیار جوتا ہے کہ مشتری کے تمام تصرفات کو رد کر دے اور بیع بذریعہ شفعہ لے لے،

فی الدار المعتادین نقص الشفعہ حسیع تصرفاتہ
ی مشتری حتیٰ الوقف و المسجد و مقبرة
و اسیسہ سیدی و راہدی۔ (جرب نامکمل)
درختار میں ہے کہ شفعہ حاصل کر لینے کے بعد شفعہ مشتری کے تمام تصرفات ختم کر دے گا حتیٰ کہ وقف، مسجد، مقبرہ اور بیڑ تک کو توڑ دے گا، زمینی و راہدی (ت)

مسئلہ ۱۹ رجب ۱۳۰۴ھ از بدایین جردی قولہ شیخ حامد حسن صاحب مختار



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان تعدادی ماہیچہ جانب شمال میںدھو و عظیم اللہ کا تھا، اس کے جانب جنوب رجو کا مکان تعدادی ماہیچہ کا، اس سے جنوب کو نیاز احمد کا مکان تھا، رجو کا مکان میںدھو و نیاز احمد نے خرید لیا، اور باہم تقسیم ہو گئی، اراضی شمالی میںدھو کو ملی، اُس سے اپنے مکان شمالی میں شامل کر لی، اب میںدھو و عظیم اللہ کا مکان ماہیچہ علاوہ پچک کے ہو گیا، اور ماہیچہ جنوبی نیاز احمد کو ملی، اُس نے اپنے مکان جنوبی میں ملالی، مزار آٹھ پانچ مکان جس میں اراضی مشتری بھی شامل تھی بہرست وزیر الدین بیچ کر دیا، تحقیق دس دس برس ہوئے کہ وزیر الدین مشتری نے ہر چار سمت سے بطور خر و اپنا پختہ مکان تعمیر کر لیا، فرمایا کہ حسب تقسیم ہو کر تین مکان کے دو مکان جوٹے، اور درمیان میں دیوار موجود ہے اور کوئی شرکت دیوار میں

بھی نہیں، اور راستے دکانوں مکانوں کے جانب غرب شارع عام میں ہیں، اور دونوں کی آنکھیں جاسب شرق اپنی اپنی
 ہر اکڑ زمین میں، تو وزیر الدین مشتری مکان یا زرا احمد کہ نسبت ^{بہتر} اراضی مشتریہ میں تھوکی، حتیٰ خلیط کا حاصل
 ہے یا شفعی جار کا، وزیر الدین گمان کرتا ہے کہ ملک مکان میرے بائع یا زرا احمد اور جندہ نے مشتری کا خرید لیا تھا،
 لہذا مجھے حتیٰ خلیط حاصل ہے، یہ گمان اس کا شرعاً صحیح یا باطل ہے؟ یتوا تو حودوا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں جبکہ نہ ایک مکان کی راہ دوسرے میں، نہ دونوں کی کسی کوچہ سر بستہ غیرانذہ میں،
 نہ ایک کو دوسرے سے آنچک کا تعلق، تو بالاتفاق ان میں کسی کے مالک کو دوسرے سے علاقہ خلیط نہیں، بلکہ
 ہر ایک دوسرے کا جار محض ہے۔ درمختار میں ہے:

للخلیط فی حق السیوہودی قاسم و بقیت
 لہ شریکۃ فی حق معقار کا شرب و لطریق حاضین
 فلو عامیں فلا شفعۃ بہما او ملحقاً۔
 تقسیم شدہ مبیع کے حقوق میں شرکت شدہ پانی اور
 راستہ ماس ہوں یا عام، باقی ہر تو بھی خلیط
 کو اس شرکت کی وجہ سے شفعہ نہیں ملے
 ملحقاً۔ (د ت)

شرح نقایہ طحاوی پر جندی میں ہے:

جار ملاصق بابہ فی سکتہ، حریف و یسوں
 بابہ و باب دلت الحبار مع الحب الطریق
 اعمام علیہ
 پڑوسی ہیں کہ درہ، دوسری گلی میں ہو یا
 دونوں کا شارع عام کی طرف سے
 ملاصق۔ (د ت)

وزیر الدین کا خیال ہے کہ میرا بائع اور جندہ کو ایک زمین مشتریہ کے خلیط تھے جس کا ایک حصہ میرے بائع
 اور ایک جندہ کو کے مکان میں پڑا، لہذا میں اس کا خلیط ہوں، محض باطل ہے، کہ جب تقسیم ہو گئیں وہیں
 پڑ گئیں، دیواریں کھینچ گئیں، راہیں پڑ گئیں، پھر خط کھان، حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں:

اد وقعت الحدود و وصرفت الطرق
 فلا شفعۃ اخرجہ الامام الحارث
 جب حد بندی ہو جائے اور راستہ تبدیل ہو جائے
 تو اب شریک کو شفعہ کا حق نہیں، اس کو کسی ری

۲ / ۲۱۱	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الشفعۃ	جلد درمختار
۳۸ / ۴	نوکلشور لکھنؤ	"	شرح نقایہ طحاوی پر جندی
۱ / ۳۳۹	مستطبی کتب خانہ کراچی	باب الشریکۃ فی الارضین	صحیح الحارثی کتاب الشریکۃ

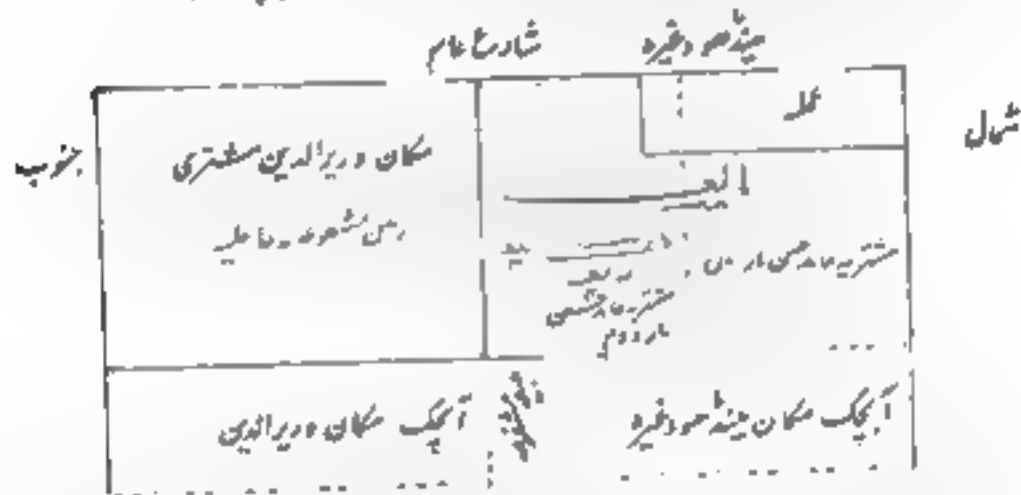
وغیرہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اور دیگر نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

قدوی عالمگیری میں ہے :

اور اقسام الارض من و حطاً حطاً فی وسطها ، ثم اعطی کل مہمہ شیئاً حیث ینبغی لہا ، فصل مہمہ جار لہا حصہ فی الارض ۔

مخصوص اگروقتوں کی شرکت پر اب دعویٰ حق خلیط کرنا عجب دعویٰ ہے جس کا بعد ن ہر ذی عقل پر ظاہر ، مسئلہ من دی فصل ، واللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ ۔

مسئلہ از بدایین ہر ذی ثلث شیخ محمد حسن صاحب دیکل ۱۶ ربیع ۱۳۰۵ھ



کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میدانہ و عظیم اللہ کا مکان مانتے گز کا ب جس میں جانب شمال مانتے ان کی مردوثی ، اور بدلتے جنوبی عام مشعرہ میدانہ ہے جو اسے بذریعہ شراب بعد تقسیم نیب و احد علی قس ، میدانہ و عظیم اللہ نے مسجد مکان قدادی مانتے گز کے گز زمین جانب شمال میں باسٹن سے آبچک مشرقی و علمہ بدیں قعیس کہ مشرقاً مانتے گز اور جنوباً شمالاً ہے گز بدست عامہ حسن بیج کی مانتے گز مسجد مکان باقی رہی ، اسس نقیہ مانتے گز سے لے کر اور اضی شمالی تنہا میدانہ صوفی نے بایں الفاظ بدست عامہ حسن مذکور بیج کہ کہ مسجد مانتے گز کے لے کر میری اراضی بروئے تقسیم ناگی باہمی اراضی عظیم اللہ

سے جانب شمال ہے، لہذا باستثناء آجکے بیچ کی، اس ریلوے میں چوبہ گز میرا اس ریلوے گز کے بھی شمال ہے جو خاص مشربینہ جوتھی اور یہ کل مکان تعدادی ماہر ہے۔ گز اس وقت تک بلا کسی حد حاصل نہیں ہے، نقشے میں جہاں جہاں قطعہ دئے گئے ہیں وہاں کوئی دیوار یا حد کا نشان نہیں، صوت تعین سمت و مقدار گز کے اُسے ایک ذہنی اختیار ہے۔ یہ قطعہ زمین جسے آجکے کہا جاتا ہے یہ بھی بلا کسی حد و فصل کے مجبور مکان کا، ایک غیر متمیز ٹکڑا ہے جسے بے پائش کے تعین نہیں کر سکتا، عرض کل مکان قطعہ واحد ہے، اس میں سے بقیہ ریلوے گز جوہی وکل آجکے عملہ واقعہ مشربہ حامد حسن کو حینہ حورو عظیم اللہ سے بدست وزیر الدین جمالیہ جزوی بیچ کیا، اس مکان اور مکان وزیر الدین مشتری کے بیچ میں ایک دیوار خاص ملک وزیر الدین حاصل ہے، دونوں مکانوں کی راہیں جانب غرب شارع عام میں ہیں، اور دونوں کی آجکیں اپنی خاص زمین میں جانب مشرق ہیں، دونوں کا پانی اپنی خاص زمین میں ہوتا ہوا مشرقی مکانات مختلفہ میں گزر جاتا ہے، فرمایے کہ ایسی صورت میں اراضی عیدہ حامد حسن کو حق شعیع حلیط کا ہے یا نہیں؟ اور شرعا اس استحقاق سے وہ کل زمین حامد حسن کو ملنا چاہئے یا نہیں؟ یتوا توجروا

الجواب

صورت مستفسو میں وزیر الدین اسی مکان میں حورو غیرہ کا جارحی ہے کہ نہ اُسے کوئی شرکت نفس مبیع میں، نہ حق بیع میں، اور تقریر عشر سوال سے ظاہر کہ آجکے زمین میں اجم مشرب نہیں بلکہ دونوں آجکیں ایسے مختص مکانوں کے جدا گانہ ٹکڑے ہیں جن میں ایک کا کوئی حق دوسرے سے متعلق نہیں، صرف اتصال ہی اتصال ہے، جو بار سے زیادہ اُسے کوئی استحقاق نہیں، نفی حلیط کے لئے بیچ میں دیوار ہی ہونی ضروری نہیں کہ اس آجکے میں جہاں دیوار ہیں، شرکت و حلیط مانیں، بلکہ مجرد تعین و اختیار کافی ہے۔ عالمگیری میں ہے:

اذا كان فورا علاء لرجل فاسفله لرجل فاشترى
رجل نصيب صاحب اعلی المهر مطلب اسفل
النهر الشفعة فالشفعة له بالجوار و كذلك
لو اشترى من رجل نصيب اسفل بهر الشفعة
لصاحب الاعلى بالجوار، كذا في المبسوط

اھ مبصرا۔

اگر ایسی نہ ہو کہ اس کا اوپر والا حصہ ایک شخص کا اور نیچے والا دوسرے کا ہو، تو کسی آدمی نے اوپر والے کا حصہ خرید لیا تو نیچے والے کو شفعہ کے مطالبہ کا حق ہے اس کا یہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا، اور یونہی اگر کسی نے نیچے والے کا حصہ خرید لیا تو اوپر والے کا شفعہ ہو تو وہ شفعہ پڑوسی والا ہوگا۔ مبسوط میں یوں ہے اھ مختصاً (ت)

اور عائد حسن خلیط فی حق المبیع ہے، کہ مکان واحد کا ایک حصہ مشاع خریدنے سے مشتری شریک فی العین ہو جاتا ہے
یوں ہی اس میں سے ایک حصہ عین حصہ و تبیین سکتا و مقدار خریدنے سے خلیط فی الحق ہو جاتا ہے، جب تک
حدیں حاصل ہو کر انقطاع خلق نہ ہو جائے، زیر قول در مختار،

انواع من اجل عقار الا ذراعا مشلا فی جانب حد
الشعب فلا شفعة لعدم الاتصال، وکذا
لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتري و
قبضه به

اگر کسی نے اپنی زمین فروخت کی مگر شفعہ کی حد کی طرف
ایک گز کو فروخت نہ کیا تو پڑوسی کو شفعہ کا حق نہ ہوگا
کیونکہ اس کی حد سے اتصال نہ پایا گیا، اور یوں ہی
اگر اس نے اتنا حصہ مشتری کو ہب کر دیا اور قبضہ
دے دیا۔ (ت)

رد المحتار میں فرمایا،

الظاهر ان المراد و هبه بعد بيع ماعدا هذا
القدر بقية قوله للمشتري، و مثله ما لو
باع له لانه صار شريكا في الحقوق،
فلا شفعة للجار اذ يعني مثل ايهة ف عدم
الشفعة ما لو باع انا له هذا المزارع الباقی
في الميم الاول لمشتري القطعة الاولى، لانه
بشرائه القطعة الاولى صار شريكا في حقوق
القطعة الثانية، و هو المزارع البعید ثانيا،
فجاء المزارع وان كان له حق الجوار في هذا
المزارع، لوجود الاتصال لكن لا شفعة له لان
المشتري خلیط فی الحقوق فلا شفعة معه
للجار المحض۔

ظاہر یہ ہے کہ اس کی مراد بیع کے بعد مشتری کو ہبہ
کرنا ہے اس پر قرینہ مشتری کا لفظ ہے اور دوسری اگر
وہ اتنا حصہ اس نے حد میں مشتری کو فروخت کر دیا،
کیونکہ وہ مشتری اب حقوق میں شریک ہو چکا ہے اس لئے
ہب پڑوسی کو شفعہ کا حق نہ ہوگا، یعنی شفعہ نہ ہونے
میں وہ صورت کہ بائع نے پہلی بیع میں سے باقی ماندہ
گز کو پہلے مشتری کے پاس فروخت کیا تو ہبہ کی طرح
پڑوسی کو شفعہ نہ ہوگا کیونکہ وہ مشتری پہلے قطعہ کو خریدنے
کی بنا پر دوسرے باقی ماندہ حصہ کے حق میں شریک
ہو گیا تو اگرچہ گز کے پڑوسی کو پڑوس کی وجہ سے اس
باقی ماندہ میں اتصال ہے لیکن اس کا شفعہ نہیں کیونکہ
مشتری حقوق میں شریک بن گیا لہذا اس کے مقابلہ میں
محض پڑوسی کو حق شفعہ نہ رہا۔ (ت)

اسی میں ہے۔

مشتوی الدرع صار شریکاً قلب الحقوق باقیانہ گز میں مشتری حقوق کا شریک ہو گیا ہند وہ
فیقدم علی الجبار، کما قدم علیہ

پس مادہ حسن نے جس وقت پہلا قطعہ گز تبیین سمت و مقدار غریباً ماتی تمام زمیں جلو کہ جیندہ و عظیم شدہ
میں غلیط فی الحق ہو گیا، اسی طرح دوسرے بار کی غریباری نے اس کا بھی استحقاق قائم رکھا، اور جبکہ وہ مکان بیع
آہنچک وغیرہ تہا قطعہ واحد ہے، تو اس کے تجزاع سے حق مادہ حسن متعلق ہوا، جس سے کسی جہ کو مستثنیٰ مانے
کا کوئی وجہ نہیں، اک لا یخفی علی احد (جیسا کہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ ت) اور غلیط فی الحق بار محض پر شرعاً
مقدم کہ بار غریب سے تو یہ بند راہ شفعہ اس سے سب واپس لے سکتا ہے کما فی المکتب قاطبہ (جیسا کہ معتبر
کتب میں ہے۔ ت) عالمگیری میں ہے۔

یراعی فیہا الترتیب فیقدم الشریک علی الخلیط، والخلیط علی الجبار۔
اس میں ترتیب کی رعایت ہو گی تو شریک
مقدم ہو گا خلیط پر اور خلیط مقدم ہے
ژدوسی پر ۱۰ ت۔

پس ثبات ہوا کہ جس قدر زمین آہنچک و جیسہ آہنچک بدست وزیر الدین جار محض بیع کی گئی تمام وہ کماں
مادہ حسن شفعہ غلیط فی حق المبیع کو بد راہ شفعہ ملنی چاہئے، اگر وہ شرائط طلب کا دعویٰ بجالا دے، اور عملہ اگر سپہ
جب اپنی زمیں سے بیچا جائے محل شفعہ نہیں، شرح المجمع علامہ ابن ملک میں ہے۔

ویم اسئل وحده اذ النساء وحده فلا شفعة لا یسئلان قری رہما بدون امر صفة۔
کچھور کے درخت کی علیحدہ یا عارت کی علیحدہ بیع میں
شفعہ نہیں کیونکہ زمین کے بغیر ان کو قرار حاصل
نہیں ہے۔ (ت)

مگر اس کا بیع میں داخل ہونا زمیں میں مستحقاق شفعہ کا مانع نہیں۔ رد المحتار میں ہے۔

الصعقة وان اتحدت فقد اشخت علی مادہ الشفعة، وعلی مالیت فیہ
مرد ایک ہو لہ وہ ایسے حصوں پر مشتمل ہو کہ بعض میں شفعہ
ہو سکتا ہے اور دوسرے بعض میں نہیں ہو سکتا تو شفعہ

۱۵۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب ما یطلبها	کتاب الشفعة	رد المحتار
۱۶۵-۶۶/۵	فروانی کتب خانہ پشاور	باب اثانی	۔	فتاویٰ ہندیہ
۱۳۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشفعة	شرح المجمع	رد المحتار بحوالہ شرح المجمع

فی حکمہ معاہدات ثبت حیہ اداۃ لحق العبد کذا
فی درر البدر و شرح المجمع ۱۰۰ . والله یستخبرہ
و تعالیٰ اعلم

میں بندے کا حق ہونے کی وجہ سے پورے سوئے پر شفعہ کا
حکم ہوگا تا کہ بندے کا حق ادا ہو سکے، جیسا کہ درر البدر
اور شرح المجمع میں ہے ۱۰۰ . واللہ سبحانہ و تعالیٰ

اعلم (د)

مسئلہ از ہدایوں شیخ حامد حسن صاحب وکیل ۹ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ

ہدایوں سے دوبارہ یہ سوال بعبارت طرال: یا جس کا خلاصہ یہ کہ کل مکان ۲۰۲ گز کا خارجی گیا ہے اور بیع
اول بدست حامد حسن میں سے گز نکل کر ماسیہ گز باقی تھا، اس میں سے منجملہ ماسیہ گز کے لئے بیچ گز شمالی
کہ بروئے تقسیم خانگی حق مندرجہ ٹھہری، پندرہ گز نے باقی حدود معینہ بدست حامد حسن بیع کی، اراضی آبپاش
زمین حیدر کو کہ مقروضہ برادر مقروضہ مکان ماسیہ وغیرہ

غربی جنوبی شمالی
ماسیہ اراضی عظیمہ اراضی مشرقیہ حامد حسن

پھر باقی بدست وزیر الدین بیع ہوئی، اس مکان اور مکان وزیر الدین کا پانی اپنی اپنی خاص آبپاشیوں میں ہو کر
شرقی مکانوں کے صحن ہو کر مسجد نہ وغیرہ میں ملتا ہے۔ درود یہ دونوں پانی اور ان مکانوں کے پانی سب
ایک ہو کر اسی صحن ہو کر کے دروازے سے نکل کر راہ میں گزر جاتے ہیں، اس صورت میں وزیر الدین کو دہی شرکت
فی حقوق المبیع ہے، اور حامد حسن شفیع کو یہی وجہ کہ کوئی تیز خارجی نہیں، دہی شرکت فی نفس المبیع ہے، پس شرعا
کی حکم ہے، اور ملکہ کہ اس بیع بار سوم پر قائم اور بیع میں داخل ہے شفعہ میں داخل رہے گا یا نہیں، بقیتو تو خود

الجواب

صورت مستفہرہ میں حامد حسن کو حق شفعہ حاصل ہے، اور وزیر الدین کو اس کے مقابل کوئی استحقاق
مزاحمت نہیں کہ اگرچہ زمین کا محدود بحدود معینہ ہونا اپنی سزا کے امتیاز و ابطال شیوع کے لئے ہے، جس قطعہ کا
آغاز و انجام جدا بتا سکیں وہ مشاع کب ہوا، مگر انہما کہ ہنوز مکان میں حدیں فاصل نہ پڑیں، دیواریں نہ کھینچیں،
راہیں نہ پھریں، صرف دہنی امتیازات ہیں، تو حامد حسن کو بیع میں ایک اعلیٰ درجہ کا حق غلیظ فی حقوق بیع حاصل
ہے، اور یہ استحقاق اس کے لئے اسی وقت سے ثابت و مسلم تھا جب سے اس نے یہ گز کا پہلا قطعہ
خریدا۔ رد المحتار میں ہے،

مشتري لدراع صار شريك في الحقوق فيقدم
باقیمانہ گز کو خریدنے والا مشتری حقوق میں شریک
بن گیا ہے تو وہ پڑوسی پر مقدم ہوگا جیسا کہ پہلے ہم نے
ذکر کیا۔ (ت)

اور مکان وزیر الدین کو اس بیع کے سبیل آب سے جو علاقہ ہے اگر روایت تانا رخا پر نظر کیجئے تو اصل قابل انتفات
نہیں، اُس میں صاف تصریح ہے کہ ایک مکان کا پانی خود اس دارمیعہ میں بہتا ہو جب بھی یہ شرکت فی الحقوق نہ ٹھہری
اور صرف چار حصّ قرار پائے گا عالمگیری میں ہے۔

لرجل مکیل ماء فی دار بیعت کانت له الشفعة بالجور
لا بالشركة ویس السیل كالشریب، کسدا ف
انتار حایة۔
فروخت ہونے والی حویلی میں سے دوسرے شخص کا
پانی بہتا ہے تو اس پانی واسلے کو حویلی میں پڑوسی ہونے
کی وجہ سے شفعہ کا حق شریک والا شفعہ نہ ہوگا اور

پانی کا بہنا، سیرابی کا حکم نہیں رکھتا، یوں تانا رخا نیز میں ہے۔ (ت)
اور اگر روایت قیظہ و ذخیرہ پر عمل کیجئے تو عامہ حسن کہ شریک فی الطریق ہے، وزیر الدین سے چار حصّ سبیل
آب میں ایک علاقہ رکھتا ہے قطعاً مقدم ہے کہ اس کے ہوتے اسے کوئی استمقاق مراعت نہیں عالمگیری
میں ہے۔

صاحب الطریق اولی بالشفعة من صاحب
مسیل، سادکنا فی السجید
روالمختار حاشیہ در مختار میں ہے۔
راستہ والا شفعہ میں پانی کے بہاؤ واسلے سے اولی
ہے، یوں محیط میں ہے۔ (ت)

قال فی سدر المتقی و نقل المبرجیدی است
الطریق اقوی من السیل فراجعہ استھ
قلت نقلہ عن المدخیرۃ کما رثتہ فیہ۔
المدخیرۃ فی فرا یا جس کو برجندی نے نقل کیا کہ راستہ
کا حق پانی کے بہاؤ سے اقوی ہے، تو اس کی طرف
مراجعت چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ انھوں نے اس
کو ذخیرہ سے نقل کیا ہے جیسا کہ میں نے اس میں دیکھا ہے۔ (ت)

۱۵	سے رد المختار	کتاب الشفعة	باب ما یبطلها	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵
۱۶	فتاویٰ ہندیہ	"	ابواب الثانی	نورانی کتب خانہ پشاور	۵
۱۷	"	"	"	"	۱۶۵
۱۸	سے رد المختار	"	"	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۰/۵

بہر حال حامد حسن اس تمام زمین بیع کر کے اس علاقہ کے جو اس بیع پر قائم اور اس بیع میں داخل ہے بذریعہ شفیع لے سکتا ہے کہ ظہر جب اپنی زمین کے ساتھ بیع میں آئے تو بالبیع وہ بھی محل شفیع ہو جاتا ہے۔ رد المحتار میں ہے،

خروج البناء و الاشجار فلا شفعة فيها الا متعينة العقار وان بيع بحق القراء ودرستی لہ واللہ تعالیٰ اعلم۔
عمارت اور درخت خارج ہو گئے تو ان میں شفیع نہ ہو گا بغیر زمین کے تابع بننے، اگرچہ قرار و بقار کی شرط پر فروخت کئے ہوں، ورنہ متنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳، شوال ۱۴۱۰ھ

علائے دیں و مضمینان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس صورت میں کہ طو خاں نے ایک قلعہ حویلی معہ اراضی جس کے شمال میں طحق حویلی محمد رس، جنوب میں طحق حویلی رفیع الدین کی ہے، کلن حان اور علی حسن خاں شخص غیر کے ہاتھ بیع کر دی، اور اس کی خبر پا کر محمد خاں و رفیع الدین جب یہ بائع مستعد علی شفیع ہوئے، چنانچہ کلن خاں و علی حسن حان مشتری مال نے حسب دعوی شفیع محمد خاں کے نام بیع کر لکھ دیا، رفیع الدین نے نالش شفیع کی ہے، پس بوقت لیس بہ علی ناحیب شفیع مقدمہ حان مشتی شفیع کے کامیابی شرعا ماسئل ہو سکتا ہے یا دونوں شفیعوں کو قطعہ مشفوع تقسیم ہو سکتا ہے تو کس مقدار سے یعنی مساوی یا کم و بیش؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں رفیع الدین کل مکان مشفوع بذریعہ شفیع محمد خاں سے پائے گا کہ محمد خاں کا اس کو مشتری اول سے خریدنا اس کے ملک کو تسلیم کرنا ہے، اور اس کی ملک تسلیم کرنا بیع اول کے تسلیم شفیع سے اعراض، اور شفیع سے اعراض حق شفیع کا مسقط، تو محمد خاں اس مکان کا شفیع رہا، اور رفیع الدین کا استحقاق باقی، لہذا وہ کل مکان محمد خاں سے لے سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

لو كان الشفيع معاصرا لشرع البدار
مب المشتري ثم حصر العائيب
فان شاء احد كل البدار بالبيع الاول
ايك حاضر شفيع نے مشتری سے مکان خرید لیا، پھر دوسرا شفیع جو غائب تھا حاضر ہو گیا تو اس کو اختیار ہے چاہے تو پورا مکان پہلے سووے پر

وان شاء اخذ کلها بالبیع الشافی لہ
اور چاہے دوسرے سودے پر پورا مکان شفعہ کے
ذریعہ حاصل کر لے۔ (ت)

اسی میں ہے :

قد بطل حق الشفیع باعاضہ بالشراء، نکون
الشراء دلیل الاعراض لہ واللہ سبحہ وتعالیٰ
اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔
حاضر شفیع نفا پنا حق شفعہ خریداری کی وجہ سے
باطل کر لیا کیونکہ خریداری شفعہ سے اعراض کی دلیل ہے۔
واللہ بخیر و تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ و احکم (ت)

مسئلہ ۱۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں۔ بیتوان توجروا۔

- (۱) بعد علم بیع قبل قبضہ کرنے مشتری کے شئی بیع پر دعویٰ شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
(۲) ایک شخص کے احاطہ و احدہ میں چند منازل ہیں جن کا دروازہ ایک ہی ہے، اور حدود دار بعد اس کی
ایک ہی ہیں، اس احاطہ کے ایک طرف قریب کا مکان ملحق ہے، اب یہ محل مکان بیع کیا جائے، تو آیا
اس صورت میں قریب اس قطعہ کو بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے، جو اس کے مکان سے متصل ہے یا محل
مکان کو۔

- (۳) جس محلہ میں رواج شفعہ نہ ہو وہاں شرعاً دعویٰ شفعہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟
(۴) اگر قبل بیع ہمسایہ خریداری سے انکار کرے، پھر بعد بیع دعویٰ شفعہ کرے تو مسموع ہو گا یا
نہیں؟

- (۵) اگر شفیع مشتری کی طرف سے وکیل خریدنے کا ہو تو اس کا شفعہ قائم رہے گا یا نہیں؟

الجواب

- (۱) شفعہ بجز بیع ثابت ہوتا ہے، قبضہ مشتری کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے،
یشہد علی البائع ان کاں المبیع قبیدہ، اگر بیع زیر قبضہ بائع ہو تو وہاں گواہی قائم کرے،
معناہ لم یسلم الی مشتری لیکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ابھی مشتری کو نہ سونپا ہو۔ (ت)

لکھ قادی بندر	کتاب الشفعۃ	الباب السادس	فراتی کتب خانہ پشور	۱۶۸/۵
لکھ	”	”	”	۱۶۸/۵
لکھ الہدیۃ	”	باب الشفعۃ	مطبع یوسفی کھنور	۳۹۱/۴

در مختار میں ہے،

ثم يشهد على البائنة لو انفقر في يده او على
لمستري و ان لم يكن ذائلاً باحتصار - والله
سبحه و تعالى اعلم و عليه جل مجدته انه
واحكم.

اگر زمین بائع کے قبضہ میں ہو تو وہ ہاں گویا ہی قائم کرے
یا مشتری کے پاس گواہ بنائے اگرچہ زمین اس کے
قبضہ میں نہ ہو، باحتصار۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و
علیہ جل مجدہ اتم و اکمل۔ (ت)

(۲) کل کو کہ جب احاطہ واحد، درواریہ واحد ہے تو وہ فار واحد ہے۔ چاہے میں ہے،

الدار اسم سا ویر صیغہ الحسد و دینہ
اور وار واحد کے کسی ٹکڑے سے جسے اتصال بروہ کل دار کا شفیع ہے، حتیٰ کہ اگر ایک شخص صرف ایک
جانب بقدر ایک بالشت کے اتصال رکھتا ہو اور دوسرا تینوں جانب بروہ کمال تو دونوں شفیع میں برابر ہیں
روا مختار میں ہے،

اصلاصق من جانب واحد و لم يشتر
كالاصلاصق من ثلثة جوانب، فهما سواء،
اقتضانی یقہ

ایک جانب سے اتصال اگرچہ ایک بالشت ہو تو وہ
باقی تین اطراف سے اتصال کے برابر ہے،

یہاں تک کہ اگر وار واحد اپنے طبع منازل کے ساتھ شخص واحد کے ہاتھ نیچے، اور شفیع چاہے کہ بذریعہ شفیع
ان میں سے صرف وہ منزل سے جس سے اُس کا مکان متصل ہے، تو ہرگز اجازت نہ دیں گے اگرچہ نیچے والے جدا جدا
ہوں، ملک کل سے یا کل ترک کرے، عاقلگیری میں ہے،

اذا اصاب الشفیع ان یاخذ بعض الشیء
دون البعض، وان یاخذ الجانب الی
یصل الی دار دون الباقی، لیس له
ذلك بلا خلاف حیث اصحابنا، وکن
یاخذن الفصل او سیدع،

ایک غیر ممتاز طبع میں سے شفیع بعض حصہ کو لینا چاہے
اور کچھ چھوڑنا چاہے اور اپنے دار سے متصل حصہ کو
شفیع میں لینا اور باقی کو چھوڑنا چاہے تو اس کو
یہ اختیار نہیں، اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی
اختلاف نہیں، لیکن وہ سب کو لے یا سب کو

۲۱۲/۲	مطبع مقبالتی دہلی	باب ما یبطلها	کتاب الشفیعہ	سہ در مختار
۸۸/۳	مطبع یوسفی مکتبہ	باب المحقوق	کتاب المیراث	سہ اہدایہ
۴۰/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشفیعہ		سہ رد المحتار

لائحه لواخذ المعص دون المعص تغرقتم
الصفة على المشتري، سواء اشترب واحد
من واحد او واحد من اثنين او اكثر
حتى لو اراد شفع امث ياخذ نصيب
احد ابنتين ليس له ذلك الخ و الله
تعالى اعلم

چھوڑے چونکہ اگر بعض کو ملے اور بعض کو نہ ملے تو اس سے
مشتري پر سودا متفرق ہو جائے گا خواہ ایک مشتري
نے ایک بائع سے یا ایک کے متعدد حصہ داروں سے
خریداجو حتی کہ اگر دو فروخت کرنے والوں میں سے
ایک کے حصہ کو لیا چاہے تو شفعین کو یہ اختیار نہیں
ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۳) میٹک ہو سکتا ہے اگرچہ شہر بحر میں رواج نہ ہو کہ شفعہ حکم شرعی ہے، رواج وغیرہ پر مبنی نہیں،
وہذا ظاہر جدا (یہ بالکل ظاہر ہے۔ ت) واللہ اعلم۔

(۴) فرد مسموع ہوگا، حق شفعہ بعد بیع ثابت ہوتا ہے، تو قبل از بیع انکار کوئی چسپند نہیں
در مختار میں ہے،

یصلحها تسليها بعد البيع لا قبله
بیع کے بعد شفعہ کو چھوڑنا اس کو باطل کرتا ہے بیع
سے پہلے باطل نہیں کرتا (ت)

تائید میں ہے،

تسليم الشفعة قبل البيع لا يصح و بعده
صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) نعم في الدر المختار ثبت لمن
شرى اصاله او وكالة
اس میں شفعہ ثابت ہوگا۔ (ت)

تائید میں ہے،

وكيل المشتري اذا ابتاع منه اشفعة، والله
تعالى اعلم۔

۱۵۵/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الشفعة	الباب الرابع	سلفہ فتاویٰ ہندیہ
۲۱۵/۶	مطبع محبتی دہلی	باب ما یصلحها	~	سلفہ در مختار
۱۸۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب التاسع	~	سلفہ فتاویٰ ہندیہ
۳۱۵/۶	مطبع محبتی دہلی	ما ثبت فیہ اولاد	•	سلفہ در مختار
۴۰۵/۶	مطبع دیرسفی نکتہ	باب ما سئل بہ الشفعة	~	سلفہ الہدیۃ

مسئلہ از دوہین محلہ مرزا باٹری مرسلہ میان آفتاب حسین ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عسکر اپنا مکان فروخت کرتا ہے، زید ہمسایہ عسکر و
خریداری پر مستعد ہے مگر مالک مکان غیر ہمسایہ کو مکان دیتا ہے، پس حق شفعہ خرید مکان میں اول درجہ ہمسایہ
کو پہنچتا ہے یا غیر کو؟

الجواب

شفیع کے لئے حق شفعہ بعد بیع ثابت ہوتا ہے، مکان جب تک بیع نہ ہو شفعہ مزاحمت نہیں کر سکتا،
ہاں جب مالک غیر ہمسایہ کے ہاتھ بیچ ڈالے اس کے بعد ہمسایہ کے لئے بذریعہ شفعہ حق مطالبہ ہے، اگر شرائط
طلبہ بجا لا کر دعویٰ کرے گا مکان خریدار سے لے کر اسے واپس دیا جائے گا، تنویر الابصار میں ہے: تجب
بعد المبیع (شفعہ بیع کے بعد لازم ہوتا ہے۔ ت)، درمختار میں ہے:

اسقط الشفعۃ قل اشترای لہ یصح خریداری سے قبل اگر شفعہ نے شفعہ ساقط کیا تو صحیح
لہ بعد شرطہ، و هو البیع انتہی۔ واللہ تعالیٰ نہیں کیونکہ شفعہ کی شرط جو کہ بیع ہے نہ پائی گئی انتہی
اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ سیگرام پور تحصیل بسرن ضلع بہار مرسلہ شیخ برکت احمد زیندار ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کاشتکار ہے، اُس کو زمیندار نے زمین اپنی سکونت
کے واسطے دی جس میں اُس نے چوپال اور مکان بنایا، اور اس کاشتکار نے کھیت میں باغ لگایا، اب یہ
مکان چوپال اُس نے فروخت بدست زمیندار کیا، ایسی حالت میں اُس باغ کے شرکاء شفعہ ہو سکتے ہیں یا
نہیں؟ یتنوا تو تجرداً۔

الجواب

جبکہ کاشتکار صرف عملہ مکان و زمین کا مالک ہے، زمین اُس کی ملک نہیں تو مجرد عملہ و دولت
میں کسی کے لئے شفعہ نہیں،

فی رد المحتار فی البہار ص ۱۰۰ لا شفعۃ فی رد المحتار میں برازیہ سے منقول ہے، چوپال میں
اکبردار لامہ نقلت کالمستند والا شجار شفعہ نہیں کیونکہ وہ منقول چیز ہے جس طرح عمارت

سہ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الشفعۃ مطبع محضائی دہلی ۲۱۱/۲
کے " " " " " " " " ۲۱۱/۲

و معروہ ، فی النہیۃ والد حیرۃ والتأرعایۃ
عن السراحۃ المصحفاً و اللہ تعالیٰ اعلم۔
اور ذخیرہ میں سر اجید سے منقول ہے اھ مخلص۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے تبرک سے مالک سے روپیہ قرض لئے اور تین مکان دیں کر دئے جبکہ مدت گزری اور روپیہ ادا نہ ہوا، لکھنے مالش کر کے مع سود و خرچہ مالک سے ڈگری پالی، اس میں تینوں مکان جس کی حیثیت قریب پانسو روپیہ کے تھی چھپا سٹھ روپیہ میں نیلیم ہو گئے، نیلیم طارمہ بکر نے خرید اور بعد اپنے آقا کے لئے خرید نا طار بکر کے بنام بکر لکھ دیا، مگر نے اُن مکانات پر قبضہ نہ کیا، زید چھ سات برس تک بدستور رہا، اس سے قبل از نیلیم حوا، اس کے بعد کبھی کوئی مات ایسی صادر نہ ہوئی جو اسس نیلیم کے اجازت یا رضامندی پر دلیل ہو، یہاں تک کہ دونوں انتقال کر گئے، اور بعد زید وراثت زید قابض ہوئے، اب وراثت مانے بکر نے مالش کر کے ڈگری و خلیابی حاصل کی، اور ہنوز دخل نہ ہوا تھا کہ ڈگری بدست خاتمہ بیع کردی، اسس خانہ کو بھی دخل نہیں ملا سے، اس صورت میں بکر و خلیابی ذکر کا شفیع مدت دخل یا بی خانہ شفیع طلب کر سکتا ہے یا نہیں، اور اگر حالہ پی ڈگری ضائع کر دے اور نہ دخل یا بی سے بعض یا بلا عوض و مستبذر ہو تو شفیع کے حق شفعہ کی کیا حالت ہوگی، یتسوا تو نجو دا

الجواب

صورت مستفسرہ میں اُن مکانات پر ہرگز کسی طرح دعویٰ شفعہ نہیں پہنچتا، کہ شفعہ کے لئے مکان کا مالک مالک سے خارج ہونا ضروری ہے،

فی رد المحتار فی مآذی الصغری الشفعة رد المحتار میں مآذی صغری سے منقول ہے، شفعہ نعمتہ ردال لعلک عن اب نہ لم کا طر بائع کی ملکیت کا زوال ہے (ت)

اور یہاں وہ مکانات شرعاً ملک زید سے خارج نہ ہوئے، یہ بیع نیلیم جو بلا اجازت واقع ہوئی غیر مالک کی بیع تھی جسے شرع میں بیع فضولی کہتے ہیں، اور وہ اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے،

فی مآذی الامم قاضی حاکم اذا باع المرحل امام قاضی خاں کے مآذی میں ہے جب بائع نے

۱۴۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشفعة	رد المحتار
۱۳۸/۵	"	"	"

مال الغیر عند تاتوقف العیم علی اجازتہ غیر کا مال فروخت کیا تو ہمارے نزدیک یہ بیع مالک المالك لہ

اب کہ زید خود ہی ان مکانات پر قابض رہا، پھر وہ بلا اجازت انتقال کر گیا بیع باطل ہوگی، یہاں تک کہ وارثان زید کو بھی اجازت کا اختیار نہیں،

فی التہدیه اذا مات المالك لا ینعہ ہ ہتدیر میں ہے کہ جب مالک فوت ہو جائے تو باجائزۃ الوارث ہے وارث کی اجازت سے بیع نافذ نہ ہوگی۔ (ت)

در حقیقت نہ تو ان مکانوں کا مالک ہے نہ اس کے ورثہ نہ خالد خریدار ڈگری، بلکہ وہ سب مرزوک زید ہیں اور ورثائے مرزوک صرف اپنی مقدار قرض کے مطالبہ پہنچتا ہے ولس، اور دعویٰ شفعہ فقط عقد مبادلہ میں ہے و انتقال ہواشت میں،

فی النکلیۃ لا تجب الشفعۃ ما لیس مالگیری میں ہے، جب تک بیع یا معنی بیع نہ پایا سیم ولا معنی البیم حتی لا تجب بالہبۃ جائے شفعہ لازم نہ ہوگا، حتی کہ ہبہ، عسد، والصلاۃ والیراث والوصیۃ ہے میراث اور وصیت میں لازم نہ ہوگا۔ (ت)

پس مرزوک زہار استعجاب شفعہ میں نہیں، شرع سہرا تو یہ سہم ہے، اور حکم نہیں مگر شرع سہر کے لئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ

زید ہندو ہے، اُس نے ایک مکان بنایا، ایسی زمین وہیں کہ آبادی اور اراضی اس دیہ کی ملکیت مشترکہ ہے دس بارہ اشخاص کی، اب اُس زید مذکور نے صرف اُس مکان و بنا ر سکئی اپنی کو بہمن متعدد یا تھ ایک شخص کے کہ مکان خاص رہنے اس کے کا تجنی پچاس قدم کے فاصلہ سے ہے فروخت کیا، مگر اسی داخل بیع نہیں ہے، صرف عہد و بنا کو فروخت کیا ہے، اب بعد انقصائے عرصہ و دواہ کے مجلد اور شرکار کے ایک شریک کہ وہ بھی پچاس قدم اس مکان عہد سے رہتا ہے، بگن شفیع ہونے کے شفعہ شرعی پر بنائے دعویٰ قائم کرتا ہے، ایسی صورت میں عند الشرع شریف اُس عہد عید زید ہندو پر شفعہ جائز ہے یا نہیں، یتواذہر و ا۔

۳۵۱/۶	نو کثیر لکھنؤ	فصل فی البیع الموقوف	کتاب البیوع	فتاویٰ قاضی شاہ
۱۵۲/۳	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی عشر	"	فتاویٰ ہندیہ
۱۶۰/۵	"	الباب الاول	کتاب الشفعۃ	"

اُس کو ٹھری کو کھڑے لے سکتا ہے کہ جب طریق اس مکان کا زمین عرو میں ہے تو عمر و خلیط فی حق المبیع ہوا، اور بجز اسی وجہ سے کہ مالک علو ہے اور اس کے مکانات کو ٹھری کے دونوں جانب میں محض جوار ہے اور خلیط جوار پر شرعاً مقدم مکانات بجز دونوں جانب ہونے سے وہ صرف جوار ہو سکتا ہے، اسی طرح قابض علو ہونا بھی اگر بجز ملک ہو تو فقط مثبت جوار ہے، ورنہ لغویت۔

فناوی عالمگیری میں ہے نخل منزل دو حضرات کے مشترک ہے اور دونوں میں سے ایک کا اسس پر بالا خانہ ہے جس میں کوئی تیسرا شخص بھی شریک ہے تو نخل منزل والوں میں سے جس کا بالا خانہ میں حصہ ہے اس نے اپنے نیچے اور اوپر والے حصوں کو فروخت کیا تو نیچے شریک کو نیچے حصہ میں اور اوپر والے شریک کو اوپر والے حصہ میں شفعہ کا حق ہے نیچے والے کو اوپر اور اوپر والے شریک کو نیچے والے حصہ میں شفعہ کا حق نہیں ہے کیونکہ نیچے والا شریک بالا خانہ کا پڑوسی ہے اور اگر بالا خانہ کا راستہ مشترک ہو تو وہ بالا خانہ کے حقوق میں بھی شریک ہے اور یوں ہی بالا خانہ کا حصہ دار نیچے والے حصہ کا پڑوسی ہے اگر راستہ بالا خانہ نیچے والی منزل میں سے گزرتا ہو تو وہ بھی نخلی منزل کے حقوق میں شریک ہوگا لہذا پڑوسی یا حقوق میں شریک کی نسبت عین جمیع میں شریک کا حق مقدم اور اولیٰ ہے، اور فناوی قاضی حاکم میں ہے کہ نخلی منزل والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوپر والے کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ نخلی اور اوپر منزل میں اتصال ہے تو دونوں پڑوسی قرار پائیں گے، غرض ہر حال بجز جوار محض سے زائد نہیں، اور عمر و خلیط فی حق المبیع ہے کہ راستہ مکان بیع کا اسکی جائزیت ہے۔

فناوی عالمگیری سفل میں رجلیست و لاحدهما علیہ علوبینہ و بینہ احرفضاع الذی لہ نصیب فی السفل والعلو نصیبہ فشریکہ فی السفل الشفعة فی السفل و لشریکہ فی العلو الشفعة فی العلو ولا شفعة لشریکہ فی السفل ولا لشریکہ فی العلو فی السفل لان شریکہ فی السفل جوار للعلو و شریکہ فی حق العلو ان کان طریق العلو فیہ و شریکہ فی العلو جوار للسفل او شریک فی الحقوق و ان کان طریق العلو فی تلك الدار لمکان الشریک فی عین الشفعة اولیٰ بہ و فی

فناوی قاضی حاکم میں ہے، اور فناوی قاضی حاکم میں ہے کہ نخلی منزل والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوپر والے کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ نخلی اور اوپر منزل میں اتصال ہے تو دونوں پڑوسی قرار پائیں گے، غرض ہر حال بجز جوار محض سے زائد نہیں، اور عمر و خلیط فی حق المبیع ہے کہ راستہ مکان بیع کا اسکی

زمین ملوک ہے، اور شرائط غلیظ جاریہ مقدم، کسا ہوئی عامۃ الکتب (جیسا کہ یہ عام کتب میں ہے۔ ت) پس صورت مسئول بہا میں بر تقدیر نہ مدعی ہونے کسی شریک فی نفس المبیع کے ضرور ہے، نہ بکر اور عسمر و شرائط شفعہ بجا لایا تو در صورت عدم مراحم کل مکان بیع کو بکر سے لے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم و احکم۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان واقع کوچہ خیر نافذہ ایک شخص اجنبی کے ہاتھ کہ اُس مکان سے کوئی علاقہ شفعہ نہیں رکھتا فروخت ہوا، راستہ اس مکان کا اراضی پیش دروازہ زید ہے، اور راہ دونوں کی شارع عام تک مشترک، پس زید بعد بی آوری شرائط شفعہ بحسب شفعہ دعویٰ کرتا ہے اس صورت میں وہ مکان زید کو مل سکتا ہے یا نہیں، بینوا توجہوا۔

الجواب

صورت مسئولہ میں زید غلیظ فی حق المبیع ہے، اور حق شفعہ اس کے لئے ثابت، پس جس صورت میں کہ وہ سب شرائط بجا لایا اگر کوئی غلیظ فی نفس المبیع مدعی شفعہ نہ ہو، تو مکان اُسے قطعاً مل سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم و احکم۔

الجواب صحیح محمد تقی علی میاں

مسئلہ ۲۷ صفر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کی اراضی میں زید کے چند ورثہ شریک ہیں اُن میں سے بعض نے اپنے حصے عمر و شخص اجنبی کے ہاتھ بیع کر دیئے، پھر اُن اشخاص میں سے جنہوں نے اپنے حصے بیع نہیں کئے تھے ایک نے اُسی عمر و کے ہاتھ اپنا حصہ بیع کر دیا، اب اُن اشخاص ذکرین میں ایک شخص شفیع ہے، تو یہ شخص عمر و اجنبی پر ترجیح رکھتا ہے یا نہیں؟ اور اس اراضی جبیہ کو عمر و سے شفعہ میں لے سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجہوا۔

الجواب

عمر و جبکہ ایک عقد اسی زمین کا خرید چکا ہے، اور ہنوز حدود جہانہ ہوں تو وہ بھی شریک ہے اور یہ شفیع بھی شریک ہے تو کسی دوسری پر ترجیح نہیں، اگر اس شریک نے بیع ثانی کی کل بیع کا مطالبہ بذریعہ شفعہ کی اور عسمر و دینے پر راضی نہ ہوا، تو نصف شفیع کو دلا دیں گے، اور عمر و راضی ہو گیا تو کل دلا دیں گے،

فی رد المحتار ربع احد شریکین فی دار حصته
 منها الاخر فیم ثالث و طلب الشفعة فان کام
 شریکاً قسمت مینہ وجبت الشتری لایهما
 شفیعتان ای ادا طلب و لم یسلم للشفیع
 الاخر اذ محضراً واللہ تعالی اعلم۔

فقہ زہری بھی جب تیسرے نے اپنا حق شفعہ نہ چھوڑا اور مطالبہ پر قائم رہا اور محضراً (اللہ تعالیٰ اعلم) دت

مسئلہ از دیورنیا تحصیل ہیڈری ۱۶ صفر مظفر ۱۳۱۵ھ

کیا دیتے ہیں علی سہ دین اسی مسئلہ میں کہ موضع دیوریا میں تخمیناً دو بسود زمیستداری ہے ،
 منہج اس کے تخمیناً کچھ انس فلیل الدین کے پاس ۱۰ اور ۱۰ کچھ انس خواجہ بخش کے پاس ۱۰ اور نمبر داری دوزل
 بسود پر خواجہ بخش کی ہے ، دیگر شرکا نے انہی دو بسود سے ۱۶ بسوا انس فلیل الدین کے ہاتھ بیع کی تو شفعہ
 خواجہ بخش اور فلیل الدین کس کو کتنی پہنچتا ہے ؟ بیتوا التوجروا ۔

الجواب

اگر وہ دیکھ لو کہ ہے کہ مسیہد اس میں اپنے اپنے حصوں سے مالک ہیں ، تو بلاشبہ اس میں حق شفعہ
 جاری ہے اور فلیل الدین مشتری اور خواجہ بخش دونوں شفیع ہیں ، خواجہ بخش اگر طلب مراثت و غیرہ مشرانہ
 بکالایا اور کل بیع ۱۶ بسوانسی پوری پر بذریعہ شفعہ دعویٰ کیا تو اگر فلیل الدین مزاحمت کرے تو آٹھ بسوانسی
 فلیل الدین کے پاس رہیں گے اور آٹھ بسوانسی بذریعہ شفعہ خواجہ بخش کو ولادی جائیگی اس بات پر کچھ
 لحاظ نہ ہوگا کہ ان میں ایک وہ کچھ انس کا مالک ہے اور دوسرا دس کا ، اور اگر فلیل الدین مزاحمت نہ کرے
 بلکہ کل دے دے تو کل خواجہ بخش کو ملے گی ، اور اگر خواجہ بخش نے کل بیع پر دعویٰ نہ کیا بلکہ یہ سمجھ کر کہ مجھے
 آدھی ملیں گی ، ابتداً آٹھ ہی بسوانسی پر شفعہ چاہا ، تو اس کا حق شفعہ ساقط ہوا ، اب کچھ نہ پائے گا ۔
 رد المحتار میں ہے ۔

مکوفی الخیرۃ ان کون الارض عشریۃ
 او حر جیۃ لایساقی المثل حق کثیر صحت
 النکتب الارض الغیر او العشر
 خیرہ میں ذکر ہے کہ زمین کا عشری یا فراجی ہونا ملکیت
 برنے کے منافی نہیں ہے تو بہت سی کتب میں ہے
 کہ نہ کہ عشری یا فراجی زمین کا فروخت کرنا ، وقف

مملوكة يحرر بيعها و ايقعها و تورث فتثبت
فيها الشفعة بحالات السلطانية التي تدفع
مزارعة لاتباع فلا شفعة فيها الم

در مختار میں ہے،

لو كان لمشتري شريكاً وللداء شريكاً أخو
لهما الشفعة

رد المحتار میں ہے،

في لقية اشترى الباء و رادله حار احمر
طلب الشفعة وكذا المشتري فمى بينهما
فصحين ، لاسيما شفعان قال اجب الشفعة
بقوله ونداء المشتري اي اذا طلب و لم
يسلم للشفيع الاخر ، وفي كلام ابن الشحنة
شارة الى ان قول القنية طلب الشفعة
المراد به انه لم يسلم الكل للأخر لا حقيقة
اطلب ، فلا يثبت في ما قدمناه من الحانبة
ان لا يمين لا يحتاج الى الطلب

کرنا ، میراث ہونا جائز ہے ، تو ان میں شفعہ ثابت ہوگا
بکلاف مرکبہ کی زمین جو مزارعت میں دی جائے اور
قابل فروخت نہ ہو اس میں شفعہ نہیں ہے (مردت)

اور غریبہ خود شریک تھا جبکہ اس میں کوئی اور بھی
شریک ہو تو دونوں کو شفعہ کا حق ہے (مردت)

قفیہ میں ہے ایک نے پڑوس والا مکان خریدا جبکہ اس
مکان کا پڑوسی ایک در شخص بھی ہے تو اس کے شفعہ
کا مطالبہ کیا تو وہ اور مشتری دونوں اس مکان میں
شریک ہونگے کیونکہ وہ دونوں برابر کے شفعہ ہیں
ابن کثیر نے کہا تو اس قانون پر مشتہی بھی یعنی
جب وہ شفعہ ۵ مطالبہ کرے اور دوسرے کو ایسے
حق نہ پہنچے ، اور ابن کثیر نے غلام میں یہ اشارہ ہے
کہ قفیر کے قول تو شفعہ طلب کی اس سے مراد ہے
کہ دوسرے کو کل نہ سونپا ، یہ مراد نہیں کہ قیمت طلب
کیا تو یوں قافیہ سے ہمارے ذکر کردہ کے منافی نہ ہو اور اصل شخص طلب کرنے کا محتاج نہیں ہے۔ (مردت)

تنویر الابصار میں ہے،

تسلک بالاحتیاط باقتراضی ، و یقتضی اقتراضی بقتدر
من مؤس الشفعة لا الملك

رضا مندی یا قاضی کی قضاء سے شفعہ کر لے والوں کی
تعداد کے مطابق ذکر ملکیت کے مطابق حاصل کرنے
پر مالک ہو جائیں گے۔ (مردت)

۲۵۶/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب العشر والخارج	کتاب الجہاد	رد المحتار
۲۱۵/۲	مطبع مجتبائی دہلی	باب ما ثبتت صحی غیر ادلا	کتاب الشفعة	رد مختار
۱۵۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	رد المحتار
۲۱۱/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الشفعة	رد مختار شرح تنویر الابصار

در مختار میں ہے ۱

لو طلب احد الشريكين النصف بناء على انه يستحقه فقط بطلت شفعته ، اذ شرط صحته ان يطلب الكل كما بسطه الزيلعي عليه حفظه - والله تعالى اعلم -

اگر دونوں شریک حضرات میں سے ایک نے نصف کا مطالبہ صرف اپنے استحقاق کے مطابق کیا تو شفعہ باطل ہو گیا کیونکہ شفعہ کی صحت کے لئے شرط ہے کہ وہ کل کا مطالبہ کرے ، جیسا کہ زیلعی نے اسس کو بسطوط طریق بیان کیا ، اسے محفوظ کرنا چاہئے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د ت)

مسئلہ ۲۱ از وصین علاقہ گوالیار مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خان صاحب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان پابند شرع برحق اس مسئلہ میں ، ایک چٹمہ لنگاہائی و متعہ ابائی کے مکان کا شرق روئے طئی مکان حکیم رحمت علی صاحب اور طرف جنوب مشارع عام اور مغرب روئے اس مکان کے صرف مکان رحمت علی صاحب ہے ، اُس چٹمہ کو ایک برہمن غیر ملکہ کو سات سو روپے میں فروخت کیا ازاں جب ملہ دس روپے بیعنامہ اُس برہمن کے لئے ، جب حکیم صاحب کو خبر پہنچی تو برت دستاویز دعویٰ حق شفعہ کیا تو اُس صورت نے بعدم دعویٰ حق شفعہ حکیم صاحب اس چٹمہ کو جو منضم مکان حکیم صاحب ہے اُس برہمن کو خیرات کر دیا اس خیال سے کہ دعویٰ حکیم صاحب نہ ہو جائے ۔ اس صورت میں بحق شفعہ دعویٰ حکیم صاحب درست ہے یا نہیں ، بین فرمائیں بعبارت کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

الجواب

اگر شفعہ شرائط طلب بجا لایا تو اس کا حق شفعہ ثابت ہے ، اور اس خیرات کو دینے سے شفعہ باطل نہ ہوا ، جب بیع تمام ہو چکی مشتری بیع کا مالک ہو گیا ، بالتمک اُس میں ملک نہ رہی ، اب یہ اسی کا مال اس پر خیرات کرنے والی کوں ، اور اگر خیرات یہی کوں واقف ہوئی کہ بعد دعویٰ شفعہ بالتمک مشتری نے ، جو بیع کو خیر کر دیا پھر بالتمک نے بیع مشتری پر خیرات کر دی ، تو یہ مشتری کا ایک تصدق تھا جسے شفعہ توڑ سکتا ہے ، باج مشتری کا باجم بیع منع کر لینا میسر سے شخص کے حق میں بیع جدیدہ نہ رہتا ہے ، یعنی مشتری نے اب وہ چیز بائع کے ہاتھ بیع ڈالی اور مشتری کی بیع درکار وقت تک کو شفعہ نہ کر سکتا ہے ، ان تصریحات سے اس کے حق شفعہ میں کوئی خلل

نہیں آتا۔ درمختار میں ہے :

يقص الشيع جميع تصرفات المشتري حتى
الوقف والمسجد والمقبرة والهيبة ، نيلجي
و راہدی ۔

عالمگیری میں ہے :

لو تصرف المشتري في ائدار المشتراة قبل احد
الشيع بان وهما وسلمها او تصدق بها
او ايجرها او جعلها مسجداً وصل فيهما او
وقعها وقفاً وجعلها مقبرة ووقف فيها ،
فلشيعه اب يا احد ويشقن تصرف المشتري
كدا في شرح الجامع الصغير بقا من حان

اُسی میں ذخیرہ سے ہے :

المشتري له ان يبيع ويطيّب له الثمن غير
ان للشيعه ان يفتنّ اّم مختصراً

تخیر میں ہے ،

الاقالة سمع في حق المتعاقدين ، بيع في
حق ثالث اّم ملتقى - والله تعالى اعلم

مشتري کے لئے ہونے تصرفات حتیٰ کہ وقف ، مسجد ،
مقبرہ ، ہر جیسے کو بھی شفیع کا لہم کر دے ۔ زلیعی و
زاہدی ۔ (ت)

اگر مشتری نے خرید کردہ پر اپنی میں شفیع کے قبضہ
سے قبل تصرفات کئے یوں کہ بیکر کے قبضہ دے دیا ،
اس کو صدقہ کر دیا ، اُجرت پر دے دیا ، اسی کو مسجد
قرار دے کر اس میں نماز پڑھی گئی ، مکمل وقف کر دیا ،
یا قبرستان بنا کر اس میں دفن کا عمل کیا تو شفیع کو
قبضہ کر کے ان تمام تصرفات کو ختم کر دے کا حق ہے
قاضی عادل کی شرح جامع الصغیر میں یوں ہے (ت)

مشتري کو فروخت کرنے کا جاز ہے اور وہ ثمن اسس
کے لئے طیب ہے مگر شفیع کو اختیار ہو گا کہ وہ ان
تصرفات کو توڑ دے اور مختصراً ۔ (ت)

اقالہ فریقین کے حق میں فسخ ہے اور تیسرے شخص
کے حق میں وہ صدیر بیع ہے اور ملتقى ۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

۲۱۳/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب طلب الشفعة	کتاب الشفعة	لے درمختار
۱۸۱/۵	پورانی مکتب خانہ پشاور	ابواب الثامن	"	لے فتاویٰ ہندیہ
۱۸۱/۵	"	"	"	لے "
۲۳ - ۲۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	باب الاقالة	کتاب الیروع	لے درمختار

مسئلہ ۲۲ از شہر کند بریل مرسلہ مولوی سید کرامت علی ۴، مجرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت عظام تھوڑے اس صورت میں کہ زید کا ہمسایہ غزوہ ہے اور دونوں کے مکان ایک ہی قطعہ میں واقع ہیں، صرف دیوار درمیان میں ہے، اور دروازہ دونوں کا متصل ہر ایک جانب کو اپنا حصہ تین پارگز کے، اور کوئی دوسرا شخص ایسا قریب نہیں رہتا ہے جس کا دروازہ ملحق بدروازہ زید ہو سوائے غزوہ مذکور کے، اب زید سب بظرف تعلیف دہی غزوہ کی اپنی زمین مذکورہ کا تبادلہ جگر کے زمین سے جو اپنا حصہ تقریباً دو صد گز ہے کر کے اقرار نامہ تحریر کر دیا یعنی اپنی زمین کو بعض زمین جگر کے بیع کر دیا، اب اس حالت میں غزوہ کو حق شفعہ زمین پہنچتا ہے یا نہیں، بیتوا تو جبروا۔

الجواب

غزوہ حق شفعہ پہنچتا ہے، اگرچہ بجائے لفظ بیع مبادلہ زمین زمین کہا، اگرچہ بجائے بیع نامہ اس مبادلہ کا اقرار نامہ کیا، اس لئے کہ ان عقود میں معنی ہی معتبر ہیں، خاص لفظ کی حاجت نہیں۔ ہدایہ میں ہے، اعطيتك بكذا او خذت بكذا في معنى قوله بعث واشتریت لانه يؤدى معناه والمعنى هو المعترف بهذا العقود

میں نے تجھے اتنے عوض میں دیا یا اتنے عوض میں لئے۔ یہ بعث واشتریت کے معنی ہیں ہے کیونکہ یہ ان کے ہم معنی میں دران عقود میں معنی ہی معتبر ہے۔ (د ت)

اور مال کا مال سے برن بھی معنی بیع ہے۔ عالمگیری میں ہے، اما تعریفه مبادلۃ المال بالمال بالتراضی بیع کی تعریف، رضامندی سے مال کا مال کے بدلے دینا، کافی میں اس طرح ہے۔ (د ت)

اسی میں ہے،

لو قال لاخر هو صحت فربما بغيرك فقال دانا فعلت ايضا فهذا بيع

اگر ایک نے دوسرے کو کہا، میں نے اپنا گھوڑا تیرے گھوڑے کے بدلے میں دیا، دوسرے نے کہا میں نے بھی کر لیا، تو یہ بیع ہے۔ (د ت)

۲۴/۴	مطبع یوسفی لکھنؤ	کتاب البیوع	لہ الہدایۃ
۲/۴	غزالی مکتبہ پشاور	ابواب الاول	سکھ فتاویٰ ہندیہ
۵/۴	” ” ”	ابواب الثانی	” ”

اسی کی کتاب شفعہ میں ہے،

اما شرطها فافواج مہا عقد المعاوضة و هو
المیثم او ما هو معتاد (المنقولہ) و منها
معاوضة المال بالمال لہ
ہر آری میں ہے،

اذا حدث العقد بغير عوض هو مال وجبت فيه
الشفعة۔
جب ہر پارٹی کا کسی مال کے عوض مالک بن گیا تو اس
میں شفعہ لازم ہوتا ہے۔ (ت)

یہ خاص جزئیہ اس مسئلہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳ از ریاست راجپور محلہ بنگلہ آزاد خان
مطبع دیدہ سکندری مرسلہ فاروق حسن خان
۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۱ھ

زید نے دعویٰ دلایا ہے کہ ایک قطعہ سرکا جس کا منفرد آخر مشتری ہے، اور دوسرے قطعہ سرکا جس کے
تقریباً ذکر و تبرک و خالد و نسیم و نسیم باغ اشخاص مشہور تھے، ان میں، ناظر حق شفعہ نہ ہوتا ہے، ہذا گمانہ بنام مشتریان
مذکور عدالت میں رجوع کیا، مشتریان مذکور بعد علم بالبیع ادا سے طلب مواثبت و اشهاد زید کے منکر ہیں،
زید نے جو شہادتیں دربارہ طلب مواثبت عدالت میں پیش کیں ان سے طلب مذکور ثابت نہ ہوئی، پس
زید با اعتراض ہم ثبوت طلب آپس طلب ثابت پر خود خواستہ کار بجا آوری حلف کا ہے، علماء ماہرین علم فقہ
سے دریافت طلب یہ امر ہے کہ بصورت مسئلہ نسبت ادا سے طلب مواثبت قول زید کا مع الیمن مقبول ہوگا
یا باقتضائے روایات مفتی بہا و اقوال مستندہ فقہیہ بسبب ہونے تکلیف علی فعل الغیر مشتریان سے علم طلب
مواثبت زید پر قسم لی جائے گی، اور فریق ثانی نے جو استغفار عدالت میں پیش کیا ہے اس کی نقل مجنبہ ہر شے
سوال ہذا ہے، نظر بمضمون سوالی ہذا و توجہ بروایات و عبارات سوال و جواب مندرجہ استغفار مگر از انسیدہ
فریق ثانی بحوالہ روایات مفتی بہا یا استدلال اقوال مستندہ کتب فقہ جواب مرحمت ہو رہا ہے تو جود۔

الجواب

یہ مسئلہ معرکہ آثار و منزلۃ الاقدام ہے، فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اس سوال کے ورود پر

عبارات کثیرہ علماء کہ بظاہر نہایت متخالف و متعارض تھیں بکثرت جمع کیں، اور ان کے محض انظار و منزع کلام و منظر اور وطن و مرام پر توفیقہ تعالیٰ نے نظریں ڈالیں، اور جہہ تحقیق و تدقیق و توفیق و حکم نفس مشید بالاصول و مزید متغافر العقول و المنقول منع کر لیا جس نے کھائے کھانے تمام عبارات متعارضہ کو یک زبان کر دیا اور تصادم تراکم یک تحت آٹھ گیا، اور مختلف ظنون کہ مختلف مناشی سے اکابر علماء مثل علامہ ابن قاضی سہاوی و علامہ حوی و علامہ ابوالسعود اوسری و علامہ سبکی و علامہ سیوطی اور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کو پیدا ہوئے تھے بعد نہ بجز سب کا کشف حجاب انظار صواب کیا، فقیر نے اس تحریر کا کل التحریر کا نام أدفعه الصجادية عن حلقه انقلاب طلب المواثبة رکھا، وضاحت مرام و ازاحت ادہام تو اسی تحریر پر محمول، یہاں نفس حکم بکمال اجمال مذکور، سوال کہ یہاں ارسال ہوا، اور دوسرا کہ فتویٰ مسئلہ میں تھا، دونوں نہایت ٹھنی ہوئے تمام ہیں، ان میں کسی پر ایک حکم قطعی کہ یہاں شفیع کا حلف لیں گے، یا مشتری کا برگز نہیں ہو سکتا بلکہ حق تفصیل ہے، اولاً نظر کیا جائے، آیا شفیع نے طلب اشہاد بتیہ عادلہ سے ثابت کر دی یا وہ بھی ناکام رہی۔ در صورت ثانیہ ہرگز شفیع کا حلف نہ لیا جائے گا، نہ سموع، بلکہ کہ شفیع ثبوت حق شفعہ کا دعویٰ کرتا ہے، اور مشتری منکر ہے، اور شرعاً حلف منکر پر ہے کہ مدعی پر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں:

البینۃ علی المدعی وایمیں سے منکر۔ مدعی پر تو۔ در مسکر پر قسم لازم ہے (دست)
ولہذا ما رکتب معتدہ میں مدعی فرمادی کہ بکمال انکار مشتری شفیع اپنی طلب ہے گواہوں کے ثابت کر ہی نہیں سکتا، ہدایہ و تمییز الحقائق و مکملہ طور میں ہے۔

لأنه یحتاج الی اثبات طلبہ عند المقاصد کیونکہ قاضی کے ہاں وہ اپنی طلب کو ثابت کرنے کا محتاج ہے جبکہ یہ گواہ بنائے بغیر اسی کے لئے
ولا یمکنہ ذلك الا بالاشہاد (دست)

اور اگر طلب اشہاد بتیہ شرعیہ سے ثابت ہو چکی ہے، تو اب طلب مواثبت کے باب میں تین صورتیں ہیں:
(۱) اگر شفیع اپنی طلب مواثبت کے لئے کوئی وقت اس طلب اشہاد و مشہود معہود و ثابت بائینہ سے

۳۴۲/۱	لئے صحیح البخاری کتاب الرهن باب اذا اختلف الراہی المترس قیدی کتب خانہ کراچی
۱/۶	جامع الترمذی الابواب الاحکام باب ما جاز فی البینۃ علی المدعی امین کینی دہلی
۲۵۲/۱۰	سنن الکبریٰ للبیہقی کتاب الدعوی والبیانات وادصادر بیروت
۳۹۰/۴	سہ الہدایۃ کتاب الشفعۃ مطبع یوسفی نکلند

پہلے بیان کیا اور مدعی ہوا ہے کہ اسی وقت بجز علم بالبیع میں طلب مراثیت بجالایا تھا، تو ہرگز بے جہت مسکوت نہیں،
 ز شفع کا صلف، اصلاً قابلِ سہمت کہ وہ باقرار خود بوقتِ علم مان چکا اور اس کی معیت کا ایک ایسی طلب کے لئے
 مدعی ہے جو ہنوز محمول و غیر ثابت ہے،

فکیف یصدق فیما ہو فیہ یب دلائل مع تو غیر واضح چیز میں وہ کیسے تصدیق کرے جبکہ اپنے حق
 توقف ثبوت حقه علیہ۔ کو ثابت کرنا خود اس پر موقوف ہے تو اور کون
 واضح کرے گا۔ (ت)

وہ حصول طلب فی الماضي کا مدعی ہے اور مشتری منکر،
 والاصل العداء ومن ادعی خلاف الاصل عدم اصل ہے اور جو شخص اصل کے خلاف کا دعویٰ
 فعلیہ تنویہ عوالة بالبیئة۔ کرے اس پر اپنے دعویٰ کو روشن کرنا گرا ہی کے
 ساتھ ضروری ہے (ت)

وہ ایک ایسی چیز کی حکایت کر رہا ہے جس وقت اس کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ سبقتِ علم کا مقرر ہوا،
 اور طلب مراثیت کا وقت اسی فور میں تھا، اس وقت احاث طلب پر قدرت نہیں رکھتا، اور جو ایسی مشی کا
 حاکم ہوا اس کا قول بے جہت مسکوت ہیں۔ دور و نزدیک ہے،

من حکي ما لا یسلك استغناء فعال، لا یصدق جسک فی الحال نافذ کرنے کا مانگ نہیں تو اسکی حکایت
 فی حکم لا بیئة۔ بغیر گواہی قابل تصدیق نہ ہوگی (ت)

یہی معنی ہیں تصریحات کے کہ طلب مراثیت بے جہت کے ثابت نہیں ہو سکتی،

ای اذا كانت طلب المواتية وحده بخلاف یعنی جب طلب مراثیت الگ ہو یہ آئندہ امیر الی موت کے رخصت
 ما یاق فانه لم یثبت فیہ الفراده ہے جہاں طلب مراثیت میں اس بات کا ثبوت
 عن طلب الاشهاد، کما ستعلم، نہیں کہ وہ طلب اشہاد سے خالی ہے جیسا کہ
 و طلب واحد ربما یقوم مقام الطلبین عنقریب تجھے معلوم ہو گا جبکہ ایک ہی طلب دو
 فبعد اثبات طلب الاشهاد مطالبوں کے قائم مقام ہو سکتی ہے تو گواہوں کے
 بالثبوت او بثبوتہ باقرار مشتری ذریعہ طلب اشہاد کے اثبات یا خود مشتری کے اقرار
 لا یحتاج الی اثبات طلب المواتية سے ثبوت کے بعد شفع کو اب طلب مراثیت کے اثبات

مصرزعة، فان ادعى المشتري الاضرار
 فقد مر العلم على الاشهاد عليه البينة
 لا على الشفيع۔

کی ایک طرح پر ضرورت نہیں، تو اگر مشتری پر دعویٰ کرے
 کہ شفیع کو طلب اشہاد سے قبل یہ علم تھا اور اس سے
 مراثت نہ کی تو اس صورت میں مشتری پر لازم ہے
 کہ وہ اس پر گواہ پیش کرے نہ کہ شفیع پر۔ (ت)

غایۃ لیمان شرح الہدایۃ لمطائر الاتفاقی میں ہے،

مراد من سطا بة طلب المراثت والاشہاد
 فیہ فی المجلس لیس بشرط والشرط حد
 نفس الطلب، وما یشهد فیہ لای لا یصدق
 عن الطلب الا سیئۃ لہ

مطالبہ سے مراد طلب مراثت ہے، رہا اشہاد
 (گواہ مانا) تو اس کا اس مجلس میں پایا جا، شرط
 میں ہے، بشرط معرف نفس طلب ہے، اس میں گواہ
 بنا معرف اس لئے ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر طلب
 کی تصدیق نہ ہو سکے گی۔ (ت)

نہایہ امام صفائی و معراج ابراہیم پھر تاج الانکار شروع جاریہ میں ہے،

طلب مراثتۃ لا یصدق عن الاشہاد فی
 حق علم انک صیغۃ

طلب مراثت قاضی کے علم کے اعتبار سے شہاد
 سے نہ نہیں ہو سکتی۔ (ت)

ان دونوں صورتوں میں سبیل یہی ہے کہ شفیع چاہے تو مشتری سے علف لے، اور یہاں علف فعل غیر
 ہے، مشتری کا علف محض علم پر ہوگا، کہ دائرہ مجھے معلوم نہیں کہ اس ریدہ ملی نے یہ طلب مراثت جس کا ریدہ ملی ہے
 ادا کی ہو، ثنویہ الابصار و در مختار میں ہے،

لو انکر المشتري طلب مراثتۃ عامہ یعلف علی
 العلم

اگر مشتری طلب مراثت کا انکار کرے تو وہ اپنے علم
 کی قسم کھائے گا (کہ یہ مجھے معلوم نہیں)۔ (ت)

وجہ امام کردی میں ہے،

انکر طلب الشفیع مراثتۃ حلفہ علی
 العلم، وانت طلبہ عند

مشتری نے شفیع کی طلب مراثت کا انکار کیا تو اپنے
 علم کی قسم کھائے گا، اور اگر شفیع نے مشتری سے

سہ غایۃ لیمان

کے نتائج انکار فی کشف المرور والاسرار تکلمہ رفیع التقیر کتاب الشفیع باب یا سبیل ر الشفیع مکتبہ فوریہ رضویہ سکر ۳۳۶

کے در مختار کتاب الشفیع باب یا سبیل ر الشفیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲

لِقَائِهِ فَعَلَى الْبَيِّنَاتِ ۚ
 قَطْعِي قِسْمَ كَحَائِنٍ كَاذِبٍ شَفِيعٍ نَعَى قَبْلِ اِزْيَاسٍ مُرَاشِدَةٍ تَمِيسٍ كِيَدَتِ
 اشباہ میں ہے ،

انکر المشتري طلب الشععة حين علم فاقول
 له مع يمينه على نفي العلم
 مشتری نے طلب کا انکار کیا کہ شفیع نے بیع کی خبر سننے
 پر مواثبت نہیں کی تو مشتری اپنے علم کی قسم کھانے کا
 اور اس کی بات مان لی جائے گی۔ (دست)

فَرَأَيْتَ مَشْتَرِيَّ فِي نَادَى كَهْرِي سَعَى ۚ

المشتري اذا انكر طلب الشععة عند سماع البيع
 فاقول له مع اليمين على العلم بالله ما
 يعلم ان اشفيع حين علم بالبيع طلب
 مشتری نے طلب شععہ کا انکار کیا کہ شفیع نے بیع کی
 خبر سننے پر مواثبت نہیں کی تو اپنے علم کی قسم پر اس
 کی بات قبول کر لی ہے گی اور یوں کہے گا کہ اللہ کی
 قسم مجھے علم نہیں کہ شفیع نے سن کر مرقعہ پر طلب کی ہو۔ (دست)

هَنْدِيَّةٌ فِي مَقْطَعٍ سَعَى ۚ

المشتري اذا انكر طلب اشفيع الشععة عند
 سماع البيع يحلف على العلم وان انكر
 طلبه عند لقائه حلف على البينات ۚ
 شفیع ہندیہ پر جسے پر طلب کا اگر مشتری انکار کرے
 تو اپنے علم کی قسم دے گا ، اور اگر اس کی طاقات
 کے مرقعہ پر طلب کا مشتری انکار کرے تو قطعی
 قسم دے۔ (دست)

اسی طرح کتب کثیرہ میں ہے ، اسی میں محیط امام سرخسی سے ہے ،

اد انكر المشتري طلب الشععة فيقول له
 لم تطلب الشععة حين علمت
 من تركت الطلب وقت عن المحسن والمشفيع
 مشتری طلب شععہ کا انکار کرتے ہوئے شفیع کو کہے کہ
 تو نے بیع کی خبر سن کر شععہ طلب نہ کیا بلکہ تو محسن
 سے اٹھ گیا اور طلب کو ترک کیا ، اور شفیع کہے کہ میں نے

لغة غاوي بزازية على يد مشق فادوي هندية	كتاب الشععة الفصل الثالث	قرواني كتيب خانہ پشاور	۱۹۶/۶
لغة الاشباہ والنظائر الفاضل الثاني	ادارة القراء كراچی		۸۶/۲
لغة خزانة الفقهين	قطعی نسخہ		۱۹۴/۲
لغة فادوي ہندیہ	ایباب الثالث	قروانی کتب خانہ پشاور	۱۹۴/۵

يقول طلبت فاقول قول المشتري فلا بد من
الاظهار وقت الطلب، توضيحا
اس وقت طلب کیا ہے تو مشتری کی بات مافی جاسیگی
اس لئے طلب کے وقت اشد ضروری ہے تاکہ
معاہدہ نکتہ ہو (ت)

اور اگر شفیع نے طلب موثبت کے لئے کوئی وقت اس طلب اشد مشہود سے پہلے بیان کیا، بلکہ مراد
تصریح کر دی کہ جس وقت میں نے طلب اشد کی اسی وقت مجھے علم ہوا تھا اس سے پہلے علم بالبیع نہ تھا، تو
شفیع ہی کا قول علت کے ساتھ مقبول ہے، اسے طلب موثبت پر جدا کا ذکر اسی دینے کی حاجت نہیں، مشتری
اگر دعویٰ کرے کہ طلب اشد سے پہلے شفیع کو علم بالبیع ہو گیا تھا، اور اس نے اس وقت طلب موثبت نہ کی
تو اب مشتری مدعی ہے، یہ گواہی ہے، اس لئے کہ اب یہ حصول علم فی الماص کا ادعا کرتا اور شفیع منکر ہے،

والحادث یصاب الی اقرب الاوقات، والاصل
لعدم من خلاف حدیث لاصلین فعلیہ
نیامعاہد اقرب وقت کی طرف منسوب ہو گا، اور
یہ کہ عدم اصل ہے، جو شخص ان دونوں قاعدوں کے
خلاف کرے تو اس پر گواہ لازم ہونگے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے،

لو قال شفیع لم اعد بالشرا الا انما
كان بقول قوله، وعن المشتري السیمة
انه علم قبل ذلك ولم يطلب
ترجمہ میں ہے،

الشفیع اذا طلب الشفعة فقال المشتري علمت
بالبيع قل هذا ولم تطلب و قال، لشفیع
علمت به ساعة، لاقول لشفیع
شفیع نے شفعہ طلب کی تو مشتری نے کہا تجھے
قبل ازیں بیع کا علم ہو گیا تھا تو نے مطالبہ نہ کیا جبکہ شفیع کے
کہ مجھے ابھی علم ہوا ہے تو شفیع کی بات مقبول
ہوگی۔ (ت)

فرانز الحفین میں فتاویٰ ظہیر اور عالمگیری میں محیط سے ہے،

۴۲/۵	دورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الشفعة	الباب الثالث	سہ فتاویٰ ہندیہ
۸۹۶/۴	ذکر الشفعة	فصل فی ترتیب الشفعة	۴	سہ فتاویٰ قاضی خان
۱۱۰ ص	-	باب طلب الشفعة	۴	سہ فتاویٰ سراجیہ

بوق الشفيع علم الساعه وان طمها و قال ^{۱۴۱} اگر شفیع نے کہا مجھے اب علم ہوا اور طلب کر رہا ہوں مشتری
المشتري علمت قبل ذلك ولم تطلب فانقول نے کہا تو نے پہلے علم ہونے کے باوجود طلب نہیں کیجئے
قول الشفيع ^{۱۴۲} شفیع کی بات مانی جائے گی۔ (ت)

یہیں اگر شفیع نے طلب ثابت کر دی اور طلب مراثیت کیلئے کوئی وقت مستخدم اصلاً معین نہ کیا بلکہ گول بجل کہا
کہ مٹا علم ہوتے ہی میں نے شفعہ طلب کیا تو اس صورت میں بھی شفیع کا حلف معتبر ہے اگر واقعہ میں کسی وقت طلب تھا تو سے پہلے علم
نہ ہوا تھا جب ظاہر اور ہوجھا تھا اور فوراً طلب ثابت کر لی تھی اگرچہ اس وقت کوئی دوسرا مؤثر تھا تو وہ اپنے اس وقت میں
خداوند تعالیٰ کی تائید ہے اور قاضی اس کوئی لفظ کو اسی طلب معلوم مشہور پر حمل کرے گا اور اس کے زیادہ تفصیل وقت کی شفیع کو
تکلیف نہ دینگا یہی مٹا ہے اہی ارشادات علماء کا کہ شفیع کو اگرچہ تنہائی میں علم بالبيع ہو مگر زمان سے طلب شفعہ کر لے
کہ خداوند تعالیٰ اس کا شفعہ ساقط نہ ہو اور وقت حاجت ملت کر سکے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے :
یصدق عن انه طلب كس علمه مع الحلف ^{۱۴۳}
درمیں ہے ،
اذا سمع بالبيع في مكان حال من الشهود
فكنت تطلب شفيعه و اذا قال طلبت
الشفيعه ولم يسمع حد الشهود حتى
اذا حضر بعد الفاضل ، وقال الشفيع طلبت
الشفيعه ولم اتركها وحلف على ذلك كانت
بائناً في بيعه ، ويثبت طلب المواشيه ^{۱۴۴}
قسم کی قی تو اپنی قسم میں سچا ہوگا ، اور طلب مراثیت ثابت ہو جائے گی۔ (ت)

مبین الحقائق میں ہے :
ان لو يكن محصرته احد يطلب من غير اشهاد
لاست هذا الطلب صحيح من غير اشهاد
ولا شهادة لمعاده الوجود ، و لطلب لايد
منه كيلا يسقط حقه فيما يبه و بين الله تعالى
وليكنه الحلف ادا حلف ^{۱۴۵}
اگر کوئی محصر نہ ہو تب بھی طلب بغیر گواہی کے دے
کیونکہ یہ بغیر گواہوں کے طلب صحیح ہوگی اور گواہی تو
انکار کے مقابلہ کے لئے ہوتی ہے جبکہ طلب ضروری
ہے تاکہ اس کا خداوند حق ساقط نہ ہو اور اس سے
قسم لی جائے تو قسم دینا ممکن ہو۔ (ت)

۱۴۳/۵	۱۴۲/۴	۱۴۱/۳
۱۴۳/۵	۱۴۲/۴	۱۴۱/۳
۱۴۳/۵	۱۴۲/۴	۱۴۱/۳
۱۴۳/۵	۱۴۲/۴	۱۴۱/۳
۱۴۳/۵	۱۴۲/۴	۱۴۱/۳

کتاب میں ہے،

ذكر في المبسوط ولو لم يكن بحضوره احد
حين سمع يعني ان يطلب الشفعة، والطلب
صحيح من غير ا شاهد، والا شاهد لمخالفة
الموجود فينفي له انت يطلب حقه اذا
اعلمه المشتري امكنه ان يعطى انه طلبها
كما سمع

مبسوط میں ذکر فرمایا کہ اگر کوئی بھی اس کے پاس موجود
نہ ہو تو بیع کی خبر سننے ہی شفعہ طلب کرنا سب سے
جیکہ بغیر گواہ بنائے طلب صحیح ہے گواہ تو انکار کے
مقابلہ کے لئے ہے تو اس کو طلب کرنا سب سے
ناکامیاب اس سے مشتری قسم لے تو اس کو یہ قسم دینا
ممکن ہو کہ میں نے سننے ہی طلب کیا ہے۔ (ت)

شفیع کلمات ملتا بہت جبکہ تصریح پائے گا کہ جب دوبارہ طلب شفعہ مشتری میں اختلاف ہے
قول قول مشتری ہے، اور بہت جگہ یہ کہ قول قول شفعہ ہے، اس ظاہری اضطراب میں ترفیق و تطبیق بتانے
والی وہی عبارات کثیرہ ہیں جن میں تفصیل فرمادی کہ شفعہ نے طلب مواثبات کو وقت سابق کی طرف مسند کیا تو قول
قول مشتری ہے، اور قول چھوڑا کوئی وقت اس کا بیان نہ کیا صرف اتنا کہ مجرد علم میں نے طلب کی تو قول قول
شفیع ہے۔ خانیہ و بزازیہ و درود فرود جامع الفصولین و سراجیہ و واقعات المعینین و فتاویٰ صفری و محیط و
مبسوط و فتاویٰ طبریہ و وہبائیہ و جزیرہ انیس و مکملہ طور و نورش و شامی و شرح وہبائیہ وغیرہ
کتب کثیرہ میں یہ ترفیق و تفصیل ارشاد ہوئی، امام اسلم قاضی الشرق والغرب شیخ المہرب سیدنا امام
ابویوسف نوادر میں فرماتے ہیں،

داقل لشیم طبت لشعة حیث علمت
عاقول قوبہ، ولو قال علمت اصعب
طبت او كان البیم اصعب و طبتا فی
ذلك الوقت لم یصدق الا بینه آھ نقلہ
العلامة الطوری فی تكملة البحر.

جب شفعہ کہے میں نے علم ہونے پر شفعہ طلب
کیا تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اس نے کہا مجھے
گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کیا یا یوں
کہا کہ بیچ گزشتہ روز ہوئی اور میں نے طلب کیا
اسی وقت، قر بغیر گواہی اس کی تصدیق نہ کیا جائیگا
اس کو ملاحظہ طور ی نے بحر کے تکرار میں نقل کیا ہے۔ (ت)

امام جلیل خصائص شرح ادب القاضی میں فرماتے ہیں،

لے الکافی مع فتح القدر کتاب الشفعہ باب طلب الشفعة مکتبہ نور بدینہ سکسہ ۳۰۴/۵
لے تكملة من البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۹/۵

مشتري نے کہا میں نے یہ دار ایک سال سے خرید رکھا ہے اور شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا اور طلب نہ کی، تو اس سے سوال کریں تو اگر قاضی مدعی شفیع سے سوال کرے کہ اس دار کی خریداری کب ہوئی، تو شفیع نے اگر کہا میں نے علم ہوتے ہی طلب کی تو قاضی اس کی اس قدر بات کو کافی قرار دے گا کیونکہ شفیع کو یہ ممکن نہیں کہ وہ یوں کہہ کر مشتری نے سال سے خرید رکھا ہے کہ وہ طلب کے اثبات کا محتاج ہے، لہذا اس نے اس بیان سے احتراز کرتے ہوئے طلب شفیع کو ذکر کیا ہے تو اگر مشتری اس کو کہے کہ تو نے علم کے وقت طلب کیا تھا تو شفیع کی بات معتبر ہوگی کیونکہ اس حالت میں طلب اور علم اکٹھے قاضی پر ظاہر ہوتے، اس کے برخلاف اگر شفیع یوں کہے کہ میں نے اتنی مدت سے جانا اور طلب کی اور مشتری طلب کا انکار کر دے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا کیونکہ قاضی پر اس وقت کی طلب ظاہر نہ ہوئی تو اثبات کا محتاج ہوگا۔ اور اس کی ٹیکر باکرہ لڑکی کا نکاح ہے، اس کو علامہ شرنبلانی نے تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد میں نقل فرمایا ہے (ت)

اگر مشتری کہے کہ میں نے یہ دار سال سے خرید رکھا ہے جس کو وہ شفیع کی بنا پر حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس مدعی شفیع کو میری خریداری کا علم ہوا تو

قال المشتري اشتريت هذه الدار منذ سنة وقد علم الشفيع شرائي ولم يطلب ، فأسأله عن ذلك ، فان القاضى يسأل المدعى عن اشتريته هذه الدار فان قال الشفيع طلبت الشفعة حين علمت فان القاضى يكتفى منه بهذا المقدار لانه لا يمكنه ان يقول اشتراها منذ سنة لاحتياج الدال اثباته فاحتمل من هذا مذكو طلب الشفعة ، فان قال له المشتري طلبت حين علمت فانقول للشفيع ، لانه في هذه الحالة يظهر عليه التقصير مقارنة لطلب ، بخلاف ما اذا قال الشفيع طلبت منذ سنة او طلبت ، وقال المشتري ما طلبت ، كانت القول للمشتري ، والى يظهر التقاضى بالاستناد لذلك الوقت فيحتاج الى الاثبات ، ونظيره البكر داسروحت له ، نقله العلامة شرنبلانی في تيسير المقاصد شرح نظم الفرائد۔

امام فقیر النفس خایہ میں فرماتے ہیں ،

ان قال المشتري اني قد اشتريت هذه الدار اتق يريدها مني ياخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعى بشرائي

ولم يطلب الشفعة ، يقول القاضي المدي متي
اشترى هذه الدار فان قال المدي طلت الشفعة
حين علمت كان صحيحا كهاه ذلك ، فان قال
المشترى ما طليت حين علمت كان القول قول
الشفع ، وامن قال الشفع علمت منذ سنة
و طليت و قال المشتري لم تطلب كانت القول
قول المشتري ، و هو كالبراءة ان وجه فلفظ
الخبر صرح ما خصه الى القاضي فقال الزوج
حين بلغها الخبر سكنت ، وقالت سددت
حين علمت ، كان القول قولها ، و امن
فالت علمت يوم كذا و ردت لا يقبل
قولها ، ان قال ، و نوقل للشفع متي
علمت ، فقال امس ادنى يوم قبل هذا
الساعة لا يقبل قوله الا ستيه

اسی نے طلب نہ کی تو اس صورت میں قاضی مدعی سے
کہے گا کہ یہ وارکب سے خرید آیا تو مدعی نے اگر جواب
میں کہا کہ میں نے علم کے وقت ہی طلب کی تھی تو مدعی
کا یہ بیان صحیح ہوگا اور قاضی اس کو کافی قرار دے گا تو
مشتري آخر کے کہ تو نے علم کے وقت طلب نہ کی تو شفع
کی بات معتبر ہوگی۔ اور اگر شفع نے یوں کہا کہ میں نے
سال سے جا نا اور طلب کی اور مشتري کہے تو نے اس
وقت طلب نہ کی تو مشتري کا قول معتبر ہوگا۔ یہ معاملہ
بارہ لڑکی کے نکاح کی طرح ہے کہ اس کو نکاح کی خبر
پہنچی تو اس نے نکاح کو رد کیا تو حاو دی بیوی کا یہ
اعتکاف قاضی کے سامنے پیش ہو تو قاضی کے اس کو
جب نکاح کی خبر پہنچی تو یہ خاموش رہی اور عورت کے
میں نے علم نہ کیا ، نہ ہی رکھ دیا تھا تو عورت کی بات
معتبر ہوگی اور اگر عورت کہے کہ مجھے فلاں روز علم ہوا
میں نے رکھ دیا تھا تو عورت کی بات معتبر ہوگی (بیان تک فرمایا) اور اگر شفع کو کہا گیا تو نے کب معلوم کیا ، تو اس
نے کہا گزشتہ روز یا آج ایک گھنٹہ قبل تو شفع کی بات بغیر کو ای قبل نہ ہوگی۔ (ت)

علامہ مولیٰ غفر فرماتے ہیں :

قال الشفع طلبت حين علمت والقول له
سعيته ، و نوقل علمت امس و طلبته كلت
اقامة البيعة له

شفع کے جس وقت مجھے علم ہوا اس وقت طلب کی
تو اس کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی ، اور اگر کہے
مجھے گزشتہ روز علم ہوا اور میں نے طلب کی تو اسے
مخا ہی کا پابند کیا جائے گا۔ (ت)

درمیں فرماتے ہیں :

کلف اقامة ابينة ولا يقبل قوله لانه اصابت
 طلب الى وقت ماض ، فقد حكى ما لا يملك
 استناده للحال . ومن حكى ما لا يملك
 استناده للحال لا يصدق فيما حكى بلائقة ،
 واذا لم يضعف الطلب الى وقت ماض بل
 اطلق الكلام اطلاقا تاما فقد حكى ما يملك
 استناده للحال لانا نجعله كاسه علم
 يا مشرء الآت ، وطلب الشفعة الآن قلدا
 جعل اقرون قوله كذا في العبادية وغيرها
 في الحال مانک ہے کیونکہ ہم اس کو یوں سمجھیں گے کہ ابھی اس کو حریاری کا علم ہوا ہے اور ابھی شفعہ طلب کیا ہے
 اس لئے شفیع کی بات معتبر ہوگی ، عادیہ وغیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اقول وبالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) ان عبارات توفیق
 کا جس طرح یہ طلب نہیں کرنا ، نہ موت طلب نہ ہاں ماضی شفیع کو مدعی کر ، نہ گ کر اُسے قاضی کے حضور
 اضافت الی اماضی سے کیا چارہ کہ دونوں مواثبت و اشہاد کا طلب عند القاضی سے پہلے ہونا لازم ، یہاں تک
 کہ اگر بغور علم طلب تملک سے آغاز کیا اور دو طلبیں پہلے نہ کر لیں شفعہ باطل ہو جائے گا عادیہ وغیرہ میں ہے ،
 صریح عندنا قاطبة انه متى تمكن من
 طلب الاشهاد لم يشهد بطلت شفعته
 فلو اضرب عنه ومضى الى
 المحكمة ابتداء وطلب عنه
 القاضى بطلت والطلب عند
 القاضى متأخر عن الطلبين
 اى طلب المواثبة والاشهاد فاذا
 قدمه عليهما او على احدهما
 ہمارے تمام علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ جب بھی
 طلب اشہاد پر قدرت ہوئی اور جو نہ بنا سکے تو
 اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس نے دل
 وقت میں طلب نہ کی اور محکمہ قضا کی طرف چل پڑا تو
 قاضی کے پاس جا کر طلب کی شفعہ باطل ہوگا جبکہ
 قاضی کے ہاں طلب پہلی دو طلب کے بعد ہوتی ہے
 پہلی طلب مواثبت ہے دوسری طلب اشہاد ہے
 اور جب قاضی کے ہاں طلب کو پہلی دونوں یا ایک

بطاعت شفعۃ، ولیس فی ہذا اختلاف یہ
 اشق فیما علمت
 طلب سے مقدم کر دیا تو اس کا شفعہ باطل ہوگا، اور
 میرے علم کے مطابق اس میں ہمارے امر کا کوئی اختلاف
 نہیں ہے۔ (ت)

ما چار عدد لغاضی نسبت الی الغاضی ہی کرے گا و لہذا فتح المبین میں فرمایا
 انہ لا یتعلق الا بالاسد الطلب الی لرمق
 اشغی یہ
 شفعی کے قسم نہ لی جائے گی مگر جب اس نے طلب
 کو ذمہ غاضی کی طرف منسوب کیا قسم لی جائیگی (ت)
 اسی طرح یہ معنی بھی نہ ہمارا مراد نہیں ہو سکتے کہ شفعی کا اتنا کہ دیا کہ میں نے مجرد علم طلب کی "مطلقاً"
 کافی و کافی ہے اگرچہ اس طلب کا زمانہ طلب اشہاد سے مقدم نہ چکا ہو، ایسا ہوتا ہو تو جس صورت میں
 اہل توفیق نے قول شفعی مقترنہ رکھا، یہی علت اس و طلبت (سبب گزشتہ دور علم ہوا اور میں نے طلب
 کی۔ ت) واجب تھا کہ اس میں بھی قبول ہوتا، اور فرق محض ضائع رہتا کہ شفعی یہاں طلب اثبات سے غیر
 دے رہا ہے، اور وہ ہیں ہوتی مگر بغیر علم، تو اس طلبت کے معنی ظن ہی میں کہ طلبت کما علمت
 (میں نے طلب کیا جب مجھے معلوم ہوا۔ ت) و لہذا اس صورت ہم قبول قول شفعی کو سراجہ میں بلنظ ملے تعقیب
 بیان کیا کہ

الشفیع لو قال طلبت الشفعۃ حیث علمت کان
 القول لہ، و یوقد علمت مسد کذا
 فطلبت و قول المسترک ما طلبت فالقول
 للمشتري بینه
 شفعی نے اگر کہا میں نے اسی وقت طلب کی جب
 مجھے معلوم ہوا تو اس کا قول معتبر ہوگا، اور اگر کہے
 مجھے فلاں دن سے معلوم ہے تو میں نے طلب کی تھی
 اور مشتری کے تو نے طلب نہ کی تو مشتری کی بات
 معتبر ہوگی۔ (ت)

شرح مسوط میں خاص انہیں الفاظ اتصال پر حکم عدم قبول دیا۔

حيث قال کہ نقل عنہ فی جامع الفصولین
 بومر "شمل" معیت بکرا فقامت
 جہاں انہوں نے فرمایا، جیسا ان سے جامع التصریح
 میں منقول ہے برتر شمل "بکہ لڑکی بائع ہوئی

۱۵۴/۶	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الشفعۃ	لہ فتاویٰ خیر
۳۲۹	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب طلب الشفعۃ	لہ فتح المبین
ص ۱۱۰	ولکشور لکھنؤ	~	لہ فتاویٰ سراجہ

(علم ہوتے ہی میں نے طلب کی۔ ت) سے طلب عند القاضی مراد نہیں ہو سکتی۔

لما علمت امت اتصالہ بالعلم مبطل
لشعۃ لعدم تقدم الطلبین۔

اس وجہ کی بنا پر جو تجھے معلوم ہوئی کہ قاضی کے ہاں
علم سے متصل کو ایسی شفعہ کو باطل کرتی ہے کیونکہ اس

سے قبل وہ طلب نہ پائی گئیں (ت)

یوہیں کوئی طلب مجہول جس کا بیان محض مدعی کی زبان سے ہو، مقصود ماننا بھی یہی البطلان ہے۔

لما تقدم رايه مدع فيه فكيف يقبل قوله
وباعلمت به بضیحة علی هذا الفرق المطبق

اور گزشتہ کی بنا پر کہ وہ مدعی ہے تو اس کا قول
کیسے معتبر ہو اور اس بنا پر جو تم معلوم کر چکے کہ

وہ تمام اہل توفیق کے متفقہ علیہ فرق کو نظر انداز کر رہا
ہے، اور سراجیہ، شرح المبسوط کی اس کے بطلان

پر نصوص کی بنا پر۔ (ت)

لا جرم اس سے مراد وہی طلب اشہاد ہے جبکہ مشہود و معہود اور بنیہ عادلہ یا اقرار مشتری سے ثابت

معروف ہو، تو حاصل تنقیح و تحقیق و عطر تنقیص و تہ قیق بخواندہ تعالیٰ وہی نکلا کہ طلب اشہاد ہرگز سبے گواہان یا

اعتراف مشتری ثابت نہیں ہو سکتی نہ اس کے ثبوت کے طلب براشت پر ہرگز صفت شفیع بیا جاسکتا ہے

ہاں جب وہ ثابت ہو اور طلب مواثبت کے لئے کوئی زمانہ طلب شہاد سے پہلے اگرچہ ایک ہی ساعت ضعیفہ

ہو، بیان نہ کیا، بلکہ صراحت اسی طلب اشہاد کو طلب مواثبت بنایا، بایں معنی کہ اسی وقت علم ہوا تھا تھا طلب

اشہاد کہ دونوں طبقوں کے قائم مقام ہوئی یا طلب مواثبت کے لئے اصلاً کوئی وقت نہ بنایا، صرف اتنے

کچھ پر قانع ہو کہ میں نے معلوم ہوتے ہی طلب کی، تو اس صورت میں قول شفیع بخلعت معتبر ہوگا، ورنہ قول

قول مشتری ہے۔

هكذا، یعنی التحقيق، والله ولي التوفيق،

تقن هذا حاله لا تحده في غير هذا العبد

الضعيف، والله يعاده بطيف، والحمد لله

سبحان اعلمين، والله تعالى علمه وعلمه جل

مجدد اتم واحكم۔

۱۶ ذی القعدہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر شفعہ کی اطلاع دے دی گئی ہو وگرنہ

کے زور و اور اس شخص نے لینے سے انکار کیا۔ تو اب وہ شفعہ مانگتا ہے، استحقاق اس کا باقی ہے یا نہیں؟
بیٹو! توجہ دو۔

الجواب

اگر بیع ہو جانے کے بعد شفعہ نے شفعہ سے انکار کیا، اگرچہ ہنوز اسے خبر بیع بھی نہ پہنچی ہو، یا خبر
میں کر شفعہ لینے سے منکر ہوا، یا سکوت ہی کیا، تو شفعہ ساقط ہو گیا، اب اسے دعویٰ شفعہ کا استحقاق نہیں
جبکہ اس خبر میں کوئی ایسی بات نہ بیان کی گئی جو اس سے شفعہ لینے میں شفعہ کی غرض ملتی ہو، ورنہ اگر پیش
از بیع اس سے کہا گیا کہ یہ مکان بکنے والا ہے، تو شفعہ چاہے گا، اُس نے انکار کر دیا، اور جب بکا تو فوراً طالب
شفعہ ہوا، یا بعد بیع خبر میں اُسی غلط طور پر پہنچی جس سے رغبت و عدم رغبت مختلف ہو، مثلاً زر غنم زیادہ
بتایا گیا، یا مشتری کسی اور شخص کو ظاہر کیا گیا، پانسو کو بکا تھا، اس سے کہا گیا چھ سو کو بکا ہے تو شفعہ
لے گا، اُس نے انکار کیا، اور بعد کو معلوم ہوا کہ پانسو کو بیع ہوئی ہے، تو فوراً شفعہ طلب کیا، یا مکان زید
کے ہاتھ بکا تھا، شفعہ کو خبر دی گئی خریدنے پر اسے، اس نے شفعہ سے انکار کیا، پھر افسوس ہوئی کہ
زید نے خریدنا تو فوراً خواستگار شفعہ ہوا، تو ان سب صورتوں میں انکار سے شفعہ قاعدہ پر لگا، وہ پاسکتا
ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

تسم الشععة قبل البيع لا يصح و بعده
صحیحو عدم الشفعہ بوجوب الشععة اولم يعلم
و عدم من اسقطا به هذا الحق ولم يعلم
کذا فی المحيط

اسی میں ہے :

ما یطعن به حق الشععة بعد ثبوته ،
احتیاری و ضروری ، والاختیاری صریح
ودلالة ، اما الاول نحو من - یقول
الشفیم ابطلت الشععة او اسقطها ،
او اسأتک عنها او سلمتها ، او

ثبوت کے بعد شفعہ کو باطل کرنے والا غلط اختیار
ہے اور ایک ضروری ہے ، اختیار صریح ہے
اور بطور دلالت بھی ، لیکن اختیاری صریح مثلاً شفعہ
یوں کہ میں نے شفعہ باطل کیا یا میں نے اسقاط
میں نے تحہ کو اس سے بڑی کیا یا میں نے سونپ دیا

ان کی شکل اور الفاظ یہ الفاظ بیع کے بعد کے خواہ بیع کا علم ہو یا نہ ہو۔ بدائع میں یوں ہے۔ (ت)

بعد ذلك سواء علمه بالبيع او لم يعلمه،
ان كان بعد البيع، هكذا في البدائع
اسی میں ہے،

جب اسے بتایا گیا مشتری فلان شخص، تو اس نے
شفعہ چھوڑ دیا، پھر اسے معلوم ہوا کہ کوئی اور ہے
تو اسے شفیعہ کا حق باقی ہے، جب اسے بتایا گیا
کہ مشتری خرید ہے تو اس نے شفیعہ چھوڑ دیا، پھر
بعد میں معلوم ہوا کہ خرید کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شفعہ
قرض شریک ہے تو خرید کے حق میں چھوڑنا صحیح ہو گا
اور قرض کے حصہ میں اسے شفیعہ کا حق ہے۔
جو ہر ذریعہ سے اس کی یوں تفسیر کی ہے، جب
معلوم ہوا کہ بیع کی قیمت ہزار ہے تو اس نے
شفعہ چھوڑ دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے
ہر قرض پر شفیعہ ہو گا، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اداقین له امت المشتري فلان فسلم
الشفعة ثم علم انه غيره فله الشفعة و اذا
قيل له ان المشتري يريد علم ثم علم
انه عسر و وضيد صح تسليمه لشره و كانت
له ان ياخذ نصيب عسر و كذا في سورة
الحوكة السيرة، ولو احدث ان الثمن العسر
فسلم فاذ الثمن اقل من ذلك فهو على
شفعته، فلو كانت الثمن العا او اكثر
فلا شفعة، كذا في الذخيرة
شفعہ چھوڑ دیا، بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے
ہر قرض پر شفیعہ ہو گا، ذخیرہ میں یوں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

اس قسم کے مسائل میں ضابطہ یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ
شفعہ چھوڑنے کی سر من بعد میں تبدیل نہیں ہوئی تو چھوڑنا
برقرار رہے گا اور شفیعہ باطل ہو گا اور غرض تبدیل ہو جائے
تو شفیعہ باقی رہے گا اور س قطع ہو گا بدائع
میں یوں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

والاصل في حسن هذه الدلائل ان يفسر
ان كان لا يختص عسر الشفيع في التسليم هو التسليم و
بطقت لشفعة وان كان بحسن عسر لم يفسد وهو
شفعته كذا في السيرة و الله تعالى اعلم

مسئلہ ۲۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و معنیان شرکاتین اس باب میں کہ ایک کو چہ غیر بافدہ میں ایک

۱۸۲/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	باب التاسع	کتاب الشفعة	کتاب الشفعة	کتاب الشفعة
۱۸۳/۵	"	"	"	"	"
۱۸۳/۵	"	"	"	"	"

مکان رید کا ایسا واقع ہے جس پر حق شفعہ خلیط فی الطریق چند اشخاص یا مشندگان کو چہ نہ کور پہنچا ہے، اور ان میں سے بعض کو علاوہ حق شفعہ خلیط فی الطریق کے حق شفعہ جار ملاصق بھی حاصل ہے، مکان مذکور کی پچھیت کی طرف عروق کا مکان واقع ہے، اور جس کا دروازہ دوسرے کو چہ میں ہے، اور اس کو حق شفعہ جار ملاصق ہے، زید مالک مکان مشفوعہ نے اپنے مکان کی کچھ اراضی جو پچھیت کی طرف اور مکان عروق سے متصل تھی، وہ دست عروق فروخت کی، چونکہ اراضی مذکور مکان مشفوعہ یا مشندگان کو چہ غیر نافذہ کا جز ہے، اس لئے استعمار اس امر کا مطلوب کہ شعیان خلیط فی الطریق اور شعیان جار ملاصق کو حق شفعہ مکان مشفوعہ کے ایک جز پر شرط پہنچے یا نہیں؟ یقیناً تو جبرور۔

واسطے سہولت کے نقشہ لپیٹ ہذا پر تحریر کیا جاتا ہے

شارع عام	مکان محلہ دار	کوٹھی محلہ دار	مکان محلہ دار	مکان محلہ دار
	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ
کوچہ غیر نافذہ				
شارع عام	مکان محلہ شعیان	مکان رید باغ	مکان بکر شعیان	مکان یحییٰ
	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ
شارع عام	مکان محلو دار	مکان محلو دار	مکان محلو دار	مکان محلو دار
	دروازہ	دروازہ	دروازہ	دروازہ
کوچہ غیر نافذہ				

الجواب

کل مکان بیع کیا جائے خواہ بعض، برصورت میں غلطی فی نفس المبیع و شریک فی حق المبیع کا شفعہ ہے اور عارض ملاحظی کا بھی، اگر خاص اس بحر مبیع سے اتصال رکھتا ہو، اِلَّا لَا، اِلَّا عَلَى رَدِّ اَيِّهِ مُشْكَلَةٌ۔ درمخت رد وغیرہ عام مکتب میں ہے :

کسی نے شفعہ سے متصل ایک گز چھوڑ کر باقی زمین فروخت کی تو عدم اتصال کی وجہ سے شفعہ ہو سکے گا۔ والحقہ میں جس حیلہ پر سب مکتبی نے اشکال پیش کیا جس کو علامہ شربلانی نے عیون المسائل سے نقل کیا کسی نے بڑی حویل جو کہ کسی چھوٹے کمرہ پر ملے جس سے ایک چھوٹا مکان فروخت کیا تو اس حویل کے پڑوسی کو شفعہ کا حق ہے کیونکہ وہ بیع مکان حویل کا حصہ ہے تو پوری حویل کا پڑوسی اس بیع کا پڑوسی ہے اگرچہ یہ بیع مکان پڑوسی سے متصل نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ عیون المسائل کا ذکر کردہ خود مشکل ہے نہ کہ جریہاں مذکور ہے، غور کرو، علامہ شامی نے جریہاں کیا وہ ختم ہوا میں نے شامی پر حاشیہ میں لکھا ہے کہ محشی یعنی علامہ شامی نے کتاب کی ابتداء میں قسمستانی سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا کہ بیع سے متصل اگر محلی طور بھی ہو تو وہ متصل حصہ اور حویل فروخت شدہ کا انتہائی حصہ خود میں برابر میں ملتا کسی نے حویل میں سے ایک کمرہ فروخت کیا تو اس کمرہ سے متصل حصہ سمیت تمام دار شفعہ میں برابر ہے۔

ہاع غفارا الا دما عام مثلاً فی جانب حد الشفعہ
علا شفعۃ حد الماتصل فی رد المحتار استشكل
الماتصلانی هذه الحيلة بما نقله
الشربلانی عن عیون المسائل، ومار
کثیرة ذات مقاصد یرباع صها مقصودة
فدجاس الدار الشفعۃ لان المبیع
من جملة الدار وجار الدار جار المبیع،
وان لم یکن متصلاً به، اقول
المشکل ما فی العیون لا ما هنا
تأمل ثم ما قال العلامة شامی
وکتبت علیه ان المحشی قدم
صدر الکتب عن القسمستانی
ان الملاصق المتصل
بالمبیع ولو حکما کما اذا بیع
بیت من دار فان الملاصق
له ولا قصود الدار
فی الشفعہ سواء اء وهو

۲۱۶/۲	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الشفعہ	باب ما یصلح	سہ در مختار
۱۵۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	رد المحتار
۱۲۰/۵	"	"	"	کتبہ

مثل ما فی الصیون ومثله ایضاً فی
 الهندیة عن المحيط عن شرح
 ادب القاضی للخصاف ، ووجه
 اشکالہ انت ما هنا مصرح به
 فی عامۃ کتب المذہب المعتمدة
 متونا وشروحا وفتاوی ، فما خالفہ
 فهو المشکل لا هذا ، اقول و یؤید
 ما هنا نص علیہ المتون ، انت
 سبب الشفعة اتصال ملک الشفیع بالمشتري
 وطاهرات المشتري اذا كانت مفرضا
 مفصولا عن ملک الشفیع لم یکتب
 بینہما اتصال ، ولا ینفی الاتصال بانو
 والا مکان الیہا بغير الملاصق المبادی
 ایضا شفیعا ولا قائل به ، ولا ینکر علیہ
 بما صرحوا به ان الملاصق بشرک الملاصق
 بجمیع حدود ، وذلك لان الاتصال بجزء الشئ
 اتصال بالشئ ، ولا فساد للاتصال بجزء من
 شئ ینکون اتصالا بجزءه الآخر ، الا ترى
 ان العمامۃ الملاصقة لرأس فرس
 ملاصقة لفرس لا لرجله والنحل المتصل
 برجل فرس متصلة بفرس لا برأسه ، فاقبح
 انت سرایۃ الصیون مشکلة
 والحاصل ان اتصال المبیع اذا
 كانت اکل کفی الاتصال بجزءه
 واذا كانت جزء معین من شئ

یعیون المسائل میں مذکور کی مثل ہے اور اسی کی مثل
 ہند میں محیط سے انھوں نے خصاف کی شرح
 ادب القاضی سے نقل کیا ہے ، اس کے اشکال کی
 وجہ یہ ہے کہ یہاں جو مذکور ہے وہی تمام مقدمہ کتب
 مذہب متون وشرح اور فتاویٰ میں تصریح شدہ ہے کہ
 جراح کی تصریحات کے خلاف ہے وہ مشکل ہے نہ کہ
 یہ ۔ میں کہتا ہوں یہاں پر ذکر کردہ کی تائید میں
 تمام متون کی نصوص ہیں کہ شفعہ کا سبب خرید کردہ چیز
 شفیع کی ملکیت کا اتصال ہے اور ظاہر بات یہ ہے
 کہ جب خرید کردہ چیز شفیع کی ملکیت سے علیحدہ فاصلہ
 پر ہو تو اتصال نہ ہوگا جبکہ بالواسطہ اتصال کافی نہیں
 ہے ورنہ پڑوسی کا پڑوسی غیر اتصال والا بھی شفیع
 کی جاسد کا مال نہ اس کا کوئی بھی قول نہیں ہے
 اس پر یہ بیان وارد نہیں ہو سکتا جس کی تصریح یہ
 ہے کہ ایک بالشت کا اتصال مع حدود کا اتصال
 ہے اور یہ اس لئے کہ چمبیز کے جڑ سے اتصال
 چیز سے اتصال ہے لیکن میں تسلیم نہیں کہ ایک
 جڑ سے اتصال اس کی دوسری جڑ سے اتصال ہے
 آپ دیکھ رہے ہیں کہ عامر کا اتصال سر سے ہونے
 کی وجہ سے زید کے پاؤں سے اتصال نہیں اور
 زید کے پاؤں کو اس کے جڑ سے اتصال ہے
 اس کے سر سے اتصال نہیں ہے ، تو واضح ہو گیا کہ
 عیون المسائل والی روایت مشکل ہے اور حاصل
 یہ کہ جب کل معین ہو تو اس کی کسی جڑ کا اتصال شفعہ
 کے لئے کافی ہے اور جب کوئی معین جڑ معین ہو تو

لم یکف الاتصال بحرہ الاخر، فان الاتصال
بالبحر، اتصال بالکل معجلاً، لا یکل جسزہ
مہ فردا فرد فافترقا۔
اس میں بیع کی دوسری جزو کا اتصال کافی نہیں کیونکہ جزو
کے اتصال سے کل کا اتصال بھل جاتا ہے نہ کہ ہر
جزو سے فرداً فرداً ہوتا ہے، تو یوں دونوں صورتیں
مختلف ہیں۔ (ت)

شریک فی حق المبیع کے لئے بیع سے اتصال ضرور نہیں، صرف شرکت حق مثل طریق خاص وغیرہ کافی
ہے۔ درمختار میں ہے :

فی شرح، لم یجمع وکذا البحر المقایس فی السکة
الغیر ابعد شفعة۔
روالمختار میں ہے :
شرح مجمع میں ہے یونہی بندگی کا سامنے والا پڑوسی
بھی شفعہ کا مقدار ہے۔ (ت)

وہد ابواسعود بان استحقاقها فیہ
للشركة فی حق المبیع فلا تعتبر لملاصقة۔
اس کی وجہ ابوسعود سند یہ بیان کی کہ بندگی کا
استحقاق شفعہ بیع کے حقوق میں شرکت پر مبنی ہے
اس میں اتصال کا اعتبار نہیں ہے۔ (ت)

اور چند شرکاء حق میں اگر ایک بار مدت ہی ہے باقی ہیں تو اسے ان پانچوں پر کوئی ترجیح نہ ہوگی، وہ
سب یکساں ہیں، عالمگیر یہ میں نتائج سے ہے :

الشفعة لا ھذا السکة کلہم یستوی فیہا
الملاصق و غیر الملاصق لا ھم کلہم خطا
فی طریق یتہ
بندگی والوں کو شفعہ کا حق مساوی ہے خواہ تصا
والے ہوں یا نہ ہوں کیونکہ وہ تمام گل کے راستہ
میں شریک ہیں۔ (ت)

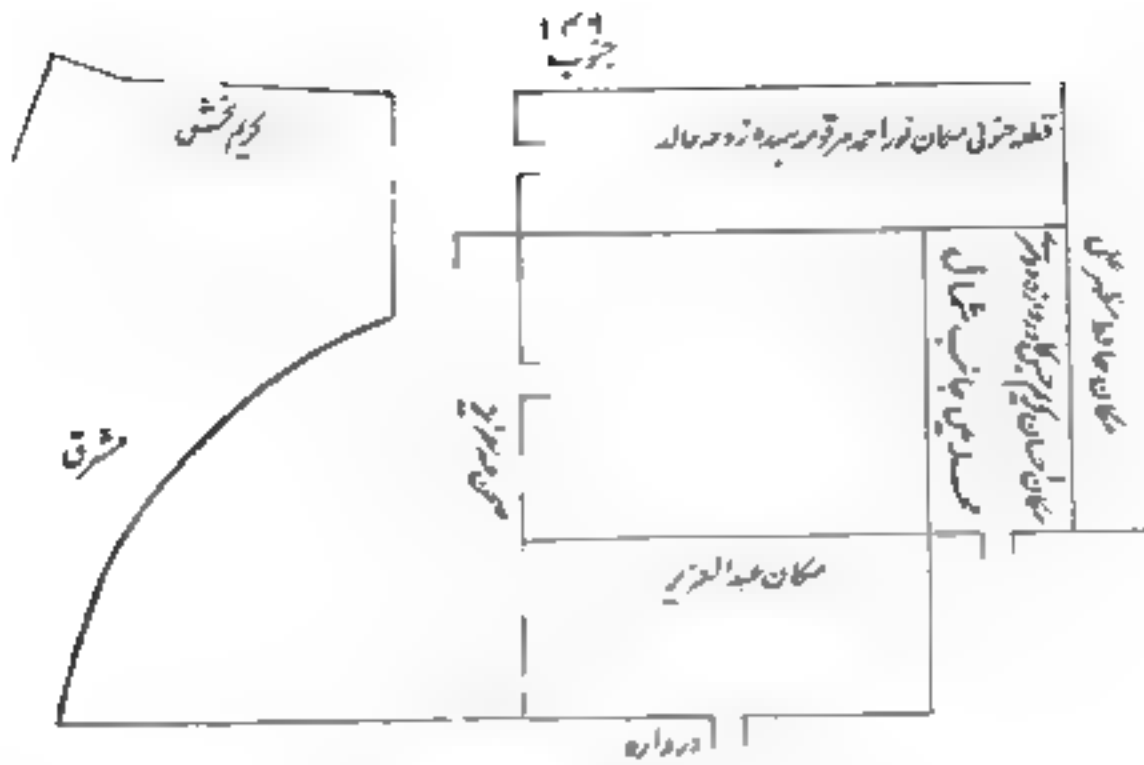
پس صورت مستفسرہ میں حالہ، بحر، حیحی، یوسف، یعقوب اور سامیہ کو چاروں مکان اور
کوٹھی والے سب اس جزو بیع کے یکساں شفیع ہیں، ان کے ہوتے غم و اور اس کے برابر کے چپاروں
محلہ دار جن کے دروازے دوسرے کوچہ میں ہیں شفیع ہیں ہو سکتے جبکہ اور کوئی استحقاق نہ رکھتے ہوں،
واللہ تعالیٰ اعلم۔

سہ ہد المختار علی رد المحتار

سہ درمختار	کتاب الشفعة	مطبع مجتبیٰ دہلی	۲/۴۱۱
سہ رد المختار	ۛ	دار احیاء التراث العربی بیروت	۵/۱۴۱
سہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ البدائع	ۛ	البابہ ثانی فورانی کتب خانہ پشاور	۵/۱۶۶

مسئلہ مرسلہ عبدالعزیز و نور محمد و احسان کریم قصیدہ آؤلہ ضلع بریلی محلہ کٹرہ پختہ بتاریخ ۳ جمادی الاول ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نیدے ایک قطعہ مکان محلہ مقبوضہ اپنا جس کا نقشہ ذیل میں درج ہے، اپنی حین حیات بروئے خالص شرعی خالد پسر، جندہ روجہ، کلثوم و مریم و زبیدہ و میمونہ دختران کو تقسیم کر کے مالک قاضی و ذلیل کرادیا، خالد اپنے حق پر جدا گانہ، اور جندہ روجہ اور ہر چار دختران مشت کا اپنے حق پر مالک قاضی ہو گئے، اور درمیان مکان کی دیوار سرخ رنگ تمام کر لی، قطعہ شمالی خالد کی اور جنوبی جندہ، اور ہر چار دختران کے قبضہ میں رہا، بعد وفات ریدہ کے جندہ اور ہر چار دختران ریدہ سے، یہاں قطعہ جنوبی عبداللہ کے ہاتھ بیع کر دیا، بعد موت عبداللہ مذکور کے اُس کے ورثہ نے قطعہ جنوبی مذکورہ مست شیخ نور احمد و حوت کر دیا اور نور احمد اب تک مالک قاضی ہے، خالد کے مرنے پر نور پسر، رضیہ روجہ، صفیہ و امیر و رضیہ و حمیدہ و دختران و ثناء حالہ شمالی متروکہ خالد پر مالک قاضی ہو گئے، جو کہ محمد و وہ بدین عدد دار بعد ہے، مکان اور صحن مکان عبدالعزیز مکان خاندان مظہر علی مکان نور احمد مسجد مکان عبدالعزیز و احسان کریم مسجد وغیرہ، و ثناء خالد نے اپنا حق قطعہ شمالی بدست عبدالعزیز بیع کرنا چاہا اور معاہدہ بابھی عبدالعزیز ہو گیا باخذ ریدہ مبلغ عیسے زربعینہ عبدالعزیز مذکورہ مالک بنا رہا، احمد شیعہ بھی مالک بنا رہا، دیاری تھا کہ احسان کریم مذکور نے غیر بیع مذکور میں کر کچھ قیمت بڑھائی، رشیدہ، حمیدہ و دختران خالد نے اپنے حق حقوق کا بیعنامہ بنام نور احمد شیعہ کے کر دیا، بنام نور احمد شیعہ نہیں ہوئی ہے کہ محمد و نے خلاف معاہدہ بابھی عبدالعزیز کے مع رضیہ مادر کے کل مکان متروکہ خالد کا بیعنامہ اپنی اور رضیہ کی جانب سے بنام احسان کریم تحریر کر دیا، اور ایک دستبرداری لادعی وراثت شفیعہ و غیرہ ہمیشہ مکان کی جانب سے تحریر کر کے اکل غرض تصدیق رجسٹری میں پیش کی، شفیعہ و زکیہ نے تصدیق اُس کی کر دی، اور رشیدہ و حمیدہ نے کہ جن کی بلا علم و اطلاع کارروائی دستبرداری کی ہوئی تھی اور یہ اپنے حق کا بیعنامہ بھی بنام نور احمد مسجد تحریر کر چکی تھیں تحریر دست برداری سے اسکار کر دیا، اور بعد میں نور احمد مسجد کی رجسٹری کرادی، چونکہ معاہدہ بیع پیشتر سے عبدالعزیز و محمد و غیرہ منعقد ہوا تھا، حالانکہ گفتگو بیع کی نور احمد مذکور سے بھی تھی، مگر، محمد و غیرہ نے مبلغ عیسے بدین طور بیعنامہ عبدالعزیز سے بہ تحریر رسید حاصل کر لی تھی، ایسی صورت میں جبکہ عبدالعزیز دو جانب سے اور نور احمد ایک جانب سے اور احسان کریم ایک جانب سے کچھ مکان کی وجہ سے استحقاق شیعہ رکھتے ہیں، لہذا نور احمد و محمد و غیرہ دیاری مقدم کے شیعہ غلیظ بقید حقوق محمد و رضیہ و شفیعہ و زکیہ بیع چکا ہے، تو بلحاظ واقعات مذکورہ حد کو ان شخص مستحق خریداری مکان قرار دے گا ہے اور شرعاً کس کو پہنچتا ہے، عبدالعزیز کے مکان کا دروازہ بھی دوسرے محلہ میں ہے۔ یتیم خانہ و جروا۔



الجواب

بیان مکان سے واضح ہوا کہ عرصہ خریدہ صرف گھنٹہ بیچ ہوئی تھی اور بیعنا سر دیا گیا عقد بیع تمام نہ ہوا تھا، نور احمد لگاتار میں ہے، اُس نے اپنے ایک بھائی کو اس قطعہ کی خریداری کے لئے لکھا، اُس نے وکالت نور احمد کے لئے اس میں سے رشیدہ و حمیدہ کے حصے خرید لئے، عبد العزیز و نور احمد دونوں غلیظ فی حق المبیع ہیں اور احسان کریم محض جارح ملحق کہ اس کا راستہ اس کو چہ غیر نافذہ میں نہیں، جب عبد العزیز کو معلوم ہوا خود اس کا بیان ہے کہ اس نے مشتری مذکور یعنی وکیل نور احمد سے جا کر کہا یہ میری گھنٹہ بیع سابق سے ہے یہ حصے جتنے کو تم نے خریدے ہیں انھیں داموں کو مجھے دے دو ورنہ میں شفیق ہوں شعفہ سے لے لوں گا، اس کہنے سے عبد العزیز کا ان دونوں حضروں میں شعفہ جاتا رہا کہ اس نے طلب شفقت کی بلکہ ابتداء اُنھیں داموں کو خریدنا چاہا، اور نہ دینے کی حالت میں بدریہ شفقت لے لیے کی دھمکی دی، یہ امر بطل شعفہ ہے۔ درمختار میں ہے،

یطلبہ ان سادہ معاد جارة او طلب مسہ
ان یولیہ عقد اشراء لے

اگر شفیق نے مشتری سے بیع یا ابارہ یا اس کی
شرار کا ولی (وکیل) بننے کا مطالبہ کرے تو اس
شفقت کا حق باطل ہو جاتا ہے۔ (ت)

پس نور احمد ان دو حصوں کا مالک مستقل ہو گیا جس سے کوئی نہیں لے سکتا، اگر وہاں اور کوئی شفیع
مثلاً کریم بخش وغیرہ بادائے شرائط طالب شفعہ نہ ہوا ہو۔ یہی احسان کریم کے ہاتھ بیع جس میں کل مکان صرفت
زوجہ و پسر خالد نے اُس کے ہاتھ بیچا، اور دختر ان خالد کو ناستی قرار دیا۔ شفیعہ، ذکیہ تو زوجہ تصدیق و
واقرار ناستی ٹھہری، مگر رشیدہ و حمیدہ نے اقرار نہ کیا بلکہ اپنی بیع کی کہ بنام نور احمد کے تکمیل کرادی
تو بعض بیع احسان کریم کے ہاتھ سے نکل گیا، اور بقیہ کی بیع معرض زوال میں آگئی یعنی احسان کریم کو اختیار
ہوگا، چاہے دو حصہ رشیدہ و حمیدہ علاوہ بقیہ مکان بجز قیمت لیا قبول کرے، خواہ کل بیع کرے۔ فستوی
عالمگیری میں ہے،

اذا كان المشتري شيئاً واحداً واستحق
بعضه قبل القبض او بعده فلم يشترک
لخيار في الباقي، ان شاء اخذ ما لم يحصه
وامن شاء تركه
اگر خرید شدہ چیز ایک ہو اور اس کے بعض حصہ کا
استحقاق ثابت ہو جائے خواہ قبضہ سے قبل یا
بعد ثابت ہو تو مشتری کو باقی حصہ میں اختیار ہوگا
اگر چاہے تو باقی کو اس کی قیمت کے حصہ پر لے یا
چاہے تو چھوڑ دے۔ (دست)

پس اگر احسان کریم سے بیع ردردی دوسرے سے جائے سہو ہی کی بیع تھی جانا رہے گا، ورنہ
بقیہ قطع ایسا ہو جائے گا گویا سکا ہی نہیں، کسی کو اس میں حق شفعہ نہ ہوگا، اور اگر بقیہ بجز قیمت لینا قبول کیا
اور نور احمد شرائط شفعہ نکالایا، تو اب وہی عبد العزیز وغیرہ سب پر مرج رہے گا کہ اب زوجہ حسنیہ وری
حصہ رشیدہ و حمیدہ نور احمد خلیطی نفس المبیع ہو چکا ہے، اور عبد العزیز صرف خلیطی حق المبیع ہے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۰ ۳۰ شعبان المعظم ۱۴۴۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رید و عمر و ایک مکان اور اداں کے مالک تھے رید
عمر و کی ملکیت کا شمع تھا، عمرو نے اپنا حصہ دوکان و مکان بدوکانا بکر کے ہاتھ فروخت کیا، تو رید بغور سننے،
اس خبر کے مع چید آدمیوں کے جو کہ گواہ طلب شفیع کے ہیں، اور جن کے سامنے کہ رید سے شرائط شفیع بغور
سننے ہر بیع کے ادا کی ہیں، جن میں سے کہ ایک رید کا قریبی رشتہ دار و نیر عمر و کا بھی رشتہ دار ہے
و دیگر لوگ رید کے ملنے والے دوست ہیں بکر کے پاس بغرض طلب شمع گیا، روپیہ رد مال میں پانچ سو

اپنے ہاتھ میں لے گیا اور بکرتے جا کر اس نے کہا کہ میں اس حصہ دکان و مکان کا شفیع ہوں، تم نے اس حصہ کو
 کیسے خرید کیا میں خریدوں گا، زید نے زبان سے یہ نہیں کہا کہ میں روپیہ لایا، قیمت نو اور یہ جائیداد میرے نام کرو،
 بکرتے زید کا گفتگو کے جواب میں جائیداد کو روکنے سے انکار کر دیا، زید کے اس امر کے انکار نہ کرنے سے کہ میں
 روپیہ لایا ہوں قیمت نو اور یہ جائیداد میرے نام کرو دیکھا کہ روپیہ اسی قیمت سے زید لے گیا تھا اور وہ اس کے ہاتھ
 میں موجود تھا، صرف یہاں سے اس کا ذکر نہیں کیا، تو ایسی حالت میں مراتب شفیع بموجب شرع شریف پر سے طر
 سے ادا ہوئے یا نہیں، بیعتنوا تو جسدوا۔

الجواب

نہ روپیہ لے جانا ضرور نہ مشتری سے روپیہ لانے کا ذکر ضرور، یہ سب بیکار و مہمل باتیں ہیں، مگر طلب
 موثقت ایسے لفظ سے جس سے فی الحال طلب ثابت ہو، ضرور ہے۔ سائل نے بعد دریافت بیان کیا کہ میں نے
 خبر سچ سنی ہے یہ لفظ کہے تھے کہ میں اس کا شفیع ہوں، یا عرض الدین نے کیسی خریدی میں خریدوں گا، اس سے
 طلب فی الحال ثابت نہیں ہوتی۔ خریدوں گا سے اگر یہ مراد ہے کہ مشتری سے خریدوں گا، جب تو ظاہر ہے
 کہ مشتری سے خریدی کا ذکر شفعہ کو باطل کر دیتا ہے، درمختار میں ہے،

یطلب شراء الشفعة من المشتري وكذا — شفیع یا مستتر سے زید نا اور یونی مع یا احبارہ کا
 ساومها سباعا واجازة او طلب منه ان يوليها — سرور کرنا یا عقد شفعہ کا اول بننے کا مطالبہ کرنا
 عقد الشراء به (مختصاً) — اس کے حق شفعہ کو باطل کر دیتا ہے (مختصاً)۔

اور اگر مراد ہو کہ بائع سے خریدوں گا تو یہ بھی طلب شفعہ نہیں، خریداری تملک بالرضا ہے اور شفعہ تملک بالجبر
 درمختار میں ہے۔

تليق الشفعة حذراً على المشتري ما قام — شفعہ کسی قرار زمین کا مشتری سے اس پر لازم قیمت کے ساتھ
 عليه — جبراً مالک بننے کا نام ہے (ت)۔

اور اگر مجازاً یہی معنی مراد لے جائیں کہ بذریعہ شفعہ لے لوں گا، تو یہ بھی وہ وہ دانداز ہے، طلب
 فی الحال نہیں، عالمگیری میں ہے،

لو قال الشفعة لب اطلبها بطلت — اگر کہا میرا شفعہ ہے میں اس کی طلب کروں گا، تو

نہیں کہ مدعا علیہا دار مشعور بہا میں ملک مدعیان کی منکر ہے، اور یہ اس طریقہ پر جو شرعاً اور کار سے یعنی ملک مشعور علی البیع و مستقر الی الآن پر اقامت مینہ نہ کر سکے۔ تویر الابصار و درمختار و دو مختار میں ہے۔

اذ طلب الشیخ سألني ان تصلي الحصص عن ملكية الشیخ لما يشع به فان اصر بها او بكل عن الحلف على العلم، او بوجوب الشیخ انها ملكه (ہاں یقولوا انہا ملك هذا شیخ قبل ان يشتري هذا المشتري هذا العقار، وهو له الى ساعة ولم نعلم بها خرجت عن ملكه، فلو لا انہا لهذا الميراث لا يكو كافي المحيط) سألني من الشیخ، هذا اشتري ام لا؟

پڑی کی ہے تو کافی نہ ہوگا جیسا کہ غیب میں ہے۔ قاضی مشتری سے سوال کرے کہ کیا تو نے سے حرم ہے یا نہیں ام (ت)

جبکہ شہادت گواہان مدعیان اس طریقت مطلقہ شرع پر نہ تھی، حاکم پر لازم تھا کہ فقط اسی قسم پر مقدمہ ختم کر دیتا اور دعویٰ خارج کرتا، مقدمہ کا آگے بڑھا ماضی تطویل ہوتی۔

ثانیاً گواہان مدعا علیہا جنہوں نے دوبارہ تسلیم مدعیان شہادت دی ہے کہ روز بیع بعد بیع متعین الہیں حال نے مدعیوں کو اطلاع بیع اراضی مشعورہ دی اور ان سے کہا اگر تمہیں ایسا منظور ہوئے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم کو ضرورت نہیں بحیثیت ادا نہایت کافی و دوائی شہادت ہے اُس کے الفاظ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں بے مسمی ہیں، اس میں فقط اتنا دیکھنا چاہیے کہ گواہوں کی حالت کیسی ہے، اگر ان میں دو گواہ بھی قابل قبول شرع ہوں تو فیصلہ کتنے مدعا علیہا لازم ہے، ملاحظہ تحریر سے ظاہر ہوگا کہ حاکم مجوز نے گواہان مشتری پر اعتماد کیا اور ان کے بیان پر فیصلہ دیا، اور جانب مدعیان سے ان پر کوئی جرح قابل لحاظ شرع نہ کی گئی، تو اس صورت واقعہ میں حکم یہی ہونا چاہیے کہ دعویٰ شفعہ ساقط اور مشتری مطالبہ سے بری ہے۔

شعبۃ ، و دو خان مشتری انا شعبۂ واحد
 البدار صحت بالشعبة بطلت
 ۱۴۹ اس کا شفعہ باطل ہوگا ، اور اگر مشتری کو کہا میں
 تیرا شفعہ ہوں اور شفعہ کی بنا پر تجھ سے دار
 ہوں حج تو شفعہ باطل ہو گیا۔ (مت)

لہذا صورت مسئلہ میں زید کا شفعہ باطل ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ ۲۸ از ریاست رامپور کٹرہ جلال الدین خاں مرحوم مرسلہ پیرزادہ غلام محی الدین صاحب
 پنجم صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دعویٰ کیا کہ مسماۃ فلاں نے اراضی فلاں اتنی قیمت
 کو فلاں شخص سے میری غیبت میں خریدی ، اور میں خلیفہ فی الطریق ہوں ، مشتریہ جارحہ صحت ہے ، میرا حق
 مقدم ہے اور میں مسماۃ شفعہ بھی ادا کر چکا ہوں ، مسماۃ قبیح ہوئی کہ زید نے ہرگز شرائط شفعہ ادا نہ کئے ،
 نہ مکان مشفوع بہا زید کا ملک ہے ، اور دعویٰ پر تمادی ہے ، بلکہ زید تسلیم شفعہ کر چکا ہے ، زید اور
 مسماۃ سے ثبوت طلب ہوا ، زید نے جو شہادت پیش کی حوالہ عدالت نا کافی قرار دے کر نامقبول فرمائی گئی ،
 ایک وجہ عدالت نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ شہادت مدعی کو نقص سے مبرا مان لیا جائے تب بھی شہادت جو
 مدعی علیہا کی جانب سے گزری ، اس سے تسلیم شفعہ بعد از بیع ثابت ہے ، لہذا دعویٰ خارج اور سبائب
 مدعی کئی استغناء پیش ہوئے ہیں اس بارے میں فریاد طریقی و باسحق پر مقدم ہے ، کیا یہ استغناء مفید
 ہو سکتے ہیں ، مدعی نے تمادی سے بچنے کی غرض سے دو گواہوں سے یہ ثابت کرایا ہے کہ میں وقت بیع مقام
 رچھائی میں موجود تھا یعنی رامپور میں نہ تھا ، مدعی علیہا کی جانب سے جو شہادت تسلیم شفعہ کی پیش ہوئی ہیں اس سے
 کما حقہ ثابت ہے کہ بعد تصدیق سینا اسی روز مدعی کو علم بیع ہوا اور مدعی نے تسلیم شفعہ کیا ، تو کیا شہادت
 مذکور منافیہ مدعی واسطے ثبوت کے کافی ہے ، اور تمادی مرتفع ہو سکتی ہے یا نہیں ؟ یتو توجروا

الجواب

اس مسئلہ میں زوائد سے قطع نظر کے صرف دو باتوں پر نظر کافی ہے ،
 اولاً گواہان مدعیان کا اُن کی ملک دار مشفوع بہا میں ہونے کی سبب صرف اتنا بیان کر وہ مکان
 مدعیوں کی ملک یا اُن کا موروثی ہے ، اظہار ثبوت شہود مدعیان دیکھے جائیں ، اگر اُن کے بیان میں صرف اُسی قدر
 ہو اور یہ ظاہر نہ کیا ہو کہ خرائے مشتریہ سے پہلے یہ مکان یا حرم مکان ملک مدعیان تھا اور اب ملک ہے ،
 ہمارے علم میں ملک مدعیان سے خارج نہ ہوا ، تو ایسی شہادت ثبوت دعویٰ شفعہ کے لئے ہرگز بکار آمد

گواہ نے مدعی کو اشارہ سے بتایا، نہ اس پر لیا فاک حابست کہ سعید الدین جان دوسرے مقدمہ کا گواہ ہے جس کا مدعی شخصی آخر ہے، گو مدعا علیہ وہی ہے، اس کا بیان اس مقدمہ کا شاہد بنا کر کہاں تک قابل استناد ہے، یہ سب امور زوائد ہیں، دعویٰ شفیعہ میں لازم ہے کہ یا تو مدعا علیہ مقرر ہو کہ دار مشغوع بہ شفیع کی ملک ہے، یا شفیع اسے بیٹہ سے ثابت کرے، اور یہ بھی نہ ہو تو شفیع مدعا علیہ کا حلیت چاہے اور وہ قسم کھانے سے انکار کر دے، بے ان صورتوں کے دعویٰ شفیعہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا ذیلی میں ہے۔

شفیع نے قاضی کے ہاں آگے بڑھ کر حسہ یاری کا دعویٰ کیا اور شفیعہ طلب کیا اور دعویٰ کی سشدان میں کوتاہی نہ ہو، پھر قاضی مدعا علیہ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے اس دار کے تعلق سوال کرے گا جس کی بنا پر شفیع شفیعہ کا دعویٰ کرتا ہے کہ یا یہ شفیع کی ملکیت ہے یا نہیں اگرچہ وہ دار شفیع کے قبضہ میں ہو قبضہ کے باوجود سوال حالانکہ قبضہ ملکیت پر ظاہر دلائل کر سہیہ اس سے نہ ظاہر چیز استحقاق ثابت نہیں کرتی تو اس کی ملکیت کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل ضروری ہے لہذا قاضی مدعا علیہ سے مدعی کی ملکیت کا سوال کرے گا، اگر مدعی علیہ اس کی ملکیت کا انکار کرے تو قاضی مدعی کو کہے گا کہ اپنی ملکیت پر گواہ پیش کر، تو اگر وہ گواہ لائے سے عاجز ہے اور مدعی علیہ سے اس پر قسم لینے کا مطالبہ کرے تو قاضی مدعی علیہ سے یوں قسم لے کہ مدعی حسہ سارہ پر شفیعہ کر رہا ہے تو اس ذکر کردہ پر اس کی ملکیت کو جاتا ہے، تو مدعی علیہ اگر قسم سے انکار کرے یا شفیع کے گواہ شہادت دے دیں یا خود مشتری اس کی ملکیت کا اقرار کر دے تو جس در کی بنا پر شفیعہ طلب کرتا ہے اس کی ملکیت شفیع کے لئے ثابت

اذا تقدم الشفيع ، و ادعى الشراء و طلب
الشفعة عند القاضى ، و لم يخل
يشئ من شروطه ، اقبل طلب
المدعى عليه فساله عن الدار التى
يشعم بها هل هى ملك الشفيع ام لا ، و
امت كاشفى فى يد الشفيع و هى تبدل
على الملك ظاهرا ، لان الظاهر لا يصلح
للاستحقاق ملابد من ثبوت ملك بحجة
فيسأله عنه فامت انكر امت يكون
ملكه يقول للمدعى اقم البيئته
انها ملكك ، فامت حمسز عن
البينة و طلب يمينه استعمل
المشترى بالله ما يعلم
انه مالك للمدعى ذكره
ما يشعم به ، فامت
بكل او قامت للشفيع بيمينه ،
اذا قر المشتري بذلك ثبت
ملك الشفيع فى الدار التى
يشعم بها و ثبت السبب
و بعد ذلك يسأل القاضى

لمدعی علیہ هل اشتريت
مر لا الم موصفاً
جو جائیگی یوں شفعہ کا سبب ثابت ہو جائیگا، اس کے
بعد قاضی مدعی علیہ (مشتری) سے سوال کرے کیا تو نے
یہ دار خرید ہے یا نہیں انظر موصفاً دت

اس مقدمہ میں ظاہر ہے کہ مدعا علیہا ملک شفیع کی منکر ہے، نہ شفیع نے حلف چاہا نہ اس نے حلف
سے انکار کیا، تو صرف صورت شہادت رہی، اور وہ محض ناکافی گوری، یہاں شہادت اس مضمون کی درکار
ہے کہ دار مشغوع ہوا شفیع کی ملک تھی، اور اب ملک اس کی ملک ہے جائے
علم میں جب سے اب تک اس کی ملک سے خارج نہ ہوئی۔ عیاد و ہندیہ میں ہے،

ن یقر المدعی علیہ بشراء الدار ویسکر
کون المدعی شفیع، بالدار التي حدها
ویسکر کوست الدار التي حدها ملک المدعی،
احد المدعی الشهود و شهود کل صہم
(موصفاً)
مدعی علیہ دار کی خریدی گئی اقرار کرے اور شفیع جس
مکان کی بنا پر مدعی ہے اس کے شفیع ہونے کا
انکار کرے اور مدعی کے بیان کردہ دار پر مدعی کی
حکیت کا انکار کرے تو مدعی گواہ پیش کرے اور ہر گواہ
شہادت دے (موصفاً)۔ (د ت)

میں کراچی، یہاں کہ جو مکان حلال موضع میں ہے
اس کی حدود یوں یوں ہیں وہ اس مدعی کی
حکیت میں مدعی علیہ کے اس خاص مکان کو خریدے
سے قبل تھی اور آج یہ مکان اس مدعی کا
ہے۔ (د ت)
گراچی میں کہ خارجہ کہ بظاہر موضع۔ ت مد پائے
وے کذا کذا ملک اس مدعی پر پیش از انکہ
اس مدعی علیہ میراں خانہ را خرید و بر ملک دے
ماند تا امروز و امروز اس خانہ ملک اس مدعی ست۔

اور یہ اس لئے کہ اگر وقت بیع دار مشغوع ہوا ملک شفیع میں رہتا، تو اس کے سبب سے اس میں
استحقاق شفیع نہیں ہو سکتا اگرچہ بعد بیع یہ دار مشغوع ہوا وراثت یا بیع یا ہبہ یا وصیت وغیرہ سے
ملک مدعی میں آجائے۔ عالمگیریہ میں ہے،

الشفعة شرطها ملك الشفيع وقت
الشراء فب الدار التي ياخذها
شفعة کی صحت کے لئے یہ شرط ہے کہ جس دار کی
بنا پر شفعہ کا دعویٰ ہے اس پر مشتری کی خریداری

تک شفیع کی ملکیت قائم ہو۔ (ت)

اسی میں ہے ۱

رجل اوصلہ بدار، ولم يعلم حتى بيعت دار بجنبها، ثم قبل الوصية فلا شفعة
 ایک شخص نے اس کے لئے ایک مکان کی وصیت کی حالانکہ اس کو ابھی تک وصیت کا علم نہ ہوا حتی کہ اس مکان کے پڑوس میں کوئی مکان فروخت کیا اس کے بعد اس کو علم ہوا تو وصیت قبول کی، قراب شفوع نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر شفیع بعد بیع و طلب شفوع قبل قصائے قاضی دار مشفوع بہا کو بیع کر دے، تو شفوع باطل ہو جاتا ہے۔ در مختار میں ہے ۱

يسئلها بيع ما يشفع به قبل انقصاء المشفوعة مطلقاً
 جس کے سبب شفوع کا حق ہو اس کو قاضی کے فیصلہ سے قبل فروخت کر دینا شفوع کو مطلقاً باطل کر دیتا ہے (ت)

تو لازم ہے کہ قبل بیع دار مشفوع سے اس وقت تک مشفوع بہا میں شفیع کی ملک مستمر پر شہود شہادت دیں، اس کی طرف کچھ میلان اس مقدمہ میں حارث و حیدر علی بن حارث کے بیان میں ہے کہ اس مکان مشفوعہ کے پورب کی جانب مکان اصغر علی خاں موروثی واقع ہے، اور پور قبل بیع مشفوعہ سے اس وقت تک وہ اس پر مالک و قابض ہیں، اور حقیقتہً دیکھتے تو اصلاً اسے بھی اس مطلوب سے مس نہیں، مکان مشفوعہ سے پورب کی جانب ہزاروں میل تک ہے، یہیں معلوم کہ گواہ جس مکان کو اصغر علی خاں کا موروثی و مملوک بملک مستمر بنا رہا ہے، کس محلہ بلکہ کس شہر میں واقع ہے، جبکہ دار مشفوع بہا کی طرف نہ اشارہ نہ اس کے حدود کا بیان تو صرف اتنی تقریب کہ وہاں پورب کو سب کیا کام دے سکتی ہے، باقی آٹھ گواہوں سے چار نے تو ملک شفیع کا اصلاً ذکر ہی نہ کیا، صفدر علی خاں ولد نثار علی خاں نے اتنا کہا کہ یہ بات کہہ کر اصغر علی خاں اپنے مکان موروثی میں گئے، اصغر علی خاں کو پور غیر نافذہ میں اپنے مکان موروثی کے دروازہ پر بیٹھے تھے، میں نے آٹھ روز سے نماز نہیں پڑھی، وارثی منظر کی جبراً برابر ہے اس کا بھی وہی حال ہے، اس سے یہ بھی

۱۶۱/۵	فرانی کتب خانہ پشاور	الباب الاول	کتاب الشفوعہ	نہ ناولی ہندیہ
۱۶۲/۵	"	"	"	"
۲۰۵/۶	مطبع مہتابی دہلی	باب مایسلطہا	"	در مختار

نہ کھلا کہ اصغر علی خان کا مکان موروثی دار مشغوعہ کے محلہ میں واقع ہے یا شہر کے دوسرے کنارے پر، تو مشغوعہ بہا کی ملک سے اس میں بھی اصل بحث نہیں۔ علی بہادر خاں نے کہا "سید تصور شاہ کے مکان سے پورب کو مکان موروثی مدعی کا ملا ہوا ہے" معلوم نہیں تصور شاہ کے کس مکان سے، ہاں دو گواہیاں ملک مشغوعہ بہا کا پتا دے رہی ہیں۔ صفدر علی خاں و عبد عباس خاں نے کہا "مکان موروثی مدعی سے کچھ میل مکان متنازعہ کے دکن کو دیوار درمیان میں ہے" اس سے جادہ مخلص پرنا معلوم ہوا، اگرچہ مدعی خلیفہ فی المبیع جرنے کا مدعی ہے، بشیر الدین صاحب نے کہا "جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے اس مکان سے پورب کی جانب کو مکان اصغر علی خان کا ہے، اور وہ مکان اصغر علی خان کا موروثی ہے ان دونوں مکانوں کا راستہ بھی ایک ہی کوچہ میں سے" اور یہی گواہ جعفر مر سید محمد شاہ بنام شمشاد ہی گیم مذکورہ بیان کر چکا ہے کہ اسس کی ڈرامی چٹکی میں آجاتی ہے، دلی ڈرامی کتروانا تھا اب تو یہ کر لی اب ہمیں منڈا سے گا، ان سب گواہوں میں یہی گواہی چست ہے کہ اسس نے ان اعلیٰ سے کہ جس مکان کی کوٹھی کی اراضی فروخت ہوئی ہے" اپنے تنگ خیال کے مطابق نصیبیں مکان بھی کی" اور دونوں کا راستہ ایک ہی کوچہ میں جوڑنے سے حلیط فی حق المبیع بھی بتایا، مگر تم نقائص سے قطع نظر کہ ان میں سے کسی نے صورت نہ منڈا سے گا، اسس کی تاریخ موت بتانا تو بڑی بات ہے، تو بڑی موروثی ہوئے سے کیا کھلا کہ یہ مکان کب سے اصغر علی خان کی ملک ہے، لیکن کہ وہ مورث جس کے ترکہ سے یہ مکان مدعی کو دراشتہ بعد بیع دار مشغوعہ مراد ہو، تو اس مکان کے ذریعہ سے مدعی کو کیا استحقاق شفعہ ہو سکتا ہے، شہادت اس لئے ہوتی ہے کہ حق حاکم پر ظاہر ہو، ان شہادتوں کا اجمال و اجمال یہ ہے کہ مجوز نے فیصلہ میں کہا کہ گواہان مدعی نے یہ نہ بیان کیا کہ مدعی مورث کا بیٹا ہے یا بیٹائی ہے یا کون ہے" جب خاصی کر مورث کا ہی پتا نہ چلا تو تاریخ موت کیونکر معلوم ہو سکتی ہے جس سے جانا جائے کہ دار مشغوعہ بہا عبد المبیع ملک شفیق تھی یا نہیں، و جرم شہادتیں محض عمل ہیں اور دعویٰ اصلاً پایہ ثبوت کو پہنچا۔ ردالمحتار میں ہے،

لَوْ قَالَ لَا أَنَا لَهَذَا الْإِجَارَ لَا يَكُنْ كَمَا خُبِرَ
المحيط۔

لہذا واجب تھا کہ دعویٰ خارج ہو، جیسا کہ مفتی ریاست نے کیا، اور لازم ہے کہ اپیل نامعلوم ہو۔ وائے
نہائے اعلم۔

(۲) حکام شریعت علامت کے حضور تمام کاغذات مقدمہ سید محمد شاہ مدعی بنام شہنشاہی بیگم مشترکہ و تصرفاً
 بائعہ علیہا نمبری ۲۵ دعویٰ شفیعہ براہی و واقعہ کٹرہ جلال الدین خاں، فیصلہ مفتی ریاست رامپور واقع ۲۲ دسمبر
 ۱۹۰۷ء کی نقول، شاہد حاضر کے معروض کہ شرع شریعت کے حکم سے اس مقدمہ میں فیصلہ بحق مدعیہا ہو گا
 صحیح ہے یا کیا؟ میتوا تو خسرو۔

الجواب

اس مقدمہ کے متعلق عرضی دعویٰ و جواب دعویٰ از جانب شہنشاہی بیگم، و رد جواب از جانب مدعی و انظاراً
 عثمان خاں و عبد الرزاق خاں و سیدہ دلاور علی و شہو خاں و بشیر الدین خاں و عبد الغفار خاں گواہان مدعی و
 میاں حسین خاں و عزیز محمد خاں و امین الدین خاں و سعید الدین خاں گواہان مدعیہا مدعیہا و روکار مفتی صاحب حاکم
 مجور کے نقول با ضابطہ فقیر کے سامنے پیش ہوئیں، اس دعویٰ کی حالت دعویٰ اصغر علی خاں مدعی بنام شہنشاہی بیگم
 مذکورہ سے بھی بدتر ہے شہود مدعی میں صرف تین گواہوں نے مکان مدعی ملک مدعی ہونے کی طرف توجہ کی، زیر
 جملہ عبد الغفار خاں کا بیان ہے کہ مکان جانب مشرق ملک بائع کا ہے اور جانب غرب شفیع کا ہے، پکا دوازل
 مکان کا مشترک ہے۔ یہ گواہ ایک ایسے دو مکان کا قسیدہ بیان کرتا ہے جس کا پکا مشترک اور ان میں ایک
 ملک بائع، دوسرا شفیع کا ہے، مگر اس ل شہادت کچھ پناہیں دیتی کہ وہ مکان بس شہر یا شہر کے کس گوشہ میں
 واقع ہیں، شہادت میں نہ مکانوں کی تقسیم، نہ ان کی طرف اشارہ، یہ شہادت اس پایہ کی ہے کہ مقدمہ اصغر علی
 خاں بنام شہنشاہی بیگم میں شہادت علی بہادر خاں تھی، فقہو ماں نے کہا: یہ مکان سید محمد شاہ کا جس کی وجہ سے
 دعویٰ شفیعہ کیا ہے، موردی ہے، سید دلاور علی نے کہا: مکان شفیع کا ملک موردی ہے، لفظ اگر حسب مطلق
 تھا مگر انظار میں لکھا ہے کہ نشان دہی کر دی، تو انھیں دو گواہوں سے ملک مشغوع بہا کا پتا چلا، شہنشاہی بیگم
 یہاں بھی مشغوع بہا میں ملک مدعی سے منکر ہے، اور مدعی نے نہ اس سے حلف لیا نہ اس نے حلف سے انکار
 کیا، بلکہ مدعی نے شہادت پر اپنے کام کا طرہ رکھا، اور وہ حسب قاعدہ شرع ہوا نہ ہوئی کسی شہادت میں یہ
 مشغوعہ سے پہلے مشغوع بہا کا ملک مدعی ہونا اور اب تک بالاستمرار اس کی ملک میں رہنا اصلاً ذکر نہیں،
 مقدمہ اصغر علی خاں میں اگرچہ عرضی دعویٰ جس محل تھا، بجواب استفسار حاکم اور تفصیل رکھ سکا، تو نام مرث
 تو سادیا، یہاں اس قدر بھی نہیں، بیان مدعی یا بیان شہد ان کسی سے پتا نہیں چلتا کہ یہ مکان محمد شاہ کو
 بیع مشغوعہ کے کتنے عرصے بعد مرث میں ملا، بیع مشغوعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ہوئی، اور شہادتیں ۱۳۹۹ جو
 ۱۹۰۷ء کی ہیں کیا اگر، جو ۱۹۰۷ء تک سید محمد شاہ کا کوئی مرث باپ یا بھائی یا چچ وغیرہ اس مکان
 مشغوع بہا کا مالک رہا، اور اس تاریخ اس کی وفات ہوئی، اور مکان ملک سید محمد شاہ میں آیا تو ۹ جون

کو گواہوں کا کہنا کہ یہ مکان شفیع کا مرووثی ہے، غلط ہو گا، ہرگز نہیں، فردر صحیح و حق ہو گا، مگر مدعی کے کسی مصحف کا نہیں، اُس کی ملک تو وقت بیع مشغوعہ سے پہلے ہو اور اب تک ستر رہے، اس کا ثبوت درکار تھا، جس کا نام تک کسی شاہد نے نہ لیا، تو ایسی شہادتیں محض ناکافی و بے معنی ہیں، اور دعویٰ اصنافی پایہ ثبوت کو نہ پہنچا اجناس و وغیرہ و محیطہ وغیرہ میں ہے۔

یفخی ن یشہد وان ہذا الدار التی بجوار
الدار المبیعة ملک ہذا الشفیع قبل ان
یشتری ہذا المشتري ہذا الدار وہی لہ الی
ہذا الساعة لانهما خرجت عن مملکہ
فلو قال اب ہذا الدار لہذا الخباس
لا ینکف یہ

گواہوں شہادت دیں کہ بیع مکان کے پڑوس
میں یہ مکان اس مشتری کے اس مکان کو خریدنے
سے قبل شفیع کی ملکیت میں اس وقت تک ہے
اور اس کی ملکیت سے خارج ہونا ہمیں معلوم
نہیں۔ تو اگر صرف یہ کہیں کہ یہ مکان اس پڑوسی کا
ہے تو اتنا کافی نہیں ہے۔ (ت)

معہذا شہنشاہی بیگم کی طرف سے جو شہادتیں نیاز حسین خاں و عزیز محمد خاں و سید الدین خاں نے
دیں، وہ اُس پیمانے پر جو آج کل تمام ہند میں رائج اور عہدہ مقامات اور خود اس مقدمہ میں مدعی و مدعی علیہ
سب کے شہود اسی رنگ پر پے اور چٹ میں اس امر کا ثبوت دے رہے ہیں کہ سید محمد شاہ نے
بعد بیع خیر بیع سن کو تسلیم شفعہ کر دی، اور طلب سے انکار کیا، اگر یہ پیمانہ مقبول نہیں تو خود شہادت شہود مدعی
ایک اور وجہ سے مردود ہوئی، اور مقبول ہو تو بطلان شفعہ ثابت ہو گیا، جیسا کہ فیصلہ میں مذکور ہے۔ بحال
دعویٰ شفعہ محض ثابت ہے، اور اپیل اصنافی قابل منظوری نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیعنامہ مکان کا قبل نکاح بنام زبیدہ
جس کا نکاح اس کے پسر کے ساتھ ہونے والا ہے، بدین مصوص لکھ کر زین کے دھولیابی کا اقرار لکھ کر
صاف کر دیا، اس قسم کا بیعنامہ معافی کا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، اگر بعد نکاح زید یا اس کے ورثہ
انکار دھولیابی زین کا کر کے کہیں کہ بیعنامہ بطور قرض لکھا گیا تھا، شرعاً قرض قرار پائے گا یا نہیں؟ اور
کبھی شفیع کی شفعہ اس قسم کے بیعنامہ میں ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ینو اتوجروا۔

میں کہ فلاں ابن فلاں ساکن رامپور ہوں جو کہ ایک منزلی مکان چنیں و چناں واقع رامپور محدودہ ذیل

ملوک و مقبوضہ میرا ہے، وہ اب میں نے بحالت صحت نفس و ثبات عقل بکراہ و اجبار و رغبت اپنے مع جميع حقوق و مرافقہ بوجہ صلح پانچ سو روپیہ چہرہ دار بھست مسماۃ زبیدہ، جس کا صلاح حسب خواہش میری بکریس لفظ میرے سے بتاریخ امروز ہوگا، بیچا اور بیع کیا میں نے اور مکان بطریقہ مشتریہ مذکورہ کو مکمل ذات اپنی کے مالک و قائل کر دیا، میں نے در ثمن تمام وکیل مشتریہ سے وصول پایا، میں نے یعنی در ثمن اس کا بوجہ محبت خطری بکریس مذکور کے زبیدہ مشتریہ کو معاف کیا میں نے، پس بخشش و معافی مجھ کو اور قائم مقامان میرے کو دعوی در ثمن کا نہیں ہے اور نہ ہوگا اتفاقاً بعض البیہین واقع ہوا، اب مجھ مانع کو مکان عید سے کچھ سروکار نہ رہا، اگر کوئی سہیم یا شریک پیدا ہو تو جواب دہ میں باقی ہوں۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں بیع مطلقاً صحیح ہے، اور اگر ایجاب و قبول بیع قبل معافی ثمن واقع ہوئے تھے تو معافی ثمن بھی صحیح ہے، اب زبیدہ یا وارثان زبیدہ کو اس جائیداد خواہ اس کے در ثمن میں اصلاً دعویٰ نہیں پہنچتا، ہاں اگر قبل قبول مشتریہ یا وکیل مشتریہ معافی ثمن مانع نے مکمل اور اس کے بعد مشتریہ کی طرف سے قبول واقع ہوا تو معافی صحیح نہ ہوگی، بیع صحیح ہوگی، اور ثمن دینا آئے گا حسب تکلیف، لہذا قبل مشتریہ ثمن معاف نہ کرے اور نہ شفعہ وہ ہر حال میں ثابت ہے، اگرچہ ثمن معاف ہو جائے، کل ثمن سے جو سبب گزشتہ بجا لائے گئے تھے مکمل کا کہ ثمن کی معافی سے شفعہ کا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ عالمگیری میں ہے،

ادخل کل الثمن او ذهبه او اسراہ عہ
فان كان ذلك قبل قبض الثمن صح
بکل، و یلغی
جب مشتری کو مانع تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ
کر دے یا ثمن سے اس کو بری کر دے تو اگر ثمن
پر مانع کے قبضہ سے قبل ہو تو یہ سب جائز ہے و غیرت

رد المحتار میں ہے،

قال في الدخيرة اذا دخل كل الثمن
او ذهب او اسراہ عہ، فان كانت قبل
قبضه صح بکل ولا يلحق باصل
العقد، في ابدان من الشفعة ولو
خط جميع الثمن ولا يسقط عہ شئ لا ت
و غیرہ میں فرمایا، اگر تمام ثمن ساقط کر دے یا ہبہ
کر دے یا اس کو بری کر دے اگر ثمن پر اپنے قبضہ
سے قبل کرے تو سب صحیح ہے اور یہ ثمن چھوڑنا اصل
عقد سے ملحق نہ ہوگا۔ بدائع کے شفعہ میں ہے اگر
بدائع نے مشتری سے کل ثمن ساقط کئے تو وہ شفعہ سے

ساقط نہ ہوئے کیونکہ کل ٹمن کا استقاط اصل عقد سے ملحق نہیں ہوتا کیونکہ اگر اصل بیع سے ملحق ہو تو بیع باطل ہو جائے، اس لئے کہ وہ بیع بلا ٹمن قرار پائے گی، تو وہ شیع کے حق میں استقاط نہ ہوگا، مشتری کے حق میں صحیح ہوگا اور مشتری کو ٹمن سے برأت ہوگی (دست)۔

خط كل الثمن لا يلتحق باصل العقد،
لانه لو اختلف لبطل البیع لانه يكون بیعا
بلا ثمن فلم يصح العقد في حق الشفیع و
صح في حق المشتري، وكان ابراهمه عن الثمن

فتاویٰ قاضی حان میں ہے،

قال بكتك هذه الشئ بعشرة دراهم ووجبت
لك العشرة ثم قبل المشتري البیع حیث ان
البیع، ولا یبرأ المشتري من الثمن
لا یجب الا بعد قبول البیع، فاذا ابراهمه
الٹمن قبل القبول كانت ابراهمه قبل البیع
فلا يصح ابراهمه - والله تعالى اعلم

مانع نے کہا میں نے تجھے چیز دس درہم کے بدلے
خودست کی اور میں نے تجھے وہ دس درہم کے پھر مشتری
نے بیع قبول کر لی تو بیع صحیح ہو گیا اور مشتری ٹمن سے
بری نہ ہوگا جبکہ ٹمن کا وجوب بیع کو قبول کرنے کے بعد
ہوتا ہے اگر قبول کرنے سے قبل مشتری کو بری کر دے
تو یہ سب سے قبل بری کرنا ہوگا جو کہ صحیح نہیں ہے (دست)
والله تعالى اعلم (دست)

مسئلہ از بہاریں شریف محمد مرشد نواب عبداللہ خان ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ
عنفی المذہب جاد کوہ پانی غیر مقلد برقی شفعہ حاصل ہے یا نہیں، بیس تو جہد ۱۔
الجواب

جیشک حاصل ہے، تمام کتب فقہ میں حکم شفعہ عام مطلق ہے، پابندی میں ہے،
الشفعة واجبة للعقد في نفس البیع، ثم
میں بیع میں شریک کو شفعہ کا حق لازم ہے پھر بیع
للعقد في حق جميع كسرب والفریق، ثم
کے حقوق میں شریک کو جیسے زمین کو سیراب کر پالے
پانی اور اس کے راستے میں شرکت ہو، اس کے
بعد پڑوسی کو حق ہوگا۔ (دست)

سہ رد المحتار کتاب البیوع فصل فی التعرف فی البیع والٹمن دارالمیاد التراث العربی بیروت ۱۶۰/۴
سہ فتاویٰ قاضی حان کتاب البیوع فصل فی احکام البیع العاسد نوکشتورنگہ ۳۲۹/۴
سہ الہدایۃ کتاب الشفعۃ مطبع یوسفی مکنہ ۳۸۰/۴

در مختار میں ہے :

سبھا اتصال ملك الشفيع بالمشتوى بشركة
اد جوارله
شفعہ کا سبب خرید کردہ کے ساتھ شفیع کی ملک کا اتصال
بطور شرکت یا بطور پڑوسی ہو۔ (ت)

اسی میں ہے :

الشفعة للجار الملاصق
عالمگیری میں ہے :

اد اسلم الحلیط وجعلت للجار
جب شریک شفعہ چھوڑ دے تو پھر پڑوسی کا حق
ہے۔ (ت)

اسی میں ہے :

للجار حق لشفعة اد کا ابی رقہ طلب الشفعة
حين سمع السبيح
قاضی خاں میں ہے :

الشفعة حق شرع بطر من كان شريكاً
صدا لبيع
تو شریک پڑوسی کی رعایت کے لئے مشروع ہے
بلوقت بیع۔ (ت)

اصلاً کہیں یہ قید نہیں کہ مانع یا مشتری کا متقد ہو نا ضرور ہے ورنہ حق شفیع نہ ہو گا جو اس کا ادعا کرے کسی
کتاب معتبر میں دکھائے اور ہرگز نہ دکھائے گا، اور جب تمام کتب میں حکم بلا مشہد عام ہے، تو اپنی طرف سے
تخصیص کے قابل سماعت ہے، تا واقعہ جاہل کر یاں دہری شیعہ عارض ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ غیر متقد
شفعہ جار کا قائل ہیں، قروہ اپنے زعم میں اس مطالبہ سے بری ہے، دوسرے یہ کہ غیر متقد بہت مسائل
اصول دین میں قائل ہیں، وہ ایک دین ہی بدالانہ رکھتا ہے، تو ہمارے دین کے احکام اُسے
شامل نہ ہونگے، اور دوسروں شیعہ محض باطل و بے معنی ہیں، کتابوں میں صاف تصریح ہے کہ اگر کھلے کافر نے

۲۱۰-۱۱/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الشفعة	سے و سہ در مختار
۱۶۱/۵	فرانی کتب خانہ پشاور	الباب الثانی کتاب الشفعة	سے فتاویٰ ہندیہ
۱۶۵/۵	"	"	سے
۸۶۰/۴	فرکشور لکھنؤ	"	سے فتاویٰ قاضی خاں

دوسرے کے ہاتھ مکان بیچا اور مسلمان اس کا شفیع ہے، مسلمان کو شفعہ ملے گا۔ تو کھیلے کفار جی کے یہاں شفعہ سرے سے کوئی چیز ہی نہیں، اور وہ صراحتہ نفس اسلام سے منکر ہیں، جبکہ اپنے خیال میں عدم شفعہ یا مخالفت دین کے سبب شفعہ سے بڑی نہ ہوئے، تو غیر مقلد کو اصل شفعہ کا قائل ہے، اگرچہ شفعہ جواریں کلام کرے، اور دین اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے اگرچہ اپنے دعوے میں غلط کار ہو، کیونکہ اپنے خیال یا مخالفت مذہب کے باعث شفعہ سے بڑی ہو سکتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

لو اشتری دمی من دمی دارا بخمر او خمریو
و شعیبہ دمی و مسلمہ و جب الشفعة عند
اصحابہ
اگر کسی ذمی نے ذمی سے مکان بعوض شراب یا
خزیر خرید اور اس پر شفعہ کر لیا، ذمی ہو یا مسلمان
ہو اس کو ہمارے اصحاب کے نزدیک شفعہ کا
حق ہے۔ (د ت)

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے،

امسند والکافر و لکیر و اصفیر والدکسر
و لانی فی الشفعة لہم و علیہم سواء
مسلمان، کافر، بڑا، چھوٹا، مرد اور عورت
شفعہ ان کے حق میں ہو یا خلافت ہو سب
برابر ہیں، (د ت)

ہمایہ میں ہے،

اذا اشتری ذمی بخمر او خمریو انت کانت
شعیبہ مسدا اخذ لقیمۃ الخمر و الخمریو
و بالاسلام یناکد حقہ لان یبطل
منقطعاً
جب شراب یا خنزیر کے عوض کسی ذمی نے مکان خریدا
اگر مسلمان شفعہ کا حقدار ہو تو شراب اور خنزیر کی
قیمت کے عوض شفعہ حاصل کرے گا، اسلام اس کے
حق کو مضبوط بناتا ہے نہ کہ باطل کرتا ہے اور منقطعاً

بالجملہ ما علیہ اپنے کسی خیال و مذہب کے باعث اس حق کو مدعی کے لئے باطل نہیں کر سکتا، اور
جو اس کی ظاہر ہے کہ شرع مطہر نے حق شفعہ شفیع دفع ضرر کے لئے مشروع فرمایا ہے، مدعی کہ اپنا ضرر دفع کرنا
چاہتا ہے، مدعا علیہ یہ جواب کیونکر دے سکتا ہے کہ میرے خیال و مذہب میں تو اپنے ضرر کے دفع کا استحقاق نہیں

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الشفعة الباب الخامس عشر نوافی مکتب خانہ پشاور ۱۳۲/۵
۲۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة مطبع نوکلشور کھنؤ ۸۹۰/۴
۳۔ البدایہ کتاب الشفعة باب طلب الشفعة مطبع یوسفی نوکلشور کھنؤ ۳۹۰/۴

رکتہ، ایسا جواب کب قابل انتفاع ہو سکتا ہے۔ پداریہ میں ہے،

لا تضاع علی هذه الصفة اسماء متضاعف
فيه لدفع ضرر الجواراد هو مادة المضاعف
عن ما عرفت، والله تعالى اعلم

اس واقعیت کا اتصال پڑوس کے ضمیر کو
دفع کرنے کے لئے سبب ہے کیونکہ پڑوس
محال ضرر ہے جیسا کہ معروف ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳ مسنونہ محمد حیدر حسن خاں لاہوری ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان کا صندوق دست ہوا، شفیع جو خلیطی نفس المبیع
ہے اس نے خبر بیع سن کر فوراً طلب مراثیت کی ادا کے وقت چند اشخاص شفیع کے پاس موجود تھے اور اس جگہ
سے مکان میں بھی نظر آتا ہے، شفیع طلب مراثیت کر کے خود اشخاص مذکورہ کو ساتھ لے کر مکان میں لے گیا
آپ، سب آدمی مکان کے دروازے کے پاس کھڑے رہے اور شفیع مکان کے اندر چلا گیا اور وہاں پر وہ کرایا اور
پھر باہر آ کر سب آدمیوں کو مکان کے اندر لے گیا، تب شفیع نے طلب اشہاد ادا کی، شفیع اگر چاہتا تو جس جگہ
اس نے طلب ادا کی تھی اور وہاں سے مکان میں بھی نظر آتا تھا اس جگہ طلب ثانی بھی ادا کر سکتا تھا
یہ امر دریافت طلب ہے کہ شفیع نے جو دو تہیریں، سے سب تہا دیں ہیں، یہ دونوں تاخیری یا ن میں سے
کون مفضل شفع ہے یا نہیں، یتوانو جہودا

الجواب

صورت مستفروضہ میں نہ شفع باطل ہوا نہ طلب اشہاد میں تاخیر بُرتی، نہ یہاں طلب مکرر کی حاجت
تھی، بلکہ وہی طلب مراثیت جو اس نے دارمبیع کے سطر میں کی جہاں وہ مکان کے سامنے، اور حسب بیع ن
زبانی سائل صرف پچاس قدم کے فاصلہ پر تھا، وہی وہ دونوں طلبوں کا کام دے گئی، اصل یہ ہے کہ یہاں
طلب خصوصیت سے پہلے وہ طلبیں لازم کی ہیں، ایک بعد علم اگرچہ اس وقت وہاں اور کوئی نہ ہو، دوم
احدا العاقرین یا بیع کے سامنے، اور اگر وقت علم احدا بائنین حاضر یا بیع پیش نظر ہے، تو یہی طلب اول
دوم دونوں ہو جائیں گی، پھر طلب اشہاد میں حاضرین سے یہ کتنا کچھ ضرور ہیں کہ تم گواہ ہو جاؤ، بلکہ فی الواقع
دونوں میں سے کسی طلب میں گواہوں کا موجود ہونا ہی شرط نہیں، وہ صرف ثبوت دینے کے لئے درکار ہوتے
ہیں جبکہ مشتری، نکاح کرے تو گواہوں کے سامنے طلب مراثیت منظر مبیع میں کرنا بدرجہ اولیٰ طلب اشہاد

بھی ہے اگرچہ گواہوں سے نہ کہا ہو کہ گواہ رہو، اور یہیں سے ظاہر ہو کہ اس کے بعد شفیع کا شہود کو دروازہ پر پھر اندر لے جانا اور طلب کرنا سب فضول و زوائد از حاجت تھا۔ جس کی تاخیر بکاہ عدم سے بھی شفیع کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اور محارم میں ہے۔

بواشہد الی طلب المواثبة عند احد هؤلاء ای
بائتین والبعید کفالة وقام مقام
الطبیح
اگر شفیع کو طلب پران میں سے کسی کے پاس گواہ بنائے
یعنی خرید و فروخت کرے والدین اور بیٹے کے پاس تو
اس کو کافی ہے اور یہ عمل دوسروں طلب کے قائم مقام
ہو گا۔ (ت)

عائلیگی میں ہے

انما یحتاج الی طلب المواثبة ثم الی طلب
الاشہاد بعدہ اذا لم یجدہ، لاشہاد عند
طلب المواثبة بان سمع الشراء حال غیبة
عن المشتري والباہم والدار، اما اذا سمع عند
حضرہ هؤلاء الثلث (ای احدہم کما
لا یحیی) واشہد علی ذلک فذلک یکنیہ،
ویقوم مقام الطبیح، عند قرع حرات
للعقین
طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد کی ضرورت نہ
ہوگی جب طلب مواثبت پر وہ گواہ نہ بنا سکے، مثلاً
کہ شفیع نے خریداری کی جو مشتری، بائع اور طبع مکان
سے عاتب ہوئے پرسنی یکس جب ان کی موجودگی میں
نہ ہو، اس وقت گواہ بھی اس طلب پر قائم کرے
ہوں تو اسے کافی ہے اور یہ عمل دو طلب کے قائم مقام
ہو گا۔ خنزاد المفتین میں اسی طرح ہے۔
(ت)

تأویس و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے،
انما سمی الثانی طلب الاشہاد لان الشہادة
شرط بل لتکمہ اثبات الطلب عند جحد
محکم
تأویس و عقود الدریہ وغیرہا میں ہے،
انما سمی الثانی طلب الاشہاد لان الشہادة
شرط بل لتکمہ اثبات الطلب عند جحد
محکم

نتائج الامکار میں ہائے سے ہے،

۲۱۲/۶	مطبع مجتہدی دہلی	۱۰۴	۲۱۲/۶
۴۳۵	نورانی کتب خانہ دہلی	۱۰۴	۴۳۵
۲۱۱/۶	ولکشر کنٹر	۱۰۴	۲۱۱/۶

۱۔ لاشہد علی ہذا الطلب فلیس بشرط و
انما هو لتوثقة علی تقدیر لا سکار کما فی الطلب
الاولیٰ

دوسری طلب میں گواہ بنانا شرط نہیں بلکہ اس لئے گواہ بنائے
کہ مخالفہ کے اسکار پر اپنے حق کو ثابت کر سکے جیسا کہ
پہل طلب میں شرط نہیں ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں ہے ،

الاشہد علی طلب التقریر لیس بشرط
کما فی البیاد الثعلبیہ

طلب تقریر یعنی طلب ثانی میں گواہ بنانا شرط
نہیں ، جیسا کہ بیاد میں ہے۔ (ت)

چند پر میں فیض خرمی سے ہے ،

ام طلب الاشہاد فہو ان یشہد علی طلب
المواثبة حتی یتأكد ارجوب بالطلب علی
المور ، ولیس الا شہاد شرط لصحة الطلب
لکن یتوثق حق الشفعة اذا انکر المشتري طلب
الشفعة ۛ والله تعالیٰ اعلم۔

طلب اشہاد یہ ہے کہ طلب مواثبتہ یعنی پہل طلب
پر گواہ بنائے تاکہ فوری طور پر طلب کا وجوب پختہ
ہو جائے جبکہ صحت طلب کے لئے اس وقت گواہ
بنانا شرط نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ مخالفہ فریق
جب اسکار کہے تو یہ اپنے حق شفعہ کو مضبوط بنا سکے۔

واللہ اعلم ، ت

۳۴۸
۳۸
مسئلہ از ریاست راجپور مستور مفتی عبد القادر خاں صاحب مفتی ریاست راجپور

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۸ھ

مقدمہ فی الدین خاں نام جید احسن خاں و مسماۃ منورہ یک بنت محمد شفیع خاں میں مسل مع قادی مد حسندہ
بغرض ملاحظہ حاضر ہے ، بعد ملاحظہ رو داد و اولیات غرامات و اسات ذیل کا جواب عطا ہو ،
(۱) آیا جس حالت میں کہ شفیع کو اطلاع بیچ ایسی جگہ پہنچی کہ دار مشغومہ سے قریب ہو اور دار مشغومہ پیش نظر
ہو ، اس وقت شہود کے سامنے طلب و احد طلب مواثبتہ و طلب اشہاد دونوں کی جگہ کافی ہو جائیگی
یا دو طلب جدا گانہ کی حاجت ہے ؟

(۲) صورت مذکورہ میں اگر ایک بار طلب کر کے وہاں سے اٹھ کر دار کے پاس شہود کو لے جائے اور ہنوز
طلب ثانی نہ کرے ، بلکہ اندر جا کر پرودہ کرا کر شہود کو اندر لیجا کر وہاں طلب دوم کرے تو یہ تاخیر موجب

لے نتائج افکار فی کشف الزمور والاسرار تکمیل فتح القدیر کتاب الشفوع باب طلب الشفعة مکتبہ نوید رمویہ کفر ۸/۳۰۶

۳۴۸
۳۸
فتح المعین کتاب الشفعة باب طلب الشفعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۳۰/۴

۳۵
۳۵
فتاویٰ ہندیہ " باب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۲/۵

بطلان شفعہ ہوگی یا نہیں،

(۳) گواہوں کے سامنے اگر طلب بروہہ شرعی کر لی اور یہ نہ کہا کہ گواہ ہو جاؤ، تو طلب اشہاد میں کوئی خلل ہے یا نہیں؟

(۴) اگر طلب اول بروہہ کافی ایسے طور پر نہ کی کہ طلب اشہاد کے بھی قائم مقام ہوتی، اور چھپرہ کارروائی مذکورہ سوال دوم میں طایا، تو یہ دلیل اعراضی و مسقط شفعہ ہے یا اس قیاس پر کہ مصر واحد میں اقرب کو چھپرہ ذکر البعد کے پاس جانے سے حرج نہیں ہوتا شفعہ باطل نہ ہوگا؟

(۵) طلب اول کے جو الفاظ مدعی و مشاہدین نے بیان کئے ہیں، کیا وہ کافی دوانی ہیں جن سے وہی طلب قائم مقام طلبین ہو جائیگی یا نہیں؟ بالآخر حکم اخیر مطلوب ہے کہ اس روئے و مسل کی رو سے شفعہ ثابت ہے یا ساقط، یتنوا توجروا۔

الجواب

کائنات ملاحظہ ہوئے، پہلے تین سوالوں کا وہی جواب ہے جو قبل ملاحظہ مسل کیا گیا تھا شرع مطہر سے دو باتیں لازم فرمائی ہیں، ایک طلب بنور علم دوم اس طلب کا تعیین مطلوب بالکے یا مشتری یا مشغوع کے سامنے ہونا طلب دوم کی اتنی ہی حقیقت ہے خاص سے غرض کہ نہ تو وہ سبب و کچھ حاجت نہیں، نہ یہ کہ اصل حقیقت اشہاد ہے، اشہاد اعطائے مانع ہے یعنی دوسرے کے لئے اپنے تصرف پر تحصیل شہادت اور یہی ہے کہ حصول شہادت کے لئے شاہد کے سامنے صرف وقوع درکار ہے، نہ یہ کہ متصرف اسے اشہاد باللسان بھی کرے، یہاں تک کہ اگر متصرف بعد تصرف شاہد کو شہادت سے منع بھی کر دے، اصل مؤثر نہیں۔ فتح القدر میں ہے:

لا تفاق علی ان من سمع اقرار رجل، لہ ان
یشہد علیہ بما سمعہ، وان لو یشہد
بل و بوضوح من الشہادة بما سمعہ۔
اس پر اتفاق ہے کہ جس نے کسی شخص کا اقرار سنا تو
اس کو یہ حق ہے کہ اس کی سنی بات پر گواہی دے
اگرچہ اقرار کرنے والا اس کو گواہ نہ بنائے، بلکہ وہ گواہی
سے منع کرے تو بھی گواہی دے سکتا ہے (مت)

اور جب حصول شہادت ہے اس قول کے گواہ ہو جاؤ ثابت ہے، تو جو تصرف متصرف بمشہد شہود اس لئے کرے کہ وہ شاہد ہو جائیں، قطعاً وہ شاہد ہو جائیں گے، اور قطعاً ان کے لئے اسی وصف شہادت کا حصول اس لئے

ان بعد وہی الاقرب جار فکد ھد، لا
 اب یصد الی الاقرب ویضای الی، لا یصد
 ھیں تسلط ہے

اور یہاں بھی جو، بیروں، رہی طلب اس دور سے، اور اسے پھوڑ دے، درپور دے، یا رشو
 کو لے گی، اس وقت مسئلہ کی فوراً رہ پر رہ، کی وقت جا، پورا، اور درجہ میں خود ہے

جنواب سوال پہنچیم، باقی ہی دریاں رہی کے ملاحظہ سے جو کچھ ملاحظہ میں واضح رہا ہے
 اُن الفاظ کا کافی ہونا ہے، ماضی کے میں ان سے ہوتی ہے اور غائب کی امید سے، کہ واریں درجہ و
 شریعت علی انہیں احد نہیں ہے، لہذا میں، در تفریق سے کہ قبول کی طلب یہ ہیں، ملاحظہ و حسیہ
 امام کردی میں ہے،

یتحق طلب، و هو مواعن موافقة وقد ذکرہ
 اشہد و هو ان یشہد قائلًا طلبہا او عسارۃ
 یفہم مہا طلب لدار وین تراحد و
 شہد طلب کر رہا ہوں، یا کوئی در عسارۃ جس سے اس جاں کی طلب بھی ہے، کہ کر گاہ بنائے، اور مکان
 کے حدود بھی ذکر کرے۔ (ت)

محیط سرخی و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،
 فایضہم طلب الاشہاد بعصرۃ اشترک او
 ابنہ او لہم، یقول عند حضرۃ واحد
 مہم، ان قائلًا اشتری ھذہ الدار ودارہ
 ویندکس حدودھا الاربعۃ الم
 فتاویٰ ذخیرہ و نتائج الافکار میں ہے،

صورة هذه المطلب ان يحضر اشفيع عسارۃ
 اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع اس مکان

۱۴۶/۵ فورانی کتب خانہ پشاور
 ۶۳/۶ " کتاب الشفوعہ
 ۱۴۲/۵ " " کتاب الشفوعہ

الدار ویقول ان فلانا اشتري هذه الدار او
يحضر المشتري ویقول هذا مشتري من
فلان دار التی حدودها كذا الخ او البائع
ویقول هذا باع من فلان دار التی
حدودها كذا الخ

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے،

صورة طلب الاشهاد ان یقول الشفیع
للمشتري حین لقیه اطلب منك الشفعة فی
دار اشتريتها من فلان التی احد حدودها
كذا والثانی كذا الثالث كذا والرابع كذا
(الی قوله) ولا بد ان یبین انه شفیع یا شركت
او بالعبارة فی الحقوق ویبیح الحدود
لتعبد الدار معلومة

میں شرکت کی بنا پر شفیع ہوں اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (ت)
چاہیے میں ہے،

صورة هذا الطلب ان یقول انت فلانا
اشتری هذه الدار الخ
یہ محضر دار میں ہے، پھر فرمایا،

وعن ابی یوسف عن یسحق
قسیة السمیم و تحدیدہ
لانت المطالبة لا تصح الا

کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ تحقیق فلاں نے یہ مکان
خریدا ہے یا مشترک کے پاس حاضر ہو کر کہے کہ اس نے
فلاں حدود دار بعد وال مکان خریدا ہے یا بائع کے
پاس حاضر ہو کر کہے اس نے فلاں حدود والا مکان
فروخت کیا ہے الخ (ت)

طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ شفیع جب مشتری کے
پاس آئے تو کہے میں تجھ سے اس مکان کا شفعہ
طلب کرتا ہوں تو نے فلاں شخص سے خریدا ہے اور
جس کی حدود میں سے ایک یہ ہے اور دوسری یہ اور
تیسری یہ اور چوتھی یہ ہے (اس کے قول) اور
ضروری ہے کہ وہ بیان کرے کہ میں شرکت کی بنا
پر شفیع ہوں یا پڑوس کی بنا پر شفیع ہوں یا حقوق
میں شرکت کی بنا پر شفیع ہوں اور حدود کو بیان کرے تاکہ مکان متعین ہو جائے۔ (ت)

اس طلب اشہاد کی صورت یہ ہے کہ فلاں نے یہ مکان
خریدا ہے الخ (ت)

اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے
کہ طبع کا نام اور اس کی حدود کا ذکر شرط قرار
دیا گیا ہے کیونکہ مطالبہ صرف معلوم چیز میں

۱۔ نتائج افکار فی کشف الرموز والاسرار مکملہ فتح القدیر کتاب الشفعة والخصومة فیہا مکتبہ نوریہ رضویہ بکھر ۸/۳۱۱
۲۔ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الشفعة فصل فی الطلب نوکثر نکثر
۳۔ الہدایۃ باب طلب الشفعة مطبعہ یوسفی بکھر ۲/۳۹۱

فی معلوم

صحیح ہوتا ہے۔ (ت)

یہ غیبت دار و محض احد العاقبتیں میں ہے، غایۃ البیان علامہ آقائی میں مختصر اہام کرنخی رحمہ اللہ تعالیٰ ہے،
 یسعی الدار والارض والموضع و یحسد و
 حتی یستوثق لنفسه
 دار، زمین اور موضع کو نام لے کر ذکر کرے اور
 اس کی حدود کو بیان کرے تاکہ اپنے لئے معاملہ کو
 پختہ کر سکے۔ (ت)

اسی میں ہے ا

قال القدوری فی شرحہ ، وانما شرط
 ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ تسمیۃ المبیع
 والتحدید ، لان المطالبة لا تصح الا فی
 معلوم ، فاذا اشہد علی الطلب ولم یبین
 المطلوب لم ینکن للمطالبة احتصاص
 ببيع دون مبيع ، ولا یتعلق بها
 حکم یت
 قدوری نے اپنی شرح میں ذکر کیا کہ امام ابو یوسف
 رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیع کا نام اور اس کی حدود
 کو ذکر کرنا شرط قرار دیا ہے کیونکہ مطالبہ معلوم چیز
 میں ہی صحیح ہوتا ہے تو جب اس نے طلب اشہاد
 کیا اور مطلوب کو نہ بیان کیا تو پھر مطالبہ کا احتصاص
 کسی ایک بیع سے نہ ہو سکے گا اور نہ ہی حکم کا
 تعلق اس سے ہوگا۔ (ت)

یہاں جبکہ دائر مشغور سامنے ماضی تھی، اشارہ ضرورتاً، اس کا ذکر مسل بھر میں کہیں نہیں، لہذا
 حکم وہی چاہئے جو امام قدوری نے فرمایا، لا یتعلق بها حکم (نہ ہی حکم کا تعلق اس سے ہوگا۔ ت)
 ایسی مہل طلب پر کوئی حکم نہیں ہو سکتا، دوسرا فتویٰ مدخلہ مدعی کا غلط ہوا، وہ صحیح نہیں اور اس پر کلام اسی
 فتویٰ فقیر سے واضح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاست رامپور محلہ مستور جناب علام حبیب خاں صاحب عرف بدھن میاں صاحب
 ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں، کہ زید و تکر ایک باغ میں
 نصف نصف کے شریک تھے، زید نے اپنا حصہ نصفی بدست مالہ بیع کیا، تکر بھی شفعہ دعویٰ دار ہوا، اور

بکھرے گواہین طلب موافقت و اشہاد و برائے عدالت پیش کیں۔ گواہین بکر کا بیان ہے کہ جس وقت فجر سے حال بیچ کا ظاہر ہو تو گھر کا کھڑا ہو گیا، اور فوراً اس نے یہ کہا کہ جس قیمت واقعی کو نصف بانٹا بیچ ہوا سے اسی قیمت کو میں نے بھی شفعہ خودی، پس یہ امر یعنی بیٹے سے کھڑے ہو کر طلب موافقت کرنا داخل تاخیر ہے یا نہیں، دویم یہ کہ بعد طلب موافقت بکر کا چھڑی بیٹے گھر میں جانا اور گھر میں سے فوراً واپس آکر مشتری کے کان پر جانا اور وہاں طلب اشہاد بجا لانا شرعاً تاخیر میں داخل ہے یا نہیں؟ بیعت و اتواجر و ا۔

الجواب

۱۔ طلب اشہاد کو جانا تھا اُس کے بعد اور شیعہ کی حالت پر نظر کی جائے، اگر یہ اتنی دور بے عصابی ہو سکتا تھا تو چھڑی بیٹے کے گھر میں جانا اور اس کے گھر پر فوراً آکر ردایا ہونا داخل تاخیر نہیں اگرچہ اس کی تلاش میں اس میں ہسٹ ہو گئے ہوں کہ امور نہ درست شرعاً مستثنیٰ ہیں، اور اگر تلاش دیر کے بعد کی یا بل جانے کے بعد ضرورت و پریشانی یا سہ سے بے عصابی حالت ہی نہ تھی صرف حسب حادثات یا تھیں بیٹے کے یہ دیر کی تویر ضرورتاً تاخیر ہے اور داخل بعد نہیں، یہ طلب اشہاد میں تھا، یہ طلب موافقت سے پہلے اس کا کھڑا ہونا اور بعد قیام، لانا ملک اور کرنا وہ مطلقاً مسقط شفعہ و قاطع ضرر ہے، بلکہ ضرر دکن رقیام سے محسوس بھی نہ کی تو ردیت صبیحہ پر بھی شفعہ کی گنجائش نہ رہی، نتیجہ میں یہ ہے۔

طلب الاشهاد مقدور بالتکون من الاشهاد
 فحق تکون من الاشهاد عند حصره واحد
 من هذه الاشياء ولم يطلب الاشهاد لطمت
 شعبه نفي لاصح من المشتري، ليداني
 محيط اسرسي

طلب اشہاد کسی ایک کے پاس نہ بنائے کی قدرت
 پر موقوف ہے تو جب کسی ایک کے پاس اس کو
 گواہ بنائے کی قدرت نہ ہوئی اور اس نے طلب نہ کی
 تو اس کا شفعہ باطل ہو جائے گا تاکہ مشتری کے
 ضرر کو ختم کیا جائے، محیط سخری میں ایسے ہی ہے (تہ)

اسی میں ہے۔

اشمیع اذا علم في الليل ولم يقدر على الخروج
 والاشهاد في كذا في الحدود في العادى.

جب شیعہ کو خریداری کا علم رات کو ہوا اور جب کہ
 اشہاد کی طلب پر قادر ہوا الحدادی فی العادوی میں
 یرون ہے۔ (تہ)

فتاویٰ امام اہل قاضی خاں میں ہے،

طلب المراثۃ فوتہ عور علم الشہیم بالسیع و
روی ہشاد عن محمد - الی - شعورہ اطلب
حو العلم و محضہ و ملہ تعالیٰ اعلم
طلب مراثت لا وقت شہیم کو بیع کے علم - عور عہ
سے، اور ہشام نے امام محمد سے روایت کی ہے کہ
علم کے فور بعد طلب کر شرط قرار دیا گیا ہے، "عہ
وانتہ تعالیٰ اعلم دت،

مسئلہ ۳۲ از موضع شوپری تحصیل آہور ضلع بریلی مسئلہ واحد علی حاں، ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۱ء
ایک بڑے قطعہ اراضی میں جو صرف ایک زمیندار کی ملکیت ہے اور بہت سے اثنی میں بطور دی یا اسس
اراضی میں اپنے اپنے صرف ہاگ سے مکان تیار کر کے رہتے ہیں جب تک وہ آباد رہتے ہیں، ان سے زمیندار
کچھ مزاحمت میں کرنا اور روقت بھاگ جانے یا اٹھ جانے کے اس طرہ وغیرہ کا زمیندار ملک ہو جاتا ہے، یا
بروقت فروخت کر ڈی، تختہ، ایسٹ وغیرہ زمیندار اس قیمت سے چارم لیتا ہے، لیکن کسی باشندہ کو زمین فروخت
کرنے کا اختیار نہیں ہے، ایسی حالت میں جب ایک باشندہ اپنا طرہ وغیرہ کسی دوسرے باشندے کے ہاتھ
فروخت کرے، تو غیر اشخاص جو عید کے طعن رہتا ہے، دعویٰ حق شفعہ کرتا ہے، تو یہ دعویٰ اس کا صحیح ہے یا
باطل ہے، اور اگر ملک زمین ریسیدر مذکورہ اعوان اپنے حق شفعہ کرے تو نہ کر سکتا ہے یا نہیں،

الجواب

جبکہ وہ زمین کا مالک نہیں، اور تنہا ملو جیتا ہے، تو اس میں ہرگز حق شفعہ نہ جاد کو ہے نہ مالک میں
زمیندار کو، درختا رہیں ہے،

لا تثلث فی بء و یحل بیع قصد و لو یحرم
حق لقرآنہ بالاعتقاد - واللہ تعالیٰ اعلم
ممارت اور درخت کی قصد بیع میں شفعہ ناست
نہ ہر گز وہ برقرار رکھے کی شرط بھی رکھی ہو، بالاعتقاد
وانتہ تعالیٰ اعلم دت

مسئلہ ۳۳ از شہر بریلی فراشی محلہ مسئلہ مقصود علی حاں ۶ محرم ۱۳۶۲ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فہر، اسال سے، وہ شرائط شفعہ طلب کر سکتا ہے
یا نہیں، اور اس کی اختیار طلب شفعہ کا شرعاً حاصل ہے یا نہیں، جینوا فوج روا۔

الجواب

شفہ طلب کر سکتا ہے، اور اگر اس انتظار میں کر مجھے طلب کا اختیار ہے یا نہیں طلب نہ کیا تو اب نہیں کر سکتا انصوات السواشیہ (مواثبت کے فوت ہونے کی وجہ سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع ریوڑ، ڈاک خانہ موڑ، ضلع مراد آباد، مستور محمد اسماعیل صاحب کارندہ ۱۳ شعبان ۱۳۲۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرو نے اپنا مکان زید کے ہاتھ فروخت کیا زید اس مکان میں خریداری کا نہ تو شفہ رکھتا ہے اور نہ اس مکان پر قبضہ ہے، اور نہ اس کے پاس کر یہ پر ہے

بغلاف زید کے بچہ کا مکان عمرو کے اس

مکان فروخت شدہ کے درمیان دیوار

کے نیچے واقع ہے، ایک درمیانی

دیوار عمرو کے مکان اور بچہ کے مکان کو

قطع کرتی ہے، اگر اس مکان کا شفیع

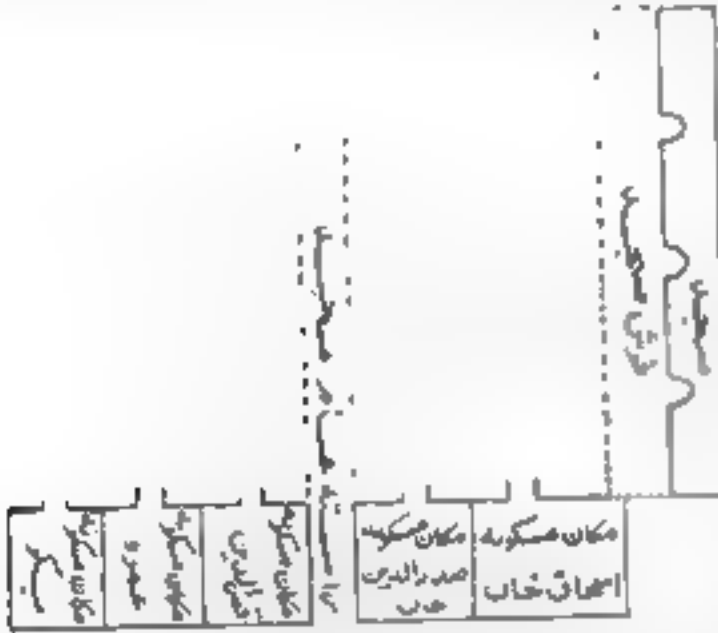
ہے اور کچھ ماہ پیشتر سے یہ مکان کمرے

کرایہ پر لے کر اپنا قبضہ کر رکھا ہے،

اور اس نے جامع مسجد کے پیش امام

صاحب اور اکثر مسلمانوں کے روبرو

اس زید والے مکان کے خرید لینے کا



اعلان کیا ہے، زید والے مکان میں کئی حصہ دار ہیں، مہملان حصہ داروں کے کہ جو آپس میں بھائی بہن کا رشتہ رکھتے، ایک حصہ دار کا معاہدہ ہو چکا ہے کہ مکان کمرہ دیا جائے گا، اور اطمینان کے لئے پیشتر یہ رلیو کرایہ نامہ قبضہ کرایا گیا ہے، زید نے یہ مکان جامع مسجد کے لئے چندہ فراہم کر کے خرید کیا ہے، جامع مسجد اس مکان سے چار مکان درمیان میں دسے کرواقع ہے، مسجد نہ تو بچہ کے مقابلہ میں شفہ رکھتی ہے، نہ مسجد کے کسی صرف کا یہ مکان ہے، مشتہا جاتا ہے کہ ایک صاحب نے کہ اپنا مکان جامع مسجد کو عاقبت دیتے ہیں، یہ شرط کی ہے کہ اگر وہ مکان جو بچہ کے پاس بطور کرایہ کے ہے، اور جس میں وہ شفیع ہے بطور قیمت مسجد کے نام خرید لیا جائے گا تو میں بھی باقیمت مکان دسے دوں گا، غالباً بچہ کی ایذا رسانی اور تکلیف بد نظر رکھتے ہوئے یہ شرط لگائی گئی ہے، بچہ کو اولیٰ تو مکان دیا بھی نہیں جاتا، اور اگر براہست دینا گوارا کیا جاتا ہے تو قیمت بے حد اضافہ کر کے دینا بیان کیا جاتا ہے، بچہ اضافہ قیمت کو بالکل گوارا نہیں کرتا اور وہ ہرگز اس بات پر رضامند نہیں کہ کچھ بھی اضافہ دے

ایسی ضرورت میں کیا مسجد کو ایسی خریداری جائز ہے، اور زید کا اصلی قیمت سے اضافہ لیا کس حد تک داخل حسنت ہوگا اور زید کو ایسا کرنے میں کچھ ثواب مل سکتا ہے جبکہ اگر مکان کے شفیع کا حق باطل کیا جا کر مکان خریداجائے، اور پھر مسجد کی منفعت کے لئے قیمت اصلی سے زائد بڑھا کر دینا گوارا کیا جائے، باہم مسئلوں میں اس بارے میں اتفاق نہیں، اکثر اس مکان کی خریداری کے خلاف ہیں کیونکہ مسجد ایک سوکھی روپیہ کی معرکہ منہ ہے وہ ادا ہونا چاہئے، پھر شامیاء اذہر میں پڑے ہیں جس کے نہ ہونے سے غازیوں کو تکلیف ہے، ایک مکان میں مسجد کے فرش پر واقع ہے اس کو خرید نہیں کیا جاتا ہے، اس غرود والے مکان سے پہلے کچھ دن ایک مکان اور مسجد کے سنگے کا فروخت ہو گیا وہ نہیں خرید کیا گیا، مسجد کے بعض ممبران کی رائے اس مکان کی خریداری کی نہیں، مسجد کے پیش امام کو معلوم تھا کہ یہ مکان بکرنے خریداری کی نیت سے کرایہ پر لیا ہے، اور بکرو کو تنگی مکان کی سمت تکلیف ہے، جواب براہ کرم پشت عربیہ ذرا پر مہر وغیرہ سے مرتب فرما کر رحمت فرمایا جائے، جواب کے لئے پتہ یہ ہوگا، بمقام موضع ریوندہ ڈاکخانہ سونڈہ، صلح مراد آباد، ڈیرہ ہینڈاری میں پہنچ کر محمد اسماعیل خاں کا زندہ کوٹے۔

الجواب

قبل بیع شفیع کا کوئی حق نہیں، نہ پہلے سے اس کے پاس کرایہ پر چرما، یا اس کا اعلان کرنا کہ میں اس مکان کو خریدوں گا، یا پیشتر کسی حد سے عاقد ہو جاؤ۔ کوئی ترجیح دے سکتا ہے، بعد بیع خبر پاتے ہی اگر طلب حواشی و طلب اشہاد بجالائے تو اس وقت ان کا حق ثابت ہوتا ہے، اور اس حالت میں اسے اضافہ کی کیا ضرورت، جتنے کو بیع ہوا اتنے ہی میں لے گا، یہاں سوال میں یہ ہے کہ بکرو سے اضافہ مانگتے ہیں اور وہ اضافہ پر راضی نہیں، یہ اگر یوں ہے کہ وہ طلب مذکور بکا نہ دیا، یا اس کے بعد خریدنا چاہا، اور اضافہ پر راضی نہ ہوا تو اس کا کوئی حق نہ رہا، اور اسے نہ دینا اصلاً ظلم نہیں، اور دوسرے کا شفیع نہ ہونا اسے کچھ فائدہ نہ دے گا جبکہ خود اس کا شفعہ نہ رہا، باقی جوابات میں سوال ہیں کہ دوسرے نے اس مکان کی خریداری پر اپنا مکان مفت دینے کو کہا یا مسجد پر قرض ہے، یا شامیاء نے ادھوری ہیں، یا قریب کا مکان پہلے بکا، نہ خرید، اب موجود ہے، سے نہیں یہ جاتا، بعض ممبروں کی رائے اس کی خریداری کی نہ تھی، امام کو بکرو کا ارادہ معلوم تھا، بکرو مکان کی تکلیف ہے، سب بے علاقہ باتیں ہیں، چندہ چندہ دہندوں کی ملک رہتا ہے، اگر انہوں نے سپرد متولی مسجد نہ کر دیا تھا، اس سے پہلے یہ مکان مولے کے ہاں مسجد کیا، جب تو یہ سوال ہی متعلق نہیں کہ اصل قیمت سے زیادہ لینے میں کوئی گناہ برا، خریدار کو اختیار ہے جتنے پر چاہے مضاد ہے۔

قال اللہ تعالیٰ الا ان تكون تحارة عن تراخص اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مگر یہ کہ کوئی سود اتھاری باہمی

رضا مندی کا ہو۔ (د ت)

منکوحہ

سنة القرون الحکیم ۲۹/۴

اور اگر پھر متولی مسجد کو دیا، متولی نے اصل قیمت سے زائد کو خرید لیا، تو اگر زیادت فاحش ہے اور اس میں کوئی مصدقہ
 راجحہ مسجد کی نہیں، تو بیشک وہ گنہگار ہوا اور تادون مسجد کو دے گا، یا بیع فسخ کی جائے گی واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ از ضلع شاہجہان پور ڈاکخانہ جگم پور پور پور واسے پور مسطور علی حسن خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تیرہ نے اپنی زمین بیچنے کا ارادہ کیا تو غزوہ کو گند بھیجا، غزوہ نے
 کل تین ہزار روپیہ اس زمین کا لگایا، زیادہ سے اس کا ریکارڈ کچھ کے ہاتھ زید نے اپنی زمین نہ کوہ فروخت کر دی
 پانچ ہزار روپیہ، اب غزوہ بذریعہ حق شعہ اس زمین کو لینا چاہتا ہے، دونوں کا یعنی غزوہ و تیرہ کا زید کی زمین سے دہرا
 ملا ہے، اور غزوہ نے بیع زمین نہ کوہ کے وقت سے بہت روز کے بعد اپنی ماحولی ظاہر کی، ایسی صورت میں غزوہ کو
 حق شعہ اس زمین میں بیع کا حاصل ہے، اور بیع اول مائل ہو جائے گی یا اس کے عکس، بیتہ او تنصرو

الجواب

بیع سے پہلے غزوہ کا خریداری سے اس کا ریکارڈ کر دینا اس کے حق شعہ کو ساقط نہیں کرتا، اگر بکر کے ہاتھ بیع کی
 خبر سے ہی غزوہ طالب شعہ ہوا واپنی طلب پر گواہ حسب قاعدہ کہ سے تو اسے دعویٰ شعہ پہنچتا ہے، اور اگر
 دیر کے بعد ماحولی ظاہر کی اور طالب شعہ ہو تو اس کا حق ساقط نہ ہوگا، واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب القسمة

(تقسیم کا بیان)

مسئلہ از پہلی صحت یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ میری اس مال کی چار پسر دوست محمد، حفیظ اللہ، کوثر اللہ، رحمت اللہ، دو دختر جو ان، مرقیہ وارث ہوئے، کو جو اللہ نے وفات پائی، اس کا بیٹا تنخواہ رحمت اللہ فوت ہو، اس کی بیٹیاں انجوبہ و محمدی ہیں۔ دوست محمد، حفیظ اللہ، تنخواہ نے جائیداد متروکہ مشترکہ کی تقسیم کے لئے نزدیک پنج مقرر کا مگر جو ان، مرقیہ انجوبہ، محمدی اس پنجائیت میں اصلاً شامل نہ تھیں، پنج کے تمام جائیداد متروکہ جس میں ان سب کے حصص شریعہ تھے، صرف انھیں تین وارثوں پر جسوں نے اسے پنج کیا تھا تقسیم کر دی، اور پنجائیت نام میں لکھ دیا کہ حصہ شریعی دختران اکبر اور دختران رحمت اللہ کے ہر سہ فریق بقدر ہر سہ ذی وارث رویندار رہیں گے، وہ چاروں حوزہ میں اس تقسیم پر راضی نہیں، اس صورت میں یہ پنجائیت صحیح و نافذ ہے یا نہیں، اور پنج نے جو تقسیم کی وہ بحال رہے گی یا توڑ دی جائے گی؟ یتقوا تو جسدوا۔

الجواب

یہ پنجائیت محض مہل اور تقسیم یہودہ و مختل ہے، پنج کو باقی وارثوں کے حصص میں تصرف کا کس نے اختیار دیا تھا، حکم پنج کا صرف انھیں تک ہوتا ہے جو اسے پنج کریں، باقی کسی پر کچھ ولایت نہیں رکھتا۔ ہدایہ میں ہے: حکمہ لا بد منه بعدہ الفحکم مسہ یہ اس کا حکم و لازم نہ ہوگا کیونکہ اس کی طرف سے حکم نہیں ہے۔

تقسیم کے معنی یہ ہیں کہ جسے جدا جدا ہو جائیں، یہاں جدائی نہ ہوتی کہ چاروں عورتوں کے حصے سب میں منقطع ہیں، تو یہ تقسیم شرعاً نہیں۔ ہدایہ میں ہے :

ماستحقاق لعن شائع طهر شریک ثالث
لھما وبقسمہ بدون مراءاة ماطلة
چیز کے کچھ شائع حصہ میں استحقاق پائے جانے سے ایک
تیسرا شریک بھی پہلے دونوں کے ساتھ ظاہر ہوا جبکہ
شریک کی رضا کے بغیر تقسیم باطل ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے :

ماستحقاق حر۔ شائع بعد مراءاة القسمہ
وہو الاخراریک
شائع چیز میں استحقاق کی وجہ سے تقسیم کا معنی فوت
ہو جاتا ہے اور تقسیم یہ جدا کرنا ہوتا ہے۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں، اگر چند ورثہ قاضی کے یہاں رجوع لائیں کہ مورث نے انتقال کیا اور یہ ترک چھوڑا، ہم میں
تقسیم ہو جائے، اور گواہی یہ کہ جیسے سوا کوئی وارث نہیں، قاضی تقسیم کر دے، پھر وارث ظاہر ہو جو کل ترکہ
میں سے کسی حصہ شائع مثل سہس یا ثمن وغیرہ کا مستحق ہو، تو بالاجماع وہ تقسیم توڑ دی جائیگی۔ ہدایہ میں ہے :
لو استحق لصیب شائع فی السکل نفسه بالانفاق
اگر کل میں سے کسی شائع حصہ کا کوئی مستحق ظاہر
سوا تو بالانفاق تقسیم فسخ ہو جائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے :

لا یلزم بوقیة القسمہ تصور انکال متفرق نصیبہ
فی نصیبہ یک
کیونکہ اگر تقسیم کو باقی رکھا جائے تو تیسرے کے نقصان ہوگا جو
اس کو اس کا حصہ باقی دو حصوں میں متفرق ہو گیا۔ (ت)

بعد قاضی کی تقسیم جس کی ولایت علم رکھتی ہے، اور وہ بھی ایس طرح کہ اُس نے دانستہ کسی وارث کو
خبر نہ پہنچایا تھا، بعد ظہور وارث دیگر کے یقیناً فسخ کی جاتی ہے تو بچ کی تقسیم جس کی ولایت فقط اس کے بچ کرنے
والوں پر ہے، اور وہ بھی یوں کہ اس نے دیدہ دانستہ اور وارثوں کے ہوتے ہوئے ترک صرف تین پر باسٹ دیا،
اور باقیوں کو حصہ رسد ہر ایک کے حصہ میں سے بکرا انکرا لینے کا مستحق ٹھہرایا، کیونکہ قابل تقسیم ہو سکتی ہے، پس
صورت مستفسرہ میں واجب ہے کہ وہ پنچایت رد کی جائے اور وہ ناروا تقسیم توڑ دی جائے، اور از سر نو سب وارثوں
پر تقسیم شرعی عمل میں آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹/۴	مطبوعہ برسنی کھنہ	باب دعوی الماط فی القسمہ	کتاب القسمہ	۱۹/۴
۱۸/۴	"	"	"	۱۸/۴
۱۹/۴	"	"	"	۱۹/۴

مسئلہ ۴۵ از ریاست رامپور، محلہ کندہ، مسئلہ کہ جناب محمد سعادت علی خاں صاحب ۲۶ شوال ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص چند گھروں کے جو ایک شہر
میں ہیں بالاشتراك مالک ہیں، ایک حصہ دار ان گھروں میں سے اپنے حصہ کی تقسیم چاہتا ہے، اور وہ اپنے حصہ
سے بعد عظیمہ ہونے کے بھی نفع اٹھا سکتا ہے، اور وہ چاہتا ہے کہ ہر گھر میں سے بھر کو عظیمہ حصہ ملے، ایسی حالت
میں از روئے شرع شریف سب گھروں کی یکجائی تقسیم کی جائیگی یا ہر گھر کی جدا گانہ تقسیم ہوگی؟ یتوا توجروا۔

الجواب

اگر ہر مکان میں اس کا حصہ قابل انتفاع ہے تو ہر مکان سے جدا جدا اسے حصہ دیا جائے گا، ہر گھر میں
عظیمہ تقسیم ہوگا۔ درمختار میں ہے ۱

دور مشترکہ قسم کل وحدہا منفردۃ	چند مشترکہ مکانات میں ہر ایک مکان کو جدا جدا تقسیم
مطلقا ولو متلازقة وقف محبتین او	کیا جائے گا اگرچہ وہ آپس میں ملے ہوئے ہوں یا
مصرین ۱ و لله تعالیٰ اعلم	دو محلوں میں یا دو شہروں میں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۲

کتاب المزارعة

(مزاحمت کا بیان)

مسئلہ مستور فی مبارک اللہ اور سلسلہ تصنیف براداریہ ۲۶ رجب ۱۳۲۹ھ

(۱) شرع شریف کے نزدیک کاشتکار کوئی حق موروثیت جیسے قانون انگریزی کے اندر ہے کہ جو شخص بارہ سال سے زائد ایک زمین کو کاشت کرے تو زمیندار کو پھر کوئی مجاز بیہ غمی وغیرہ کا نہیں رہتا، مسلسل ہے یا نہیں، اگر ہے تو خیر اور حق۔

(۲) نہیں یہ کاشتکار حلف تلف اور ظالم ہے یا نہیں،

(۳) اور اس وقت یہ کاشتکار جو زمین کو نہیں چھوڑتا ہے اور لیجان حیثیت زمین سے کم دیتا ہے، اور زمیندار بحیثیت قانون انگریزی دعویٰ سے مجبور ہے، تو یہ کاشتکار قبیح قانون انگریزی کا، اور مقدم و مزاح قانون کا حکم شریعت پر ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ظالم اور زمیندار مظلوم ہوا یا نہیں؟

(۴) اور اگر کوئی زمیندار زمیندار کاشتکار کے دعویٰ بے دخلی مجبوراً دائر کرے تو صرف اس کا جو کچھ کپہری میں ہوا، اس کے لینے کا مستحق ہے یا نہیں؟

الجواب

مجرد مرور مدت سے کچھ نہیں ہوتا اگرچہ جس برس کاشت کرے، جب مدت اجارہ ختم ہو گئی شرعاً

اُس سے نکال کر دوسرے کو دیا مطلقاً جائز ہے، خواہ زمین ملوک ہو، یا موقوف، یا سلطانہ۔ رد المحتار میں
اوائل بیوع میں ہے،

اما مجرد وضع اليد على الدكان وحوها و
كونه يستاجرهما عدة سنين بدو من شئ
مما ذكر (او ياتي) فهو غير معتبر، فلم يجز
اخراجها من يده اذ اصبحت صدقة اجارته
و اي جاره لغيره كما اوضحنا في رسالتنا
تحرير العباسية

ہاں اگر زمین قابل زراعت تھی اس نے اُسے بنایا، کمایا، اس میں چرگزی وغیرہ کھودے یا اس میں اپنی دوسری
زمین سے لا کر مٹی کھپائی یا پٹرنگاٹے یا کوئی عمارت بنائی،

ويقال للدولي الكراب والاحرد هو ما اذا
اصاب فيها شيئا من حنك كتراب و حرس
وساء الكورار، والقبعة، وادافه

الحديث يفسر جدكا اوكد كالفن كان مما
لا ينقل ويركب للمقرر كالبنار والافلاق يفسر
سكنى، وكل يقابل مسكة، ومشد مسكة، وهناك
اطلاقت اخرها يعبر من مسافة العقود ويجمع بين عايدین

بھی یہاں میں جیسار عتود الدریۃ کے باب مسافۃ اور ابن عابدین کے بیوع سے معلوم کیے جاسکتے ہیں (ت)
تو اگر وہ زمین ملوک نہیں بلکہ سلطانہ ہے یعنی بیت المال کی جسے یہاں سرکاری کہتے ہیں، یا وقف ہے
تو ائمہ ان کا ردہ انہوں سے اس کے لئے حق قرار ثابت ہو گا کہ بلا وجہ شرعی وہ زمین کبھی اس کے قبضہ سے نہ نکال
جائے گی، اور وہ مرہائے تراکس کا بیٹا اس کے قائم مقام ہو گا، مع تفصیل مذکورہ فی الفقہ جامع الفصولین
وجیز میں ہے،

بني المستاحصرا و غرض في ارض الوقف — اجاره پر لینے والے نے وقف زمین میں تعمیر کیا یا

فی اوقات الحصاص حاوت اصله وقف و
عمارتہ لرجل، وھو کلا یرضی ان یتاجر ارضہ
یا جرجل التل، قانونان کات العاقۃ بحیث لو
رفعت یتاجر الاصل پاکثر مما یتاجر
صاحب التاء، کلف رفعہ، ویؤجر من
عیرہ، والا یتکلف یدہ بذلک الاجراء
یعیدانہ احق من غیرہ حیث کان ما یدفعہ
اجرا المثل۔

اسی کے وقف میں ہے،

حیث کان یدفع احرقۃ مثلھا لم یوجد ضرر
علی الوقف فتکلف فی یدہ فلو مات کانت
لورثتہ الاستبقار، ۱۶۱، ذاکن فیہ ضرر
علی الوقف بوجہ ما، بان کان ھو او وارثہ
معلی، دوسری العامۃ، او متغلبا
یحشی علی الوقف ھو او غیری ذلک من
انواع الضرر

عقود الکریم میں ہے،

سئل فی دی مکة ف، رخص ترکھا
ثلث سنوات اغتیارا منہ بلون
عد شرعی، فھل سقطت مکة،
الحواب سقط حقہ بالترك

خصاف کے باب اوقات میں ہے کہ دکان کی زمین
وقف ہے اور اس کی عمارت کسی شخص کی ہے اور
وہ اس زمین کی مثلی اجرت پر راضی نہیں ہوتا تو عمارت
نے فرمایا کہ متولی کو چاہیے کہ اگر عمارت اٹھائی جائے
ہو تو زمین کسی دوسرے کو پہلے کی نسبت زیادہ اجرت
پر دے دے اور پہلے کی عمارت، کھاڑنے پر مجبور
کریے اور دوسرے کو اجرت پر دے دے، اور اگر
عمارت کھاڑنا ممکن نہ ہو تو پہلے کے پاس اسی اجرت
پر رہنے دے۔ (ت)

اگر مستاح مثلی اجرت دیتا ہے اور وقف کو ضرر نہ ہو
تو اسی کے پاس رہنے دی جائے اور اگر وہ فوت
ہو جائے تو اس کے ورثہ کو باقی رکھنے کا حق ہو گا
ہاں اگر وقف کو کسی طرح اس میں ضرر ہو مثلاً دکان
بوسیدہ بن جائے اور ورثہ مفلس ہوں یا وہ لاپرواہ ہوں
یا وہ غلبہ پانے کی کوشش میں ہوں، اس سے
وقف کو خطرہ ہو یا کوئی کسی قسم کا ضرر ہو تو واپس آتے

ان سے کرایہ دار کی بنائی عمارت کے متعلق سوال
ہوا کہ وہ کرایہ دار تین سال سے اپنی مرضی پر دکان
کو چھوڑ رکھے بغیر عذر شرعی کے، تو کیا اس سے
عمارت پر اس کا حق ختم ہو جائے گا، جواب

کو باقی رکھنے کا حق ہو گا اگرچہ وقف کا نگران اس کا کرے
تاکہ دونوں جانب کی رعایت ہو سکے، مگر تنویر کے
بیان پر بنا کر دے ہوئے اور اس پر مولف نے
خیر الدین دہلی کی اشاعت میں فتویٰ دیا ہے، اس پر
ہم نے کتاب اجادات میں کلام کر دیا ہے اور یہ
بیان تجنیس میں مذکور کے متافی نہیں کہ دکانوں کے
مالک کو حق ہے کہ وہ تجاویزات کو اکٹھا کرنے پر مجبور
کرے کیونکہ تجنیس کا یہ بیان نجی ملکیت کے متعلق
ہے، جو فرق ہے کہ نجی مالک کسی اپنی ذاتی رہائش
یا فروخت یا فارغ رکھنے کے لئے کرایہ پر نہیں
دینا چاہتا بخلاف وقف شدہ زمین کہ جس کو کرایہ
پر دینے کے لئے ہی تیار کیا گیا ہے تو نگران کو
کرایہ کے بغیر چارہ بیس ہے تو کسی اجنبی کو دینے
رعایت ہے۔ (ت)

مگر یہی نگران کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کرایہ داروں
کو ان درختوں سے بے دخل کرے اور نہ ہی وہ
درختوں کو کاٹ سکتا ہے کیونکہ سلطان کی طرف سے
اس نگران کو صرف خراج وصول کرنے کا اختیار ہے
نہ کہ اس کو مکانہ اختیارات ہیں تاکہ مزارعین کا
جن کا وہاں درخت لگانے میں دخل ہے انکو وہاں
سے بے دخل کرے جبکہ ایسی زمینوں میں مزارعین کو درخت لگانے کا عام شہروں میں رواج ہے با حصار (ت)

۲۱۹/۲ ارگ بازار قندھار افغانستان
۱۹۴/۲ دار المعرفۃ بیوت

حیث لا یضد علی الوقف وان ابی الساطر
نظراً للجنائین علی ما مشی علیہ فی معتق
التنویر، والحق یہ المؤلف تبعاً للحدود الرضائی
وقد ما الکلام علیہ فی کتاب الاجارات،
ولایا قیہ ما فی التجنیس من ان لصاحب
المجاورت ان یکلف درفعہ، لانت دالت
فی الحانوت الملك، و الفرق ان الملك
قد یمتص صاحبہ عن ایجارہ، و یرید ان
یسکنہ بنفسہ، او یدفعہ، او یعطلہ بخل
الموقوف المعد للایجار، فانه لیس للساطر
لان یدفعہ، فایجارہ من دی الید باحرہ
مشدہ اولی من ایجارہ من اجنبی، لما
فیہ من انظر للوقف و دی یرید
کی نسبت قابض کو شلی اجرت دینا اس کے لئے بہتر ہو گا لہذا اس میں وقف اور قابض دونوں کی
رعایت ہے۔ (ت)

فتاویٰ خیرہ کتاب المزارعہ میں ہے،
لیس لصاحب التیار دفع ید یدہم عہا، و
لا قلع اشجارہم، اذا المفوض الیہ من
السلطان تناول الخراج، و لیس لہ
حلی فیہا، حتی یسلط نزع ید مزارعہا
الدینت صار لہم فیہا کما دار بعرس الاشجار
و التصرف بکائن مہم فی سائر الاعصار با حصار

سے بے دخل کرے جبکہ ایسی زمینوں میں مزارعین کو درخت لگانے کا عام شہروں میں رواج ہے با حصار (ت)
کتاب المساقات باب مشدہ المسکت
کتاب المزارعہ

رد المحتار کتاب الاجارہ میں قول مصنف ،

لو استاجر اسرض وقت ، وغیرہ فیہا
ثم مضت مدة الاجارة ، فلم يستاجر استبقاها
باجر المثل ، اذا لم يكن في ذلك ضرر
ولو ابي الموقوف عليهم الا القلم ، ليس
بهم ذلك بل
كتمت فرمایا ،

قيد بالوقت لما في الحيرية عن حاوی
الزاهدی عن الاسرار من قوله
بمخلاف ما اذا استاجر اسرضا ملكاً
ليس للمستاجر ان يستبقیها
كذلك انت ابي المالك الا القلم ،
بل يكلمه على ذلك ، الا اذا كانت
قيمة الغراس اكثر من قيمة
الارض ، فيضمن المستاجر قيمة
الارض للمالك ، فيكون الاغراس
والارض للغراس ، وقف
العكس يضمن للمالك قيمة الاغراس
فتكون الارض والاشجار له ، وكذا
الحكم في العسرية اعم مافی
اشاعی ۔

اقول واستثناء ما اذا كانت قيمة

اگر کسی نے وقت زمین کو کرایہ پر لے کر وہاں پودے
لگا سنے پھر کچھ مدت اجارہ جاری رہا تو اس کو
مثلی اجرت پر اس اجارہ کو باقی رکھنے کا حق ہے
بشرطیکہ اس سے ضرر نہ ہو اور اگر نگران ان کو ہٹانے پر
بضد ہو تو اس کو یہ حق نہیں ۔ (ت)

مصنف نے وقف کے ساتھ مقید اس سبب سے
جس کو خیر نے حاوی الزاہدی سے اس نے
الاسرار سے نقل کیا یہ قول کہ بخلاف جب وہ نجی ملکیت
کو اجارہ پر لے تو مستاجر کو اس دخل کی بنا پر
اس زمین کو باقی رکھنے کا حق نہیں ہے جبکہ
مالک ان درختوں کو اکھاڑ دینے پر مجبور ہو سکے بلکہ
مالک اس کو اس پر مجبور کر سکتا ہے ہاں اگر درختوں
کی قیمت زمین کی قیمت سے زائد ہو تو پھر مستاجر
زمین کی قیمت کا ضمان مالک کو دے کر درختوں اور
زمین کا خود مالک بن جائے گا ، اور اگر معاملہ
بالعکس ہو تو پھر مالک درخت اکھاڑ دینے کا
ضامن بنے گا اور درختوں اور زمین کا مالک
ہو جائے گا ، اور عاریتاً ہوئی زمین کا حکم بھی
یہی ہے اھ ، شامی کا بیان ختم ہوا ۔ (ت)
اقول (میں کہتا ہوں) اس کا درختوں کی قیمت کا

الغراس اکثر مبنی علی مسألة غصب
الساحة بالمهملة ، وفيها معترك عظيم
والا لارجح عندنا انه لا يملك الارض
كرب و ان كانت قيمة بناد و غرسه
كثير ، لقوله صلى الله تعالى عليه وسلم
ليس لعرق ظالم حق

در مختار میں ہے :

ان مصت المدة قلعها وسلمها فارعة
الات يغرم له السو حرقية البناء و
العرب مقلوعا و يتمدكه ، قال في
البصر اعادة لا يلزمه القم و لو
رعى السو حرقية القيمة كسار كس
تقصر يملكها جبراً على المستاجر
والا فبرص

زمین کی قیمت سے زائد ہونے کو مالک کے اختیار
سے مستثنیٰ کرنا یہ خالی زمین کو غصب کرنے پر
یعنی ہے اس میں عظیم معرکہ آرائی ہے جبکہ ہمارے
ہاں ارنج یہ ہے کہ مستاجر زمین کا جبراً مالک نہیں
ہی سکتا اگرچہ عمارت اور پودوں کی قیمت زمین سے
زائد ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد
ہے کہ ظالمانہ دخل کا کوئی حق نہیں ہے ۔ (ت)

اگر قیمت اجارہ ختم ہو گئی ہو تو مستاجر اپنے دخل کو
ختم کرتے ہوئے درختوں کو اکھڑا کر خالی زمین مالک
کو واپس کرے مگر یہ کہ اگر مالک اکھڑے درختوں
اور تعمیر کی قیمت کو برداشت کرے خود ان کا مالک
ہی ہوا ہے ۔ بحر میں دریا کہ اس سے یہ فائدہ ہوا
کہ مستاجر کو درخت اکھڑنا لازم نہیں اگر مالک
قیمت دے دے کو تیار ہو ، لیکن اگر درخت اکھڑنے
سے زمین کو نقصان ہو تو پھر مالک جبراً درخت لے سکے گا ورنہ مستاجر کی رضا سے درختوں کا مالک
ہی سکے گا ۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

قوله مقلوعا ، في الشو بلا لية ،
اعب ما مورما لكهما بقدرهما و
ما تن كقول " اكھڑے درختوں کی قیمت " شریعہ دہلی
نے فرمایا : یعنی درختوں اور تعمیر کے مالک کے اکھڑنے

۱۶۹/۱	امین کمپنی دہلی	باب احیاء ارض الموت	لہ جامع الترمذی ابواب الاحکام
۹۹/۶	دار صادر بیروت	کتاب الغصب	سنن الکبریٰ للبیہقی
۸۱/۵	آفتاب عالم پریس لاہور	باب احیاء الموت	سنن ابی داؤد
۱۶۳/۲	مطبع معتبائی دہلی	باب ما یجوز من الاجارة	سکھ در مختار کتاب الاجارة

وانت علی علم انت الشیخ یا ابی الفسوس
 خصوصاً والناس علی هذا ، وفي
 القلم ضرر علیهم ، وفي الحديث الشريف
 عن النبی المختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ
 وسلم لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ^۱ ^۲ ^۳
 وفي وقف الدار فی المنیة ، حافوت
 لرجل فی ارض وقف ، فابی صاحبہ
 انت یتاجر الامراض باجر المثل
 انت العمارۃ لو رفعت تستاجر
 بالحدک ثمر ما استاجرہ ، امر برفع العمارۃ
 و توجر فیہ ، و اکا ترک فی ید لا
 بذلک الا جبر و مثله فی
 البحر ^۴ قال ستاحب لانت
 فیہ ضرر ، یحرم عن المحيط ، و
 ظاہر التعلیل ترکھا بید لا ولو بعد فراغ
 مدة الاجارة لانه لو امر برفعها لتوجر
 من غیرہ یلزم ضرر ^۵ ، و
 حیث کانت یرفع اجرة مثلھا
 لم یوجد ضرر علی الوقف ،
 مت ترک فی ید لا لعدم
 الضرر علی الجانبین ^۶ ، الخ ، و

میں حرج بھی نہ ہو ، اور آپ کو معلوم ہے کہ شریعت
 ضرر کو برداشت نہیں کرتی خصوصاً جب عوام مبتلا ہوں
 جبکہ درخت اکھاڑنے میں ضرر ہے ، حدیث شریف میں
 حضور نبی مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
 "اسلام میں ضرر دینا اور ضرر میں مبتلا رہنا نہیں
 ہے" ^۱ ، اور درختوں میں غید سے منقون ہے کہ کسی
 شخص کی وقف زمین میں ٹکانا ہو اور وہ دکان والا
 مثلاً اجرت پر آئندہ اجرت پر انکار کرے جبکہ عمارت
 اتحادی جائے تو وہ زمین اس کی اجرت سے زیادہ
 اجارہ پر دی جاسکتی ہے تو اس مستاجر کو اپنی عمارت
 اٹھا لینے کا پابند کیا جائے اور وہ زمین غیر کو جارہ پر
 دی جائے ، ورنہ اسی اجرت میں اسی کے قبضہ میں
 رہے دی جائے ، اس کی مثل بحر میں ہے ^۲ ، ^۳ ،
 علامہ شامی نے فرمایا کیونکہ اس میں ضرر نہیں ، محیط
 سے بحر میں ہے اور علت کا ظاہر بتاتا ہے کہ اس کے
 قبضہ میں رہنے دی جائے ، اگرچہ مدت اجارہ ختم
 ہو چکی ہو کیونکہ اگر اس کو عمارت اٹھانے کا پابند
 کیا اور غیر کو دی جائے تو اس سے مستاجر کو ضرر ہوگا
 جس کا اتحادینے کے باوجود مثلاً اجرت نہ ملے تو وقف
 کو نقصان ہے لہذا اسی کے قبضہ میں رہنے دی جائے
 اس میں دونوں فریقوں کی رعایت ہے الخ ، اور

۱۳۱/۲	دار العرفۃ بیروت	کتاب الاجارۃ	۱۱۱ فتاویٰ خیر
۳۸۴-۸۵/۱	مطبع مجتبائی دہلی	کتاب الوقف	۱۱۲ رد المحتار
۳۹۱/۳	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۱۳ رد المحتار

عن كل ، فلفظة الملك لام محل له هنا كما
قد منا عن نفس حاوی الزاهد عمت
الاسرار فضلا عمت سائر معتقدات الاستعار
بهر صحت حاوی الزاهدی کا وہاں ملک کو ذکر کرتا ہے محل
ہے جیسا کہ خود حاوی الزاهدی کی الاسرار سے نقل ہم
پہلے ذکر کر چکے ہیں چہ جائیکہ باقی معتقد کتب کو ذکر
کیا جائے۔ (ت)

بالجملہ دیہات ملک میں کاشتکار کے لئے کسی حال کسی مدت میں حق قرار جسے آج کل حق موروٹی کہتے
ہیں شرعاً ہرگز حاصل نہیں ہوتا، وہ صرف قانونی بات ہے، تو اگر بے رضا سے زمیندار بدعویٰ موروٹی جبراً قابض
ہے، یا مکان اس کی مرضی سے کم دے تو عندا شدہ کاشتکار ضرور ظالم و غاصب و گنہگار اور حق العبد
میں گرفتار ہے، یہاں اگرچہ قانونی مجبوری زمیندار کو عاجز رکھے مگر روز قیامت اللہ عزوجل کے حضور کاشتکار
کو کوئی عذر نہ ہوگا، یا اس جبر اگر زمیندار بدعویٰ ہے وہی دار اگر دے تو کاشتکار کے خرچہ پانے کا مستحق نہیں
کہ بدعویٰ کو خرچہ والا بھی حکم شریعت کے بالکل خلاف ہے اگرچہ بدی مظلوم ہی ہو۔ عقود دیر میں ہے،

مثل فی رجل کفیل آخر عهد نذیر بدیست
معلوم ثمر طابہ نذیر بہ والنمہ بدیست
القاضی ، مطلب نذیر ان یدفعہ ریحہ
قد رما صوفہ فی کلعة الزام ، قد دفعہ
لہ ، ویبید الرجل مطالبة نذیر بما قبضہ
من کلعة الزام ، فهل لہ ذلك ، الجواب
بعدم ام باختصار وکتب الصوفی المسقہ رحمہ
اللہ تعالیٰ ہاشمہ لایلزم بکلعة الزام۔

ایک مقروض شخص نے دوسرے شخص کو نذیر کے
معلوم قرضہ کا کفیل بنایا پھر نذیر نے اس کفیل پر قرض
کا رقم ہانے کے لئے سس کفیل کو قاضی کے ہاں
طلب کرایا تو قاضی کے ہاں کفیل پر الزام ہو گیا تو اب
نذیر اپنے مقروض شخص سے قاضی کے ہاں الزام کے
خرچہ کا مطالبہ کرے اور وہ خرچہ نذیر کو دے دے
اور اب وہ مقروض شخص نذیر سے خرچہ کی دی سولی رقم
کا واپس لینے کے لئے مطالبہ کرے تو کیا اس کو

واپس لینے کے لئے مطالبہ کا حق ہے، الجواب، ہاں حق ہے، اس کے حاشیہ پر نتیجہ کو نیوالے حضرت
نے لکھا کہ الزام کی کاروائی کا خرچہ لازم نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

ہاں اگر زمیندار اُس سے کہہ دے کہ آئندہ سے اس زمین پر اتنی مکان تجھے دی ہوگی، اور کاشتکار
نہ اضافہ کرے زمین چھوڑے بلکہ خاموش رہے اور زراعت کئے جائے، تو اس کا وہ سکوت ہی شرعاً
قبول ٹھہرے گا، اور اس دن سے وہی مکان اُس پر لازم ہوگی، مگر زمیندار اُس سے وصول نہیں کر سکتا

تزیہ خرچ کی رقم اُس آتے ہوئے میں وصول کر لے کر اُس کا لینا قانوناً باہم خرچہ ممکن ہے، اور شرعاً بوجہ اضافہ جاتا ہے، درمختار میں ہے،

السكوت في الاجارة رضا وقبول، فلو قال
 لساكن اسكن بكذا او الا فاستقل، او قال
 اللهم لا ارضى بالمسعى بل كذا، فسكت
 لنزله ما سعى له
 عقد اجارہ میں سکوت رضا اور قبول قرار پاتا ہے تو اگر
 مالک نے کرایہ دار کو ہائشی کو کہا 'استنصص وفسدہ پر
 ہائشی کو کہتی ہو تو ٹھیک ہے ورنہ یہاں سے منتقل
 ہو جاؤ، یا نگران نے اسے کہا میں مقررہ معاوضہ
 لینے پر راضی نہیں بلکہ اتنا چاہتا ہوں تو کرایہ دار خاموش رہا تو اس پر مالک کا ذکر کردہ لازم ہو جائے گا۔ (ت)
 رد المحتار میں ہے،

في التنازل حاسية، أكتفى داراً سنة بالعتا،
 فلما انقضت قال ان فترغتها اليوم والا فهي
 عليك فصل شهر بانف، والمتنازل مقرر له
 بالدار، فانا نجعل في قدر ما يثقل متاعه
 باجر المثل، وبعد ذلك يما قول اصابتك
 كبدت مثلي اجرت پر تم تسلیم کرینگے اور اس کے بعد مالک کے قول کے مطابق ادا کرے گا۔ (ت)

اسی طرح اگر حود زمین کی مکان بڑھ گئی، وہ اور اس کے گرد و پیش کی زمینیں پہلے ایک روپے سیکھ
 تھیں، اب مثلاً دو روپے سیکھ ہو گئیں، اور اس کی مدت اجارہ ختم ہو گئی، اور مالک نے اضافہ چاہا،
 تو اس پر بھی شرط دو روپے کی شرح لازم ہو گئی، اگرچہ نہ صرف سکوت بلکہ کاشتکار صراحتاً انکار کرتا رہا ہو
 لانہ لما تمت اجارته، وطلب المالك
 الزيادة، فاف صار غاصبا، والارض
 معدة للاستغلال، وليس
 للمزارع تاويل ملك لعدسه،
 ولا عذر لانتهاؤه، فيجب عليه
 کیونکہ جب کرایہ داری کی مدت ختم ہو گئی ہو اور مالک
 فائدہ کرایہ طلب کرتا ہو تو مستاجر کے انکار کرنے
 کے بعد وہ ہائشی غاصب ہو گا جبکہ زمین کرایہ حاصل
 کرنے کے لئے ہی مختص ہے اور مزارع کو ملکیت
 کا بھی عذر نہیں کیونکہ وہ مالک نہیں اور نہ ہی مدت

ماجرة المثل ، وهي الاذن لبيتان .

اجارہ کے ختم ہونے میں غدر ہے تو اس پر مثلی اجرت کا کرایہ لازم ہوگا جو کہ اب دورِ پیہ (مثلاً) ہے (ت)

در مختار میں ہے :

منافع العصب لا تمنع عتدا ، الا في ثلث ،
فيجب اجراء مثل ان يكون المنصوب وقفا
او مال یتیم ، او معد الاستغلال ، الا في
المعد لا استغلال اذا سكن ، بتاويل ملط ،
او عقد فلا شئ عليه اذ ملقط .

غصب کے منافع ہمارے نزدیک قابل ضمان نہیں ہیں ماسوائے تین مواقع کے ، ایک یہ کہ منصوب وقعت ہو تو اس کی مثلی اجرت لازم ہوگی ، دوسرا یہ کہ وہ منصوب چسپینہ تنم کا مال ہو ، تیسرا یہ کہ وہ چیز کرایہ حاصل کرنے کے لئے مختص ہو ، ہاں اگر ملکیت کی تاویل سے اس کرایہ والی زمین میں رہائش پذیر ہو تو پھر اس پر کوئی ضمان لازم نہ ہوگا اذ ملقط (ت) تو بنام خرچ جو کچھ ملے اس اضافہ میں جو شرط اس پر لازم ہو چکا وصول کر لے لاسہ طفرہ بجنس حقہ (کیونکہ وہ اپنے حق کی جنس پر قابض ہوا ہے) رد المحتار میں ہے :

او ان لم یسکنه الرفعة للحاکم ، فاذا طفر به مال
مدیونہ ، له الاخذ دینارہ ، بل نہ واحد
من خلاف الجنس علی ما سن کورہ قریباً .

اپنے حق کی جنس کے خلاف بھی اس کا مال ملے تو قبضہ کر لے جیسا کہ ہم عنقریب ذکر کریں گے۔ (ت) اور اگر اجارہ کی کچھ مدت مقرر نہ کی ہو ہی سال بسال کاشت کرتا چلا آتا ہے ، جب تو ختم ہر سال پر زمیندار کو اختیارات مذکورہ حاصل ، اور احکام مذکورہ نافذ ہیں ، کہ اس سے ہر سال پر نیا اجارہ منعقد ہوتا ہے گنا اشرنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے) در مختار میں ہے :

اجرحا نوتا حکل شهر بکذا ، صغر فـ
واحد فقط ، واذا قسم الشهر ، فله حکل
فسخها بشروط حضور الاخص
لا تمهید العقد الصحيح ، وقفـ

ایک مکان کسی معینہ معاوضہ پر ماہانہ اجرت پر دی تو صرف ایک ماہ کا یہ اجارہ ہیج ہوگا اور جب مہینہ ختم ہو جائے تو دونوں میں سے ہر ایک فریق کو اس کے فسخ کا اختیار ہوگا بشرطیکہ

کل شہر سکین فی اولہ صحہ العقد فیہ ایضاً
الم باختصار۔

دوسرا فریق وہاں موجود ہو، کیونکہ صحیح عقد ختم ہو گیا
ہے اور جس حیثیت کی ابتداء میں وہاں رہائش پذیر
رہا اس حیثیت کے اجارہ کا عقد بھی صحیح قرار پایا گیا اور باختصار

باجملہ یہ قاعدہ کلیہ لغیرہ جلیلہ حفظ کرنے کا ہے کہ جب کسی کا دوسرے پر کچھ آتا ہو، یا اس سے لینے
کا اثر قائم رکھتا ہو، اور اپنے اس حق تک قانوناً نہ پہنچ سکتا ہو، تو اس کے وصول کے لئے کسی ایسے
امر کا ارتکاب جو قانوناً ناجائز ہو، اور مجرم کی حد تک پہنچے شرعاً بھی ناجائز ہو گا کہ ایسی بات کے لئے جسہرم
قانونی کا مرتکب ہو کر اپنے آپ کو سزا اور ذلت کے لئے پیش کرنا شرعاً بھی روا نہیں۔

قال تعالی لا تلتقوا بایدیکم والی المہکۃ،
وقد جاء الحدیث عنہ صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم ینہی المؤمن ان یمذل
نفسہ یتہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں ہلاکت میں
نہرؤ۔ اور حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کا ارشاد منقول ہے کہ آپ نے من
کو اپنا نفس ذلت میں ڈالنے سے منع فرمایا
ہے۔ (ذت)

مگر جب کوئی ایسا ذریعہ پائے کہ قانوناً حق رقم اس سے وصول کر کے قراہات ہے کہ اس
نیت جائزہ سے اسے لے اگرچہ قانوناً کسی دوسرے نام سے لے،

فان الشئ اذا وصل الی مستحقہ من المستحق
علیہ، جمل واصل من البیعة النقص
یستحقہ، کما فی الدر المختار، وقد قال
صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اما لاعل مالیت
وانما لکل امرئ ما نوى یتہ
تو بیشک جب ستم کو اپنے مدیون کی کوئی چیز ہاتھ
لگے تو اس کو استحقاق کے طریقہ پر پہنچا تصور کیا جائیگا
جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے، حالانکہ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اعمال کا اعتبار
نیت پر ہے اور ہر شخص کو اسکی نیت کا اثر ہے۔ (ذت)

۱۶۸/۲	مطبع مجتہائی دہلی	۱۹۵/۲	سہ در مختار کتاب الاجارۃ الاجارۃ الفاسدۃ کما العتہ ان الکیم
۲۰۵/۵	دار الفکر بیروت	۱۹۵/۲	سہ مسند امام احمد بن حنبل ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ
۲۸/۲	مطبع مجتہائی دہلی		سہ در مختار کتاب البیوع باب البیوع الفاسد
۲/۱	مستدعی کتب خانہ کراچی		سہ صحیح البخاری باب کیف کان بد الوعی الخ

اور یہ ضرور ہے کہ شرعی اجازت سے آگے نہ لے، مثلاً خورد و پے آتے تھے تو سو یا سو سے کم لے سکتا ہے زیادہ بات نہیں، اور یہ بھی لحاظ رہے کہ شرعاً مطہر کسی طرح بڑے کام سے منع فرماتی ہے یونہی بڑے نام سے، تو ایسے ذریعہ سے بچے جس میں اگرچہ ریائی نیت کے سبب لیتا آتا، یا ایک شے مباح لیتا ہو جس میں اُس پر مضافہ نہیں مگر وہ ظاہری ذریعہ ایسا ہو جس سے بدنامی ہو، لوگ اسے ترک مباح سمجھیں، غیبت کریں، جیسے سود کا نام، تو اس سے بھی بچے اور صبر کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع غلکہ ہریہ، تحصیل برانہ، ڈاک خانہ بہاولپور، ضلع میرٹھ، مرسلہ سید اکبر علی، شعبان ۱۳۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک کاشتکار موردی ہے، اور لگان بجساب دور و سپہ فی بیکہ زمیندار کو ادا کرتا ہے، اور وہ زمین جو زیر کاشت موردی زید ہے اصل میں للعد فی بیکہ کے لگان کی ہے کیونکہ اس اراضی سے طعنے اور ہم عیشیت اراضی مبلغ للعد فی بیکہ لگان پر کاشت کرائی جا رہی ہے، ورنہ سر کاشت کار خوشی سے للعد فی بیکہ لگان پر کاشت کرتے ہیں زمیندار کا بہت بڑا نقصان ہے اور کاشتکار مذکور زمیندار کے کہنے سے لگان میں اضافہ نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ شرعاً مالش کر دو، للعد ہو جانے ڈگری کے لگان زیادہ ہوں گا، اور زمیندار خود تو اضافہ نہیں کر سکتا کیونکہ کاشت کار رضامند نہیں، اور پکھری سے بچنے وجہ ہو نہیں سکتا اس میں میں، ملاست بہت زیادہ زمین کی ہے کہ کاشت کار لگان سے وقت جبکہ قانون نے اس پر واجب کیا ہے نہ ادا کرے، اور زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے لگان کے روپیہ پر سود لگا دے اور کہوے کہ میں اپنے لگان میں لیتا ہوں تو کچھ گماہ تو ہیں ہے، اس طریقہ سے کچھ تلافی نقصان ہو جائے گی۔

دوم یہ کہ اگر زمیندار پکھری میں ایک سچی بات کو چھپائے اور جھوٹی بات کو ظاہر کرے تو اپنے نقصان کی معمولی سی تلافی کر سکتا ہے اور اراضی موردی کا اس کے قصہ سے نکل جانا بھی ممکن ہے، اس جھوٹی بات کو ظاہر کرنے سے جو زمیندار محض اپنے نقصان کی تلافی کی غرض سے کرتا ہے کوئی گناہ ہو گا یا نہیں؟

سوم یہ کہ کاشتکار موردی کا کوئی حق ہے یا نہیں؟
چہارم یہ کہ شریعت مطہرہ کے نزدیک زمیندار کی مالی نقصان کی تلافی مالی سے کیونکر ممکن ہے؟ فقط۔

الجواب

جواب سوال اول و سوم و چہارم، شرع مطہر کے نزدیک ملوک زمینوں میں جیسی عام دیہات کی زمینیں ہیں کہ زمیندار ان کے مالک ہیں اصلاً کبھی کسی طرح حق موردی حاصل نہیں، شرعاً

زمیندار کو اختیار ہے کہ جب پڑے کی میعاد ختم ہو، یا اگر کاشتکار سے کوئی میعاد معین نہ ٹھہری تو جس ختم سال پر چاہے کاشتکار سے کہ دسے کہ اب سے کاشت چھوڑ دے مجھے زمین تجھ کو دینا منظور نہیں، اس کہنے سے وہ زمین سے شرعاً بے تعلقی ہو جائے گا اور اسے حرام ہوگا کہ قبضہ نہ چھوڑے، اگر نہ چھوڑے گا عاصب ہوگا اور اس کے بعد سے عند الشرع اس پر وہی چار روپے بجیکہ واجب ہوگا جو وہاں اُس حیثیت کی زمینوں کی عام شرح ہے اگر نہ دے گا اور وہی دو روپے بجیکہ ادا کرتا رہے گا تو بلکہ شرح وہ فی بجیکہ دو روپے سال کا دیون ہوتا رہے گا، مثلاً ایسی زمین پچاس بجیکے اُس کی کاشت میں ہے تو زمیندار کے سو روپے سال ہیشہ اس پر چڑھتے رہیں گے جب تک زمین نہ چھوڑے، نیز زمیندار کو اختیار ہے کہ ختم میعاد یا صورت ثانیہ میں جس ختم سال پر چاہے اس سے زمین نکالنے کو نہ کہے، بلکہ یوں کہے کہ آج سے یہ زمین چار روپے یا دس روپے بجیکہ ہے جو وہاں اس زمین کی عام شرح ہو رہی ہے، خواہ اس قدر کہے یا اس سے کم یا جس قدر چاہے زیادہ، مثلاً سو روپے بجیکہ، ہزار روپے بجیکہ، مگر کاشت کار اپنے زلم پر کہ یہ بھر چارہ جوئی قانونی کیا کر سکتا ہے، خارش رہا اور کاشت کی، تو جتنا اس نے کہہ دیا تھا اس پر دینا ہو رہے گا، اور اگر وہ سکوت نہ کرے حکم زد کر دے، مثلاً کہ میں تو وہی دو روپے دوں گا زیادہ دوں گا، تو یہ بعد اسے کلام کا اعادہ کر دے یہاں تک کہ وہ خارش ہو جائے اور دیکھے کہ نہیں جیتا تو کہہ دے بجیکے نہ خود یا منظور ہیں، اس کے بعد نہ سنت دے گا، تو وہی عام شرح مثلاً چار روپے اس پر لازم آئیں گے، ان طریقوں سے یہ تو ہر گز نہیں کہ زمیندار قانوناً دو روپے بجیکہ سے زائد لے سکے، جس تک باضابطہ اضافہ نہ کر اسے جو ہزار ققیں رکھتا ہے، وہی جس کی زمیندار اس بنا پر کہ شرعاً اس کے اجارے سے کل گئی اُسے خود دے دخل کر دے اور نہ صرف قانوناً بلکہ عند الشرع بھی زمیندار کو جائز نہ ہوگا کہ شرعاً مطہر ایسی بات کہے اپنے آپ کو ہجرت میں ڈالنے یا ذلت کے لئے پیش کرنے کی سخت حماقت فرماتی ہے، ایسی صورت کا ہر جرم قانونی اس عارض کی وجہ سے خود جرم شرعی اور گناہ ہے، ان طریقوں سے یہ نفع ہوگا کہ جب کاشتکار عند الشرع اس کا دیون ہو یا اور وہ دین قانوناً وصول ہر نہیں سکتا، تو کاشتکار سے جو رقم قانوناً وصول کر سکے، اور شرعاً وہ رقم نا واجب ہوا سے قانونی ذریعہ کے نام سے وصول کرے، اور اپنے سے اتنے ہوئے میں مجرا کرے جبکہ یہ رقم اُس قدر دین سے زائد نہیں، مثلاً کاشتکار پر لگان یا اضافہ یا بیہ دخل یا کسی قسم کی کوئی نالیش کرے جس کی حاجت زمینداروں کو اکثر پڑتی ہے، اور وہ نالیش ڈگری ہو تو شرعاً مدعی کو اگرچہ حق پر سودا علیہ سے خرچ لینا جائز نہیں، یہ خرچہ لے اور اُسے اپنے دین میں محسوس کرے یا زمینداروں میں اکثر معمول ہے کہ کاشتکاروں سے ٹکڑی، اچھا بھسا وغیرہ اگھائی جیتے ہیں، یا بل بیل گاڑی سبیل وغیرہ میں اور یہ شرعاً جائز نہیں، ان کو وصول کرے اور اس میں مجرا لے، ٹکڑی وغیرہ قیمت کے اعتبار سے، اور بیل

وغیرہ اجرت کے ٹھکانے سے، یونہی، اگر قسط چوکے سے یا ٹھکانے تنہا ہی وغیرہ پر سود کا نام کرے اور سود کی نیت نہ ہو بلکہ اسی
 دیں میں وصول کرے تو یہ فرق بھی شرعاً اس کے لئے مال حرام نہ ہوگی، مگر اس سے اقرار یوں لازم ہے کہ شرع نے
 جس طرح بڑے کام سے منع فرمایا ہے نام سے بھی منع فرمایا، اور اپنے آپ کو بلا ضرورت شرعیہ مطلق کرنا مسلمانوں کو
 اپنی غیبت و بدگوئی میں مبتلا کرنا شرعاً منع ہے، سود کے نام ٹھکانے سے لوگ اصل حقیقت کو نہ جانیں گے، اور
 اسے معاذ اللہ سود غور کہیں گے، بدنام کریں گے، یہ کس کس کو اپنی نیت اور معاملہ کی اصل حالت بتاتا پھرے گا
 ایسی بات سے اقرار چاہئے بخلاف غرضیہ اگھائی، سہیل بیگار معمولی و رائج اشیاء کے، کہ عوام پر مطلق
 و بدنام نہ کریں گے، غرض کا شتہ کار کہ شرعاً ناجائز قبضہ رکھے، دیون بنانے کے وہ طریقے ہیں اور اپنے مالی
 نقصان کی تلائی کی صورتیں، بغیر ان طریقوں کے صرف اس وجہ سے کہ گردش کی زمینوں کی شرح بڑھ گئی ہے،
 کاشت کار پر دور روپے بیگیہ سے زیادہ کچھ واجب نہ ہو گا اور یہ زیادہ لے گا تو نا واجب لے گا، اس مجمل بیان کو
 خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اس میں شرعی اطاعت بھی رہے اور قانونی رعایت بھی اور مالی حفاظت بھی، اور ان اصول
 مسائل سے آج کل کے بہت ذی علم بھی غافل ہیں عوام تو عوام، اب ہم بعض عبارات ذکر کریں کہ تفصیل
 مرجعہ تطویل،

في رد المحتار عن الخيرية عن الحادي عن
 الاسرار في استاجار رضا ملك ليس لمستاجر
 ان يتبقيها كذلك ان الى الملك الا القلم
 بل يكلفه عن ذلك
 رد المحتار میں حیرت سے انھوں نے حادی سے بحوالہ
 الاسرار نقل کیا کہ اگر کسی نے کسی نجی ملکیت کو اجارہ
 پر لیا تو مستاجر کو حق نہیں کہ اس کو اپنے لئے باقی
 رکھے جس طرح سرکاری زمین کو باقی رکھ سکتا ہے
 جبکہ مالک اس کو اپنے تجاویزات ختم کرنے پر مصر ہو بلکہ مالک اس کو پاسد با سکتا ہے۔ (دست)

ورجحاً میں ہے
 قال الساكن اسكن كما والا مستقل، فكت،
 لرمحاً یسعی
 جب مالک نے کوایہ وار کو کہا اگر رہنا ہو تو اتنے مکان
 پر رہو ورنہ منتقل ہو جاؤ تو اس پر کڑی اور ناش
 رہا تو مالک کا ذکر کر وہ معاوضہ اس پر لازم ہو جائیگا۔

اسی میں ہے،

یجب احرام المثل فی السعد للاستغلال بلہ
کرایہ حاصل کرنے کے لئے مخصوص شدہ زمین کی مثل
اجرت لازم ہوگی۔ (د ت)

اسی میں ہے :

الاحد ان المستحق بجهة اداء وصل الى المستحق
بجهة اخرى اعتبره اصلا بجهة مستحقه
ان وصل اليه من المستحق عليه والا فلا ،
وتامره في جامع الفصولين

روا مختار میں ہے :

ادالم يملكه الزعم لمحاكم فاداعطى بسمال
مدبويه له لاحد ديامه ، بل له الاحد من
خلاف المحسن

ہے۔ (د ت)

اسی میں ہے :

الغری الیوم علی جوار الاحد عبد القدیر
من ای مال کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دومہ : بھٹ بونا حرام ہے ، ہاں اپنا حق وصول کرنے یا اپنے اوپر سے ظلم
دفع کرنے کے لئے پہلو دار بات کی اجازت ہے ، جس کا ظاہر کرب جو اور باطن میں صبیح معنی مراد ہوں ، وہ بھی
اسی حالت میں کہ صدق محض سے وہ حق نہ لے اور ظلم نہ لے ، ورنہ یہ بھی جائز نہیں ، در مختار میں ہے :
المکذاب مباح لاجلہ حقہ ودفع الظلم عن
نفسہ ، والمراد لتقریب لا ینعی

۲۰۰/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب النصب	لے در مختار
۲۸/۲	" "	باب البیع الفاسد	لے در مختار
۲۰۰/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب السرقة	لے رد المحتار
۹۵/۵	" "	کتاب الحجر	لے رد المحتار

رد المحتار میں ہے،

حيث ابيح التعريض للحاجة لا يباح
لغيرها، لانه يوهم الكذب به

جہاں کسی حاجت کی وجہ سے تعريض جائز ہے وہاں
غیر حاجت جائز نہیں، کیونکہ تعريض جھوٹ کا وہم
پیدا کرتی ہے (ت)

ہاں اگر ظلم شدید ایسا ہو کہ قابلِ رواشت نہیں، ضرر ایسا سخت ہے جس کا مفسدہ کذب کے مفسدہ سے بڑھ کر
ہے، اور اس کا دفع بے کذب ناممکن ہو تو مجبوری اجازت پاسکتا ہے لانا الصدورات تبیح المحظورات
(کیونکہ ضروریات منزع چیزوں کو مباح کرتی ہیں۔ ت) رد المحتار میں منقول

ينبغي ان يقابل مفسدة الكذب بالمفسدة
المترتبة على الصدق فان كانت مفسدة
الصدق اشد فله الكذب، وان بالعكس
او شك حرم، وقد بقا القول فيه في
فتاؤنا۔ والله تعالى اعلم

جھوٹ کے فساد اور صدق پر مرتب جو نیوالے فساد کا
تقابل کیا جائے مناسب ہے اگر صدق پر مرتب فساد
شدید ہو تو جھوٹ مباح، اور اگر معاملہ بالعکس ہو
یا دونوں صورتوں میں شک ہو تو پھر کذب حرام ہے
اور فصل کس قول نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

جمادی الاولیٰ ۱۳۳۳ھ

مسئلہ از کتونی مرسلہ حکیم رضا حسین خاں سلمہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مشترک گاؤں میں اگر ایک شریک بے ادب دیگر شرکار خود
کاشت کرے، تو جائز ہے یا نہیں؟ اور دیگر شرکار اس سے اپنے حصے کی لگان لیں گے یا کیا؟ یقیناً
تو حرام۔

الجواب

زمین مشترک میں ایک شریک کا زراعت کرنا اگر باذن جمیع شرکار ہے، بلا شہرہ روا ہے، پھر جبکہ
وہ زمین گاؤں کی ہے، اور دیہات کی زمین اجارہ ہی کے لئے ہوتی ہے، تو جب تک تصریح نہ ہو جسے کہ
لگان نہ لیا جائے گا، شرکار کے حصے کا اس پر لگان آئے گا۔

۲۵۲/۶	مطبع محتبائی دہلی	فصل فی البیع	لے در مختار کتاب المحظورات بابۃ
۲۵۵/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۲۵۵
۲۵۴/۵	"	"	۲۵۴

لان الاجارة من الشريك جائزة ، لعدم الشروع
في المنافع المأثمة اذا نكل تحدثت على صدق
امانته له او للاجارة ، بخلاف الاجارة من
بعد شريكه ، او اجارة البعض من غير
الشريك حيث لا تجوز للشروع كما في الهداية
والندوة

تمام شرکار کی طرف سے اجارہ حاصل کرنا جائز ہے کیونکہ
اس مانع میں شیوع نہ ہوگا کیونکہ پیدا ہونے والے
تمام مانع اس کے اپنی ملکیت کی وجہ یا اجارہ کی وجہ سے
حاصل ہوں گے بخلاف جبکہ تمام شرکار میں سے ایک یا
بعض سے اجارہ کرے تو ناجائز ہوگا ، کیونکہ ان صورتوں
میں شیوع پایا جاسکے گا ، جیسا کہ ہدایہ اور درمختار
میں ہے۔ (ت)

اور اگر شرکار کے خلاف مرضی زراعت کرے گا گنہگار و غاصب ہوگا ، پھر اگر اسی کی زراعت سے زمین کو نقصان
پہنچا تو حصص شرکار کے لئے اس نقصان کا تاویل دے گا ، اور اگر کوئی نقصان پہنچا تو کچھ نہ دے گا ، اس
صورت میں لگان عامہ نہیں ہو سکتا ،

لا ممانات كانت معدة للاستعمال فان شريك
يتصرف فيها بتاويل الملك ، والتصرف به
بتاويل ، لعقد يسمع الجور في المعدر بخلاف
الوقف ومال ايتيم حيث يجب فيهما مطلقا
كما بينه في الدر المنثور ورد المختار .
کیونکہ اگرچہ وہ زمین کو اجارہ داری کے لئے تیار رکھی ہے تو
شریکہ کا اس میں تصرف ملکیت کی تاویل سے ہے
حدود کی تاویل کو اجارہ داری وال چیز میں اجرت کے لئے
نافع ہے مطلقہ وقف اور مال یتیم کے کیونکہ ان میں
اجرت لازم ہے ، جیسا کہ درمختار اور رد المختار نے
یہ بیان کیا ہے۔ (ت)

اور اگر نہ شرکار کا صریح اذن تھا نہ منافعت ، بلکہ ان سے بے پوچھے بطور بخود اسی نے زراعت کی تو اس میں
حکم منقول و منصوص تو یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ زراعت یا اس خاص زراعت سے زمین کو نقصان پہنچے گا ، یا
زراعت نہ کرنے سے زمین کی طاقت بڑھے گی ، تو اس صورت میں شرکار سے بے پوچھے اس کا زراعت کر لینا
صورت غصب میں داخل ہے ، اور حکم وہی ہے کہ نقصان کا تاوان پہنچان کچھ نہیں ، اور اگر معلوم ہے کہ

۳۹/۲	مطبع توسعی بکھتر	باب الاجارة الفاسدة	کتاب الاجارة	لہ اہدایہ
۱۴۶/۲	مطبع مجتبائی دہلی	" "	" "	لہ درمختار
۲۰۸-۰۹	"	کتاب الغصب	"	لہ درمختار
۱۳۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	"	لہ رد المختار

زراعت سے زمین کو منفعت ہوگی، تو یہ صورت صورتِ اجازت میں داخل ہے کہ اگرچہ ہر اذن نہ ہو، مگر جو منفعت دلائلِ اذن ہے، اس صورت میں بھی حکم یہ نکلتے ہیں کہ مکان دینا نہ آئے گا، ہاں شرکار کو یہ اختیار ہوگا کہ اپنے اپنے حصوں کی قدر و قیمت بھی اتنی اتنی دیکھ کر اس کی زراعت کر لیں، مثلاً دو شریک تھے، ایک ایک ٹلٹ کا دوسرا دو ٹلٹ کا ٹلٹ والے نے ایک سال زراعت کی، تو دو ٹلٹ والا دو سال زراعت کر سکتا ہے، **اقول** مگر یہ حکم اس صورت کا ہے کہ زمین اجارہ کے لئے معدوم و معروف نہ ہو کہ اس صورت میں اگرچہ جو منفعت دلائلِ اذن ہے، مگر اذن عاریت و اجارہ دونوں کو محمل ہے، اور عاریت اقل ہے، تو وہی متعین ہے اور اجارہ بلا دلیل ثابت نہیں، لہذا جو واجب نہ آیا، مگر جو زمین معدوم و مستغلا ہے، جیسے زمین دیہات، اس میں ثبوتِ اذن حکم اعداد و عدد پر و اجارہ ہی مانا جائے گا، جب تک صراحت لفظی اجازت یا تصریح عاریت نہ کر دیں لان البعوض کا مشروط و عدا اٹھا ہے جیسا (کیونکہ معروف چیز مشروط کی طرح ہے اور یہ بالکل واضح بات ہے۔ ت) تو یہ صورت مثل صورتِ اولیٰ یعنی زراعت بآدن صریح شرکار ہوگی، اور مکان لازم آئے گا، اسے نہ مانتے تو بحال منفعت اذن دلائل ثابت ہونا، اگر وہاں چل سکے جہاں کوئی مزارع موجود نہیں تو آباد دیہات میں اس کا ثبوت منفعت و شمار ہے کہ غیر شخص زراعت کرتا تو شریک دیگر کو اپنے حصہ کی اجرت ملتی، اور شریک نے خود کاشت کی، ورنہ مکان دلائل نہیں، صرف یہ نتیجہ یہی کہ تنہا دت یہ بھی زراعت کر لے، اور ممکن کہ یہ زراعت کے لئے آمادہ نہ ہو یا اس کے اسباب نہ رکھتا ہو، اس کے کاموں کا مشمل نہ ہو، ان کی فرصت نہ پاتا ہو، تو اس کا حصہ بلا معاوضہ دوسرے کے تصرف میں رہا، اس پر رضا و اذن دلائل مانتا بہت مشکل ہے بخلاف اس صورت کے کہ مکان لازم کریں کہ صریح نفع حاصل ہے، یہ دونوں صورتیں علم کی تئیں اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ زراعت سے زمین کو مضرت پہنچے گی یا منفعت، اس کا حکم نہیں نکلتے، **اقول** وہ صورت مضرت کے حکم میں ہے کہ دلائلِ ثبوتِ اذن پر جو علم منفعت تھا، جب یہ نہیں وہ نہیں، تو رہا مگر مطلقاً بلا اذن تصرف، اور یہی غصب ہے،

وذلك لان الاصل في التصرف فيما فيه ملك
نفيده الحظر الابادته ولو دلالة، ولم يوجد
هو ولا هي

اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ غیر کی ملک میں تصرف
اس کی اجازت کے بغیر منع ہے اگرچہ وہ اجازت
دلائل ہو، جبکہ یہاں کسی طرح اجازت نہیں (ت)

جامع الفصولین فصل ۲۲ بحث "ارتفاع بشرک" میں ہے،

يغرم الزرع لشریکه نقصان نصف
الارض لو اشتقت لاه حاصب

ایک شریک نے زمین کاشت کی تو وہ دوسرے
شریک کے نصف حصہ کے نقصان کا ضمان دے گا

فی نصیب شریکہ (من) وعن ھ مرجمہ اللہ تعالیٰ، لو غاب احدھا فخل شریکہ ان یزوع نصف الارض، ولو اراد الزارعة فی العام الثانی مزع النصف الذاعب کان مزرعه، ولیتی یا تلوعلم ان المزع ینقسم الارض ولا ینقسمھا فھما یزوع کلھا، ولو حضر الغائب فھما ینقسم کل الارض مثل تلك المدة، لرضا الغائب فی مثله دلالة، ولو علم ان المزع ینقسمھا او لترك ینقسمھا ویزیدھا قوۃ عیس للعاصر ان یزوع فیھا شیئا اذ الرضا لم یشمت ھذا كذا (قفط)

بشرطیکہ کاشت سے زمین کو نقصان ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے نصف کا غاصب ہے (مز)، اور اگر وہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ اگر ایک شریک غائب ہو تو دوسرے شریک کو نصف زمین کاشت کرنے کا اختیار ہے، اور اگر دوسرے سال بھی زراعت کرے، چاہے تو اسی حد کو کاشت کرے، اور فتویٰ یہ ہے اگر معلوم ہو کہ زراعت زمین کے لئے مفید ہے نقصان وہ نہیں ہے تو تمام زمین کو کاشت کرے اور غائب شریک آجائے تو اس کو حق ہو گا کہ وہ بھی تنہی ہی بہت کل زمین کو اپنے لئے کاشت کرے، یہ اس لئے کہ مفید ہونے کی صورت میں غائب کی دلالت رضا ہے اور اگر معلوم ہو کہ کاشت زمین کے لئے نقصان دہ ہے

یا ترکہ زراعت مفید ہے اور زمین سے یہ زیادہ وقت و محنت ہے تو جو بھر شریک کو کوئی چیز کاشت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ نقصان کی صورت میں دوسرے شریک کی رضامت نہیں ہے یوں قطع نہیں ہے۔ (اشراق الحق) کتاب النصب میں ہے،

لعل (ای فی تنویر الإحصاء) اولا عن العلوية عن محمد (ھذا کما قد مناع عن المجامع قال) ثم نقل عن القنیة "امت المحاصر لا یزعم فی المدة المشتركة اجر، وليس للعائب استعماله بقصد تلك المدة، امت الجماعة بعد العصومة، قال وینھما متدافع لامت یصرف بیت الارض و

تعبیر لاجہ زمین اور عدا یہ ہے بحوالہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ لعل کیا اور جامع النصاب میں سے ہمارے نقل کردہ کے موافق ذکر کیا، پھر انھوں نے قنیہ سے یہ نقل کیا کہ حاصر شریک پر مشترکہ ملکیت میں کوئی اجرت لازم نہیں ہوتی اور غائب کو اتنی مدت زمین کو استعمال کرنے کا اختیار نہیں ہے کیونکہ بدلہ کا لیس دین قاضی کے اہل صورت کے بعد ہوتا ہے، اور کہا کہ ان دونوں منقولہ عبارتوں میں اختلاف ہے اقول یہ کہ زمین اور

الدائر، وهو بعيداوانهما رويتان، ثم نقل
عن الخليفة انت مسئلة الدائر كمسئلة
الارضين، وان للعاشان يسكن مثل ما سكن
شريكه، وانت الشان استحصوا ذلك و
هكذا، روى عن محمد وعبيد الفتوى
مشائخه ليسه فرما، ہے اور تمام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (رت)

نیز جامع الفصولین میں لہ عبارت مذکورہ ہے،
(فصل، سكن دار مشتركة بعينة شريكه لا يلزمه
اجر حصته ولو بعد قلاستعماله) (الف قولہ)
علا في (ذ) بانه سكن بتاويل المالك فلا اجر
(واقعة الفتوى) ربح ارضائيه وبين غيره
هل لشريكه ان يطالبه بربح وثلاث حصصه
نصفه كما هو معروف ذلك الموصوفه
بانه لا يملك ذلك ولكن يعطوه نصفه حيبه
في الارض وان تنقصت يه

اپنے حصہ کے طور پر مطالبہ کا حق ہے جیسا کہ وہ ان معروف ہے، جواب دیا گیا کہ دوسرے شریک کو یہ حق نہیں
ہے، ہاں اگر زمین کو کاشت سے نقصان ہوا تو اس کو اپنے نصف کے نقصان کا مکان لیا روا ہوگا۔ (د)

اقول یہ ہے وہ حکم کہ اس صورت زراعت بے اطلاع شریک پر کتب میں مذکور ہے، مگر یہ احکام
عرف کے ساتھ دائر ہیں، اور یہاں دیہات میں عرف دائر دوسرے زمین کا جارہ پر اٹھنا ہی
منفعت جانتے ہیں اور اس کا پڑا رہنا ہی نقصان سمجھتے ہیں کہ وہ صرف معدل جارہ ہوتے ہیں، اس کے
بعد اس پر کوئی نظر نہیں ہوتی کہ زراعت اس کے لئے نفع ہے یا ترک، تو یہاں یہ صورت صریحاً اور یعنی
ذہن دلائل میں منہ ہے، اور بوجہ اعداد اجر لازم، مگر کوئی خاص زراعت ایسی فرض کی جائے کہ زمیندار اس پر

راضی نہ ہوتے ہوں اور اُسے مضارض جانتے ہوں، تو وہ مستثنیٰ رہے گی، اس تحریر پر دوبارہ دیہات غلامیہ حکم
 یہ ہے کہ شریک کو زراعت کرنا مطلقاً جائز اور حقد شرکار کا لگان مطلقاً لازم ہے، مگر اُس صورت میں کہ دیگر شرکائے
 صراحتہ منع کر دیا ہو، یا کوئی ایسی زراعت ہو جس سے زمین بگڑتی ہو، اور زمیندار اس پر راضی نہ ہوتے ہوں
 ان دونوں صورتوں میں معصان زمین کا نادان دے گا، اگر واقع ہو، اور لگان نہ آئے گا، اور شرکار نے صراحتہ
 بلا لگان، جائز دی، تو لگان نہیں، اور زراعت جائز ہے، ھذا اما عندی والحمد للہ العالیٰ علیہ
 ربی میری طرف سے ہے اور علم حق میرے رب کے پاس ہے۔ (ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۵۵ مستول محمد سید علی صاحب طالعہ اعلم، از کا پور مسجد حاجی بدو، شطرنجی محل، ۴۰ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ
 ملک بنگال میں کی ہر ملک تین قسم پر منقسم ہے،

اول ملک شاہی،

دوم ملک زمینداری،

سوم ملک رعیتی۔

رعایا زمیندار کو خراج دیتے ہیں، اور زمیندار بادشاہ کو، بادشاہ ہی اصل مالک زمین کا ہے،
 اور بالکل تصرفات کا اختیار رکھتا ہے۔ زمیندار بادشاہ کے تحت میں زمین کا مالک ہے، اور زمیندار کے تصرفات
 بادشاہ کے تصرفات کے تابع میں، اور رعیت زمیندار کے تابع ہے، زمیندار رعایا کو زمین و مکان میں جتنے
 تصرفات کے لئے حکم دیتا ہے، اُسی کا اس کو اختیار ہوتا ہے زیادہ ہیں، اس حالت میں کوئی رعیت دوسری
 رعیت کے پاس اگر اپنی رعیتی زمین کو بیچے تو قیمت کے فی تولد چار آنہ حساب سے (یا کم و بیش) زمیندار
 کی سرکار میں نہ راند دینا ہوتا ہے مثلاً اگر اپنی رعیتی زمین کو غلامیہ
 کے پاس قیمت دو سو روپے بیچے، اور غلامیہ دو سو روپے دے کر قبضہ
 کر لے، اور زید غلامیہ غریہ و فردخت ہوگی، تو اب غلامیہ زمیندار کے سرکار میں فی تولد چار آنہ کے حساب سے دوسرے
 کی بددلیلی سے روپے علاوہ خراج کے جب تک ادا کرے گا تب تک غریہ کی ہوئی زمین کی بہت رید کے
 نام کو خراج کے غم کو اپنے دفتر میں ثابت نہ کرے گا، غم کو اس زمین پر تصرف کرنے نہ دے گا،
 پس نہ مذکور علاوہ خراج کے زمیندار کو لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ میتوا انوجرو بالحد لائل (دلائل
 کے ساتھ بیان کر کے احصا مل کیجئے۔ ت)

الجواب

جوز زمیندار آباد و اجداد کے وقت سے وراثتہ مالک زمین چلے آتے ہیں، یا جس نے ایسے مالکوں
 علیہ فی الاصل کذلک لحدہ "زمیندار"

سے بیع وجہ وغیرہ کسی عقد صحیح شرعی سے ملک حاصل کی زمیندار اس زمین کا خطرناک ہے اب یہ زمین جو ایک کاشتکار نے دوسرے کے ہاتھ بیع کی، اس بیع سے اگر وہ غریہ نے والا کاشتکار اس زمین کا ملک مستقل نہیں کھاتا بلکہ زمیندار کو نذرانہ دینے کے بعد بھی کاشت کار ہی سمجھا جاتا ہے تو یہ بیع محض باطل ہے۔

کاشت کار اولیٰ نے جو زمین کاشتکار دوم سے لیا وہ اس کے لئے ناجائز ہے، اس پر واجب ہے کہ کاشتکار دوم کو واپس دے، اور یہ نذرانہ کہ زمیندار کو دیا جائے گا کہ سال اولیٰ اجرت زمین میں اضافہ تصور کیا جاتا تو زمیندار کو جاتے ہوتا، مگر ظاہر اہل حق ہیں سمجھا جاتا، بلکہ پہلے کاشتکار کی جگہ دوسرے کو قائم کرنے کی رشوت قرار زمیندار کو بھی جاتے نہیں، ہاں جبکہ کاشتکار اولیٰ اس اجارہ سے دوسرے کے لئے دست بردار ہو چکا، اور زمیندار نے دوسرے کو مستاجر قبول کر لیا تو یہ دوسرا شرعاً مستاجر ہو گیا، غرض کہ زمیندار اس سے لے گا زمیندار کو حلال ہے، ظاہر اس صورت یہی واقع ہوتی ہوگی، نیز کہ کاشتکار کی بیع بیع شرعی سمجھی جائے اور کاشتکار دوم زمین کا ملک مستقل قرار پائے، اور اگر بالفرض کہیں ایسا ہو کہ کاشتکار اول کا دوسرے کے ہاتھ بیعت بیعت فعلی ہو، اور زمیندار کا اس نذرانہ پر قبول کرنا زمیندار میں اضافہ اور بیع کی اجازت ہے، تو وہ دوسرے کو کاشتکار اول کو ظاہر پائے زمیندار اس کے لئے حلال ہے، ورنہ نذرانہ کہ زمیندار نے لے لیا اس کے لئے ناجائز ہے مگر اب جو خرچ زمیندار اس کاشت کار دوم سے لے لیا وہ باطل ہے کہ اس تہذیب پر کاشتکار دوم زمین کا ملک مستقل ہو گیا، غیر ملک کا ملک سے خراج لینا کیا معنی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از شہر ربیع مملہ فراشی لولہ مرسلہ مقصود علی خاں ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر زمیندار بٹائی کے کھیت کو خود وہ کفار کی کاشت میں ہو یا مسلمان کاشتکار ہو، چارہ اشخاص اہل بنو یا مسلمان کے بیچ اس بٹائی کے کھیت کی کنگوت کرادے اور کاشتکار جو زمین کی کاشت کرتا ہو اس سے کہہ دے کہ اگر قبضہ کو یہ تخمینہ منظور ہو تو اس کو کاٹ لے، اور زمیندار کا حصہ جو ملے پایا ہو دے دینا، اور اگر منظور نہ کرے تو اس تخمینہ کو خسار کر دے ایسی صورت میں جبکہ کاشتکار بھی تخمینہ منظور کر لے تو یہ تخمینہ شرعاً جائز ہو گیا نہیں، اور اس کی کھیتی کا مواخذہ ہو گیا نہیں، جبکہ زمیندار کو اگر اس تخمینہ سے پیش ہو تو اس کا کچھ خیال یعنی پیشی کا نہ ہو، اور اگر اس تخمینہ سے کم ہو تو زمیندار پر کاشتکار کا مواخذہ جبکہ وہ تخمینہ منظور کر چکا ہو، ہو گیا نہیں، ینفوا تو جہو۔

الجواب

کنگوت باطل ہے، شرعاً اس کا کچھ اعتبار نہیں، تو سے من تخمینہ ہوا اور زمیندار کاشتکار دونوں نے منظور کر لیا، اور آدھے پر بٹائی ہے، تو اگر سو من پیدا ہو اور زمیندار کے پانچ من کاشتکار پر اور رہے، اس سے

جائز نہیں کر چکا پس من کی جگہ پچیس من خود لے اور پچیس لیس من زمیندار کو دے، اور اگر اتنی من پیدا ہو تو زمیندار کا حق صرف پچیس من ہے پانچ من زیادہ لینا اسے حرام ہے، ورنہ مسلمان کا شتکار کے حق میں، خود رہے گا اُس کی باطل منظوری کہ برخلاف مقتضائے عقد و بے ادب شرع ہے کچھ معتبر نہیں۔ ہدایہ میں ہے،

من اشتری منینا عن ابن برونہ بطرفہ، فی طرح
عہ مکان حکل طرف حمین من طلا،
فہو فاسد، وان اشتری عن ابن یطرح یوزن
الطرف جار، لان الشرط الاول لا یقتضیہ
العقد والانی یقتضیہ۔
اگر کسی نے اس شرط پر زمین خرید لی کہ میں اپنے چنانچہ سے
ناپ کروں گا اور اس پر چنانچہ پر چاکس رطل کاٹوں گا،
تو یہ عقد باطل ہے، اور اگر اس شرط پر خرید لیا کہ
چنانچہ کے وزن برابر شمار ہوگا تو عقد جائز ہوگا کیونکہ
پہلی شرط عقد سے لا تعلق ہے جبکہ دوسری شرط عقد
کے موافق ہے (ت)

ہاں ہندو کا شتکار سے اس کی مرضی و منظوری کی بناء پر اگر ایسے زیادہ مل جائے تو حرج نہیں،
لہذا اب یا بعد مہم لغیر عدد، ولو
بعقد من وقع بین مسلمین کان واحدا کما
یساہ فی بیح فتاویٰ - والله تعالیٰ اعلم
کیونکہ ہندوؤں سے غدر کے بغیر ملے لینا جائز ہے
اگر وہ ایسے عقد کے ذریعہ ملے جو مسلمانوں میں ہو
تو فاسد قرار پے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے
یومع میں بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از بنارس گرانٹ بازار مسجد زلیب ڈنگ مرشد محمد شیعہ صاحب مہر عرب المربعہ ۱۳۳۹ھ
ایک زمیندار نے کا شتکار کو بخوشی و رضا مندی اپنی بیٹی بیگم اراضی کا پٹہ دوا می کھ دیا اس شرط پر کہ
فی بیگم اراضی روپے لگان جس کا جملہ پچاس روپیہ ہوتا ہے، اس قدر مالگزار ہی سال بمسال ادا کیا کروں، ورنہ
ان اراضی کو چاہے خود کاشت کر دیا دوسروں سے کاشت کراؤ، مگر مالگزاری اس کی حسب تحریر مندرجہ رقم سے
ادا کریں گے، اگر قسط پر ادا نہ کر دے گے تو بنا شش حق ادا کرنے کا ہم زمیندار کو ہوگا، اب کا شتکار ان اراضی
کو خود ہی کاشت کرنا ہے اور دوسروں سے بھی کاشت کرتا ہے، اور جب دوسرے کا شتکار کے ساتھ
بندوبست کرتا ہے تو فی بیگم پانچ روپے لیتا ہے اور جب بارہ برس گر گیا تو وہ اراضی انگریزی کاغذات
میں قانوناً موروثی کبھی نہی، یعنی اب ان اراضیوں کو زمیندار زبردستی بے دخل کرنے کا مستحق نہیں، اگر
بخوشی و رضا مندی اپنی کا شتکار واپس کر دے تو زمیندار واپس کر سکتا ہے، یا اگر مالگزاری کا شتکار

نے ادا نہ کیا تو بنائش گورنمنٹ زمیندار کو بذریعہ ڈگری کاشتکار سے وصول کرادے گا، اور ان ضیعوں کو بھی واپس کرادے گا، اگر کاشتکار بعد ڈگری زمیندار کے مال گزاری پکھری میں داخل کر دیا، یا زمیندار کو دے کر رسید حاصل کیا تو پھر کاشت کار ان اراضیوں سے بے دخل نہ ہوگا بدستور قائم رہے گا، ایسی حالت میں کاشتکار کو کاشتکارشکی سے نفع لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور کاشتکار جو خود کاشت کرنا ہے اس کی پیداوار سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر زمیندار کاشت کار کو زبردستی بے دخل کرے تو پکھری میں استغاثہ کرنے کا حق شرعاً پہنچتا ہے یا نہیں؟

الجواب

پیشہ دہانی شرع میں کوئی عقد لازم نہیں، ہر سال تمام پر وہ عقد ختم ہوتا اور طرفین کی رضا سے نیا شروع ہوتا ہے، ہر سال حق ہونے پر شریعت مطلقہ کے نزدیک طرفین کو اختیار ہے کہ اس عقد سے باز رہیں، ملک زمین میں مدت گزرنے سے شریعت کے حکم میں عقد لازم نہیں ہوتا، یہ قانونی بات ہے شرعی حکم نہیں، اگر رضا سے زمیندار ہے تو جب تک بھی ہے کاشت کار اس میں کاشت کر سکتا ہے اور دوسروں کو ذیلی بھی بنا سکتا ہے مگر زمیندار جتنا ادا کرتا ہے اس سے زیادہ دوسرے سے نہیں لے سکتا، اگر لے گا مال غنیمت ہوگا، مگر تین صورتوں میں یہ لے کر اس کی محض بددلتی سے روپے ٹھہرے ہیں یہ دیلی سے سونایا نوٹ ٹھہرائے یا اس زمین میں کوئی مالیت کی چیز مثلاً کنویں کے اضافہ کرے یا اس میں کے ساتھ دوسری زمین ملا کر محروم کو ذیلی کی کاشت میں دے، مثلاً ڈھائی روپے بیگمہ پر اس سے لی ہے، یہ ایک بیگمہ زمین اس میں اور شامل کر کے مجموعہ ۲۱ بیگمہ بلا تفضیل، ذیلی کو ایک سو پانچ روپے پر دیے۔ یہ صورتیں جائز ہیں، اور اگر زمیندار کی رضامندی نہ ہو اور وہ اس سے زمین چھوڑ دینے کو کہے اور بددلت کے ہاؤس سے جبراً چھوڑے تو شریعت کے نزدیک گناہ ہوگا، اور اس میں جو تنا اس کو جائز، چونکہ پسیدہ ہوگا کاشت سے خالی رہے ہوگا اور ذیلی کو دے گا تو وہ روپیہ بھی اس کے لئے ناجائز ہوگا اور اسے حکم ہوگا کہ زمیندار کو دے دے یا فقیروں پر تصدق کرے اور اولیٰ اولیٰ ہے، جو شخص ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے حکم شریعت پر عمل کرنا چاہے، تو حکم یہ ہے وہ نہ جانے اور اس کا کام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہم ارحمنا حسنا وسعاً بحق مولانا محمد
اسی الا حق ہی الا نبیاء والمرسلین صلی
اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ اجمعین
اے اللہ! ہمیں وسیع نیکی عطا فرما حضور نبی اکرم
ہمارے آقا محمد انبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ
وصحبہ اجمعین کے وسیلہ سے۔ (ت)

مسئلہ ۵۸ از پندرہول بزرگ ڈاکٹر ذرا سے پور ضلع مظفر پور مسودہ نعمت علی صاحب ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) ملک کا فرہو یا مسلمان رعایا اس کو بعض زمین کی مال گزاری دے اور بعض کی نہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے، آیا وہ رعایا عند اللہ و عند الرسول مآخوذ ہو گا یا نہیں؟

(۲) جس زمین کی رعایا مال گزاری دیتی ہے اس میں درخت لگایا، اب اس درخت کے فروخت کر سکتے وقت ملک اس کی قیمت کا چوتھائی حصہ مانگتا ہے، خریدنے پر اللہ و رسول کے نزدیک مآخوذ تو نہیں؟

(۳) کسی ملکیت کے قریب ملک کی زمین غیر آباد ہے، رعایا نے اسی زمین کے ساتھ اس غیر آباد زمین کو آباد کر لیا، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۴) ایک شخص کی زمین مثلاً ۱۰ کھائے سروے ناپ نے غیر کی زمین لے کر ۵ کھائے دیا ہے، اب اس زمین کو وہ شخص اپنے تصرف میں لے سکتا ہے یا نہیں، اگر تصرف میں لے لے تو عند اللہ مآخوذ ہو گا یا نہیں؟

الجواب

(۱) جو مال گزاری متہ سرئی اسی کا ذرا، کن ظلم و عدل ہے، چہ زمین والا کا فرہو۔

قل اللہ تعالیٰ یا ایہا الدین امنوا اذفوا اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اسے ایمان دلا، حقوق کو بالحق دے۔

پورا کرد۔ (ت)

(۲) ملک زمین کا اس درخت میں کچھ حق نہیں، اس کا مانگنا ظلم ہے۔

(۳) جائز ہے جبکہ ملک کو لگان دے یا وہ صاف کر دے

(۴) اگر وہ کھائے دوسرے کی ملک ہے تو بے اس کی اجازت کے غصب و حریم ہے، اور اگر وہ

بھی کا شتکار ہے اور اس کے پٹے کی میعاد ابھی باقی ہے تو بے اس کی اجازت کے ناجائز ہے لہذا ان

حویسک رقبتمہا فقد ملک منعتمہا (اگرچہ اس کے رقبے کا ملک نہیں تو وہ اس کے نفع کا ملک

ہے۔ ت) اور اگر یہی نہیں تو سابقا یا لاحقاً اجازت زمیندار و کار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۵۹ مسٹر لوی محمد رضا خاں سلسلہ ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ

(۱) لید سے اس کی رعایا نے جس میں مسلم و مشرک دونوں ہیں، بیس روپے ایک سال کے واسطے قرض مانگے

اور لگان کھاتے کا جو قرض چاہ رہا ہے بیس روپے ہے، اس نے کہا کہ بیس روپے تم کو بلا سودی

بغیر کسی نفع کے دئے جاسکتے ہیں، مگر تم کو اپنے کھاتے پر معر سال بھر کے اضافہ کرنے ہوں گے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جن اسایموں سے کو بقیہ یا کچل وصول کرنا، خواہ وہ تم تک ہے یا معاہدہ زمانی، ان سے ۳ روپیہ یا چھ آنہ روپیہ اس صورت میں لینا، اولاً پنا اصل مطالبہ لے یا لگیا تھا پھر قید نے مشرک کا مستحکم سے کہا کہ مطالبہ تیرا ادا ہو گیا اب توبیح سلم کے اس قدر روپے اور ادا کر دے، یہ رقم لینا جائز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر کاشت کار نے اپنا حساب بھی تو وہ رقم جو زائد ہے اُس کو حساب میں بتایا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۴) جو تمسکات کہ ۱۳۲۱ اف میں لکھے جاپکے اُن کا وصول بھی اسی طرح ہو سکتا ہے یا نہیں کہ تمہارا اصل مطالبہ ادا ہو گیا، اب اتنا بیع سلم کا دے دو، اگر دسترس روپے کسی مسلمان سے زائد لئے گئے اور اس کا مطالبہ صحیح اول لے لیا اور ان دسترس روپوں کے عوض مسلم یا مشرک کو سیر ہو گئیں یہ کہہ کر دے دے کہ ہم یہ عیموں اتنے کو فروخت کرتے ہیں اور اس سے بخوشی لے لئے، تو یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو کیا صورت ہے کہ مال مشرک سے قسطنج ہوں؟

الجواب

(۱) یہاں کے مشرکین کے ساتھ یہ صورت جار ہے، مسلمان کے ساتھ حرام ہے کہ یہ قرض سے نفع لینا ہے، اور حدیث میں ہے:

كل قرض جرم منفعة فهو ربا قرض کے ذریعہ جو نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے۔
 خلاصہ میں ہے:

القرض بالشرط حرام والشرط لغو بات قرض کے ساتھ شرط لگانا حرام ہے اور شرط لغو قرار
 يقرض على ان يكتب به الى ملكة كذا اليوق پاسے لگی شفیقوں کو اس شرط پر قرض دوں گا کہ
 دينته اھ كذا في الدر مختار مجھے لکھ دے کہ یہ قرض فلاں شہر سے وصول کر لوں
 اعلم۔ در مختار میں یوں ہے۔ والله تعالى اعلم

عن في الاصل در مختار میں ہے والى ادا ان عبارة الخلاصة في الدر مختار۔ عبد المنان الاعظمی

لکھ نگر العالی حدیث ۱۵۱۶ مؤسستہ الرسالہ بیروت ۲۳۸/۹
 لکھ خلاصۃ الفتاوی کتاب البیوع الفصل الخامس ۵۳۰۵۳/۳
 لکھ در مختار بحوالہ خلاصۃ الفتاوی فصل فی القرض مطبع مجتبائی دہلی ۳۰/۲

(۲) یہاں کے مشرکین کے ساتھ اگر ابتدائے معاہدہ کاشت اس صورت پر کیا جائے کہ یہ زمین مشق
اتنے سال کے لئے روپے بیگے پر تھیں دی، اگر کسی فصل یا سال تمام پر (جربہم ٹھہر جائے) بقایا رہے گی
توسوائی یا ڈیڑھ سی یا دو ٹنی (جو قرار پائے) اُس زمین کی اجرت متصور ہوگی، تو حسبِ قرار داد لے سکتا ہے،
اور اگر پہلے معاہدہ صرف روپے بیگے پر ہوا، اور باقی ٹٹنے کے بعد باقی میں اس سے زیادہ کی پاس ہے تو یہ حرام ہے کہ
خلاف معاہدہ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الدین اموا ادھو ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! عقود کو
بالعقود لے

اور اگر باقی میں زیادہ نہ لے بلکہ اس سے صاف کہہ دے کہ باقی پوری ادا ہو گئی، اُس کا تم پر کچھ نہ رہا، مگر وقت
پر ادا نہ کرنے کا اتنا حرج دے، تو یہاں کے مشرکین سے جائز ہے چاہے اس کا فرضی نام بیع سلم رکھے واللہ
تعالیٰ اعلم۔

(۳) پہلی صورت میں کہ وہ داخل معاہدہ تھی حساب میں سنائی جاسکتی ہے، اور دوسری صورت میں
اس کا حساب سے ادا کرنا لازم ہوگا، یعنی یوں کہے گا کہ بقایا لگان تو تجھ پر اس قدر ہے، اور بوجہ تاخیر اتنا بیع سلم
کا دینا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ہاں ہو سکتا ہے جبکہ نزارع یہاں کا مشرک ہے، واللہ تعالیٰ اعلم، مسلمان سے معلق ناہی نہ
اور فرض ہے کہ اُس کے وہ روپے اُسے واپس دے نہ رہا ہو، اس کے درشہ کو دے، اُن کا پتہ نہ چلے تو اس
کی طرف سے تصدق کرے بخوشی کا لفظ، لفظ بے معنی ہے، لہجہ دباؤ کے ناہمکس ہے کہ کوئی دس روپے کے برابر
سیرجہ گیہوں پر راضی ہو، اور اگر یہاں کا مشرک ہے، اور اُس سے قید معاہدہ پر زیادہ لیا گیا تو وہ بھی حسبِ بیان
جواب دوم ناجائز ہے، گیہوں کا یہ معاملہ اُس سے کرنا فضول ہے کہ یہ دس روپے بروجہ غیث آئے، اس
مشرک کی ایسی رضا سے وہ غیث نہ جائے گا کہ وہ دباؤ کی رضا ہے نہ کہ حقیقت، اور حقیقت بھی ہو تو اس پر
مواخذہ حق اللہ کا ہے کہ خلاف حکم کیا، بلکہ سیرجہ گیہوں کسی مسلمان محتاج کے ہاتھ جتنے کہ وہ بخوشی راضی ہو یہ کوئی
پھر وہ روپیہ بنیت تصدق مال غیث اس محتاج کو دے، پھر اس سے گیہوں کے ذرٹن میں لے، واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶ از سبیل ضلع مراد آباد محلہ دہلی دروازہ مسئلہ محمد علیہ الدین - ارجادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید زمیندار نے ایک کاشتکار کو اپنی اراضی بنا برکاشت
 پر بی شرط و شرط روپیہ لگان پر دی کہ پانچ روپیہ فصل غریف پر اور پانچ روپیہ فصل ربیع پر ادا کرتا رہے، بحالت
 عدم ادائے زید بقایا سوا یا معنی بجائے ایک روپیہ کے سوا روپیہ لگان کا لیا جائے گا، وقت مقررہ پر لگان کے
 نہ ادا کرنے کی صورت میں فصل ہر سال و ہر سال لگان میں زیادتی ہوتی رہے گی، یہ زیادتی لگان کے
 بمقابلہ اراضی کے کی گئی ہے، کیا یہ زیادتی لگان کی جائز ہے یا ناجائز داخل ٹیوڈ ہے؟

الجواب

یہ محض حرام و منہوع ہے بلکہ اس شرط کی وجہ سے وہ اجارہ ہی فاسد و حرم ہو گیا، و ان بعد ہر
 قصد بالشروط العاصد کا لیسیم ماہذا احد السعین (کیونکہ فاسد شرط سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے
 جس طرح بیع فاسد ہو جاتی ہے کہ وہ شتر میں سے ایک ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۶۷ از سنگرام پور ڈاکنی نہ خاص ضلع بدایوں مسئلہ شیخ ضیاء الدین
 جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب!

بعد سلام علیک کہ گزارش ہے میرے قریب میں ایک زمین دھر پروردہ ہے، وہاں پہ ٹھکر
 دل و سنگھ زیددار موضع نہ کور کے ہیں، اس پر ایک ہزار روپیہ ۱۳۱۳ھ آنے کے ٹیوڈ سے دیگر اشخاص کا قرض
 ہے، اب دل و سنگھ ایک ہزار ہم سے بلا ٹیوڈ مانگتے ہیں، اور خط پختہ اراضی میر واسطے پانچ سال بالعرض
 ایک ہزار روپیہ کے دیتے ہیں، بعد پانچ سال کے ان کی اراضی چھوٹ جائے گی، اور ہمارا روپیہ بے باقی
 ہو جائیگا، شرعاً جائز ہے یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہے تو کس طریقہ سے جائز ہو سکتی ہے، فقط زیادہ والسلام

الجواب

یہ صورت بلاشبہ جائز ہے، زمیندار اپنی ملک کو خالی زمین کے دوسرے کے دین یا اجارے میں نہیں، ایک
 مدت معینہ پانچ برس کے لئے ایک اجرت معینہ پر ہزار روپیہ پر اجارہ دیتا ہے اور باہمی رضا سے زراعت پر چٹائی دینا
 قرار پاتا ہے، اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۸ از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئلہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین کہ ایک اراضی کا لگان بند و بست میں غیر مقرر ہوا،
 اب اسی اراضی کی حیثیت عیار کی ہے کسی شخص نے مبلغ ۵۰ پشلی پانچ سال کا لگان اس وقت کی حیثیت سے
 ادا کر کے لی، اس طرح پر اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی شخص نے بجائے عیار روپیہ کی شرح کے عیار ہی

و وہ بڑ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہوگی تو کن کن وجوہات سے جائز ہوگا؟

الجواب

بندوبست میں جو مقرر ہو اس کی پابندی عاقدین پر لازم نہیں، باہم زمینداروں کا اشتکار میں جس قدر پر رضامندی ہو جائے کم پر خواہ زائد پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۶۹ از موضع دیورنیا صلح برقی مسئلہ شریف الدین و مسیح الدین زمیندار ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کا اشتکار کو اپنی عروقی اراضی مصدقہ بندوبست بشرح عہدہ سیکرنامہ کسی دوسرے شخص یعنی اپنے ذیلی کا اشتکار کو مبلغ ۵۰ لے کر پانچ سال کو پٹہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ مبلغ پچاس روپے اسی میعاد پچیس سالہ میں ذیلی کا اشتکار کے وصول ہو جائیں گے اور پچیس سال زمیندار کو یہی ذیلی کا اشتکار ادا کرے گا، مگر یہ کہ شرح مکان مصدقہ بندوبست عہدہ لحاظ نہ کیا جائے خواہ بجائے عہدہ کے ۶ روپے کا اشتکار اصلی و ذیلی ملے ہو یا مبلغ یکا یا دو کم و بیش؟ بقیہ اتوجروا۔

الجواب

کا اشتکار کو جائز نہیں کہ جو زمین اس کے پاس جتنے مکان کو ہے اُس سے ایک پیسہ زائد پر ذیلی کو دے، جتنا زیادہ مقرر کرے گا اُسے ایسے بار بار ملے گی سورتوں میں جائز ہے

(۱) اس کے ساتھ اپنے پاس سے اور کوئی چیز ملے کہ دونوں کو جوڑنا زیادہ پر دے۔

(۲) اس زمین کو کنواں کھود کر یا اور کام نفع کا برضا کرایہ پر دے۔

(۳) کرایہ کی مجلس بدل دے، مثلاً اس کے پاس دس روپے سال پر ہے یہ ذیلی کو ایک اشرفی کو اسے پڑے یا جتنی شرفیاں ملے ہوں ہی نوٹ یا پیسہ یا اکتیاں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع سکھر سندھ ڈاک خانہ دھرم مقام بھرچندی شریف درگاہ عالیہ سلسلہ قادریہ

مسئلہ خدا بخش صاحب ۲۳ رمضان ۱۳۳۹ھ چہار شنبہ

بخدمت عظامی منزلت شمس الشریعت حضرت مولانا صاحب سکرریہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگریزی قانون کے مطابق جو شخص پانچ برس متواتر اپنی غیر آباد زمین کا محصول (یعنی خراج) نہیں دیتا وہ زمین اُس کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ کی ہو جاتی ہے کہ بعد دس برس گزرنے کے بغیر رضامندی شخص مذکور کے دوسرے کو دے دیتے ہیں، آیا زمین مذکورہ بالا بموجب شرح شریف مالک کی ملک سے نکل کر گورنمنٹ بنی ہے یا نہیں، اور اس زمین کا لینا درست ہے یا نہیں؟ اگر کسی نے خریدی ہو تو واپس دے یا نہیں؟ اگر ملے تو جو خرچ اس زمین پر کیا ہے اُس سے واپس لے یا نہیں؟ نیز یہ کہ اگر مشتری مالک کو دے جب بھی گورنمنٹ

اس کو نہیں کیا بغیر درخواست کے اور درخواست بسبب مفہمی کے وہ نہیں دیتا۔ میتنوا (توسعہ)۔

الجواب

شرعیت میں اس وجہ سے زمین ملک مالک سے نہیں نکل سکتی یا اس کا خریدنا ناجائز ہوگا، اور خرید لی تو مالک کو واپس دینا واجب ہوگا، اور قیمت وغیرہ دینے میں خرچ ہودہ مالک سے واپس نہیں لے سکتا لہٰذا ہوا فیضیہ اعلیٰ (کیونکہ اس نے اپنا مال ضائع کیا۔ ت) اس پر حکم شرعی یہ ہے یہ بجالائے اگرچہ اس کے کرنے کو گورنمنٹ تسلیم نہ کرے، اس کا الزام اس پر نہ ہوگا، و اللہ تعالیٰ اعلم۔

کتاب الذبائح

(ذبح کا بیان)

مسئلہ شہر بلی محلہ ابراہیم پورہ مسئلہ از علی الدین ۳ شوال ۱۳۳۲ء
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین میں مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذبح بعد غروب آفتاب و قبل طلوع
 آفتاب مکروہ ہے یا نہیں، اور اگر مکروہ ہے تو کس طرح کا، اور اگر ایسے ہی وقت نہ ہو کہ کسی بلی کسی پرند یا مرغ
 کو ہلاک کرے، اور ذبح کچھ تھوڑا خون ذبح فوراً یا کچھ دیر بعد دے، تو اس کے واسطے کیا حکم ہے، آیا ذبح سے
 جائز ہو گیا یا نہیں، اور وہ ذبح اگر جائز ہو گیا تو وہ بھی مکروہ ہے یا نہیں، اور اگر مکروہ ہے تو کیسا، مینوات و جرد۔

الجواب

رات کو ذبح کرنا انیشہ غلطی کے باعث مکروہ تنزیہی خلاف اولیٰ ہے، اور ضرورت واقع ہو مثلاً صبح کے
 انتظار میں جا اور مر جائے گا تو کچھ کراہت نہیں لائنہ الان ماصورہ حد راعن اصاعۃ المال (کیونکہ مالی
 کے ضائع ہونے کے خطرہ کی بنا پر وہ اب اس کا ماسور ہے۔ ت) پھر کراہت اس فعل میں ہے ذبح اگر صحیح
 ہو جائے ذبح میں کچھ کراہت نہیں لنبین ان العلل لم یقع (واضح ہو جانے پر کہ غلطی نہ ہوئی۔ ت) ورنہ
 میں ہے،

مکروہ تنزیہی الذبائح لایلا لاحتمال غلطی کے احتمال کی وجہ سے رات کو ذبح کرنا

مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

حوت حلت کا دار خون نکلتے نہ نکلنے پر نہیں، بلکہ یہ ثابت ہونا چاہیے کہ وقت ذبح ہوا تو زندہ تھا، اگر یہ معلوم ہو اور خون اصلانہ دسے حلال ہے، اور اگر نہ ثابت ہو اور خون زندہ کا سادے تو بعض وقت کسی کڑکا ہوا خون کچھ دیر بعد مڑے کے بھی نکلتا ہے، جاوے حلال نہ ہوگا۔ حیات کی علامت یہ ہے کہ جانور ترپے یا منہ آنکھ بند کرے یا پاؤں سمیٹے یا اس کے بدن کے بال کھڑے ہو جائیں۔ درمختار میں ہے:

وبعد شاة مریضة فحرکت وخرجت الدم حلت
والا لان لم تندرجا تہ عند الذبح و
ان علوجا تہ حلت مطلقا، وامت لم
تتحرك ولم يخرج الدم، ذبح شاة
لم تندرجا تہ وقت الذبح، ان فتحت
فاه لا توکل، وان ضمتہ اكلت، وامت
تحت عینہا لا توصل، وان صبتها
اكلت، وان مدت بجلہا لا توکل، وان
قصتها اكلت، وان نامر شمرہا لا توکل،
وان قام اكلت، وهذا كله اذا لم تعلم
الحیة وان علت وان قلت اكلت مطلق
مكل حال، ریبیؑ

یہ سب اس صورت میں ہے جب ذبح کے وقت زندہ ہونا یقینی نہ ہو اور اگر زندہ ہونے کا یقین ہو تو مطلقاً کھانا جائز ہے خواہ کسی حال میں ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله اوخرج الدم ای کما یخرج من الحي
قال فی البزارية وفي شرح الطحاوی
اس کا قول کہ خون نکلے یعنی جس طرح زندہ سے
نکلتا ہے، برازیہ میں کہا اور شرح عمادی میں ہے

خروج الدم لا يدل على الحياة الا اذا كانت
يخرج كما يخرج في الحي عند الامم وهو
ظاهر الرواية (باختصار) - والله تعالى
اعلم -
خون نکلانہ زندہ ہونے کی دلیل صرف اس صورت میں ہے
کہ اس طرح نکلے جس طرح زندہ سے نکلتا ہے، امام
اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب میں، اور وہی ظاہر روایت
سے (باختصار) - (ت)

مسئلہ ۴۲ اور شہر کہنہ بریلی

۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

ایک مولوی صاحب آئے ہیں، وہ کہتے ہیں بسم اللہ واللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہم صلی و علی
کہنا چاہتے ہیں بسم اللہ اکبر بغیر واؤ کے جو رائے ہو رہا ہے مکروہ ہے۔ اس میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا تو جہود۔

الجواب

بغیر واؤ کے مستحب ہے، اسے مکروہ کہنا صحیح نہیں، بلکہ تخریراً لا بعبارہ وغیرہ میں واؤ بڑھانے کو مکروہ
فرمایا، بہر حال بلا واؤ کے خالی از کراہت و پسندیدہ و مستحب ہونے میں کلام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۴۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ذبح کرتا ہے، دوسرا پاؤں یا سر ڈھیسہ کا
پکڑے ہے، دونوں پر بسم اللہ ضرور ہے یا نہ؟ کی کافی ہے؟ اور اگر نہ دیکھنے بسم اللہ ترک کی قصد
یا یہ مددگار کوئی کافر مشرک ہندو وغیرہ تھا، تو ذبحی حلال رہا یا مردار ہوا؟ بیّنوا تو جہود۔

الجواب

اصل ذابح پر تکبیر کہنی لازم اور اسی کی تکبیر کافی ہے، سر یا پاؤں پکڑنے والے کی تکبیر کی اصلاً حاجت
نہیں، اس کا کافر مشرک ہونا کچھ مضر،

فان الذبح انما هو قطع العروق لا الالحذ
بالرأس والقوائم كما لا يحق.

ہاں اگر ایک نے دوسرے کو نفس ذبح میں مدد دی، مثلاً زید ذبح کرتا ہے عمرو نے دیکھا اس کا ہاتھ
ضعیف ہے ذبح میں دیر ہوگی اپنا ہاتھ بھی پھری پر رکھ دیا اور دونوں نے مل کر پھری پھری تو بیشک دونوں میں
جو کوئی قصد تکبیر نہ کئے گا جانور حرام ہو جائے گا۔ یٰٰ زنی اگر ان میں کوئی کافر مشرک تھا تو بھی ذبح مردار ہو گیا
فی الدار المحت رقت شرط التسمیة من

الذابح وھو عن الحیة ارادة التصحیة
فوصف یدلنا من ید القصاب فی الذبیح و
اعانہ عن الذبیح ، معنی کل وجوباً فلو
ترکھا احدھما ، او طعن فی تسمیة احدھما
تکفی حرمت الخ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
بالصواب۔

مسئلہ ۱۳۳۲ صفر ۱۳۳۲ھ

چو فرمایند علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ ہنگام ذبح
کردن حیوان و ذابح سوئے کہ اسے ہایداستاد
و راس حیوان کہ ام جانب می کند ، استقامت
اشاعت ست کہ بوقت ذبح حیوان سر وی بجنب
می کند و چہرہ ذابح بقبلہ سے کند ، خلاصہ آنکہ
اگر بی جنب شمال و جنوب و مشرق و مغرب
پس چو حکم دارد ، آیا کہ جائز ہے شود یا بدعت ، اگر
بدعت شود کہ ام بدعت ، و کہ ام اولی ست ، مع
اولہ تصریحاً تحریر فرمایند ۔ یکنوا تو نجسوا۔

الجواب

سنت متوارثہ آن ست کہ رُوئے حد و دوسے ذبیح
ہر دوسوئے قبلہ کند ، و سر ذبیح در بلاہ ما کہ قبلہ
سوئے مغرب ست جانب جنوب بود تا ذبیحہ
بر پہلوئے چپ خودش خوابیدہ باشد ، و پشت او
جانب مشرق ، تا رُوئے سمت قبلہ بود ، و ذابح

پڑھنا لازم ہے ، اور اس میں خانیہ سے ہے قربانی کہتے
ہوئے اپنا ہاتھ قصاب کے ہاتھ کے ساتھ ذبح میں
رکھا اور ذبح میں مدد کی تو ہر ایک بسم اللہ پڑھے ، تو
اگر ایک نے نہ پڑھا یا خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی
ہے تو جانور حرام ہوگا الخ۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم
بالصواب (ت)

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ حیوان کو
ذبح کرتے ہوئے حیوان کا سر کس طرف ہونا چاہئے
اور ذبح کرنے والا کس جانب کھڑا ہو ، مشہور ہے
کہ ذبح کے وقت جانور کا سر جنوب کی طرف اور ذبح
کرنے والا رُو بقبلہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ جنوب ، شمال اور
مشرق کی طرف سر کو رہن بھرا تو کیا حکم ہے ، کیا
جائز ہو یا بدعت ہوئی ، اگر بدعت ہے تو کون سی
اور کون سی جانب اولی ہے ؟ دلائل کے ساتھ
صراحت تحریر فرمایا جائے۔ یکنوا تو نجسوا (ت)

سنت یہ چلی آ رہی کہ ذبح کرنے والا اور جانور دونوں
قبلہ نہ ہوں ، ہمارے علاقہ میں قبلہ مغرب میں ہے
اس لئے سر ذبیح جنوب کی طرف ہونا چاہئے تاکہ جانور
بائیں پہلو لیٹا ہو اور اس کی پیٹھ مشرق کی طرف ہو تاکہ
اس کا منہ قبلہ کی طرف ہو جائے ، اور ذبح کرنے والا

پائے راست خود برصغیر راست گردش نہادہ ذبح
 کنند، اگر توجہ یا توجہ پر قبلہ ترک کردہ است
 اور اگر پھلوئے راستش خواہانہ نزد بعض اجل آئمہ مالکیہ
 حرام گردو، خوردنش روا نبود، پس اگر از اناں مشابہ
 و متوکد تر شد حد و حاکم الخلاف، احمد و دارمی و
 ابو داؤد و ابن ماجہ از ما برضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی
 قال و بہم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یومر الدائم کلشیں اقربین امدحیں موجوین
 فلما و حہما قال انی و جہت و جہی للذک
 فطر السموت و الارض الحدیث و بخاری و مسلم
 اسامی و ابن ماجہ از انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آوردند
 قال صحی السبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 تبشیر امدحیت و حسرایتہ
 و اصعب قدمہ علی صفا نحمہ
 مستقی و یکسر فذبحہما بیدۃ
 امام شیخ در عمدة القاری منہجہ
 فالتکبیر مع التسمیۃ
 مستحب و کذا وضع الرجل
 علی صفحۃ عنق الاضحیۃ

پندایاں پاؤں جانور کی گردن کے دائیں حصہ پر
 رکھے اور ذبح کرے اور خود پایا جانور کا منہ قبلہ کی
 طرف کرنا ترک کیا تو مکروہ ہے، اگر جانور دائیں پہلو
 لٹایا تو بعض اجل آئمہ مالکی کے نزدیک حرام ہو جائیگا
 اور اس کا کھانا جائز نہ ہوگا، لہذا اس سے پرہیز میں
 تاکید ہے تاکہ خلاف سے بچا جائے، احمد و دارمی
 ابو داؤد و ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 نے قربانی کے روز دو حصی، چنگیر سے، سیکنگ والے
 دُنبے ذبح فرمائے، آپ نے جب ان کو قبلہ رو نہایا تو
 آپ نے بر دماغ پر تھی اتنی دھت و جہی ہندی فطر
 السموت و الارض الحدیث بخاری، مسلم، دارمی و
 ابن ماجہ نے سرت سے رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا انہوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 دو چنگیر سے، دو دُنبے ذبح فرمائے تو میں نے دیکھا
 کہ آپ نے اپنا پاؤں مبارک جانور کی گردن کے ساتھ
 والے حصہ پر رکھا اور بسم اللہ پڑھی اور تکبیر کہی تو دونوں کو
 اپنے اتر سے ذبح فرمایا امام مسی نے عمدة القاری میں
 فرمایا بسم اللہ کے ساتھ تکبیر مستحب ہے اور یوں قربانی کے

عہ کلذ فی الاصل لعلہ "الدائم"

سنن ابی داؤد کتاب الصحای باب ما یستحب من الضحایا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰
 صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب من ذبح الاضاحی بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۵-۲۳۲
 صحیح مسلم " " " " " " " " ۲/۱۵۶

شمل ما اذا كان الذابح اشيع من سحبي احد هما
وترك الثاني عمد احرم اكله
جب ذبح میں دو شخص شریک ہوں تو سبم اللہ پڑھتے
دونوں پر شوط ہے، اگر ایک نے پڑھا اور ایک نے
پڑھا ترک کیا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی ہے کھانا حرام ہو گا۔ (ت)
در مختار میں غایب سے ہے :

فوصم يده مع يده القصاب في السحر و
احانه على الذابح ، مع كل وجوب فلو تركها
احد هم او طعن ان تسمية احدهما تكفي حرمت
ذبح کرنے میں معاون نے قصاب کے ساتھ اپنا
ہاتھ بھی ذبح میں پھری پر رکھا تو دونوں سبم اللہ بطور
وجوب پڑھیں ، ایک نے پڑھا دوسرے نے ترک کیا
یا ایک کے پڑھنے کو کافی مانا ، باوجود حرام ہو گا (ت)۔

شرح فقہ علامہ برجنڈی میں ہے :

يشترط تسمية من اعان الذابح بحيث وضع
يده على المذبح كما وصم الذابح حتى لو
ترك احدهما التسمية لا يحد ، ذكره في
فتاوى قاضى خان گنہ و فتاوى احمد
مسئلہ مرسلہ بحوالہ گھیار دکانہ ترسیہ راؤں ، ڈاکخانہ پکی ، تحصیل قصور ، ضلع لاہور ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دین حنفی اس مسئلہ میں کہ ذبح کے وقت جس بکرے کی گھنٹی سر کی طرف ایک چھل
بھی نہ رہے وہ عند الشرح حلال ہے یا حرام ، بتیوا تو احرور۔

الجواب

اس مقام میں تحقیق یہ ہے کہ ذبح میں گھنٹی کا اعتبار نہیں ، چاروں دگوں میں سے تین کٹ جانے پر
مدار ہے ، اگر ایک یا دو دگ کٹی حلال نہ ہو گا اگرچہ گھنٹی سے نیچے جو مدار اگر چاروں یا کوئی سی تین کٹ گئیں
تو حلال ہے اگرچہ گھنٹی سے اوپر ہو۔ رد المحتار میں ہے :
ان کامب بالذبح فوق العقدة حصل
اگر گھنٹی سے اوپر ذبح میں چار میں سے تین رگیں

۱۹۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	لے رد المحتار
۲۳۵/۲	مطبع مجتہبی دہلی	کتاب الاضحية	لے رد المحتار
۱۹۱/۳	نوکلشور لکھنؤ	کتاب الذبائح	لے شرح النفاية للبرجندي

قطعة ثلثة من العروق فالحق ما قاله
شرح الهداية تبعاً للمستغنى، والا فالحق
خلافه، ادله يوجد شرط الحل باتفاق
اهل المذهب، ويظهر ذلك بالشهادة
اوسوال اهل الخبرة، فاعتمد هذا المقال
ودع عنك الجدل، وهو تعالى اعلم.

مسئلہ از چوٹی زیریں مسجد کلاں ضلع ڈیرہ غازی خان مرسلہ جناب عبداللہ صاحب

۱۲ رمضان ۱۳۳۵ھ

جناب حضرت مولانا بالعصل اولئنا جناب شمس العلماء مفتی العصر سلامت، حضور انور! بذلہ
فوق العقدہ کا مسئرہ جو اختلاف میں مضبوط ہے، اس صاحب مہربانی فرما کر مزید قویٰ کو بدلائل تحریر فرما کر
دستخط فرمادیں، تکلیف سے بالکل غفرو کریں۔

الجواب

اس مسئلہ پر تحقیق و قویٰ میں یہ ہے کہ دین حق، عقدہ سے کہہ دو یا تین رنگیں کٹ گئیں ذبح ہو گیا
بأنور عدل، اور اگر صرف دو ہی رنگیں حلقوم و مری نیچے رہ گئے ذبح نہ ہوا، اور جانور مردار۔ یہ بات
دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے، خود ہیچین نہ ہو تو ہیچان دونوں کے بیان سے رد الخمار میں ہے،
والبحرین المقادیر ان يقال ان كان بالسفوح
فوق العقدہ حصل قطع ثلثة من
العروق، فالحق ما قاله شرح الهداية
تبعاً للمستغنى والا فالحق خلافه، ادله
يوجد شرط الحل باتفاق اهل المذهب،
ويظهر ذلك بالشهادة اوسوال اهل الخبرة فاعتمد
هذا المقال، ودع عنك الجدل كما

مقام کی وضاحت یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اگر گھنٹی
سے اوپر ذبح میں تین رنگیں کٹ گئی ہوں تو شروع
ذبح کرنے سے مستغنی کی اتباع میں جو کما دہ حق ہے
ورنہ حق اس کے خلاف ہے کیونکہ اہل مذہب
کی متفقہ شرط برائے حلت یہ پانی گئی، یہ معیار
مشاہدہ سے یا ماہرین کے بتانے پر ظاہر ہوگا،
اس مقالہ کو غنیمت سمجھو اور جھگڑا ختم کروادو، اس

وفیما کتبت علیہ فان قلت سیأتی عمت
البدائع بالاولاد بحیث متصلۃ من القلب
بالدماع : فیحصل فیہا بالبدیع فوق
العقدۃ ایضاً لا محالۃ ، ولا شک ان
دہن فی القیۃ واللحمین ، فیجب الحسل
قلت منذ کرہنا ان المراد شہ بالاولاد
الودجان اذ هما المتصلان من الدماع
الی قلب لا یحتمل والمصریۃ والله تعالی
اعرف وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم ۔

پر عین نے تاثیر میں لکھا اگر تجھے اعتراض ہو کہ بدائع سے
عنقریب نقل ہو گا کہ اولاد رگیں دل و دماغ سے
متصل ہوتی ہیں تو گھنٹی سے اوپر ذبح کرنے میں
لازمًا یہ رگیں کٹ جائیں گی ، اور اس میں شک نہیں کہ
یہ جڑوں اور لبہ کے درمیان میں ہے ، تو گھنٹی سے
اوپر ذبح میں طال ہو جانا لازمی ہے ، میں جواب
میں کہوں گا کہ وہاں اولاد رگیں سے دو وہ جان رگیں
مراد ہیں کیونکہ یہ دونوں دل تا دماغ متصل ہوتی ہیں
باقی دو یعنی حلقوم اور بری مراد نہیں ہیں ۔ واللہ
تعالی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم ۔

مسئلہ از شہر گورکھپور محلہ جمیل پور مسئلہ محمد عبدالواسع صاحب جنفی ۲۳ ذیقعدہ ۱۲۳۵ ہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شخص ذبیحہ کو ذبح کرتا ہے اور اس کے
ساتھ دوسرا ایک اور شریک حال جو زبیحہ کے انحصار پر ہے ہو رہا ہے ، اگر ذبح کرنے کے بعد وہ
ایک اس کا شریک حال تکبیر کے تو کیا ذبیحہ حرام ہو جائے گا ، یعنی کیا ذبح کرنے والے اور اس کے شریک حال
دونوں کے ذبح کے وقت تکبیر کنا لازمی و ضروری ہے یا نہیں ؟

الجواب

ذبیحہ کا ہاتھ پاؤں پکڑنے والا بندش کی رسی کی طرح ہے ، اس پر تکبیر کی ضروری نہیں ، بلکہ وہ اپنی تکبیر میں
سے بھی جو ضروری نہیں ، اگر مشرک یا مجوسی ہو جب بھی ذبیحہ میں فرق نہ آئے گا ، وہ معین ذابح جس پر تکبیر کنا
ضرور ہے وہ ہے کہ ذابح کا ہاتھ ضعیف ہو تنہا اس کی قوت سے ذبح نہ ہو سکتا ہو ، یہ شخص نفس فعل میں اس
کی ادا کرے اس کے ساتھ چھری پر ہاتھ رکھے اور ذبح دونوں قوتوں کے اجتماع سے واقع ہو ، اس حالت میں
دونوں پر تکبیر لازم ہے ، ایک بھی قصداً چھوڑے گا ذبیحہ مردار ہو جائے گا لہذا اجتماع المعین و المحرم
غلب المحرم دیکھ کر مباح کو حیوانی اور حرام کو حیوانی دونوں دلیلیں جمع ہوں تو حرام کی دلیل کو غالب کیا جاتا ہے ۔ تنہ
درمخاریں ہے ۔

وَقَشَرَةُ الْقَسِيمَةِ مِنَ الدَّابِغِ حَالُ الذَّبْحِ ثُمَّ
وَدَلَى عَلَى عَدَمِ اشْتِرَاطِهَا مِنْ غَيْرِ الدَّابِغِ .

حالت ذبح میں ذبح کرنے والے کے لئے بسم اللہ پڑھنا
شرط قرار دیا گیا ہے اور تویر اس بات پر دلالت ہے
کہ غیر ذابغ کے لئے یہ شرط نہیں ہے (ت)

روا مختار میں ہے :

اِذَا كَانَ الدَّابِغُ أَشْبَهَ فُلُوسِي أَحَدِهِمَا وَ
تَرَكَّ الثَّانِي عَمْدًا حُرْمًا أَكَلَهُ كَمَا فِي النَّاسِ تَرْجَايَةً .
وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ .

جب دُوبل کو ذبح کریں تو ایک نے بسم اللہ پڑھی
اور دوسرے نے قصداً ترک کی تو اس کا کھانا حرام ہے
جیسا کہ تاج رحمانہ میں ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ قادری بخش مہر دین الاولیٰ شریف ۱۳۳۷ھ
علمائے دین کیا فرماتے ہیں ان مسائل میں :

مسئلہ ۹ از چوبر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان
چو فرمایند علمائے دین دریں مسائل :

(۱) فوق العقدہ (گھنٹی کے اوپر) ذبح کا حکم
لکھا ہوا ہے مگر بلا لیکن صاحب المحضرت نے فیصلہ فرمایا
اس ملک میں اس مسئلہ میں کثیر اختلاف ہے کوئی کہتا ہے
پارہ روہ نہیں کھائی جونی چاہئیں ، کوئی اس کے
خلاف کہتا ہے ، ہر گز ہر بانی مولوی صاحب جس
روایت کے قائل ہوں اور جو رائے ہو اور فتویٰ صاحب
پر اتفاق ہو وہ نکھیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے ۔

(۱) حکم ذبح فوق العقدہ نوشتہ شدہ بمن رسید
لیکن جناب المحضرت فیصلہ ہائے کردہ ، ہمیں اختلاف
دریں ملک بسیارست . کسی می گوید کہ سر جبار رگ
بریدہ شود ، کسی می گوید کہ نہ . بڑا کرم و سبب
بکدام روایت قائل است ، ہر چہ رائے مولوی صاحب
و اتفاق فتویٰ است ، تحریر فرمایند تاکہ براں ظل
درآمد کردہ باشد ۔

(۲) قلم پر قربانی واجب ہے یا نہیں ؟

(۲) برتیم قربانی واجب ست یا نہ ؟

الجواب

(۱) ہمارے ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ اگر تین رگیں
کٹ گئی ہوں تو ذبیحہ عدل ہے ، یہ معیار مشاہدہ
سے یا ماہر سے دریافت کریں ، پہلے فتویٰ میں یہی
لکھا گیا تھا اور یہی فیصلہ علامہ شامی کا ردالمحتار میں

(۱) اجماع ائمہ ماست کہ اگر سہ رگ بریدہ شود
ذبیحہ ملال ست ، دایں معنی بمشاہدہ یا رجوع باہل
مخبرت توان دریافت ، ہمیں در فتویٰ سابقہ نوشتہ
شدہ وہیں است فیصلہ علامہ شامی وردالمحتار ،

وانچہ یکبار برائے امتحان مشہود فقیر شدہ آنست
کہ بذبح فوق العقد نیز رگہا بریدہ سے شود۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

(۲)

(۲)

مسئلہ از سرال ڈاکمانہ بشندور تحصیل و ضلع خلم مرسلہ صافقا سجاد شاہ ۱۸ شعبان ۱۳۲۴ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقدہ مذکور بطرف صدر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔
قال عینی و ذکر العقد لا فی کلام اللہ و علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا عقدہ (گھنڈی) کا ذکر
لا فی کلام رسول اللہ عز و جل و صلی اللہ علیہ و سلم افترع و علی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم افترع فی عبید و سلم
علیہ وسلم ہے اس مسئلہ میں تردد ہے۔

الجواب

کم از کم تین رگیں کٹنا لازم ہے، اگر عقدہ طوف راس رہا اور تین سے کم رگیں کٹیں مردار ہو گیا۔ و
عقدہ طرف صدر رہا اور ذبح نہیں ہوا لیکن دو رگیں کٹیں نہ تین طلال ہو گیا، ہو تحقیق ہدی
لا یحل بعد ذلک (یہی تحقیق ہے اس سے عدول نہ چاہئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از مدرسہ اسلامیہ عربیہ دیوبند ہمایوں پوسٹ پشیمان قلعہ شکار پور ضلع سکس
مسئلہ محمد حسن علی ہاشمی مدرسہ اول ۸ شوال ۱۳۲۵ء

چوسے فرمایند علمائے عظام دریں مسئلہ کہ مذکور
فوق العقد حلال ست یا حرام؟ بیتنا تو جردا
کیا فرماتے ہیں علمائے عظام اس مسئلہ میں کہ
فوق العقد ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے یا حرام؟
بیتنا تو جردا۔ (ت)

الجواب

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الذکاة
ما بین الالبۃ و اللجیین، ولا شئ من
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ذبح لبتہ اور لوجہ
کے درمیان ہے، اور شئ من کہ فوق العقد

ما فوق العقدة صمدیہ میں، المحدثین و کلام
استحقة و الکافی و غیرہما یدل علی ان الخلق
یستعمل فی الحق کما فی، اس عابدین فتحیر
بعلامہ سعدی ما حادۃ فی رد المحتار، اذ
قال و استحسیر للمقام ان یقال انہ کان
بالدبح فوق العقدة حصل قطع ثلثۃ من
المردق، مالم یقالہ شرح الہدایۃ شعا
فرستعفی، و الا ان بحق حلالہ اذ المریوجد
شرط الحد باتفاق اهل المذهب، ویظهر
ذلك بالمشاہدۃ او سؤال اهل الحنفیۃ ما علم
هذا المقال و مع عنک الجلال، واللہ تعالیٰ
علم۔

ایہ دونوں کے درمیان سے متصل ہے، اور کافی و
تخصر وغیرہما کا کلام دلالت کرتا ہے کہ خلق کا استعمال
گردن پر ہوتا ہے جیسا کہ ابن عابدین کے کلام میں
ہے تو عظام ابن عابدین کا فیصلہ کن کلام میرے نزدیک
معتبر ہے جس کا انہوں نے رد المحتار میں افادہ کیا
جب انہوں نے فرمایا، تحریر مقام یہ ہے کہ یوں کہا
جائے کہ فوق العقدة درج میں اگر تین رگوں کا کٹنا
پایا گیا تو حق وہ ہے جو شرح بدیع نے رشتہ فنی کی اتباع
میں کہا و در حق اس کے خلاف یہ کہہ کر کہ تین رگیں
نکٹنے کی صورت میں اہل مذہب کی متفقہ شرط حلال
برے کی نہ پائی گئی اور یہ بسیار مشاہدہ یا ماہرین سے
جو چھنے پر معلوم کیا جاسکتا ہے، اس مقدمہ کو غنیمت
سمجھو اور سارے دو تم خرو واللہ تعالیٰ اعلم (نت)

مسئلہ ۸۳ از شہر بکلی علم بہاری پر مسئلہ جناب مولوی ذب سلطان احمد خاں صاحب زید محمد جم
بتاریخ ۳۰ صفر المنظر قدسی ۱۳۳۰ھ

بندوق سے ایک برن شکار ہوا، چونکہ اس وقت چاقو یا پتھری موجود نہ تھے، تو ایک سوار کو گلاؤں کی
طرف پتھری لینے کو دوڑایا، اتنے میں برن قریب مرنے لگے ہو گیا، تو ایک زمیندار سے جو تعاقب وہاں موجود تھا
درشتی جس سے چارہ کاٹھا آتا ہے و نڈاز دار ہوتی ہے، لگتی، اور ایک مرد عادل مسلمان نے ذبح کیا، اس
شکار کو کھیا گیا، اس پر چند لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے آلہ سے ذبح کیا ہوا حرام ہے، تو یہ اعتراض کا
جواب یہ ہے، یا یہ کہ ہے، یا یہ کہ ہے، تو جبروا۔

الجواب

درانتی بھی آلات ذبح سے ہے، رد المحتار کتاب الصيد میں ہے،

لو نصب شبکۃ و کات بہا ان جارحۃ اگر ایسا جال لگایا جس کے ساتھ کوئی آلہ جارحہ

لگا ہوا ہوش مند منجیل اور مسموم افتد پڑھی ہو اور آلہ نے
اسے زخمی کر دیا تو ہمارے نزدیک حلال ہو جائیگا
جیسا کہ آلہ جارح پھینکنے کی صورت میں حلال ہو جائیگا
اسی مختصراً۔ (ت)

کمنجل وستی علیہ وجرحہ حل عندنا
کما لو رماہ بہما انتہی مختصراً۔

منجیل برد زن غیر، وہ ایک دانٹول والا لوس ہے کا
آلہ (دانٹی) ہے، اس کے ساتھ فصل کو
کاٹا جاتا ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے ساتھ
درخت کی ٹنٹی کاٹی جاتی ہے۔ (ت)

تاج العروس شرح قاموس میں ہے :
السجل کمنجل حدیدۃ ذات استن یقضب
بہا الزرع وقین ہوما یقضب بہ العود صنت
الشجر۔

مگر اس سے ذبح کرنا منوع و گناہ ہے کہ بے سبب ایذا ہے، جیسے گند چھری یا اس سے بھی زائد، ذبح ہندو
میں محیط امام شری سے ہے۔

انکلیلہ بجوز الذبح مہما و میکروہ
لیکن ایسی صورت میں کہ پورے مرچا جاتا ہے اور اس کے سوا کوئی آہ نہیں، اجازت بعید نہیں،
فان الضرورات تبیح المحذورات، ورماییدہ
قول الدرہاتر حکل تعدیب بلا فائدہ،
مثل قطع الراس والسند قبل امنہ قیود
ای تسکی عن الاضطر ب شہ فہدا وان کان
تعذیباً فلا فائدہ بل بضرورۃ۔
یعنی اضطراب ختم ہونے سے قبل جانور کا سر کاٹنا
جانور کی کھالی اتارنا مثلاً یہ بیفائدہ عذاب ہے
قویہ اگرچہ سبب فائدہ عذاب دینا ہے لیکن ضرورت کی
وجہ سے ہے۔ (ت)

۳۰۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصيد	سہ روا المختار
۱۲۸/۸	"	"	سہ تاج العروس شرح القاموس باب اللام فصل النون
۲۸۶/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح الباب الاول	سہ فتاویٰ ہندیہ
۱۸/۱	ادارۃ القرآن کراچی	القاعدۃ الخامسۃ	سہ الاشباہ والنظائر الفن الاول
۲۲۸/۴	مطبع مجتہبی دہلی	"	سہ در مختار

پھر اگر گیس کٹنے سے پہلے جانور میں مذبح کی حیات سے زیادہ حیات باقی تھی جب تو ہال تغلق سلال ہو گیا، اور اس کا کھانا بے تامل روا، اور اس پر اعتراض محض باطل و بے جا، اور اگر آدہ گند تھا اور بہت سختی کرنی پڑی کہ اکثر گیس کٹنے سے پہلے ہی مانتوں کی رگوں صدیوں سے اس کی روح فنا ہو گئی، یا رہی تو صرف اتنی ہی رہی جو بعد ذبح ہوتی ہے کہ فقط موت کا ترپنا باقی ہوتا ہے، اس کے بعد دو چار پرہی نہیں سکتا، تو اس صورت میں یہاں کہ اور کوئی آدہ ملتا ہی نہ تھا اختلاف علماء ہے بعض فرماتے ہیں حرام ہو گیا کہ ذکوۃ اختیار کی یعنی رگوں کے کاٹنے سے اس کی موت نہ ہوئی، بلکہ سبب موت قطع عروق سے پہلے ہی متحقق ہو گیا، اور بعض نے کہا سلال ہے کہ جب آلہ میسر ہی نہ تھا تو یہ بھی ایک ذکوۃ اضطرابی کی شکل میں آگیا اور رحمان موجودہ جانب حرمت ہی پایا جاتا ہے، اور اسی میں احتیاط۔

نقل المصنف ان من استقدر على اداء ذك حيد
حيا، او اشرف ثوره على الهلاك، وصاف
الوقت عن اذ يذبح، ولو يجد الذبح
فجرحه حل في رواية.
مصنف نے نقل کیا کہ امتداد ضرورتوں میں، یہ کہ شکار کو
زندہ حالت میں پایا یا وہ موت کے قریب تھا،
اور ذبح کرنے والے کو وقت کی تنگی تھی یا ذبح کا آلہ
دیا یا تو ایسی صورتوں میں اگر زخمی کر دیا تو حلال ہو گا
یہ ایک روایت ہے (ت)

روا مختار میں ہے :

الاول ان يقول في قول لانه نقله المصنف
عن ابقية معز، ان بعض المشايخ، وقال
البعض لا خير لا يجد اكله الا اذا قطع
العروق، فاقاد ط.
روایت کی بجائے ایک قول کہنا مناسب ہے کہ
اس کو مصنف نے قیہ سے بحوالہ بعض مشائخ نقل کیا
ہے، اور بعض دیگر نے کہا اس کا کھانا سلال نہیں جب
تک اس کی رگیں دکاٹ دے، اس کا افساد
عظام عطا دی نے کیا۔ (ت)

اور ہندو کی عبارت یہ ہے :

اشرف ثوره على الهلاك وليس
معه الا ما يجوز مذبحه،
جانور موت کے قریب ہے اور ذبح کرنا لے کے
پاس صرف ایسی چیز ہے جو ذبح والے مقام کو زخمی

ولو طلب الہ الذبیح لایدرک ذکاتہ فبحرح
مذبحہ لایصح، لا اذا قطع العروق، قال
القاضی عبد الجبار یحل ان جرحہ کذا فی
القیۃ ۱۰

کر سکتا ہے اور اگر وہ ذبح کا آلہ تلاش کرے تو جانور
مردار ہو جائے ایسی صورت میں مقام ذبح کو زخمی
کر دینے سے حلال نہ ہوگا جب تک اس کی رگوں کو
کاٹ نہ دے۔ قاضی عبد الجبار نے کہا ہے کہ اگر

زخمی کر دیا جس سے موت واقع ہوئی تو حلال حیوان قبیہ میں ہے۔ (ت)
تنویر الابصار و درمختار و رد المحتار کتاب الصيد میں ہے:

ان ادركہ الریح والمرسل حیاً ذکا وجوبا،
فوترکہ حرم، وکذا، یحرم لو تجرعت
التذکیۃ (بان لم یجد آلۃ اولاً یقوی
الوقت ما یسکن تحصیل الالۃ والاستعداد
للمذبح) لان العجز عن التذکیۃ لایحل
لحرامہ اعم ملتقطاً، واللہ تعالیٰ علّم وعلمہ
حل مجہد اتم واحکم.

کتا چھوڑنے والے یا تیراٹنے والے نے شکار کو
زندہ پایا تو اس کو ذبح کرنا واجب ہے اگر نہ کیا
تو حرام ہوگا، اور پونی اس صورت میں ذبح کرنے
سے عاجز رہا تو بھی حرام ہوگا۔ بخاری کی صورت یہ کہ
ذبح کا آلہ نہ پائے یا اتنا وقت نہ پایا کہ آلہ حاصل
کر سکے یا ذبح کی استعداد نہ پائے، کیونکہ مجتہد
حرام کو حلال نہیں کرتا اعم ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم
ملہ جل مجہد اتم واحکم دت.

مسئلہ از ڈیرہ اسماعیل خاں ملک وزیرستان چھاؤنی ٹانکہ پوسٹ کرگئی دیکس کمپنی

مرسد مولوی اکبر حسین صاحب اسٹون ۲۹۰۴ ۳۰ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، تو ہے کی پتی کی ٹھری بنی ہو، نہ اس میں دستہ جوہ دستہ
کی جگہ پر کوئی سوراخ ہو، اس سے ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ یہ جگہ فیلڈ ہے، اور گرمی بہت سخت اور
دھوپ میں کام کرنا پڑتا ہے، یہاں رو رہ رکھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب

اگر اس میں کسی طرف دھار رکھی گئی ہو جیسے ٹھری میں، تو دھار سے ذبح جائز ہے، اور دھار نہ ہو

۲۸۸/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح	ملہ قادی ہندیہ
۲۹۲/۴	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الصيد	ملہ درمختار شرح تنویر الابصار
۳۰۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	رد المحتار	

روزہ ناممکن اور جانور مردار ہو جائے گا، نص علیہ الصلوٰۃ النسخی فی الکافی (اس پر امام نسفی نے کافی میں نص فرمائی ہے۔

اگر دھوپ میں کام کرنے کے ساتھ روزہ ہو سکے اور آدمی مقیم ہو مسافر نہ ہو تو روزہ فرض ہے۔ اور اگر نہ ہو سکے روزہ رکھنے سے بیمار پڑ جائے، ضرر قوی پہنچے، تو مقیم غیر مسافر کو ایسا کام کرنا حرام ہے۔ مگر ترک پر قدرت نہ ہو اور کسی طرح نہ ممکن ہو قضا رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از سرنیا ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۲۱ھ
کوئی جانور دیوار سے دب گیا، گردن مٹی سے دب گئی، تو کس ترکیب سے ذبح کرے؟

الجواب

اگر اندیشہ ہے کہ نکلنے تک اُس کا دم نکل جائے گا، تو جہاں چاہے تکبیر کہہ کر خون نکال دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مرسلہ حرانہ مولوی محمد موسیٰ احمد صاحب محدث سورتی پبلی بحیث ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بھنگی نے غلام کے نام کا بکرانا، اُسے ایک فقیر مسلمان نے بھنگی کے گھر جا کر ذبح کیا اور اس کے کچھ نہاں رکھوایا اور اس فقیر کے ہمراہ چار مسلمان اور تھے، پانچوں نے کھایا، فقیر کافر ہوا یا مسلمان رہا؟ مرکب حرام ہوا یا نہیں؟ اور بقیہ آنکھیں کا کیا حکم ہے؟ اور یہ ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ مثل مبتدئ ہے یا اس سے کچھ اوتر؟ اور جو اس ذبیحے کو حلال بنائے وہ بر تقدیر حرمت کافر ہے یا نہیں؟ بیعتنا تو جبردا۔

الجواب

ذابح اگر غیر خدا کے نام پر ذبح کرے یعنی وقت ذبح جس طرح تکبیر کا حکم ہے یہ غیر خدا کا نام لے مثلاً بسم اللہ کی جگہ یا بسم فلاں کے تو ذبیحہ قطعاً حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ وما اھل بہ لغیر اللہ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا۔ مت ۲۱/۱۷ اگر مسلمان کلمہ گئے اُس ذبح

عہ خصصت الکلام بالاسم لا بالتشوک میں نے مسلمان کو خاص ذکر کیا کیونکہ مشرک اگر چہ (باقی اگلے صفحہ پر)

سے غیر خدا کی عبادت کا قصد کیا اور اہل اسلام اراقہ و مروجہ اللہ سے جس طرح کا تقرب اللہ جل جلالہ کی طرف

(بقیہ ماثیہ صفحہ گزشتہ)

اللہ وصفہ تعالیٰ کے نام اور اسی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کئے تب بھی اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور اہل کتاب (یسودی یا عیسائی) اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرے تو اس کا ذبیحہ حلال ہوگا اگرچہ وہ غیر اللہ کے تقرب کے لئے ذبح کرے۔ علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ امام مالک، شافعی، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے فرمایا کہ اگر عیسائی مسیح کے نام پر ذبح کریں تو اس نے یقیناً غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا، لہذا ضروری ہے کہ وہ ذبیحہ حرام ہو اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو ظاہر الفاظ کے اعتبار پر وہ ذبیحہ حلال ہوگا اور غیر فقط کا اعتبار نہ ہوگا، ہندیہ میں فرمایا کہ عربوں میں ہے اگر کتابی عیسائی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سننا لیکن اس نے اللہ تعالیٰ سے مراد مسیح علیہ السلام کو یا تو فقہاء نے فرمایا کہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا جب تک کہ صریح الفاظ میں یوں کہے اللہ کے نام سے جو تین میں سے تیسرا ہے، اگر صریح طور پر ایسے کہے تب حرام ہوگا الخ اقول (میں کہتا ہوں) (باقی اگلے صفحہ پر)

لا تحل ذبیحتہ مطلقاً وان سمی اللہ تعالیٰ وقصد بہ التقرب الیہ وحده عز وجل والکتب فی تحل ذبیحتہ اذا سمی اللہ تعالیٰ وحده وان قصد بہ التقرب الی غیرہ تعالیٰ قال النیشاپوری فی تفسیرہ قال مالک والشافعی وابو حنیفہ و اصحابہ اذا ذبحوا علی اسم المسیح فقد اهلوا بہ بغیر اللہ فوجب ان یحرم، واذا ذبحوا علی اسم اللہ فظاهر اللفظ ینقض التحلل ولا حبرۃ بعیر اللفظ اللہ وقد فی الہندیۃ عن البدائع لوسم منه یعنی من الکتب ذکر اسم اللہ تعالیٰ لکنہ عفی باللہ تعالیٰ و ہز وجل المسیح علیہ السلام قالوا تو حکل الاذ، لعمری فقال بسم اللہ الذبح ہو ثالث ثلاثۃ فلا یحلیل، لہذا اقول

پا جتے ہیں، اس سے اس ذبح سے اسی نوع کا تقرب غیر خدا کی طرف چاہا، تو بھی حرمتِ ذبیحہ میں غلام نہیں، اگرچہ اس پر
 وہاں سے خالص تکبیر ہی کہی ہو کہ جبہ اس نے غیر خدا کو معبود قرار دیا یا اس ذبح سے اس کی عبادت کا قصد کیا رفتہ
 ہو گیا، اور رفتہ کا ذبیحہ حلال نہیں، مگر نازلہ مستورہ سائل ان صورتوں سے بری ہے کہ یہ تو یقیناً معلوم کہ کوئی کلمہ گو
 ذبح کرتے وقت قسم، اللہ کی عکاسی، ماسم ظاہر و باہر نہیں کہتا، نہ نہا کسی مسلمان پر یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ
 غیر خدا کی عبادت چاہتا ہے اور ظاہر و باہر بھنگیوں وغیرہم کفار کے باطل معبودان کو معاذ اللہ معبود قرار دے، تو
 حاکم اس نے اللہ ہی کے نام ذبح کیا اور عبادتِ غیر خدا کا خیال بھی اس کے دل میں نہ آیا بلکہ اصلاً اس پر بھی
 کوئی دلیل نہیں کہ اس کی جان دینے سے فقیر مسلم اس معبود باطل کی مجرّد تعظیم و جو مثل تعظیم اہل دنیا بوجہ فنا نہائے
 تعظیم الہی سے نہیں ہو سکتی (منظور رکھی ہو، کہ مسئلہ ذبح عند قدم الامیر کو اس سے قطع ہو سکے، انصاف یہ ہے
 کہ اس طرح کے فقیروں کو صرف اپنے کھانے سے غرض ہوتی ہے، کافر بلا کر لے گیا انھوں نے تکبیر کہہ کر بطور مسلمانان
 ذبح کیا اور اپنے کھانے کے قابل کر دیا، اس کے سوا انھیں دوسری نیت فاسدہ کا ترکب جاننا مسلمان پر نرمی
 و گمانی ہے جو منہج قطعی قرآنِ حرام،

قُلْ اِنَّ تَعَالٰی یَاۤیْہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا
 کثیراً مِّنْ اَطْنِ اِنَّ بَعْضَہٗ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! بہت سے
 چیزوں سے بچو۔ کچھ گناہ ہیں۔

(بقیہ ماحشیہ صفحہ گزشتہ)

والمرغیہ ما اشرنا الیہ ان اکتفی لا یخرج
 مہذا، عن کونہ کتابیا متحصدا اجبرہ
 التسمیۃ للہ تعالیٰ کما ان
 المشرک لا یخرج عن الاشرک تجرید
 التسمیۃ فلا تحل وامن مع اللہ
 تدی اما المسلم لیخرج مہذا المقصد
 عن الاسلام فلا تحل ہکذا ینبغی
 اب یفہم ہذا المقام ۱۲ منہ قدس
 سرہ العزیز

اس میں کتبہ یہ ہے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے کہ
 عیسائی و کتابی مالمس اللہ تعالیٰ کا نام لینے اور
 مراد مسیح علیہ السلام لینے پر کتابی ہونے سے باہر
 نہ ہوگا لہذا اس کا ذبیحہ حلال جس طرح مشرک خاص
 اللہ تعالیٰ اور اسی کا تقرب مراد لینے سے شرک سے
 باہر نہ ہوگا لہذا اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا جبکہ مسلمان
 غیر اللہ کا تقرب و عبادت مراد لینے پر اسلام سے
 باہر ہو جاتا ہے لہذا وہ ذبیحہ حلال نہ ہوگا، اس
 مقام کو یوں کھانا مناسب ہے ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 اياكم والنظن فان الظن اكذب الحديث
 رواه الاثمة مالك والبخاري ومسلم وابوداؤد
 والترمذي عن ابي هريرة رضي الله تعالى
 عنه .
 (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، گمان
 سے ڈو جو کہ گمان سے بڑھ کر کوئی بات جھوٹی نہیں
 الحدیث) (اس کو اللہ مالک، البخاری، مسلم، ابوداؤد
 اور ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا ہے۔ ت)

اور دل کے ارادے پر حکم کرنا خصوصاً ایسا کہ صراحت خلاف ظاہر و موہوم مفصل بلکہ محض غلط باطل ہے،
 بیشک بر غم عظیم ہے،

قال الله تعالى ولا تظن ما ليس لك به علم
 ان السمع والنصر والفر دكل اوليك كان
 عنه مستولا
 (اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بے یقینی بات کے پیچھے نہ پڑ
 بیشک کان، آنکھ، دل سب سے سوالی ہونے پر
 ت)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 الخلا شقت من قبه حتى قلنا قالها ام
 لا - اخرجه مسلم عن سنده بن وهب وهو له
 تعالى عنهما -
 (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا)
 تڑنے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے
 عیب سے یہ طماع پاتا اس کو مسلم نے اسامہ
 بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

سیدی عارف باللہ احمد زروق روض اللہ تعالیٰ روح فرماتے ہیں،

ما يمشي الظن الخبيث من القلب الخبيث
 ذكره سيدي عبد الغني النابلسي في الحديث
 الندية -
 خبیث گمان خبیث دل سے نکلتا ہے۔ (اس کو
 سیدی عبد الغنی النابلسی نے حدیث الندیہ
 میں ذکر کیا ہے۔ ت)

صحیح البخاری کتاب النکاح باب لا یخطب علی حلیۃ اخیر
 صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب تحريم الظن
 جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی ظن السوء
 ۳۶/۱۴
 قیدی کتب خانہ کراچی ۲/۲۰۶ و ۸۹۶
 ۳۱۶/۲
 امین گنجی دہلی ۲۰/۴

صحیح مسلم کتاب الایمان باب تحريم قتل الكافر بعد قوله لا اله الا الله
 الحدیث الندیہ شرح الطریقۃ المحیة الملقن الرابع والعشرون
 قیدی کتب خانہ کراچی ۱/۶۸
 مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۴/۸

تفسیر کبیر میں فرمایا۔

اسما کلمہ بالظاہر لا بالباطن فاد ابوحہ علی
اسم اللہ وجب ان یصل ولا یسبیل لہ الی
الباطن لہ
ہم ظاہر کے مکلف ہیں باطن کے نہیں، تو جب اس نے
اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا تو ضرور حلال ہو گا۔ ہمیں
اس کے باطن کی طرف راہ نہیں ہے (ت)

فقیرہ ذخیرہ و شرح وہبانیہ و در مختار وغیرہ میں ہے،

انا لاسئی انظن بالمسلم انه یتقرب الیہ
الادھی یفہذ لنفوسہ
ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس نے اس
ذبح سے کسی آدمی کا تقرب چاہا ہے (ت)۔

دیکھو ان ترمذین و علما کے معتمدین کی نکر صاف تصریحیں فرماتے ہیں کہ ہمیں باطن کی طرف کوئی راہ نہیں، ہم
پر عمل کا حکم ہے، جب مسلمان نے خدا کا نام لے کر ذبح کیا واجب ہوا کہ ذبیحہ حلال ہو، ہم مسلمان پر بدگمانی
نہیں کرتے کہ اس نے ذبح سے آدمی کی طرف تقرب چاہا ہو۔ جبکہ فقہائے عدول کے یہ اقوال، خدا اور رسول
کے وہ ارشاد، تو اب سوائے ظن پر بننا نہ کرے گا مگر خبیث الباطن کی نہاد۔

وما اللہ بعافل عما تعملون، واللہ لایحب
الصادقہ
اللہ تعالیٰ غافل نہیں اس سے جو تم کرتے ہو، اور
اللہ تعالیٰ صادق و سید ہے (ت)۔

پس صورت مستفسرہ میں وہ ذبیحہ تھا حلال ہے، اور اس فقیر اور اس کے ساتھ والوں نے
لحم نہ گئی کھایا نہ مردار۔ فقہائے کرام نے خاص اس مجربہ کی تصریح فرمائی کہ شفا مجوسی نے اپنے آشکے سے
یا مشرک نے اپنے بھائی کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے خدا کا نام پاک لے کر ذبح کی بکری
مدلی ہے، کھائی جائے۔ فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ تاج ترمذی و جامع الفتاویٰ میں ہے،

صلوہ ذبیحہ شفا المجوسی لبیت نارہم،
او الکافر لانہم توکل، لامہ سمی اللہ
تعالیٰ ہے
مسلمان نے مجوسی کی بکری اس کے آشکے سے یا کافر
کی بکری ان کے بھائی کے لئے اللہ تعالیٰ کے
نام سے ذبح کی تو وہ کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے

اللہ تعالیٰ کے نام کو ذکر کیا ہے (ت)

سنہ معانی الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۶۳/۲ المطبوعہ ابینہ مصر ۲۳/۵

سنہ در مختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۰/۲

سنہ انقرآن الکبیر ۸۵/۲ سنہ انقرآن الکبیر ۲۰۵/۲

سنہ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ القارئانۃ عن جامع الفتاویٰ کتاب الذبائح نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

اہلۃ مسلمان کے لئے اسی صورت میں کراہت نکلتی تھی، ہندیہ میں عبارت مذکورہ کے بعد ہے، وہ یہ کہ لا
للمسلمۃ (مسلمان کے لئے اس میں کراہت ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ مسلمان کو ایسا فعل کرنا نہ تھا کہ اس
میں بظنی ہرگز یا اس کا ذکر کام پورا کرنا اور اس کے زعم میں اس کے قصد محرم کا آرٹنا ہے، اگرچہ حقیقت امر
بالکل اس کے مبین ہے کہ لایحییٰ (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) بالجلد اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ یہاں
صرف وقت ذبح قول و نیت ذاب کا اعتبار ہے، اگر ذاب مسلم نے اللہ ہی کے لئے ذبح کیا اور وقت ذبح اللہ
ہی کا نام لیا تو ذبیحہ قطعاً حلال، اگرچہ مالک نے کسی کے نام پر مشہور کر رکھی ہو۔

قال اللہ تعالیٰ وما لکم ان لا تأکلوا مما سئما اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ
ذکر اسم اللہ علیہ کے نام پر ذبیحہ کو نہیں کھاتے (ت)۔

یوں ہی کتابی کا ذبیحہ، اگر وقت ذبح خالص نام خدا لے۔
قال تعالیٰ طعام الدین او تواد الکتاب حل لکم واللہ سبغہ وتعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اہل کتاب کا طعام تمہارے
لئے حلال ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حباب مدبروں سلاسل کا سے بھینس بکری مرغ وغیرہ کے
حلال ہے یا نہیں؟ یتنوا تو جبروا۔

الجواب

مذکورہ سلاسل جانور کی کھال بیشک حلال ہے، نہ خدا اس کا کھانا منع نہیں، اگرچہ گائے بھینس
بکری کی کھال کے لئے کے قابل نہیں ہوتی،

قالہ راہبہا اذا ما ذکیت شاة فکلفہا
سوی سبعہ فیہن الوباں، فحماہ شسم خاء
ثم عین، و دال ثم میعان و دن، سقی، فالحما، الحیا،
و حقارین جب بکری دبا کی گئی تو سات احرار جن میں وبال سے
کے ماسوا کو کھاؤ، سات یہ ہیں، ح، پھر خ،
پھر خ اور د، پھر دویم اور ذ، انتی، عارحیا کی

۲۸۶/۵	فوری مکتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح	لہ فتاویٰ ہدیہ
		۱۱۹/۶	لہ القرآن الکریم
		۵/۵	لہ
۲۳۹/۶	مطبع مجتہدانی دہلی	مسائل مشقی	لہ درمختار

وهو الفرج ، والمشاء الخصية ، والغين
 بعدة ، والدال الدم المغسوح ، والمبيان
 المرارة والمشاء ، والذال الذکر۔ واللہ
 سبحانه وتعالى اعلم۔
 وہ شہر مگاد ، حشر خصیہ کی ، غین
 غدد کی ، دال دم مغسوح کی ، اور ذمیم
 مرارہ (پتھر) اور مشانہ ، اور ذالی ذکر ہے۔
 واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بدن حیوان ماکول الطعم میں کیا کیا چیزیں مکروہ ہیں ؟
 بیتوانو تحرروا۔

الجواب

سات چیسزیں تو حدیثوں میں شمار کی گئیں (۱) مرارہ یعنی پتھر (۲) مشانہ یعنی پھلکا (۳) حیا یعنی
 دوج (۴) ذکر (۵) انشیں (۶) قندہ (۷) دم یعنی خون مسفوح۔

اخرج الطبرانی فی المعجم الاوسط عن
 عبد اللہ بن عمر بن عبدی ، والبیہقی
 عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کانت
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکرہ من
 اشاء سباع المرارة والمشاء والذکر
 والانشیں والعندۃ والدم وکان احب
 اشارة الیہ مقدما
 طبرانی نے معجم الاوسط میں عبد اللہ بن عمر اور ابن عبدی
 سے اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
 روایات کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا
 جانور کے سات اجزاء کو مکروہ فرماتے سات یہ ہیں :
 مرارہ (پتھر) ، مشانہ ، حیار (شہر مگاد) ، ذکر ، قندہ ،
 غدد اور خون۔ اور آپ کو بکری ذبیحہ کا مقدم
 حصہ پسند تھا۔ (ت)

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا خون تو حرام ہے کہ قرآن عظیم میں اس کی تحریم منصوص
 اور باقی چیزیں میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ سلیم الطبع لوگ ان سے گھن کرتے ہیں اور انھیں گندی سمجھتے ہیں اور اللہ
 تعالیٰ فرماتا ہے ویمز عظیم الخبیثۃ یہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پر سب گندی چیسزیں حرام فرمایا گیا۔
 حاشیہ علامہ حلی میں ہے :

قال ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اما الدم
 امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا لیکن خون

بلکہ صرف باتجاربہ فقہ حدیث و فہم امام ان پر اقتصار واقع ہوا، اور خود ان علاقے زائد میں نے بھی قصداً استیعاب نہ فرمایا یہ امر انہیں عبارات مذکورہ سے ظاہر، اور اس پر دوسری دلیل واضح یہ کہ مگر و طحال و گوشت کے خون گئے اور (۱۲) خون قلب چھوڑ گئے حالانکہ وہ قطعاً ان کے شکل ہے، یہاں تک کہ عباہ و خواہ و قنیہ و غیرہ میں اس کی نجاست پر جرم کیا اور اسی طرح امام برہان الدین قرغانی صاحب ہدایہ نے کتاب التہجیس والزیید میں فرمایا، اگرچہ روغنہ ماطنی و مرقی الصفاح و درمختار و رد المحتار و غیرہ اسفار میں طہارت کو مختار رکھا، اور ظاہر ہے کہ نجاست ثبوت حرمت ہے اور طہارت مفید صحت نہیں۔ علیہ میں ہے ۱

فی البقیۃ دم القلب الشاة نجس والیہ مای
کلام ص حب الہدیۃ فی التہجیس و فہ
حرۃ الفتاوی دم القلب نجس و دم الکبد
والطحال لا ۱

قنیہ میں ہے کوی کے دل کا خون نجس ہے، تہجیس میں
صاحب ہدایہ کا میلان اسی طرف ہے، اور رد المحتار
میں ہے کہ دل کا خون نجس ہے تلی اور جگر کا خون نجس
نہیں ہے (ت)

روحانیہ میں ہے ۱

فی العباہۃ دم القلب نجس، و دم الکبد
والطحال لا ۱

قناریہ میں سے دل کا خون نجس ہے، جگر اور تلی کا
خون نجس نہیں (ت)

اور نیز عدم مصر پر ایک اور دلیل قاطع یہ ہے کہ عامہ کتب میں دم مسفوح، اور ان کتابوں میں دم لحم و کبد و طحال
کو شمار کیا، تو اس سے واضح کہ کلام اعضاء سے اخلاط تک متجاوز ہوا، اور بیشک اخلاط سے (۴) مرہ
بھی ہے یعنی وہ نرد پانی کہ پتر میں ہوتا ہے جسے صفا کہتے ہیں، اور ہمارے علماء کتاب الطہارۃ میں تصریح
فرماتے ہیں کہ اس کا حکم مثل پیشاب کے ہے، بلکہ بعض نے تو مثل خون کے ٹھہرایا۔ درمختار میں ہے ۱
مرارۃ فی حیوان بمولۃ (حیوان کا پتر پیشاب کی مانند ہے۔ ت) علیہ میں ہے،

قبل مرارۃ الشاة کالدہ و قید کو سہب
حمیۃ عندہا، طاہرۃ عند محمد ۱

بعض نے کہا ہے پتر جانور کا خون کی طرح ہے
بعض نے کہا پیشاب کی طرح ہے۔ تشخیص کے
نزدیک نبی ست خفینہ ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پاک ہے۔ (ت)

لے علیہ الملی شرح غیۃ المصلی

لے روحانیہ

لے درمختار کتاب الطہارۃ باب الاستنجاء مطبع معتباتی دہلی ۱ ۵۷
لے علیہ الملی شرح غیۃ المصلی

بہر حال کھانا اس کا بیشک ناجائز ہے کما ہوا لہذا ہب فی البول (جیسا کہ پیشاب کے بارے میں ان کا مذہب ہے۔ ت) باوجود اس کے یہاں شمار میں نہ آیا، یونہی اغلاط سے بگم ہے کہ جب براہ مبنی منقطع ہو جیسے بھیرہ وغیرہ میں مشاہدہ ہے۔ اسے عربی میں مخاطب اور فارسی میں آب مبنی کہتے ہیں (۱۵) اس کا کھانا بھی یقیناً ناجائز، صریح بہ فی العقود الدریۃ تنقیہ الفتاویٰ الحامدیۃ (یہی تصریح عقود الدریۃ تنقیہ الفتاویٰ الحامدیۃ میں ہے۔ ت) یہ بھی یہاں غیر معدود اور منقطع دمار (۱۶) وہ خون بھی سبہ جو رحم میں لطفہ سے بنتا ہے منجھ ہو کر علقہ نام رکھا جاتا ہے، وہ بھی قطعاً حرام۔ نہایت وہیمین المتعاقب ورد المختار وغیرہ میں ہے ۱

العقۃ والبضعة بحسان كالمنخ ^۱ علقۃ (منجھ خون) اور مضغۃ (ابتداء تخلیق کا خون اور لوتھڑا) منی کی طرح ناپاک ہیں (ت)

یہ بھی نہ لگنا گیا، تو واضح ہوا کہ عامر کتب میں لفظ سبب (سات) صرف باتباع حدیث ہے، جس طرح کتب کثیرہ میں شذۃ (بکری) کی قید، کما مر عن ترویج الاصل و مغلطی المستغنی و مثله فی غیرہا (جیسا کہ تنویر الابصار اور مفتی مستثنیٰ سے مراد اور اس کی شکل ان کے غم میں ہے۔ ت) حالانکہ مکمل بکری سے خاص نہیں، یقیناً سب جا نوروں کا یہی حکم ہے۔ حاشیہ لفظ وہ میں ہے ۱
قوله من الشاة ذکر اشاة اتفاق لامت بکری کا ذکر اتفاق ہے کیونکہ دوسرے جانوروں کے الحکم لا یختلف فی غیرہا من الماکولات۔ ماکولات میں فرق نہیں (ت)

توجیہ لفظ شاة محض باتباع حدیث واقع ہوا، اور اس کا مفہوم مراد نہیں، یونہی لفظ سبب، اور اہل علم پر مستقر نہیں کہ استدلال بالغوی یا اجرائے علت منصوصہ خاصہ مجتہد نہیں کما نص علیہ العلامة الطحطاوی تعالون فقد صہ من الاعلام (جیسا کہ اس پر علامہ طحطاوی نے اپنے گز سے ہونے بزرگوں کی اتباع میں نص کی ہے۔ ت) اور یہاں خود امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اشیائے ستر کی علت کراہت پر نص فرمایا کہ خباثت ہے، اب فقیر متکلاً علی اللہ تعالیٰ کوئی محل شک نہیں جانتا کہ (۱۷) دُبر یعنی پاخانے کا مقام (۱۸) کرش یعنی اوجھڑی (۱۹) امعاء یعنی آنتیں بھی اس حکم کراہت میں داخل ہیں، بیشک دُبر فوجہ و دکر سے اور کرش و امعاء مشابہ سے اگر خباثت میں زائد نہیں تو کسی

طرح کم بھی نہیں، فرج و ذکر اگر گزر گا، بول و مٹی میں ڈبر گزر گا، سرگس ہے، شانہ اگر معدن بول ہے مشکبہ و رُوڈہ مخربین فرشت ہیں، اب چاہے اسے دلالت النقص سمجھتے خواہ اجرائے علت منصوصہ، الحمد للہ بعد اسکے فقیر نے ینایع سے تصریح پائی کہ امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈبر کی کراہت پر تخصیص فرمائی۔ رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

فی الینامیہ کذا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الشاة سبعة اشياء الذکسر والانیس والقبیل والدبر والغدة والمتانة والدمر، قال ابو حنیفة النحر حرام بالنس، والستة نکرهها لا یها نکرهها انطب ثمر

یہا بیت میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بکری کے سات اجزاء ذکر، خبیصہ، مادہ کی ششہ منگاہ، پانخانہ کی جگہ، غدود، شانہ اور خون کو مکروہ فرمایا۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، خون نص کے ذریعہ حرام اور باقی چھ کو کم مکروہ سمجھتے ہیں کہ کچھ

ملبانج ان سے نفرت کرتی ہیں (ت)

(۲۰) وہ گوشت کا ٹکڑا جرم میں نطفہ سے بنتا ہے جسے مضغہ کہتے ہیں، اجزائے حیوان سے ہے، اور قحج بلا سقیم حرام، عام ازیم کہ مخلقہ ہو یا غیر مخلقہ، یعنی جنود اس میں احضار کی کلیاں چھوٹی ہوں یا صرف قطر

ہم ساقی، بین در شامی سے چھ نفل کر چکے ہیں کہ وہ نجس سے اور ہر نجس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ہر آیم میں فرما چکے ہیں کہ ماں کے پیٹ میں ممکن خلقت بچہ ماں کا جز ہے کیونکہ وہ حقیقی جز ہے حتیٰ کہ اس کو کاٹ کر جدا کیا جاتا ہے الخ، میں کہتا ہوں، اور اس پر استثناء کی صحت دلالت کرتی ہے اور استثناء کی حقیقت اتصال ہے تو جب معاطہ یوں ہے تو مضغہ بطریق اولیٰ ماں کا جز ہے، اس سے اس بات پر دلالت ہے کہ سات کا عدد پورے اجزاء کو شامل نہیں چہ جائیکہ خون کی آمیزش سے پیدا ہونے والے امور کو شامل ہو (ت)

وقد اسلمنا عن السفاکی والریلی والشیام انها نجسة، ومعلوم ان کل نجس حرام، وقد قال فی الهدایہ فی الجنین المتامر المخلقة انه جزء من الاثر حقیقة لانه متصل بہم حتی یصل بالمقرض ان قلت ویدل علیہ صحیح الاستثنا، وهو حقیقة فی الاتصال، واذا کانت ذلک کذلک فالنضعة اولیٰ بالجرئیة، وهذا یدل ان السبعم لم تستوجب الاجزاء، فضلا من الاخلاط اخوات الدماء۔

(۲۱) ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بچہ تمام اختصرت بھی کہ من وجہ جزو حیوان سے متصل یا کلام ویتعدی بغد اشہا، ویتفسس بقتفسہا (ماں سے متصل ماں کی ندر سے نذر اور اس کی سانس سے سانس پاتا ہے۔ ت) حرام ہے خواہ اس کے پوست پر بال آئے ہوں یا نہیں، مگر جبکہ زندہ نکلے، او ذبح کر لیں۔ ہر آری میں ہے :

من بحر مرقۃ او دبح بقرة ، فوجد فـ جس نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ
بطنہا جیسا میتا لہر یوکل ، اشعر اولہ میں بچہ مردہ ہو تو نہ کھایا جائے اس پر بالی ہوں
یشمریہ یا نہ ہوں۔ (ت)

شامی میں عقدہ مضغ کی نجاست مکہ کر فرماتے ہیں ، وکذا الاول اذا لم یستہل (یوں ہی بچہ جب نہ پیجے۔ ت) (۲۲) یو بھی نقطہ بھی حرام ہے ، خواہ نہ کی مٹی مادہ کے بقم میں پائی جائے یا غر داسی جانور کی مٹی ہو۔ رد المحتار میں ہے :

فی لحد والتمیخانیۃ انت صفـ حکم تجر اور تیار عاید میں ہے کہ ہر حیوان کی مٹی نجس
حیوان نجس۔ سے۔ (ت)

اب سائنٹ کے سرگرم سے بھی مدد نہ تیار اور سہرا و ریادت نکلیں۔ وہ سائنٹ اشیاء حدیث میں آئیں اور پانچ چیزیں کہ علماء نے بڑھائیں ، اور دس فقیر نے زیادہ کیں۔ ان بائیس مسائل اور باقی فروغ و تعاریج سب کی تفصیل تمام تحقیق تمام فقیر کے رسالہ الصبح المیحة فیما فیہ من اجزاء السنہ بیحۃ میں دیکھی جائے ، الحمد للہ علی ما الہم۔ واللہ بہ حمد و تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جرودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید صاحب جیدلی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانور کی کون سی چیز جائز اور حلال ہے اور کون سی چیز ناجائز و حرام ہے ؟

الجواب

حلال جانور کے سب اجزاء حلال ہیں مگر بعض کہ حرام یا منوع یا مکروہ ہیں (۱) ، مگر کافون (۲) پتہ

۲۳۶/۴	طبع ریاضی نکتہ	کتاب الذبائح	لہ اہدایہ
۲۰۸/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب الانجاس	لہ رد المحتار کتاب الطہارۃ
۲۰۸/۱	”	”	”

(۳) چمکنا (۴) و (۵) علاماتِ مادہ و ز (۶) بیسنے (۷) غرود (۸) حرام مغز (۹) گردن کے دو پٹھے کہ
شانوں تک پہنچنے تک ہیں (۱۰) جگر کا خون (۱۱) تلی کا خون (۱۲) گوشت کا خون کہ بعدِ بچ گوشت میں چمکتا ہے (۱۳) دل کا زون
(۱۴) پرت یعنی وہ زرد پانی کہ پتے میں ہوتا ہے (۱۵) ناک کی رطوبت کہ بھیڑ میں اکثر ہوتی ہے (۱۶) پانخانہ
کا مقام (۱۷) اوچھڑی (۱۸) آنتیں (۱۹) لفظ (۲۰) وہ لفظ کہ خون ہو گیا (۲۱) وہ کہ گوشت کا لوتھڑا
ہو گیا (۲۲) وہ کہ پورا جانور بن گیا اور مُردہ نکلا یا بے ذریعہ مر گیا۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندہ جانور کا کوئی عضو مثلاً دُنب کی چمکی کاٹ کر استعمال کرنا
ہائز ہے یا نہیں؟ بیعتوا قسوجروا۔

الجواب

جو عضو پھیل اور ٹیڑی کے سوا کسی زندہ جانور سے جدا کر لیا جائے مُردہ ہے اور کھانا اس کا حرام۔

ابو عیسیٰ محمد ترمذی نے ابو داؤد البیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب
مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ زندہ اونٹوں
کی کہانوں اور دُونوں کی چکیوں کو کاٹ کھانا پسند
کرتے تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
زندہ جانور کا کاٹنا برا حصہ مردار ہے حافظ ترمذی
نے فرمایا: اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے۔ ہدایہ
کے پھیل کے مسائل میں ہے کہ اگر پھیل کا کچھ حصہ
کاٹ کر جدا کر لیا اور پھیل مر جائے تو اس کے دونوں
ٹکڑے حلال ہیں کیونکہ اس کی موت سہادی ہوتی ہے
تو زندہ سے ٹکڑا جدا کیا ہوا اگرچہ مُردہ ہے لیکن اس کا
مُردہ حلال ہے۔ اللہ تعالیٰ حقیقت حال بہتر

جانتا ہے (ت)

رواہ الحافظ ابو عیسیٰ محمد الترمذی عن
ابی داؤد البیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قد
انبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المذیبة
وہم یحبون اسمة الابل، ویقطعون
الیات النعم فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ما یقطع من البھیمة وہی حیة فہو میتة
قل الحافظ والعلم علی ہذا عند اہل العلم
فی الہدایة فی مسائل السمک، ہذا قطع بعضہا
فما یحل احصل ما بین وما لقی کانت
موتہ بأفة وما بین موت الحی،
وان کانت میت فیستتہ حلال، واللہ
اعلم بحقیقة الحال۔

لے جامع الترمذی ابواب الصید باب ما جاز ما قطع من الحي فموتیت امین کمپنی دہلی ۱۴۹/۱
سہ الہدایہ کتاب الذبائح مطبعہ یوسفی کھنور دہلی ۳۳۱/۲

مسئلہ ۹۲ مونس کبر جیسی والا، علاقہ جاگل، تھانہ ہری پور، ڈاک خانہ کوٹ نجیب اللہ خان

مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذبح کس شخص کا جائز اور کس کا ناجائز ہے؟

الجواب

بجن، مرتد، مشرک، مجوسی، مجنون، نانجہ اور اس شخص کا جو قصد تکبیر ترک کرے ذبیحہ حرام و مردار ہے، اور ان کے غیر کا حلال جبکہ رگیں ٹھیک کٹ جائیں، اگرچہ ذایع عورت یا بچہ یا گونگا یا بے فتنہ ہو، اور اگر ذبیحہ صید ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ ذبح حرم میں نہ ہو، ذایع احرام میں نہ ہو۔

فی الدر المختار بشرط كون الذی الذبح مسلماً حلالاً
او کتابیاً ولو مجنوناً او امراً او صبیاً یعقل
التسمیة والذبح ویقدر ان واقف او احرس
لاوثی و مجوسی و مرتد و عسی و تارک التسمیة
عمداً ۱۔ ملخصاً فی رد المحتار قوله صحوناً،
المراوۃ المعنوی لا کما فی الصیاد ۲۔ ۳۔ ۴۔
لان المجنون لا قصد له ولا نية لان التسمیة
شرط بانص وھی بالقصد ۵۔ ۶۔ والله تعالی اعلم
ہے کیونکہ قصد کے بغیر بسم اللہ کی شرط پوری نہیں ہوتی بلکہ بسم اللہ پڑھنا نص سے ثابت ہے الخ، واللہ تعالی اعلم

مسئلہ ۹۳ از او جہین مرسلہ قاضی یعقوب علی شاہ یکم رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے نامدار مفتیان ذوی الاقتدار اس مسئلہ میں کہ اقوام بواہر اور عوراست اور خرد عنی اور کتابی اور مجوسی اور نصرانی اور مردم مشرک، یہ سب پر تکبیر اللہ الذی بکرم درست ہے یا نہیں؟ اور اہل علم ذبح کرے اور ہندو بجاوے کر دے تو وہ دھار اور ذایع دونوں پر تکبیر کتنا واجب ہے یا فقط ذبح کندہ؟

عہ حکدا فی الاصل ۱۳

۲۴۰/۲	طبع مجتہبی دہلی	کتاب الذبائح	سہ در مختار
۱۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سہ رد المحتار

پر اور سوائے ذابح کے اور نے تکبیر نہ کہی تو وہ جانور حلال ہے یا حرام، پسند عبارت کتب بیان فرمائیں نیز انہوں

الجواب

مسلمان و کتابی کا ذبیحہ حلال ہے اگرچہ عورت یا عینین ہو، اور ان کے سوا مشرک، مجوسی، مرتد کسی کا ذبیحہ اصلاً حلال نہیں اگرچہ تکبیر کہہ کر ذبوح کریں۔ درختاری میں ہے،

شرط کون الد، نحو مسلم او کتبایا و لو امسواة
لا ذبیحة غیرک فی من وثی معجوس و
مرتد او مخلصا
اور مرتد نہ ہو۔ (مخلصاً مت)

قوم ہر وہ ہیں جو شخص صرف بدعت، رفض وغیرہ رکھتا ہو اور اسی کے ساتھ ضروریات دین کا منکر نہ ہو تو اس کا بھی ذبیحہ حلال، کہ اگرچہ بدعتی مذہب ہے مگر اسلام رکھتا ہے اور اگر ضروریات دین سے کسی امر کا انکار کرے گو دعویٰ اسلام رکھتا اور کل طیر پڑھتا ہو، جیسے آج کل اکثر وہاں زمانہ کا مالی ہے تو کافر مذہب ہے اور اس کا ذبیحہ حرام مطلقاً حکماً حقیقتاً فی السیر میں متادنا متوفیق اللہ سبحانہ تعالیٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ کے باب سیر میں اس کی تحقیق کی ہے ترمیم اللہ تعالیٰ) انصاری زمانہ کہ علی الاطلاق لاجتہاد و اہلیت بندہ خدا و زادہ شیر خدا سیدنا یا سید بن مریم علیہا الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہیں، ان کے بارہ میں علماء مختلف، بہت مشائخ کرام ان کے ذبیحہ کو حرام زمانے ہیں، یہاں تک کہ کہا گیا اسی پر فتویٰ ہے مگر ظاہر الروایہ المطلق حل ہے والتحقیق فی سیر فتادنا (اور ہمارے فتاویٰ کے باب سیر میں اس کی تحقیق ہے۔ ت) ہر حال اس قدر ضروری ہے کہ مسلمان کو ان کے ذبیحہ سے احتراز چاہئے، بلکہ مجمع الانہر میں ہے،

انصاری فی مرما یا صرحون بالابنیۃ
قبہم اللہ تعالیٰ، و عدم الضرورة متحقق،
والاحتیاط واجب لآب فی حل و بیحتہم اختلا
العصماء، کما یتناہد لاحذ بجانب المحرمۃ
اولیٰ
ہمارے زمانے میں نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کی اجتہاد کی تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے جبکہ عدم ضرورت بھی تحقیق ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے لہذا احرام نہ کرنے کا پہلا دلی ہے (ت)

پھر یہ بھی اُس حالت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں ورنہ جانور کو گلا گھونٹ کر مار ڈالا، یا گلے میں ایک طرف پھری ہو تک دی رگیں نہ کاٹیں جیسا کہ فقیر نے جہاد میں مجتہد خود معاینہ کیا تو اس کے حرام قتل ہونے میں اصلاً کلام نہیں کہ ایسا مقول تو مسلمان کے ہاتھ کا بھی مردار ہے نہ کہ کافر کا۔ اور جو شخص جانور کو دبا سکے یا ہاتھ پاؤں کٹے ایسے مددگار پر تکبیر ضرور نہیں، نہ اس کے ہند و خیر ہونے سے کچھ حرج کہ وہ ذبح نہیں، ان جو نفس فعل ذبح میں مدد دے یعنی ذاب کا ہاتھ مثلاً کزدور تھا اُس نے بھی اُس کے ساتھ پھری رہا ہاتھ رکھ کر پھیرا کہ دونوں کے فعل سے ذبح واقع ہوا، تو ایسی حالت میں دونوں پر تکبیر لازم ہے، ان میں جو قصد تکبیر نہ کئے گا یا حرام الذبیحہ مثلاً ہندو، بھوسی، مرتد ہوگا تو جانور حرام مردار ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے، تشترط التسبیحۃ من البدن بخ (ذاب کا تسبیح پڑھنا شرط ہے۔ ت)، اُسی میں ہے،

اراد التسبیحۃ فوضع یدہ مع ید القصاب
فی الذبیح و غانہ علی الذبیح سعی کل و حوباً
فلو ترکھا احدھما او طعن ان تسمیۃ احدھما
تکفی حیوۃ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
قربانی کرنے کے ارادے سے اپنا ہاتھ قصاب کے
ہاتھ کے ساتھ ذبح کرنے میں شریک کیا اور ذبح میں
مدد کی تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، اگر
ایک نے پڑھنا ترک کرنا یا یہ خیال کیا کہ ایک کا پڑھنا کافی
ہے تو بدعت حرام ہوگا۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ (ت)

مسئلہ ۹۴ از گلکٹ چھاؤنی جو سنل مرطبیہ محمدیہ مفت علی صاحب، شعبان المعظم ۱۳۱۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیخ کے یہاں کا ذبح کراکھانا، دیگر جس کا عقیدہ درست
نہ ہو اُس کا ذبح کھانا کھینا ہے؟ بینوا تو جبردا۔

الجواب

آج کل کے رافضی تبرائی علی الموم کا فرمودہ میں، شاید ان میں گنتی کے ایسے نکلیں جو اسلام سے کچھ
حد رکھتے ہوں، ان کا عام عقیدہ یہ ہے کہ یہ قرآن شریف جو کھانا تھا نے ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے یہ نبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پورا نہ رہا، اس میں سے کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں صحابہ کرام یا اور اہلسنت نے
معاذ اللہ کم کر دیں، اور یہ بھی ان کے چھوٹے بڑے سب مانتے ہیں کہ حضرت مولا علی و دیگر ائمہ اطہار کرم اللہ تعالیٰ
وجہہم اگلے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے افضل تھے، یہ دونوں عقیدے خاص کفر ہیں، جو شخص

قرآن مجید سے ایک حرف، ایک نقطہ کی نسبت ادنیٰ احتمال کے طور پر کہ شاید کسی نے گمنا دیا یا بڑھا دیا یا بدل دیا ہو وہ کافر ہے، اور قرآن عظیم کا منکر، یونہی جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل بتائے وہ بھی کافر، اور جبکہ ان اشقیاء نے باوصف ادمائے اسلام عقائد کو اختیار کئے تو مرتد ہوئے، غاصبی عالمگیری میں ہے:

هو لاد الفجر خارجون عن حلة الاسلام و یہ قوم ملت اسلامیہ سے خارج ہے ان کے احکام احکامہم احکامہم، نص نہایت ۱

اور مرتد کے ہاتھ کا زینہ زراعت و مردار سوز کی مانند ہے، اگرچہ اس نے لاکھ تکبیریں پڑھ کر ذبح کیا ہو۔ در مختار میں ہے:

لا تحل ذبیحة غیر کتابی من وثنی و معوض و غیر کتابی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے خواہ وہ بت پرست مرتد بنے ہو، جو کسی مرتد ہو۔ (مت)

اسی طرح جس بد مذہب کا عقیدہ یہ کہ فرشتے پہنچا ہو، جیسے بخاری کہ جو دھوکہ و دھوچن و وجود شیطان و وجود آسمان و صحبت معجزات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام و حشر و نشر و جنت و نار بطور عقائد اسلام و دین و بہت ضروریات دینیہ سے منکر ہیں، یونہی وہ دہائی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مثل سات یا چھ یا دو یا ایک عالم العیسیٰ کسی حدت و من میں نہیں مسموح و مسمیٰ یا ہمارے یسعی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبوت ملنی جائز جانے، اور اُسے آیت و خاتم النبیین کے مخالف نہ سمجھے یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین شان اقدس کے لئے حضور کو بڑا بھائی، اپنے آپ کو چھوٹا بھائی کے، یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ ناپاک کلمہ لکھے کہ در کمرٹی میں مل گئے، و علیٰ لہذا التیاس جو بد مذہب ضروریات دین اسلام میں سے کسی عقیدہ کا منکر ہو یا اُس میں شک کرے یا تاویس گھرے، باجماع تمام علمائے اسلام وہ سب کے سب کافر و مرتد ہیں اگرچہ لوگوں کے سامنے کلمہ نماز، قرآن پڑھتے، روزہ رکھتے، اپنے آپ کو سچا پکا مسلمان جانتے ہوں کہ جب وہ ضروریات اسلام کے منکر ہوئے تو انہوں نے خدا و رسول و قرآن کو صاف صاف جھٹلایا، پھر یہ جھوٹے طور پر کلمہ و غیرہ کیا نفع دے سکتا ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زب نہیں بھی منافق لوگ کلمہ نماز پڑھتے اور اپنے آپ کو قسمیں کھا کہ مسلمان جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی ایک نہ سنی اور صاف فرمادیا واللہ یشہد ان المنافقین لکنذ موت اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بڑا جھوٹا

لے فتاویٰ ہندیہ کتاب السیر باب التاسع نورانی مکتب خانہ پشاور ۲/۶۳
مطبوعہ درمختار کتاب الذیاع مطبع مجتہدانی دہلی ۲/۶۳

دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔

خاص ایسے لوگوں کے کفر میں ہرگز شک نہ کیا جائے کہ جو ان کے عقیدہ پر مطلع ہو کر پھر کچھ بوجھ کر ان کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہو جاتا ہے، درمختار میں ہے،

من شك في كفره وعدا به فقد كفر آثم و اصاب ارتدادا ثم فهو الصحيح الثابت المصنوع عليه كما اوضحه لا توفيق الله تعالى في السير صحت فتاوا في رسالتنا "المقاتلة المفسرة عن احكام لبدعة المكرة"

جوان کے کفر اور مذہب میں شک کرے وہ کافر ہے لیکن ان کا ارتداد تو صحیح ثابت اور مخصوص علیہ ہے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ کے باب السیر میں واضح کر دیا ہے، نیز اپنے رسالہ المقاتلة المفسرة عن احكام المبدعة المكرة

میں بیان کیا ہے۔ (ت)

اس قسم کے ہر مذہب کا ذبیحہ مراد و حرام، ان کے ساتھ نکاح عرام و باطل و محض زنا، ان کے ساتھ کھانا پینا بیٹھا اٹھنا، خانہ بنانا، کوئی برتلاؤ مسلمان کا سا کرنا ہرگز ہرگز کسی طرح جائز نہیں، ہاں جو مذہب دین اسلام کی ضروری باتوں سے کسی بات میں شک نہ کرتا ہو، صرف ان سے نیچے درجہ کے عقیدوں میں مخالفت ہو، جیسے راحیوں میں تفصیل یا دہائیوں میں اسحاقی وغیرہم وہ کچھ ٹھہر رہے ہیں جسے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۹۵ مسئلہ از گزشتہ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرسہ مدرسہ مذکورہ ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۸ھ

یہ جو اکثر کتب دینیہ میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ درست ہے، تو آج کل یہود و نصاریٰ جو ہیں ان کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب

شک نہیں کہ یہ نصاریٰ الوہیت و انجیت عبد اللہ و ابن امیہ، سینا مسیح ابن مریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی صاف تصریح کرتے ہیں، جو نصاریٰ ایسے ہیں اور یوہی وہ یہود کہ انجیت عبد اللہ عزیر علیہ صلوٰۃ والسلام مانیں ان کا ذبیحہ حلال ہونے میں ہمارے اندر کا اختلاف ہے، البتہ درمشائخ جانب حرمت گئے، اور کہا گیا کہ اسی پر فتویٰ ہے، اور بکثرت محققین تحقیق جواز فرماتے ہیں یہی ظاہر روایت اور بھی قوی من حیث الدلیل ہے

وقد حققناه في قانوننا ما يتعين المراجعة اليه (اور ہم نے اپنے قانون میں اس کی تحقیق کر دی ہے اس کی طرف مراجعت کی جائے رت) مستثنیٰ میں ہے ،

في مبسوط شيخ الاسلام يجب ان لا ياكلوا ذبايح
اهل الكتاب اذا اعتقدوا ان المسيح اله ، وان
عزير اله ، ولا يتزوجوا نساءهم ، وقيل
عليه الفتوى لكن بالنظر الى البدل لا نرى
ان يجوز الاكل والتزويج فيه

شيخ الاسلام کی مبسوط میں ہے جب اہل کتاب کا
عقیدہ ہو کہ مسیح علیہ السلام اللہ ہے ، تو ان کے ذبیحہ
کو مت کھاؤ اور ان کی عورتوں سے نکاح نہ کرو ،
اور یوں اگر غیر علیہ السلام کو اللہ کہتے ہوں ، بعض کے
نزدیک اس پر فتویٰ ہے ، لیکن دلائل کی روشنی میں
کھانا اور نکاح کرنا جائز ہے ۔ (ت)

در مختار میں ہے ،

صحیح کتابیہ ، وان اعتقدوا المسيح
اله ، وكذا احل ذبيحتهم على المذاهب
مختصرا

کتاب بی عورت سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ مسیح کے
اللہ ہونے کا عقیدہ رکھے ، یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب
میں جائز ہے ، بجز اہل مختصراً (ت)

ہاں کراہت میں شک نہیں کہ جب بی عورت سنی دھرم کے ایسے مسلمان ناپسند کرتے ہیں تو یہ ہزار
درجے میں ہیں ، فتح القدیر میں ہے ،

يجوز تزويج الكتابيات والاولى ان لا يفعل ،
ولا ياكل ذبيحتهم الا للضرورة .

کتابی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ
نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے مگر اسے
ضرورت کی بدست ،

مجمع الزہری میں ہے ،

النصارى في ضماننا يصوحون بالابنية
قبحهم الله تعالى ، وهم
الضرورة متحقق ، والاحتياط واجب ، لان

ہمارے زمانہ کے نصرانی جیسے علیہ السلام کی ابنیت کی
تصریح کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبیح کرے ضرورت
بھی تحقق نہیں ہے اور احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے

لے رد المحتار بحوالہ المستثنیٰ کتاب النکاح فصل فی المحرمات دار البیارات العربیہ بیروت ۲۸۹/۲
لے رد مختار " " مطبع مجتہائی دہلی ۱۸۹/۱
لے فتح القدیر " " مکتبہ توبہ رضویہ سکھر ۱۳۵/۲

فی حدی دیحتم اختلاف العلماء کما یقتضاه
فالاحد بجایب المخرجة اذ فی عند عدم الضرورة
وبیح کے حلال ہونے میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ
ہم نے بیان کیا ہے ضرورت نہ ہو تو حرمیت کی جانب
کو ترجیح ہے۔ (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ وہ ذبح بطور ذبح کریں، اور وقت ذبح عاصی اللہ عز و جل کا نام پاک لیں، مسیح
علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام شریک نہ کریں اگر چہ فی میں مسیح ہی کو خدا جانیں، بالجملة نہ قصداً تکبیر چھوڑیں نہ تکبیر میں شرک
نظاہر کریں، ورنہ جو ذبیحہ ان شرائط سے خالی ہو وہ مسلمان کا بھی حرام و مردار ہوتا ہے جو جانیکے کتابی۔ رد المحتار میں ہے،
لا تحسن ذبیحة من تعمد ترک التسمية مسلماً
اوکت بیا نص القرآن ﷻ
رد المحتار میں ہے،

شرط كون الذابح مسلماً او کتابياً ذبیحاً او حریباً
لا اذا سمع منه عند الذبح ذکر السیئة
ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی یا حریبی ہونا
شرط ہے، ہاں اگر ذبح کے وقت ان سے تسبیح کا نام
سنا جائے تو ناجائز ہے (ت)

رد المحتار میں ہے،

و یسمع منه ذکر الله تعالى لکنه عفی بالمسیح،
قلوا یموکل الا اذا نص فقال باسم الله
الذی هو ثالث ثلثة، ہندیہ
اگر عیبائی سے اللہ تعالیٰ کا نام سننا لیکن اس سے
مراد اس نے مسیح یا تو فقہاء نے فرمایا کھایا جلنے
ہاں اگر صراحتاً باسم اللہ جو کہ تین کا تیسرا ہے کہیں
تو نہ کھائیں، ہندیہ (ت)

نصارائے زمانہ کا حال معلوم ہے کہ نہ وہ تکبیر کہیں نہ ذبح کے طور پر ذبح کریں، مرغ و پرند کا تو گلا گھونٹتے ہیں،
اور بھیڑ بکری کو اگر چہ ذبح کریں رگیں نہیں کاٹتے، فقیر نے بھی اسے مشاہدہ کیا ہے۔

ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں کپتان کی ملک سے سمور کا ایک مینڈھا جہاز میں دیکھا جسے وہ چالیس روپے

۳۲۸/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت	لے مجھے الانہر شرح ملحق الابحر کتاب النکاح باب المخرجات	۱۸۸/۵
۱۹۰/۵	"	کتاب الذبائح	۱۸۸/۵
۲۲۸/۲	مطبع مجتبائی دہلی	"	۱۸۸/۵
۱۸۸/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۱۸۸/۵

کے خرید بنانا تھا، مول لینا چاہا کہ گوشت دیکار تھا، نہ بیچا اور کہا جب ذبح ہو گا گوشت کا حصہ خرید لینا، ذبح کیا تو گلے میں ایک کھوٹ کو پھری داخل کر دی مٹی لگیں نہ کاٹیں، اس سے کہہ دیا گیا کہ اب یہ سوز ہے ہمارے کسی کام کا نہیں، بلکہ نصاریٰ کے یہاں صد سال سے ذبح شرعی نہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں میں نقل فرمایا،

النصری لا دمیحة له، واما یاکل هو ذمیحة نصرانی کاذبہ ہی نہیں، وہ مسلمان کاذبہ کھالیتا ہے، المسلمو یدعی حقہ اور وہ جانور کا کلا گھوٹا ہے۔ (۱ ستہ)

تو نصرت کے زمانہ کاذبہ ضرور حرام ہے، یہود کا حال معلوم نہیں، اگر ان کے یہاں بھی ترکہ تکبیر یا ذبح کی تغیر ہو تو حکم طہارت سے اور بے ضرورت ناپسندی و کراہت۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص فرقہ غیر معتدین یا فرقہ قادیانی یا دہریہ سے جو اس کے ہاتھ کاذبہ واسطہ اہل سنت و جماعت کے کھانا جائز ہو گیا یا نہیں؟

الجواب

قادیانی صریح مرتد ہیں، ان کاذبہ قطعی مردار ہے۔ اور غیر معتدین دہریہ پر بوجہ کثیر الزام کفر ہے ان میں جو منکر ضروریات دین ہیں وہ تو بالاجماع کافر ہی ہیں، ورنہ فقہائے کرام ان پر حکم کفر فرماتے ہیں اور ذبحہ کامل ملل ہوتا نہ ہونا حکم فقہی ہے نہ ضرورتی، حیاط کہ ذبح تکبیر ہو یا نہ ہو، ان کے ذبح کے کھانے سے منع کرتی ہے کہ جہرہ فقہائے کرام کے طور پر حرام و مردار کا کھانا ہو گا، لہذا احتراز لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی محلہ قراولان مسئلہ عبدالمکرم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا ضروریہ بندی ہے وہ اپنی قیمت سے گوشت خرید کر بھیجتا ہے، لانے والا بھی دیوبندی ہے، تو یہ گوشت حلال ہے یا نہیں، نیز دیوبندی کی قربانی کا گوشت کیسا ہے؟

میتنوا تو جبروا۔

الجواب

دیوبندی کاذبہ مردار ہے، اور دیوبندی کا بھیجا ہوا گوشت اگرچہ مسلمان کا لایا ہوا جو مردار ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از نجیب آباد مسئلہ جناب احمد حسن خاں صاحب رضوی بتاریخ ۲۸ محرم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض اوقات دہریوں سے ذبحہ

کر دیا جاتا ہے جس کا گوشت گھر میں پکتا ہے کھانا کھینا ہے؟

الجواب

وہابی رافضی قادیانی وغیرہم جن جن کی گرامی حد گھر تک ہے اُن کا ذبیحہ مردار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از بشارت گنج ضلع بریلی مسئلہ حاجی عتی رضا خاں صاحب رضوی ۲۸ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابی یا رافضی کا ذبیحہ گائے یا بکری یا مرغی کا جائز ہے
یا نہیں؟ اور وہابیہ اور رافضی کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بطور دھوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

وہابیہ اور رافضی کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت کھانا حرام ہے۔ فتاویٰ طہیریہ و
فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے، احکامہم احکامہ الصلہ تہذیب (ان کے احکام مرتدین کے احکام ہیں)۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ڈاکٹر پور ملک میاں راجہ تانا مکان عبد الرحمن خاں مسئلہ عبد الرؤف خاں

۱۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) بوبروں کے یہاں کا ذبیحہ کیا ہوا گوشت، ان کے یہاں کا پکا ہوا کھانا اہلسنت وجماعت کھا سکتے
ہیں یا نہیں؟

(۲) اور کوئی شخص ذبیحہ کرتا ہو اور اس سے اپنی اور اپنے بچوں کی گزاراوقات کرتا ہو وود خدا کے یہاں
مواحد حشر میں تو نہ ہوگا، یا نافر اعمال میں اس کے کچھ لکھا جائے گا، بیتو، التوحسروا۔

الجواب

(۱) بوبرے کہ اسماعیل رافضی یہی اسی کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے اور ان کے یہاں کا گوشت پکا ہوا بھی حرام ہے
مگر یہ کہ مسلمان نے ذبیحہ کیا اور اس وقت سے اس وقت تک مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہوا ہو، گوشت
کے علاوہ باقی کھانوں پر اگر قطعی حکم حرمت نہیں، مگر بہر حال احتراز ہی مناسب ہے۔

(۲) ذبیحہ کا پیشہ شرفاً منوع نہیں، نہ اس پر کچھ مواخذہ ہے، اگرچہ گائے ذبیحہ کرنے کا پیشہ ہو، وہ جو
حدیث لوگوں نے دربارہ ذابک بقرہ و قاطع شجر بنا رکھی ہے شخص باطل و مرفوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۲۔ از شہر گنڈ بریلی محلہ کوٹ مرسد محمد علی صاحب بنگال
عورت کا ذبیح کیا برا حلال اور درست ہے یا نہیں؟

الجواب

عورت کا ذبیح جائز ہے جبکہ ذبیح کرنا جانتی ہو اور شرائط ملتے ہو۔ در مختار میں ہے :
شرط كون الذاب مسلماً او كتسيا ، ولو ذبح كرتے والے کا مسلمان یا کتبی ہو نا شرط سے
امراً لا يختص به ، والله تعالى علم . اگرچہ عورت ہو (بالاختصار) - (۳۰)

مسئلہ ۱۰۳۔ مرسد احمد شاہ خاں از مفتح نگر یا سادات ضلع بریلی

عورت کے ہاتھ کا ذبیح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مسلمان عورت کے ہاتھ کا ذبیح جائز ہے جبکہ وہ ذبیح کرنا جانتی ہو اور ٹھیک ذبیح کر دے۔ واللہ
تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴۔ از مقام سیدی پور ڈاکٹر ذبیح مفتح بدایوں مسئلہ سید احمد حسین صاحب
کیا فراتے ہیں علیہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عمار دورہ کر رہا ہے لیکن نہ اب خور ہے، سفد و چمنڈو
و بھنگ وغیرہ، زنا و حرام خوری، چوری، آگ دینا ہے، مگر ان خطوں کو بڑا جانتا ہے تو ایسے شخص کا ذبیحہ
درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اس صورت میں تہیہ ناستی ہے، مستحق عذاب جہنم ہے، مگر اس کے ہاتھ کا ذبیح درست ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۰۵۔ از جھڑا بھوٹی مرٹولا نگر علاقہ جام نگر کاٹیا وار مرسلہ حاجی اسماعیل میاں صدیقی خٹھی ابن امیر میاں
۲۲ صفر ۱۳۲۹ھ

(۱) اگر ایک مرد نے طاهر عورت کو بغیر نکاح کے گھر میں رکھا ہے، آیا اس شخص کا ذبیح کھانا درست ہے
یا نہیں؟

(۲) قربانی کرنا واجب ہے، اگر کوئی شخص ماہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد اور نماز سے

پہلے قربانی کرستو وہ قربانی جائز ہے یا نہیں؟
 (۳) قربانی کے تحتے تین کرنا، ایک حصہ اپنا، دوسرا خویش واقارب کا، تیسرا مسکینوں کا، آیا اگر مساکین لوگ اسلام میں سے نہیں ہیں، تو اس حصہ کا کیا حکم ہے، اور اگر کسی شخص نے قربانی کی اور تین حصے نہیں کئے اور سارا گھر میں رکھ لیا آیا قربانی درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر بالفرض اس پر ذنا ثابت بھی ہو بسبب بھی زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے کہ ذبیحہ کے لئے دین سماوی شرط ہے اعمالی شرط نہیں، اور اتنی بات پر کہ گھر میں رکھا ہے اور ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، نسبت زنا کر بھی نہیں سکتے، سنن قطبی قرآن مجید حرام شدید ہے، مگر اگر گھر میں بیبیوں کی طرح رکھتا ہو اور بیبیوں کا سب برتاؤ برتا ہو تو ان کو زوج و زوجه ہی سمجھا جائے گا اور ان کی زوجیت پر گواہی دینی حلال ہوگی، اگرچہ ہمارے سامنے نکاح نہ ہوا، کہ فی الهدایة والدر المختار والہمدیہ وغیرہا (جیسا کہ ہدایہ، در مختار اور جندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) دیہات میں عید جاتا نہیں، قربانی اگر گاؤں میں ہو طوبیٰ صبح کے بعد ہو سکتی ہے اگرچہ شہری نے اپنی قربانی وہاں بھیج دی ہو اور اگر قربانی شہر میں ہو تو عید و عید واجب ہے تو لازم ہے کہ بعد نماز ہو، اگر نماز سے پہلے کر لی قربانی نہ ہوئی اگرچہ قربانی دیہاتی کی ہو کہ اس نے شہر میں کی۔ در مختار میں ہے۔

اول وقتہا بعد الصلاة ان ذبح فی مصر اے
 لو سبق صلاة هید ولو قبل الخطبة
 لكن بعد ما احبلا و بعد طلوع فجر
 يوم المحرم انت ذبح قب غیرہ،
 والمعتزم مکات الاصحیة لا مکات من علیہ
 فحیث مصری اراد استعجل انت
 یخرجہا خارج المصر حیث یجوز بہا اذا اطلع
 الفجر، مجتبیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اگر شہر میں قربانی دینی ہو تو اس کا وقت نماز کے بعد
 شروع یعنی نماز عید پہلے ہو اگرچہ قربانی خطبہ سے پہلے
 کرے بعد از خطبہ افضل ہے، اور قربانی شہر میں
 نہ ہو تو اس کا اول وقت بعد از طلوع فجر بروز عید
 قربان، اس فرق میں قربانی کا مقام معتبر ہے نہ کہ
 قربانی والے کا مقام شہری کے لئے قربانی عسکری
 کرنے کا جلیل ہے کہ وہ جانور کو شہر سے خارج لے کر
 فجر کے بعد قربانی کرے، مجتبیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تین حصے کرتا صرف سبجائی امر ہے کچھ ضروری نہیں، چاہے سب اپنے صرف میں کر لے یا سب عزیزوں قریبوں کو دے دے یا سب مساکین کو بانٹ دیں، یہاں اگر مسلمان مسکین نہ ملے تو کافر کو اصلاً دے دے کہ یہ کفار ذمی نہیں، تو ان کو دینا قربانی ہو تو وہ صدقہ، اصلاً کچھ ثواب نہیں رکھتا۔ رہنما میں ہے:

اما الحربی ولو مستامنا فجميع الصدقات حربی اگر مستامن بھی ہو تو اسکو کوئی بھی صدقہ دینا لایجوز له اتفاقاً، بحر عن الخایة و غیرھا۔ بالاتفاق ناجائز ہے، بحر عن الخایة و غیرھا سے نقل کیا۔ (ت)

بحر الرائق میں معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے:

صلتہ لا تكون بواشرب، وهذا لا یجوز اس سے صلہ شرفانگی نہیں اسی لئے اس کو فضل صدقہ التطوع یہ فخر یقع قرینۃً واللہ تعالیٰ بھی جائز نہیں لہذا عبادت نہ بنے گا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ از سرینا ضلع برکی مرسلہ امیر علی صاحب قادری ۲۲ رجب ۱۳۳۱ھ

زید نماز روزہ سے بالکل بے خبر ہے، اور ذبح کے وقت کئی بھی نہیں کرتا، تو اس کا ذبح کیسا ہے؟

الجواب

اگر مسلمان ہے اور ذبح کرنا جانتا ہے اور تکبیر کے تو ذبح ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از گوری ڈاکٹر۔ راستے پر ضلع مظفر پور مرسلہ عبد الجبار صاحب یکم شعبان ۱۳۳۶ھ

ایک شخص مسلمان کلہ گوشت اپنی بد قسمتی سے اداسے نماز میں غفلت کرتا ہے، پس اس صورت میں ذبیحہ ضیافت اُس کا مسلمانوں کو کھانا و نماز جنازہ، دفن مقبرہ و منین میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کس دلیل سے، و بیچ اہل کتاب و ضیافت مسلمانوں کو جائز کیا گیا؟

الجواب

ضرور اس کا ذبیحہ جائز، اور اس کے جنازہ کی نماز، اور اُسے اسلامی طور پر دفن کرنا مسلمانوں پر مندرج،

مَقُولُهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا الدِّيُونُ
الَّتِي لَا يَحْتَسِبُ اللَّهُ بِهَا شَيْئًا فَظَنُّوا بِهَا عَيْبًا
فَعَسَىٰ فِيهَا مِنْتَهُ وَمِنْ رَبِّهِ ، مَنْ صَوْمَ يَوْمٍ تَرَكَهُ ،
أَوْ صَلَاةٍ تَرَكَهَا ، فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَحْصُرُ دِينَهُ
أَنْتَ شَاوِدٌ وَيَتَحَاوَرُ ۚ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر کہ
گناہوں کا دفتر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی حیثیت نہیں
ہے تو بندے کا اپنے نفس پر ظلم اس کے اور اس کے
رب کے درمیان معاملہ ہے کسی دن کار (زہ یا کوئی
غماز ترک کی ہو تو اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے بخش دے

اور درگزر فرما دے۔ (ت)

ضیافت بھی جائز ضرور ہے اس سے بچنے نہ بچنے میں علی سلف مختلف ہے کما حقہ الامام محمدؑ الاسلام
فی الاحیاء (جیسا کہ محمدؑ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے)۔
اس کا بیان چارہ نہ دہائی میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ اندر مدرسہ ہمدانی ڈاکٹر کو مادی ضلع میں پوری مدرسہ محمد بن حنیف صاحب مدرس
۱۵ ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ

قصاب پیشہ شخص کو ذبح کرے اس کے ساتھ کاذب و درست سے ؟

الجواب

درست ہے جبکہ تکبیر کے ساتھ ذبح کرے۔ فادویٰ بزاز میں ہے ،

يُلْزَمُ مَنْ هَذَا لِمَا هَلْ أَنْتَ كَلِّ مَسْأَلَةٍ
الْقَصَابِ ۚ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔
ایسے جاہل کو لازم آتا ہے کہ وہ قصاب کے کسی ذبحیہ
کو نہ کھائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از کاتر مدرسہ فیض عام مدرسہ مولوی عبد الحمید صاحب ۲۹ ذی الحجہ ۱۴۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قصاب کا ذبحیہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جودا۔

الجواب

ذبح میں قصاب وغیرہ سب کا ایک حکم ہے ، مسلمان یا کاتبی ، عاقل ہونا چاہیے کہ ذبح جائز ہوا
عند التسمیۃ ترک نہ کرے کسی قوم یا پیشہ کی تخصیص محض جمالت ہے۔ درمختار میں ہے :

لے مسند احمد بن حنبل حدیث ۲۵۵۰۰ و ارجاء التراث العربی بیروت ۳۴۲/۴
از مسند عائشہ رضی اللہ عنہا المكتبة الاسلامیہ بیروت ۲۴۰/۶
لے فادویٰ بزاز علی ہاشم العنودی ہندیہ کتاب الصیہ والنحل الرابع نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰۲/۶

لا يعطى اجر الحزب منها لانه كسبه له
قربانی کا کوئی حصہ قصاب کی اجرت میں نہ دے
کیونکہ یہ مبادیہ سوداکاری کے معنی میں ہے (ت)

روا مختار میں ہے :

لانه انما يعطى الجزاء بقابله جسد من يذبح
کیونکہ یہ قصاب کے عمل کے بدلے میں دے گا۔ (ت)
غائید میں ہے :

وضع صاحب الشافعية معريد القصاب في
الذبح واعانته على الذبح ، معى هكل
وجوبه (مصحف)۔
بجری والے نے ذبح میں قصاب کے ساتھ اپنا
ہاتھ شریک کیا تو دونوں پر بسم اللہ پڑھنا
واجب ہے الخ (مختار)۔ (ت)

بزانہ میں ہے :

لا يرب ان القصاب يذبح للربح ولو علم
انه يربح لا يذبح ، فيلزم عى هذا الخ هل
ان لا ياكل ما ذبحه القصاب لله و الله
سبحنه و تعالى اعلم۔
بے شک قصاب نفع حاصل کرنے کے لئے ذبح کرتا
ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نجس ہے تو ذبح نہ کرے گا
تو ایسے جاہل پر لازم آتا ہے کہ قصاب کا ذبح
مکمل ہے۔ و نہ سبحہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۲ زمین علاقہ گوالیار مکان میر خدام علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی محمد یعقوب علی خاں

۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ

خشتی ہا نور کا ذبحیہ جائز ہے یا نہیں ، بقتوا وجہوا۔

الجواب

خشتی کہ نوادہ دونوں کی علامتیں رکھتا ہو ، دونوں سے یکساں پیشاب آتا ہو ، کوئی وجہ ترجیح
نہ رکھتا ہو ، ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں کہ اس کا گوشت کسی طرح پکائے نہیں جکتا ، ویسے ذبح سے
حلال ہو جائیگا۔ اگر کوئی کچا گوشت کھائے ، کھائے ، در مختار میں ہے :

۲۳۲/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الاضیئۃ	سہ در مختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	دار احیاء التراث العربی بیروت	سہ رد المختار
۵۰/م	نوٹشور ٹکھنڈو	فصل مسائل متفرقة	سہ فتاویٰ قاضیخان
۳۰۲/۶	مورانی محنت خانہ پشاور	الفصل الرابع	سہ فتاویٰ بزانہ علی ہاشم الفتاویٰ الہندیۃ کتاب الصيد

ولا بالخنثی لان لحمها لا یضیع ، شرح
وهما نیتہ ^۱
فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

لا تجوز التصحیۃ بالاشاق الخنثی لان لحمها
لا ینصح ، کذا فی التقنیۃ ^۲ والله تعالیٰ اعلم۔
خنثی بکر سے کی قربانی جائز نہیں کیونکہ اس کا گوشت
پکنا نہیں۔ فقہ میں اسی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (دست)

مسئلہ ۱۱۳ ارکلتہ دھرم تھاسٹریٹ ^{۱۳} درسلہ حافظ عبدالرحمان صاحب ۲، محرم الحرام ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری بچہ جی، اور بعد چنے کے مرغی، اب وہ بچہ ایک گتیا
کا دودھ پی کر سنا ہوا، پس وہ بچہ حلال ہے یا حرام، بینوا اتحاد ہوا

الجواب

اگر ایسا سیانا ہو گیا کہ دودھ بچے کچھ مدت گزری، جب تو با اتفاق بنا کر اہست حلال ہے، یونہی دودھ
پیتے کہ چند روز اس دودھ سے جدا رکھ کر حلال جانور کا دودھ باچارا مانا اور اس کے بعد ذبح کیا، جب بھی
باتفاق ہے کہ اہست حلال ہے، اور اگر ایسی حالت میں دبا رہا تو اس کا دودھ ہے، اس صورت میں
کہ اہست بھی محل نزاع نہیں، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ یہ کہ اہست تخریبی ہے یعنی کمانا بہتر نہیں، اور کھلے
توگہ نہیں، یا تخریبی معنی کمانا ناجائز دگاہ ہے۔ عامہ کتب معتدہ مذہب مثل فرائز و خلاصہ وغالیہ و
ذخیرہ و بزازیرہ و تبیین المتعانی و تکملہ لسان الکلام و عللہ و ابراہیم الخلیلی و در مختار وغیرہ میں قول اول ہی پر جزم
فرمایا اور خود محرر مذہب سنیہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس پر نفس صریح آیا، اور شک نہیں کہ وہی
اقویٰ من حیث الدلیل ہے، و در مختار میں ہے :

حل اکل جدی غدی مدس حریر لان لحمہ
لا یتعیر وما غدی بہ یصیر مستہلکا، لایق
لہ اثرہ ^۳
میرا کہ میں بچے سے حریر کا دودھ بطور خوراک پیا تو
تو اسے کھانے میں حرج نہیں ہے کیونکہ اس کا گوشت
متغیر نہ ہوا اور جو خوراک دی گئی وہ ہلاک ہو گئی اس کا کوئی

اثر باقی نہ رہا۔ (دست)

۲۳۲/۶	مطبع مکتبہ الدینی	کتاب الاضحیۃ	لے در مختار
۲۹۹/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	ابواب المحاسن	لے فتاویٰ ہندیہ کتاب الاضحیۃ
۲۳۶/۶	مطبع مکتبہ الدینی	کتاب المحظوظ الا بائعہ	لے در مختار

خلاصہ میں ہے :

فی السوازل لو ان جدی یا عدی بلعن الحدیہ یفلأما س
یا کلہ یعنی حد قالوا لا یا س یا کل السد ج ج
الذی یخط ولا یتعین لحجہ ، والذی روی
عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
انہ قال تحبس الد جاجۃ ثلثۃ ایام کانت
للتحریرۃ (باحتصار)
اُسی سے تکرار لسان میں فرمایا، اسی طرح بقیہ کتب میں مذکور ہے۔ ہندیہ کی کتاب الکراہتہ میں قنیہ

سے ہے :

ذکر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جدی او حمل
یرضہ بلعن الاثات یحمل اکلہ ویکرۃ

طال سے اور مکروہ ہے (ت)

اسی قنیہ میں بعض علماء سے قول نانی مس یا وہی ظاہر غلام صادی بیری وخرانۃ الکفتین کا مفاد ،
اور امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد سے مستفاد۔ رد المحتار میں ہے :

فی شرح الوہابیۃ عن النقیۃ راقما انہ یحمل
اذا ذبح بعد ایام والا لا یکرۃ

بعد ذبح کیا تو طلال ہے ورنہ نہیں (ت)

سید البر السعدی ازہری فتح اللہ العین حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں :

الجدی اذا ماہی بلعن الاثات ، قال
ابن المبارک ینکرہ اصکدہ قال واخبرنی
مرجل عن الحسن ، قال
اذا ماہی الجدی بلعن الخنزیر لا باس

بھیر کا بچہ گدھی کے دودھ سے پرورش پائے تو
ابن مبارک نے فرمایا اس کا کانا مکروہ ہے مجھے
ایک شخص نے حسن سے خبر دی انہوں نے کہ بھیر کا
بچہ اگر خنزیر کے دودھ سے پرورش پائے تو حرج

بالکل ضرر ہے، اُس وقت اُسے ذبح کر کے کھا سکے ہیں، عالمگیری میں ہے،

الجدي اذا كان يربى بلبن الالبان والخنزير
 البجيد لا يربى بلبن الالبان والخنزير
 والاعطاف اياها فلا بأس، لانه بمنزلة
 الجمل، والجلالة اذا جبت اياها
 فعلقت لا بأس بها فكذا هذا، كذا في
 فتاوى الكبريتي رحمہ اللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تو یہ بھی ایسا ہے۔ فتاویٰ کبریٰ میں یونہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۵ از شہر کند اپر برہما مرسلہ محمد یعقوب صاحب امام مسجد شہر مذکور، ۱۲۲۱ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی جانور آدمی کا دودھ پیتے گا تو اس کا گوشت
 کھانا کیسا ہے، یتوا توجروا۔

الجواب

جس جانور نے آدمی کا دودھ پیا ہو وہ اس کے باعث حرام نہیں ہو جاتا، اگرچہ پوری پرورش انسان
 بلکہ خنزیر کے دودھ سے پانی غایت یہ کہ پندرہ روز بندہ کر کے چار دھند میں یا سال جانور کا دودھ پلائیں، اس
 کے بعد ذبح کریں۔ حلال ہے،

لو ان جد یا غدی بلبن الخنزیر لا بأس
 بالكله یتھ

ہندیہ میں ہے،

الجدي يربى بلبن الالبان والخنزيران اعتلقت
 اياها فلا بأس یتھ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بجید کا بچہ اگر گھری یا خنزیر کے دودھ سے پرورش
 پاسے تو اس نے چند روز بعد میں چارہ کھا لیا تو
 کھانے میں حرج نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

۲۹/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی	کتاب الذبائح	سہ فتاویٰ ہندیہ
۴۵۲/م	مطبع نوکلشور لکھنؤ	کتاب الذبائح		سہ فتاویٰ قاضیخان
۲۹/۵	نورانی کتب خانہ پشاور	ابواب الثانی	کتاب الذبائح	سہ فتاویٰ ہندیہ

مسئلہ ۱۱۶ مسئلہ مولانا بخش جولا پانڈنگ چاہ بنگان ڈاکٹر لٹا کو باری ضلع ڈونگ

بتاریخ ۷ شعبان ۱۳۳۳ھ

جناب مولانا احمد رضا خان صاحب مصدر اشفاق فراوان و محزن الطاف بیکراں بر حال بیکیاں، بعد سلام مسنون اسلام مشہود، ضمیر معین باد کے عرصہ بعید منقضي ہوتا ہے کہ خاکسار نے حضور کے گوش گزار کیا تھا کہ کوئی مشرک یا کافر کسی جانور کو کالی یا بھوانی کے بھوک چڑھا دے، اور بکلی دینے کو لے جائے اور بکلی نہ دے یعنی گردن نہ مارے صرف کان کاٹ کر چھوڑ دے یہ کہہ کر کے یا بھوانی یا کالی یہ تمہارا بھوک ہے۔ تو اس جانور کو ذبح کرنا اور کھانا مسلمانوں کو جائز اور درست ہے یا نہیں؟ ہم نے ان کو بحر حسب آیت شریف وما اھل بہ لغیر اللہ (ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا۔ ت) منع کیا کہ جس جانور یا مٹھائی وغیرہ کو مشرک یا کافر اپنے بترن کو چڑھائیں وہ نہ کھانا چاہئے، تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ عالموں نے فتویٰ دیا ہے کھانے کے لئے، اس وجہ سے ہم لوگ چڑھائے ہوئے جانور کو کھاتے ہیں، چونکہ اس زمانہ میں بہت سا اختلاف ہو رہا ہے اور لوگوں نے کئی ایک طریقہ اختیار کیا ہے اس لئے آپ سے اتنا ہے کہ آپ گویا اس وقت کے امام ہیں ہادی گمراہوں کو در خواست کرتے ہیں شاید مخطی رہوں اور آپ کے باعث ہم کو راہ راست نصیب ہو، بشہ جواب خط سے ضرور سر فراز فرمائیں، اس کا اجر آپ کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، جواب کے لئے لغافظ خط کے شامل خدمت والا میں ارسال کرتا ہوں۔

الجواب

مشرکین اپنے بترن کے لئے سانڈ چھوڑتے اُسے سببہ کہتے جسے کان چیر کر چھوڑتے اُسے بکیرہ کہتے اور ان جانوروں کو حرام مانتے، اللہ تعالیٰ نے اُن کا رد فرمایا کہ

ما جعل اللہ من بعیرة ولا سائبة ولا وحیلة
ولا حام ولا لکن الذین یعترفون علی اللہ
الکذذب واکثرہم لایعقلون

اللہ نے مقرر نہیں کیا ہے کان چیرا ہوا اور نہ بھار
اور نہ وحیلہ اور نہ حامی، ہاں کافر لوگ اللہ پر جھوٹا
افترا باندھتے ہیں اور ان میں اکثر زہرے بے عقل

ہیں۔ (ت)

یعنی یہ باتیں اللہ نے تو ٹھہرائیں نہیں لیکن کافران پر جھوٹ باندھتے ہیں، تو ان جانوروں کو حرام بنانا کافروں کا

قول، اور قرآن مجید کے خلاف ہے، اور آیہ اہل بہ لعید اللہ اُس جانور کے لئے ہے جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا جائے، چھوڑے ہوئے جانور سے اسے کوئی تعلق نہیں، نہ کہ مٹھائی تک پہنچے، یہ قصبہ و باریوں کے جاننا خیال ہیں کہ جاندار یا بے جان، ذبح ہو یا غیر، جس چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کر کے پکاریں گے مسہرام ہو جائیگی۔ ایسا ہر تو ان کی عورتیں بھی اُن پر حرام ہوں کہ کچھ بھی انھیں کی عورتیں کہہ کر پکاری جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کا نام ان پر نہیں لیا جاتا، ایسے بیہودہ خیالوں سے بچنا لازم ہے، ہاں بُت کے چڑھاوے کی مٹھائی پر شاہ مسلمانوں کو نہ لینا چاہئے کہ کافرا سے صدقہ کے طور پر بانٹتے ہیں، وہ لینا ذلت بھی ہے اور معاذ اللہ جو چیز انھوں نے تعظیم بُت کیلئے بانٹی اس کا اُن کے موافق مراد استعمال بھی ہے بلکہ چھوڑے ہوئے جانور کے کو اس کا کھانا کافروں کے خلاف مراد اور ان کی ذلت ہے، اس میں عرج نہیں، مگر شرط یہ ہے کہ فقہ نہ ہو، ورنہ فقہ سے بچنا لازم ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِنَّهُ مَاتَ الْقَتْلُ ثُمَّ اِنَّهُ تَطْلُيْ لَفَرَّيَا اَفْتَقَسْ سَعْدِيْدَتْرَ هَـ

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ اَتَا

مسئلہ مسئلہ مسلمانوں کا ٹھکانا دارِ جام جو دھور معرفت شیخ عبدالستار پورندہ کا ٹھکانا دار

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ

اس ملک میں یہ رواج ہے کہ اہل بیہودہ طریقوں کے چڑا بے مذہبوں پر بڑا چڑھانے کے واسطے لے جاتے ہیں اور اس کے ذبح کرنے کے واسطے مسلمان قصاب کو بٹاتے ہیں اور اکثر قصاب نہیں ہوتے تو پیش امام کو لے جاتے ہیں، اور بعد ذبح کے وہ گوشت انھیں لوگوں پر تقسیم کیا جاتا ہے، اس گوشت کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ذبح کرنے کے واسطے جانا چاہئے یا نہیں؟ اور قصاب وہاں سے گوشت لے کر فروخت کرنے میں اُن سے خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ بیعتنا التوجہ و ا۔

الجواب

ذبح میں ذبح کی نیت شرط معتبر ہے، اگر کافر اپنے معبودوں کے لئے ذبح کرے اور مسلمان اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام لے کر ذبح کرے جانور حلال ہو جائے گا مگر یہ فعل مسلمان کے لئے مکروہ ہے، اور اس گوشت کا اس سے لینا بھی نہ چاہئے کہ اس میں کافر کے زعم میں اُس کے مقصد باطل کا پورا کرنا ہے اور یہ گوشت گویا اس کی طرف سے قصدِ لینا ہے،

وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى اور والاولا تھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے تو یہ

ولا ینحی بید کا حق ان تکون عن صحت ید
مسلم، والسئلۃ منصوص علیہا فقہ
العالمگیریۃ والتاخر غایۃ، انه یحل ویکره
للمسلم۔
مناسب نہیں کہ کافر کا ہاتھ مسلمان کے ہاتھ سے
اقتل ہو، اس مسئلہ پر عالمگیری میں نص ہے، تاہم غایۃ
میں ہے حلال ہے اور مکروہ ہوگا مسلم کے لئے۔
(ت)

ہاں قصاب وغیرہ جس مسلمان نے اُس سے گوشت لیا اور بعد ذبح مسلم نظر مسلم سے غائب نہ ہوا تھا
اس کے خریدنے میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۱۸۵ مسئلہ شیخ گھورا عرض یکسر ڈاکخانہ ایساری ضلع شاہ آباد آ رہ ۱۴ صفر ۱۳۳۵ھ
اگر ہندو کسی جانور یعنی بکرا بکری، بھیڑا بھیڑی وغیرہ کو کسی اپنے دیوتا کے نام پر یا دیوتا کی جگہ پر
لے جا کر اس کا کان کاٹ ڈالے اور بعد میں اس جانور کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالے اور وہ مسلمان اس جانور
کو شرعی طریقہ پر ذبح کر کے کھائے تو وہ جانور یا اس کا کھانا حلال ہے یا حرام، بینوا تو جبروا۔

الجواب

حلال ہے،

قل اللہ تعالیٰ وما حکم الا تاکلو مما ذکر اسم
اللہ علیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ نہیں کھاتے
جس پر اللہ تعالیٰ کا نام پکارا گیا۔ واللہ تعالیٰ

اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۸۶ از چتر گڑھ علاقہ اوہ پور راجپوتانہ مستور مولوی عبدالحکیم صاحب

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ بروز شنبہ

(۱) سانڈ حرام ہے یا حلال، فتاویٰ عبدالحی صاحب لکھنؤی جلد سوم میں حرام لکھا ہے اس بنا پر کہ وہ سانڈ
مالک کی ملک سے خارج نہیں۔

(۲) خراطین یا کسی مکروہ تحریمی یا حرام فتنے کا جلا کر کھانا یا جس شے میں جلانی ہے مثلاً گھی وغیرہ، اس کا
کھانا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) سانڈ اگر اللہ کے لئے ذبح کر لیا جائے گا تو اس کے گوشت کی حلت میں تو کوئی کلام ہی نہیں،

لے فتاویٰ ہمدانیہ کتاب لذبايح الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

لے القرآن الحکیم ۱۲۱/۶

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ ۖ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور سائبہ

نہیں بنائے۔ (ت)

کافروں کا یہ اعتقاد تھا کہ کان چیر کر چھوڑ دیا یا بجا کر دیا تو اس کا کھانا حرام ہے، قرآن عظیم نے اس کا رد فرما دیا، رہا ملک غیر کی وجہ سے حرام ہونا یہ معصوم وغیر معصوم میں عدم تفرق سے ناشی ہے، کافر کہ نہ ذمی ہو نہ مستامن نہ مستامن منہ، یعنی نہ وہ اس کی امان میں ہو نہ یہ اس کی امان میں، اس سے صرف غدر حرام ہے، ہاں ایک اور راہ سے یہاں عدم جواز آسکتا ہے، وہ یہ کہ یہ صورت اگر قانوناً مجرم ہو تو ایسا مباح جو مسلمان کو معاذ اللہ ذلت پر پیش کرے شرعاً منوع ہو جاتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) حرام شئی جینے کے بعد بھی حرام ہی رہے گی، اور دوسری شئی میں اگر ایسی مخلوط ہوگی کہ تمییز ناممکن ہے، تو اسے بھی حرام کر دے گی۔

اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْمَحْرَامُ غُفِرَ الْحَرَامُ ۖ

وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ۔

واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۱ از ملک آسام مقام نومی کل گاؤں ضلع شیب ساگر در سلسلہ پیر طاہر لدی سید عبد المجید صاحب

۱۶ رمضان ۱۳۱۳ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک بیل غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا ہے، آیا اس ہانور کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں یہاں پر بہت اختلاف ہے اس کو معذرتاً تحریر فرماتیں۔

الجواب

اس چھوڑ دیے سے وہ حلال حرام نہیں ہو جاتا،

قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيَاةٍ وَلَا إِحْرَامٍ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَكَثُرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۖ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بحیرہ، سائبہ، وصیاء اور حرام اللہ تعالیٰ نے نہیں بنائے لیکن کافروں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افرا باندھا جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ (ت)

سہ القرآن الحکیم ۱۰۳/۵

سہ الاستبہاء والنظار الفنی الاول القاعدة الثانیة ادارة القرآن کرچی ۱۳۲/۱

سہ القرآن الحکیم ۱۰۳/۵

تفسیر مدارک شریفین میں ہے،

يعتزون عن الله انذار في نسبتهم هذا التحريم اليه ، واكثرهم لا يعقلون ان الله تعالى لا يحرم ذلك بل
 وقد تعالیٰ پر ان کے حرام کرنے کی نسبت میں نرا پابند
 ہیں جبکہ ان کی اکثریت بے عقل ہے اللہ تعالیٰ نے
 ان کو حرام نہیں کیا (ت)

مگر اس چھوڑ دینے سے وہ مالک مالک سے بھی خارج نہیں ہوتا، اُسی کی ملک پر باقی رہتا ہے کہ بیل چھوڑنے
 والے چھوڑتے وقت نہ یہ کہتے کہ جو اسے پکڑ لے اس کا مالک ہو جائے، نہ وہ ہرگز اس کا پکڑنا روا رکھتے ہیں،
 بلکہ اُن کی نیت یہی ہوتی ہے کہ یہ یونہی چھوڑنا پھر سے، تو جانور بدستور انھیں کا ملک رہتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری
 میں ہے،

لو سبب دابة ، وقال لا حاجة لي اليها ، ولم يقل
 هي لمن احذها فاحذها الا انسان لا تكون له
 اگر کوئی جانور آزاد چھوڑ دیا گیا اور یہ نہ کہا جو پکڑ لے
 اس کا ہوگا تو کوئی انسان پکڑ لے تو وہ اس کا
 مالک نہ بنے گا۔ (ت)

اس وجہ سے اس کا پکڑنا، ذبح کرنا، کھانا کچھ جائز نہیں کہ وہ مالک غیر ہے، یہاں تک کہ اگر مالک اجازت دے
 بلاشبہ عدل ہو جائے، یا اگر کسی شخص کا اس بیل چھوڑنے والے یہ کہے ہیں آتا ہوں مثلاً اس نے کچھ مال اس کا
 چھینا یا چرایا یا شود یا رشوت میں لیا ہو اور اس سے وصول کی امید نہیں تو یہ شخص اپنے آتے میں اس بیل کو
 لے سکتا ہے جبکہ اس کی قیمت اس کے مقدار حق سے زائد نہ ہو،

وهي مسئلة نظير لمخلاف جنس الحق المصطفى
 الآن بجوان واحد لا كما في رد المحتار وغيره
 یہ مسئلہ اپنے حق کے خلاف جنس پر قابو پانے کا
 ہے جس پر آج کل فتویٰ ہے کہ قابو پانا جائز ہے
 جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از او سے پور، میوات مہارانا بانی اسکول مسئلہ مولوی وزیر احمد صاحب، ص ۳۲۸
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس زمانہ میں بکرا جو شیخ سقہ کے نام سے یا دوسرے
 کسی بزرگ کے نام سے موسوم کیا جائے، اور وہ بکرا اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کیا جائے اس کا کھانا مسلمان

للہ مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیت یفتریون علی اللہ الکذب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۳۰۵/۱

مسئلہ فتاویٰ ہندیہ کتاب البہتہ الباب الثالث نورانی مکتب خانہ پشاور ۳۸۲/م

مسئلہ رد المحتار کتاب الحجر دار احیاء التراث العربی بیروت ۹۵/۵

کو باز ہے یا نہیں؟ اور وہ اہل لغیر اللہ ﷻ سے مراد قبل ذبح کے پکارا جانا ہے یا وقت ذبح کے؟
الجواب المنع

اصل کلی اس میں یہ ہے کہ ذابح کی نیت اور وقت ذبح اس کے قسمیہ کا اعتبار ہے، اس کے سوا کسی بات کا لحاظ نہیں، اگر مالک نے خاص اللہ عزوجل کے لئے نیت کی اور ذابح نے بسم اللہ کی جیسے بسم فداں کہا، یا بسم اللہ ہی کہا اور اراقت دوم سے جمادات غیر خدا مقصود کبھی ذبح مردار ہو گیا، اور اگر مالک نے کسی غیر خدا، گرچہ بت یا شیطان کے لئے نیت کی اور اسی کے نام کی شہرت دی اور اسی کے ذبح کرنے کے واسطے ذابح کو دیا، اور ذابح نے خاص اللہ عزوجل کے لئے اس کا نام پاک لے کر ذبح کیا، نعل قطعی قرآن ملال ہو گیا،

قال اللہ تعالیٰ وما لکم ان لا تاكلوا مما کرم
 اسم اللہ علیہ ﷻ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ اس چیز میں سے
 دکھاؤ جس پر اللہ کا نام ذکر کیا گیا۔ (ت)

حاکمیری میں ہے

مسئو ذبح شاة المجوسی، لبیت مارہم او
 الکافر لالہتہم، تو حکم اللہ سمی، اللہ
 تعالیٰ ویکرم للمسلم، کد فی التا تاریخہ
 مسلمان نے مجوسی کی بکری ذبح کی ان کے تشکد
 کے لئے یہ کسی مار کی بکری ان کے مہودوں کیلئے
 ذبح کی تو کھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کا
 نام لے کر ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے،

تاتاریخانیہ میں یونہی ہے (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے رسالے قبل الاصفیاء فی حکم المذبح الاولیاء میں ہے اور

شیخ سدو کوئی بزرگ نہیں بلکہ ایک خبیث روح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۱۲۳ از قصبہ کلی ماگر، تھانہ مادھو ٹانڈہ، پرگنہ پورنپور، ضلع سیلی بھیت مرسلہ محمد اکبر علی صاحب

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے شیخ سدو کے نام سے مرغ وغیرہ ذبح

لہ القرآن الکریم ۱۴۳/۲

۱۲۱/۶

کر یا، اور میلاد بھی تہذیب نے پڑھوایا تہذیب کے مکان پر میلاد پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور کھانا تہذیب کا میلاد خواں نے کھایا تو وہ اس کے حق میں کیسا ہے؟ بیٹنوا توجہ دوا۔

الجواب

ذکر میلاد شریف بریت ہدایت پڑھے، اور اس میں ایسی ارواح کی تکریم سے ممانعت کر سنے جی کا اسلام تک معلوم نہیں، بلکہ بعض علماء نے انھیں ارواح خبیثہ ٹکھا، اور وہ مرغا وغیرہ ذبح نہ کھاتے جو ایسے دھنکے ذبح ہوا، اور بہتر یہ ہے کہ اس کے یہاں کا کھانا بھی نہ کھائے، بہت تک وہ توبہ نہ کرے دجوا لہ د تو بیخ، اور اگر یہ عالم مقتدی سے ترالوں کے ساتھ اور ان کے یہاں کھانا کھانے سے احتراز اور اہم ہے کہ نص علیہ فی الہدیۃ و غیرہا (جس طرح کہ تہذیب وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از کل ناگر ضلع پٹی جیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۶ جمادی الثانی ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مکان میں چپ اور بھائی اور بھتیجا رہتے ہیں، اور حقہ پانی ان سب کا ایک ہے، اور بھتیجے نے ٹیٹا سدا کے نام سے جانور ذبح کیا، اور کوئی مولوی صاحب اس کے چپ یا بھائی کے یہاں آکر ٹھہرے، اور مولوی صاحب کو معلوم ہو گیا کہ ان کا بھتیجا غیر انتہ کے نام کا جانور ذبح کرنا ہے، اور چپ اور بھائی کو کھانا ہے، تو مولوی صاحب اس کے چپا کے یہاں مقیم ہیں، ان مولوی صاحب کو ان کے گھر کا کھانا درست ہے یا نہیں، اور مولوی صاحب سے کہا گیا کہ اس کے گھر کا کھانا نہ کھاؤ، تو در جواب مولوی صاحب نے کہا کہ تم کون ہو ہم کسی کا کھانے کو نہیں مان سکتے ہیں، مولوی صاحب کے چپے نماز درست ہے یا نہیں، بیٹنوا توجہ دوا۔

الجواب

جانور جراثیم عز وجل کے نام پر ذبح کیا جائے اور اس سے اللہ عز وجل ہی کی طرف تقرب مقصود ہے، اگرچہ اس پر باعث مسلمان کا کرام، یا ایوان کرام کا، حواہ اموات مسلمین کو ایصال ثواب یا اپنے کوئی جائز مثل قریب شادی نکاح وغیرہ یا جائز اشتغاف مثل مرگشت فردشی قصاباں ہو تو اس کے جائز و حلال ہونے میں شک نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا لَكُمْ أَنْ لَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ عَلَيْكُمْ اللَّهُ عَلَيْهِ
تھیں کیا ہوا کہ اس چیز سے نہ کھاؤ جس پر اللہ
سبختہ کا نام پاک پڑ گیا۔

مگر حیثیت روحی کو مٹانا تقرب الی اللہ نہیں ہو سکتا، شیخ سندو بھی ادوارِ حیثیت سے شمار کیا گیا ہے۔ تو ذبح کرنے والے کی نیت اگر شیخ سندو کی طرف تقرب کی ہو جائے تو بلاشبہ مردار ہو جائے گا، اگرچہ بظاہر تکریم ہی کہہ کر ذبح کیا گیا ہو، یہاں ذابح کی ہی نیت کا اعتبار ہے اگرچہ مالک کی نیت کچھ ہو، مثلاً مالک نے خالص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کرنے کو جانور دیا ہو، ذابح نے اسے کسی بُت کی بھینٹ چڑھا دیا جانور بیشک حرام ہو گیا مالک کی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یوں مالک نے اگر کسی بُت یا شیطان ہی کے لئے ذبح کرنے کو کہا اور ذابح نے معبودِ برحق جل جلالہ کے لئے ذبح کیا جانور بیشک حلال ہے، مالک کی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ پس صورتِ مذکورہ میں اگر ذابح نے سندو کی طرف تقرب کی نیت سے ذبح کیا ہو ان مولوی کو اس کا یہ حالی معلوم تھا، پھر اس سے گوشت کھایا، تو یہ شخص مردارِ غوار ہوا اور اس کے پیچھے غناہ منع ہے، اور اگر اسے ذابح کی نیت معلوم ہو گئی تھی کہ اس نے وہ نیت فاسدہ نہ کی بلکہ خالص اللہ عزوجل کے لئے ذبح کیا، تو اگرچہ جانور حلال ہو گیا مگر بہتر اس سے بچنا تھا جبکہ مالک نے غیر خدا کے تقرب کے لئے دیا تھا، خصوصاً اس شخص کو مولوی کہلاتا ہو، اور لوگ اس کے فعل کو مُجبت جانتے ہوں۔ عالمگیری میں ہے،

مسلم ذبح شاة المجوسی لبيت ناسرهم او
اسکافر لا یتھم توکل لاسم سمي الله تعالیٰ
یا کسی اور کا دُرُکِ بُری اس کے معبود کے لئے ذبح
کی ترکھائی جائے کیونکہ مسلمان نے اللہ تعالیٰ کے نام
و بکرة للمسلمین

سے ذبح کی ہے اور مسلمان کو یہ عمل مکروہ ہے (ت)، اور اگر نیت معلوم نہ تھی اور یہ جان چکا تھا کہ یہ لوگ شیخ سندو کے مناسنہ والے ہیں، اور بچپنا اور اہم تھا کہ ادوارِ حیثیت کے منانے والوں اور اس سے استعانت کرنے والوں کا خاصہ حال سخت مخدوش ہے، اور ایسی جگہ شہادت سے احتراز لازم، اور اگر گوشت نہ کھایا بلکہ اور کھانا کھایا تو جب بھی مولوی کہلا کر ایسے لوگوں کے یہاں اکل طام کو قلوبِ مسلمین میں شبہہ ڈالے ہرگز مناسب نہ تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سُبُلُ الْأَصْفِيَاءِ فِي حُكْمِ الذَّبْحِ لِلْأَوْلِيَاءِ^{۱۲}

(اولیاء اللہ کے لئے ذبح کرنے میں اصفیاء کے طریقے)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسئلہ ۱۲۵ در رد فتویٰ بعض معاصرین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

از لشکر گویا رڈاک دربار بحجاب سوال مرلوی نور الدین صاحب ادآئل ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ زید نے ایک بچہ امیاں کا اور عمرو نے ایک گائے
چل تن کی اور مرغ مار کا پالا اور پال کر ان کو بیکریہ ذبح کیا یا کر آیا اس کا کھانا مسلمانوں کو حلال الشریعہ ہے
یا نہیں؟ بیئتوا تو جہودا۔

الجواب

حَامِدًا لَكَ وَ مَصْلِيًّا وَ مُسَلِّمًا عَلَى جَبِيَّتِكَ
وَاللهِ يَا وَهَّابِ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ
اور ان کی آل پر حق و صواب کی رہنمائی فرما
والصواب۔

اسے میرے رب! (ت)

اقول و بالله التوفيق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ ت) حق اس مسئلہ
میں ہے کہ ملت و حرمت ذبح میں حال و قول و نیت ذابح کا اعتبار ہے ذکر مالک کا، مثلاً مسلمان ک

جاوے کر مٹی جو کسی ذبح کرے تو حرام ہو گیا اگرچہ مالک مسلم تھا، اور جو کسی کا جانور مسلمان ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک مشرک تھا، یا ذبیحہ کا جانور عروہ ذبح کرے اور قصداً تکبیر نہ کہے حرام ہو گیا، اگرچہ مالک برابر کھڑا سو بار بسم اللہ اللہ اکبر کہتا رہے، اور ذابح تکبیر سے ذبح کرے تو حلال اگرچہ مالک ایک بار بھی نہ کہے۔ ذابح کلمہ گو نے غیر خدا کی عبادت و تعظیم مخصوص کی نیت سے ذبح کیا تو حرام ہو گیا اگرچہ مالک کی نیت خاص اللہ عز وجل کے لئے ذبح کی تھی۔

یونہی ذابح نے خاص اللہ عز وجل کے لئے ذبح کیا تو حلال، اگرچہ مالک کی نیت کسی کے واسطے تھی۔ تمام صورتوں میں مال ذابح کا اعتبار ماننا اور اس شکل خاص میں اسرار رکھنا محض حکم باطل ہے جس پر شرع مطہر سے اصل دلیل ہیں، ولہذا فقہائے کرام خاص اس جزئیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ مثلاً جو کسی نے اپنے آتشکد یا مشرک نے اپنے بتوں کے لئے مسلمان سے بکری ذبح کرائی اور اس نے تکبیر کہہ کر ذبح کیا حلال ہے، کھائی ہے، اگرچہ یہ بات مسلم کے حق میں مکروہ۔ فتاویٰ عالمگیری و فتاویٰ تاج رغانیہ و جامع الفتاویٰ میں ہے۔

مسلم ذبح شاة النجوس لبيت نارہمہ او
انکافر لآلہتم توکل لا یمسوق، اللہ تعالیٰ
ویکفر للمسلمین

مسلمان نے جو کسی کی بکری اس کے آتشکد کیلئے یا کسی اور کا حرم اس کے معبودوں کیلئے ذبح کی تو بکری کھائی جائے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح کی ہے، اور یہ عمل مسلمان کو مکروہ ہے۔ (ت)

پھر مسلمان ذابح کی نیت بھی وقت ذبح کی معتبر ہے، اس سے قبل و بعد کا اعتبار نہیں، ذبح سے ایک آن پہلے تک خاص اللہ عز وجل کے لئے نیت تھی، ذبح کرتے وقت غیر خدا کے لئے اس کی جان دی، ذبیح حرام ہو گیا، وہ پہلی نیت کچھ نفع نہ دے گی، یونہی اگر ذبح سے پہلے غیر خدا کے لئے ارادہ تھا ذبح کے وقت اس سے تائب ہو کر مرنی تبارک و تعالیٰ کے لئے اراقب دم کی تو حلال ہو گیا، یہاں وہ پہلی نیت کچھ نقصان نہ دے گی۔ رد المحتار میں ہے،

اسلو ان اللہ ارہل القصد عند ابتداء الذبحة

معلوم ہونا چاہئے کہ ذبح کی ابتداء میں قصد کا اعتبار ہے۔ (ت)

غرض ہر عاقل جانتا ہے کہ تمام افعال میں اصل نیت مقارنہ ہے، نماز سے پہلے خدا کے لئے نیت تھی تجھیر
 مکلف وقت دکھاوے کے لئے پڑھی، قطعاً ترک کبیرہ ہوا، اور نماز ناقابل قبول، اور اگر دکھاوے کے لئے اٹھا تھا
 نیت باندھتے وقت تک یہی قصد تھا، جب نیت باندھی قصد حاصل رہا اور بلا کے لئے کھڑا تو بلا شہید وہ نماز
 پاک و صاف و صالح قبول ہوگی، تو ذبح سے پہلے کی شہرت پکارا کچھ اعتبار نہیں، نہ نافع نفع دے نہ مضر ضرر، غصہ
 جبکہ پکارنے والا غیر ذابح ہو کہ اسے تو اس باب میں کچھ دخل ہی نہیں،

كما قد علمت وهذا كله ظاهر جدا لا يصلح ان يفتلح فيه قرناء وحقاء۔
 جیسا کہ معلوم ہے اور یہ تمام ظاہر ہے اس میں بالکل
 گہنی نش نہیں کہ اس میں بحث کی جائے (ت)

پھر اضافت معنی عبادت میں منحصر نہیں کہ خواہی خواہی مدار کے مرغ یا چلن کی گائے کے معنی ٹھہرائے جائیں
 کہ وہ مرغ دگاؤ جس سے ان حضرات کی عبادت کی جائے گی، جس کی جان ان کے لئے دی جائیگی، اضافت
 کو ادنی ملاقات کافی ہوتا ہے، ظہر کی نماز، جنازہ کی نماز، مسافر کی نماز، امام کی نماز، مقتدی کی نماز، بیمار
 کی نماز، پیر کا روزہ، انہوں کی رکعت، کعبہ کا حج، جب ان اضافتوں سے نماز وغیرہ میں کفر و شرک و حرمت و رکناہ
 نام کو بھی کراہت نہیں آتی، تو حضرت مدار کے مرغ، حضرت احمد تبرک کی گائے، فلاں کی بکری مکلف سے یہ خدا کے
 حلال کئے ہوئے جانور کیوں جیتے جی مردار و نور ہو گئے کہ کسی صورت بدل میں ہو سکتے، یہ شرع مطہر پر
 سخت جرات ہے۔ خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان احب الصیام الى الله تعالى صيام داود
 و احب الصلوة الى الله عز وجل صلوة
 داود۔ واولا الائمة احمد والستة من عباده
 بن عمر وصلى الله تعالى عنهما لا تقومدي فعدا
 فضل الصيام وحده۔
 بیشک سب روزوں میں پیار سے اللہ تعالیٰ کو
 داؤد کے روزے ہیں اور سب نمازوں میں پیاری
 داؤد کی نماز ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام (اس کو
 ائمہ صحاح ستہ اور امام احمد نے عبد اللہ بن عمر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے لیکن
 امام ترمذی کی روایت میں صرف روزوں کی فضیلت کا ذکر ہے،

علماء فرماتے ہیں مستحب نمازوں میں صلوة الراہین یعنی ماں باپ کی نماز ہے،

فرد المحتار عن الشيخ المنيعيل عن شرح
 شريعة الاسلام من المندوبات صلوة التوبة
 صحیح البخاری کتاب التوبہ باب ہم عند السحر
 صحیح مسلم کتاب العیام باب النہی عن صوم الدہر
 رد المحتار میں شیخ اسمعیل سے بحوالہ شرح شریعت الاسلام
 منقول ہے کہ مستحب نمازوں میں صلوة التوبہ
 قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۵۲ و ۲۸۶
 ۳۶۶/

وصیۃ الوالدین علیہ

اور صلوة الوالدین ہے (ت۔)

سبحان اللہ! واود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز، داؤد علیہ السلام کے روزے، ماں باپ کی نماز کتنا صواب، پڑھنا ثواب، اور جانور کی اضافت وہ سخت آفت کہ قائلین کفار، جانور مردار، کیا ذبیح نماز روزے سے بڑھ کر عبادتِ خدا ہے یا اس میں شرک حرام ان میں روا ہے۔
خود اضافتِ ذبیح کا فرق سنتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنہ من ذبیح لنفسہ۔ دواۃ
صلوٰۃ والنسائی عن امیر المومنین علی و
نحوہ احمد عن ابن عباس عن سہل بن علی
تعالیٰ عنہم۔
خدا کی لعنت ہے اس پر جو غیر خدا کے لئے ذبیح کرے (اس کو تسلیم اور نسائی نے امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس کی مثل امام احمد نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔ ت۔)

دوسری حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ذبیح لصیفة ذبیحة کانت فداء من
النیکہ رواۃ المحاکم فی تاسیخہ عن جبہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذبیح کرے وہ ذبیح اس کا عید ہو جائے آتشِ دوزخ سے۔ (اس کے امام حاکم نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت۔)

تو معلوم ہوا کہ ذبیحہ میں غیر خدا کی نیت اور اس کی طرف نسبت مطلقاً کفر کیا حرام بھی نہیں، بلکہ موجبِ ثواب ہے، تو ایک حکم عام کفر و حرام کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔

ولہذا علما فرماتے ہیں، مطلقاً نیتِ غیر کو موجبِ حرمت جاننے والا سنتِ جاہل اور قرآن و حدیث و عقل کا منہ لٹ ہے، آخر قصاب کی نیت تحصیلِ نفعِ دنیا اور ذبائحِ شادی کا مقصود برات کو کھانا دینا ہے، نیتِ غیر تو یہ بھی ہوئی، کیا یہ سب ذبیحہ حرام ہو جائیں گے۔ یونہی مہمان کے واسطے ذبیح کرنا درست و بجا ہے کہ مہمان کا اکرام میں ناکرام خدا ہے۔ درمختار میں ہے:

- ۱/۲۶۲ ملہ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ باب الترتیب والنوافل دار احیاء التراث العربی بیروت
۲/۱۶۰ ملہ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحريم الذبائح لغير الله قدیمی کتب خانہ کراچی
۲/۵۱۶ ملہ المصنف بحوالہ المحاکم فی تاریخ حدیث ۸۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت

لَوْ ذَبَحَ لِّلضَّيْفِ لَا يَحْرُمُ لِأَنَّهُ سُنَّةُ الْخَلِيلِ
اَكْرَامِ الضَّيْفِ اَكْرَامُ اللَّهِ تَعَالَى بِهِ

جس نے مہمان کی نیت سے ذبح کیا تو حرام نہیں کیونکہ
خلیل علیہ السلام کی سنت اور مہمان کا اکرام ہے
اور مہمان کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے (ت)

رد المحتار میں ہے :

قَالَ الْبَزَارِيُّ وَمَنْ ظَنَّنَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِأَنَّهُ ذَبَحَ
لَا كَرَامَةَ ابْنِ آدَمَ فَيَكُونُ أَهْلُ بَيْتِهِ غَيْرَ آدَمَ
تَعَالَى فَقَدْ خَالَفَ الْقُرْآنَ وَالْحَدِيثَ وَ
الْعَقْلَ فَإِنَّهُ لَا مَرِيبَ أَنَّ الْقَصَابَ يَذْبَحُ
لِلرَّبِّ وَهُوَ عَلَوَانُهُ نَحْسُ لَا يَذْبَحُ حَيْلُومَهُ
هَذَا الْجَاهِلُ أَيْ لَا يَأْكُلُ مَا ذَبَحَ الْقَصَابُ
وَمَا ذَبَحَ لِلْوَلَدِ وَالْأُمِّ وَالْعَقِيقَةِ

بزار نے کہا اور جس نے گمان کیا کہ وہ اس نے حلال
نہیں کہ اس میں بنی آدم کا اکرام ہے تو یہ غیر اللہ
کے نام سے ذبح ہوا تو اس نے قرآن و حدیث اور
عقل کے خلاف بات کی، کیونکہ بلاشبہ قصاب اپنے
نفع کے لئے ذبح کرتا ہے اگر اسے معلوم ہو کہ یہ نحس
ہے تو وہ ذبح نہ کرے، تو ایسے جاہل کہ جانتے
کہ وہ قصاب کے ذبح کردہ کو نہ کھائے اور ولید اور
شادی اور عقیقتہ کے لئے ذبح کردہ کو بھی نہ کھائے۔ (ت)

دیکھو علماء سے کرام صراحتاً استدعا کرتے ہیں کہ سلفائیت و نسبت غیر کو وجہ حرمت جاننا اور ضابطہ
بد بطنیہ بر اللہ میں داخل ماننا نہ صرف جہالت بلکہ جنون و دیوانگی اور شرع و عقل دونوں سے بیگانگی ہے،
جب نفع دنیا کی نیت عمل نہ ہو تو فاقہ اور ایصال ثواب میں کیا زہر مل گیا، اور اکرام مہمان میں اکرام خدا ظہر
تو اکرام اولیاء پر درجہ اولے۔

ہاں اگر کوئی جاہل اہل یہ نسبت و اضافت بقصد عبادت غیر ہی کرتا ہے تو اس کے کفر میں شک
نہیں، پھر بھی اگر ذابح اس نیت سے بڑی ہے تو جانور حلال ہو جائے گا کہ نیت خیر اس پر اثر نہیں پاتی
کما حقہ لا یف (جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے۔ ت)

مگر جب کہ حدیث و فقہاء دلائل قاطعہ سے ثابت کر چکے کہ اضافت معنی عبادت ہی میں منحصر نہیں، تو
صرف اس بنا پر حکم کفر محض جہالت و جرات و حرام قلعی اور مسلمانوں پر ناحق بدگمانی ہے، تم سے کس نے
کہہ دیا کہ وہ آدمیوں کا جانور کہنے سے عبادت آدمیان کا ارادہ کرتے اور انہیں اپنا معبود و خدا بنانا چاہتے ہیں

اللہ عز وجل فرماتا ہے :

اسے ایمان والو! بہت سے گمان سے بچو بیشک
کچھ گمان گناہ ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ
إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثَمٌ يَّله

اور فرماتا ہے :

بے یقین بات کے چپکے نہ پڑو، بیشک کان، آنکھ
اور دل سب سے سوال ہوتا ہے۔

وَلَا تَقْعَتِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ
وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عِنْدَ مَسْرُورٍ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات
ہے (اسی کو امام مالک، شیعین، ابو داؤد اور
ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا ہے۔ ت)

إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْخَبَرِ
سَوَاءٌ أَلَا تُسْمِعُ مَا لَكَ وَالشَّيْخَانِ وَأَبُو دَاوُدَ وَ
التِّرْمِذِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

تو نے اسی کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ کہ دل کے
عقیدے پر اطلاع پاتا (اسی کو امام مسلم نے
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
کیا ہے۔ ت)

أَفَلَا شَقَقْتَ مَن قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَفَالَهَا أَهْلًا
سَوَاءٌ مَّسْلَمٌ عَنْ إِسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ
تَعَالَى عَنْهُ۔

امام عارف باللہ سید سیّدی احمد زردوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

أَتَيْنَا الظَّنَّ الْخَبِيثَ عَنِ الْقَلْبِ الْخَبِيثِ
بدگمانی خبیث دل سے ہی پیدا ہوتی ہے،

لے القرآن الکریم ۱۲/۴۹

لے ۳۶/۱۷

۳۸۲/۱ صحیح البخاری کتاب الوصایا باب قول عز وجل من بعد صیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی

۳۱۶/۲ صحیح مسلم کتاب البر باب تحريم الظن الخ

۶۸/۱ " کتاب الایمان باب تحريم قتل الکافر الخ

۶/۶ شہ الحدیث النبیۃ شرح الطریقۃ الحمیدۃ الخلق الرابع والعشرون مکتبہ نورید رضویہ فیصل آباد

فقہ سیدی عید النبی النبی فی شہرہ (اس کو سیدی عبد الغنی نابلسی نے شرح طریقہ محمدیہ
الطریقۃ المحمدیۃ۔ میں نقل کیا ہے۔)

ولہذا غیرہ ذخیرہ و شرح و ہدایہ و درمختار و غیرہ میں ارشاد فرمایا :
انما لیس فی الظن بالسلام انہ یتقرب الیہ
الادعی بہد النہور
روا مختار میں ہے :

ی علی وجہ العبادۃ لایہ الکفر و ہذا
بعید من حال المسلم
یعنی اس تقرب سے تقرب برہ جہ عبادت مراد ہے
کہ اس میں کفر ہے اور اس کا خیال مسلمان کے
حال سے دور ہے۔

بلکہ علماء تو یہاں تک تصریح فرماتے ہیں کہ اگر خود ذابغ خاص وقت ذبغ تکبیر میں یوں کہے تسبیح اللہ
بنام خدا کے بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو یہ کہنا مکروہ تو بیشک ہے مگر کفر کیسا ! جانور حرام بھی
نہ ہوگا ، جبکہ اس لفظ سے اس کی نیت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم محض ہو ، نہ مفاد اللہ
حضور کو رب عزوجل کے ساتھ شریک ٹھہرنا۔

امام اہل فقیہ السنن قاضی خاں اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں :

رحل ضعی و ذبح و قال قسم اللہ بنام خدا کے بنام
محمد علیہ السلام ، قال الشیخ الاحام ابو بکر
صاحب من الفضل و رحمہ اللہ تعالیٰ انت
اراد الرجل بنکر اسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم بتبجیلہ و تعظیہ جائز ولا باس وان اراد بہ
اشرکۃ مع اللہ تعالیٰ لا یحل الذبیحۃ
کسی نے بنام خدا بنام محمد علیہ السلام قرآنی کیا
ذبح کیا ، شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا : اگر اس شخص نے حضور علیہ الصلوۃ
والسلام کے نام سے صرف تعظیم و تجلیل مراد لی تو
جائز ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنایا تو
ذبیح حلال نہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ اس سے بھی زائد خاص صورت مطلب میں مثلاً ”بنام خدا و بنام فلاں“ جس سے صاف معنی

۲۳۰/۲	مطبع مجتہبائی دہلی	کتاب الذبائح	لہ در مختار
۱۹۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	”	لہ رد المختار
۴۵۰/۴	فصل فی الاستعاذ بالاضحیۃ نوکشدہ کھنڈ	کتاب الاضحیۃ	لہ فتاویٰ قاضی خاں

شرکت ظاہر ہے اگرچہ مذہب صحیح حرمت جاہل ہے، مگر حکم کفر نہیں دیتے کہ وہ امر باطنی ہے، کیا معلوم کہ اس کی نیت کیا ہے۔ درمختار میں ہے:

ان عطف حرمت نحو باسم الله واسم فلان
اگر اللہ تعالیٰ کے نام پر دوسرے نام کا عطف کیا تو
حرام ہے، مثلاً باسم اللہ واسم فلان۔ (د)

ردالمحتار میں ہے:

هو الصحيح وقال ابن سلق لا تصير ميتة
لا نهالوصارت ميتة يصير الرجل كافرا، غايه،
قلت تمتع الملازمة بان الكفر اصولا طلق
والحكوميه صعب فيمترق كذا في شرح المقدسي،
شربلا لية
وہی صحیح ہے اور ابن سلق نے فرمایا مرد وارث ہوگا کیونکہ
اگر مرد اکیس گے تو ذبح کرنے والے کو کافر قرار
دینا ہوگا، غائیہ۔ میں کہتا ہوں یہ طاررہ منوع ہے
کیونکہ کفر باطنی امر ہے اور اس کا حکم دشوار ہے تفرق
کرنافزوری ہے، شرع مقدسی میں اسی طرح ہے
شرعیہ لایہ۔ (د)

اللہ اکبر! خود ذابح عام تکبیر ذبح میں نام خدا کے ساتھ نام غیر ذکر پکارے اور کافر نہ ہو، جب تک
معنی شرک کا ارادہ نہ کرے بلکہ صرف عطف بنام نہ پکارے مثلاً اللہ تبارک و تعالیٰ کے نام پاک کے لیے
سے ہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہی چاہے، حضور کی عظمت ہی کے لیے خاص وقت ذبح بنام خدا کے ساتھ
بنام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آواز میں اصغر حرمت و کراہت بھی نہیں مگر پیش از ذبح اگر کسی نے یوں پکاریا
کہ فلاں کا بکا، فلاں کی گائے تو پکارنے والا مشرک اور اس کے ساتھ لفظ منہ سے نکلے ہی جائز کی بھی
کایا پٹٹ ہو کر فوراً بکری سے گنا، گائے سے سور، اگرچہ وہ منادی غیر ذابح ہو، اگرچہ ابھی نہ وقت ذبح نہ دم
تکبیر، معاذ اللہ۔ وہ لفظ کیستے جادو کے انچھرتے کیچھرتے ہی جائز کی مابیت بدل گئی، ایسے زبردستی
کے احکام شرع مطہر سے بالکل بیگانہ ہیں۔

بڑی دلیل ان کے قصہ عبادت غیر و معنی شرک پر یہ پیش کی جاتی ہے کہ ”اس ذبح کے بدلے گوشت
خرید کر تصدق کرنا ان کے نزدیک کافی نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب مقصود نہیں بلکہ خاص ذبح
غیر و شرک صریح مراد ہے، اگرچہ وہ صاف کہہ رہے ہیں کہ ہمارا مطلب صرف ایصالِ ثواب ہی ہے۔“

اقول اس سے صرف اتنا ثابت ہوا کہ خاص ذبح مبرا ہے، ذبح طہیر کہاں سے نکلا، کیا ثواب ذبح کوئی چیز نہیں، یا گوشت دینے میں وہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ عنایہ میں ہے،

التضحية فيها افضل من الصدق يشحب
الاختية لان فيها جماعين التقرب بآراقة
الدم والصدق والحمد من القربى
افضل لله ملخصاً۔

اس صورت میں قربانی کرنا اس کی قیمت کے صدقے سے افضل ہے کیونکہ قربانی میں دونوں قربتیں حاصل ہوتی ہیں خون بہاؤ اور صدقہ بھی، جبکہ دو قربتوں کو جمع کرنا افضل ہے (مطعمنا دت)۔

معہذا احرام ایسی اشیاء میں مطلقاً تبدیل پر راضی نہیں ہوتے، مثلاً جو آلے کی چٹکی روزانہ اپنے گھر کے خرچ سے نکالتے اور ہر ماہ سے چاکر حضور پر نور سیّدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیاز دلا کر محتاج کو کھلاتے ہیں، اگر ان سے کہتے کہ یہ آٹا جو جمع ہوا ہے اپنے خرچ میں لائیے اور اس کے عوض اور پکائیے، کبھی نہ مانیں گے، حالانکہ آٹے میں کوئی ذبح کامل نہیں، اور ذبح میں بھی اگر اس نذر کے بدلے دوسرا جانور دیکھتے ہرگز نہیں گے، حالانکہ اسے ذبح میں دونوں ایک سے، تو اس کا کافی نہ سمجھنا اسی خیال تعین و تخصیص کی بنا پر ہے، نہ معاذ اللہ اس توہم باطل پر، خصوصاً جبکہ وہ چار سے مزاد کہہ رہے ہیں کہ عاشر اللہ ہم عبادت غیر نہیں چاہتے صرف ایصالِ ثواب متصور ہے۔

اور اگر انصاف کیجئے تو دربارہ عدم تبدیل ان کا وہ خیال بے اصل بھی نہیں، اگرچہ انھوں نے اس میں تشدد زیادہ سمجھ لیا ہو جن چیزوں پر نسبت قربت کر لی گئی، شرع مطہر میں باوجود ان کا بدنام پسند نہیں، لایسہذاکان المنزول ای لنا قص کہ انھما کل ذلک ظاہر جداً (خصوصاً جبکہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف تنزل ہو جیسا کہ یہاں ہے اور یہ تمام نہایت ظاہر ہے۔ تہا)

ولہذا اگر غرض قربانی کے لئے جانور خریدے اور اس معین کی نذر نہ ہو تو جانور متعین نہیں ہو عبادت اسے اختیار ہے کہ اس کے بدلے دوسرا جانور قربانی کرے پھر بھی بدنام کردہ ہے کہ جب اس پر قربت کی تہیت کر لی تو بلا وجہ تبدیل نہ چاہئے۔ ہدایہ میں ہے،

بأشراء للتضحية لا يتسم البسيعة
قربانی کے لئے خریدیے کے لئے مائع نہیں (دت)۔
اسی میں ہے،

اللہ علیہ السلام

ذبح میں اللہ کا نام یاد کیا گیا۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ،

انما کلمہ بانظاہر لا باطن فاذا ذبحہ علی اسم اللہ وجب ان یحلی ، ولا یحلی لئالی ابیاطی
یعنی ہمیں شرع مطہرتے ظاہر پر عمل کا حکم فرمایا ہے
باطن کی تکلیف نہ دی ، جب اس نے اللہ عزوجل کا نام پاک لے کر ذبح کیا جائز حلال ہو جائاد واجب
ہر اکول کا ارادہ جان لینے کی طرف ہمیں کوئی راہ نہیں۔

یہ چند تفسیر و حلیل فائدے سے حفظ کے قابل ہیں کہ بہت ابنا سے زمانہ ان میں سخت خطا کرتے ہیں ،
وہ اللہ العزیمۃ والتوفیق و بہ الوصول الی تحقیق (حفاظت و توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
اور اسی کی مدد سے تحقیق تک رسائی ہے ۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و ملکہ جل مجدہ اتم و احکم ۔

مسئلہ ۱۲۶ از شہر ربلی مستور عبد الجلیل طالب علم ۲۹ محرم الحرام ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ ایک گھاسے ذبح کی گئی اور اس کا پیٹ جب چاک کیا تو اس
میں سے ایک بچہ زندہ کامل اخص ، کا نکلا ، مگر اس کے جسم میں بال نہیں آیا ہے ، اس حالت میں بچہ کا
گوشت حلال ہو جائے گا یا نہیں ذبح کر لے سے ؟ اور مردہ ہو تو اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

بچہ کہ مردہ نکلے حرام ، اور زندہ نکلا اور ذبح کر لیا تو حلال ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷ از آدین مکان میر خادم علی اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں ۳ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علامہ دینی و محققین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ مردہ بکری مذکورہ کے
شکم سے برآمد ہو بذاہب امام اعظم ابوحنیفہ کوئی رحمۃ اللہ علیہ حلال ہے یا حرام ، بیان فرمائیں بعبارت
کتب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔

الجواب

ناجائز ہے ۔ ہدایہ و عالمگیری میں ہے ،

لہ القرآن الکریم ۱۱۹/۹

۲۳/۵ مفتاح الغیب (تفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۴۳/۲ المطبعة البیتہ المصریۃ مصر

من نحرناقة او ذبح نحرقة فوجد في بطنها
جسما ميتا سم يوكل اشعر او لم يشعر و
هدا اعمد الى حنيفة رضى الله تعالى عنه
وقال ابو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى
اذا تم حنقه اكله
کسی نے اونٹنی یا گائے ذبح کی تو اس کے پیٹ میں
بچہ مردہ پائے تو اسے نہ کھایا تا ان بانی ہوں یا
نہ ہوں ، اور یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
نزدیک ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے فرمایا
اگر وہ بچہ تمام خلقت ہو تو کھانا چاہئے ۔ (ت)

اسی طرح در مختار وغیرہ عامۃ کتب میں ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم
میں ۱۲۸۱ھ از ریاست کوٹہ راجو تانہ ملک ہارڈوٹی قصبہ ساگور مسئولہ مسلمانان ساگور
۲۱ رمضان ۱۳۳۵ھ

ہادی دین ، پناہ شریعت ، ملائے عظام و مفتیان کرام سلمہ اللہ تعالیٰ ، بعد سلام علیک کے
گزارش یہ ہے کہ یہاں پر قصبہ ساگور ، ریاست کوٹہ راجو تانہ میں کھٹیک لوگ قدیم زمانے سے گوشت
کی دکان کرتے چلے آ رہے ہیں اور مسلمان بھی انھیں کے یہاں سے خریدتے ہیں ، ان کھٹیکوں کا دو ایک
مرتبہ کچہری میں مردار گوشت کا مقدمہ جا چکا ہے اس لئے بوجہ شکوک اب ان کے یہاں سے مسلمانوں نے
گوشت لینا قطعاً بند کر دیا اور مسلمان قصابی آباد کر کے اس کے سامنے سے یہ یا شرع کر دیا ہے ، مگر دو ایک
مسلمان جن کا تمھاری تعلق چمڑے وغیرہ کھٹیکوں کے ساتھ ہے ، وہ ایسا کہتے ہیں کہ یہ ضد اور نیا مسئلہ ہے
جب ایک مدت سے مسلمان کھٹیکوں کے یہاں کا گوشت لیتے چلے آ رہے ہیں اور تمام جگہ کھٹیک ہی لوگ
فروخت کرتے ہیں ، تو یہ ایک نئی بات پیدا کر کے کھٹیکوں کو ناحق نقصان دیا جا رہا ہے ، کیا پہلے زمانے
میں کوئی عالم نہ تھے ، وہ کیوں کھا گئے ، ان کے ایسا کہنے پر بہت سے مسلمان برگشتہ ہو رہے ہیں ، لیکن
ساتھ ہی اس کے دنیا کی بدنامی کا خوف ہے اور اصلی جواب کے منتظر ہیں ، مسلمانوں کی طرف سے کھٹیکوں کے
ساتھیوں کو کھایا گیا کہ تم ان سے بموجب شرع اس طرح پر انتظام کراؤ :
(۱) مگر ان مسلمان رہیں ۔

(۲) گوشت مختلف مکان پر نہ ہو جہاں مسلمان تجویز کریں ۔

(۳) دبانے والا (۴) ذبح کرنے والا مسلمان ہو ۔

ان چاروں شرطوں میں سے وہ شرط اول و دوم و چہارم پر رضا مند ہوتے ہیں ، لیکن یہ رضا مندی بھی

اُن کی قیادت سے انتقام کو قطع کرنے کے لئے معلوم ہوتی ہے، دائمی نہیں معلوم ہوتی ہے اس لئے حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں،

(۱) کیا وہ شخص کے درغلانے سے مسلمانوں کو پرانی بات پر جہار بنانا چاہئے، اور جو شخص اس پر عداوت کرے اور حکم شرع ایک مفضل اور بناوٹی بات سے اسے اور آج تک تائب نہ ہو، مسلمان اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

(۲) کیا مسلمانوں کو ہندو کھٹکوں کے یہاں پر گوشت خریدنے کی ممانعت کا حکم سنایا جاتا ہے، یہ نیا مسئلہ اور بناوٹی بات ہے؟

(۳) جو شخص مسلمان باوجود سمجھانے کے مسلمان قصائی کو چھوڑ کر پرانی روش پر مٹا ہندو کھٹکوں کے یہاں پر گوشت لینے پر آمادہ ہو، اس پر کیا حکم ہے؟

(۴) کیا کسی شخص کی خاطر سے ہمارے مذہب کے ایسے حکم کو جس سے ہمارے ایمان میں خلل آنے کا ڈر ہو چھوڑ دینا روا ہے؟ بیتوا تو جبروا۔

الجواب

(۱) حکم شرعی یہ ہے کہ مشرک نبی کا درجہ نبی سے گوشت دینا جائز نہیں، اور اس کا کھانا حرام ہے، اگرچہ وہ زمان سے سو بار کہے کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، اس لئے کہ امر و نہی میں کافر کا قول اصلاً مقبول نہیں۔ در مختار میں ہے،

معاملات میں کافر کی حیر بالا حجاج مقبول ہے، دینی معاملات میں مقبول نہیں (ت)۔
لا فی الدیانات بلہ
نہایہ وغیرہ میں ہے،

من الدیانات المحلل والمحرمہ
روا المختار میں ہے،

فی الترخانیة قبیل الاضحیة
عن جامع الجوامع لا فی یوسف
تتارخانیہ میں قربانی کے بیان سے تھوڑا پہلے
ابو یوسف کی جامع الجوامع سے منقول ہے کسی نے

من اشترى بعد اكله انه مجوس و اراد الزه، فقال
 دبحه مسلم يكره اكله احد ومفاد انت محمد
 كون اب نفع محوسيا بعت الحرمه ، فانه
 بعد اجابته ، بعد بقوله دبحه مسلم
 كره اكله فكيف بدونه
 اس بيان کے بعد کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے جو کہ حلال ہونے کی خبر ہے ، کھانا مکروہ ہے ، تو اس کے خبر
 نہ دینے کی صورت میں کیسے مکروہ نہ ہوگا۔ (ت)

ہاں اگر وقت ذبح سے وقت خریداری تک وہ گوشت مسلمان کی ٹکرائی میں رہے ، یہاں بھی کسی وقت مسلمان
 کی نگاہ سے غائب نہ ہو ، اور یوں اطمینان کافی حاصل ہو کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے تو اس کا خریدنا جائز اور کھانا
 حلال ہوگا۔ جب یہ حکم شرعی معلوم ہو گیا ، جو اب سواکات ظاہر ہو گیا ، وہ پُرانا طریقہ شرعاً محض حرام تھا ، اُس پر
 جن حرام ، سخت حرام ، اگرچہ دو نہیں دو ظاہر و غائب ، جو حکم شرع کو بنا دیتی تھے اگر جہاں سے کھایا جائے ،
 ورنہ اس پر لازم کفر ہے تو بد کرے ، تجھ یہ اسلام کرے ، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح حبسید ،
 یہی حکم اس کے ساتھیوں کا ہے ، یہ لوگ مست تھے نام نہاد ہوں مسلمان ان سے میل جول نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے ،

واتيسيتك الشيطان فلا تقعد بعد الذكوى
 مع لقوم الظالمين
 اور کبھی شیطان تجھ کو بھلا دے تو یاد آسنے پر
 ظالم قوم کے پاس مت بیٹھ (ت)

(۲) یہ مخالفت خاص حکم شریعت ہے اور اس کے بنا دئی گئے والے کے ایمان پر خطرہ ہے
 کما تقدم اذ -

(۳) ایسا شخص حرام خوار ، حرام کار ، مستحق مذاب پروردگار ، سزاوار عذابِ نار ہے ، تعزیر شرعی
 یہاں کون کیسے دے سکتا ہے یہی بس ہے کہ مسلمان اس سے یک لخت قطع تعلق کر دیں ۔

قال الله تعالى لا ترون الى الذين ظلموا
 فتمسكوا بالبارئ
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ظلم کرنے والوں کی طرف میلان
 نہ کرو کہ تم کو آگ فوس کرے (ت)

(۴) ہرگز روا نہیں، اور ایسی خاطر طعون، وہ شرطیں جو ان سے کی جا رہی ہیں ان میں مسلمان کی نگرانی اس طرح کی ہو جیسی ہم نے بیان کی کہ وقت ذبح سے وقت خریداری تک کسی آن مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو، ورنہ کافی نہیں، اور وہ بانے والے کا مسلمان ہونا کچھ ضرور نہیں، ذبح کرنے والا مسلمان چاہئے۔

مسئلہ از امامہ عجلہ اور نگ آباد مسئلہ فصل حسی صاحب سوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ

کیا دیتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں گوشت ہندو کھٹک فروخت کرتے ہیں اور انتظام ذبح یہ ہے کہ گورنمنٹی مذبح بنا ہوا ہے، بعد از غلط ڈاکٹر انگریزی کے (عام اس سے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم ہو) اسی مذبح میں کل جانور ذبح ہوتے ہیں، کھٹک گوشت بنا کر بازار میں ڈکڑ فروخت کرتے ہیں، مذبح پر ایک مسلمان جاتا ہے جس کی نسبت معلوم ہوا کہ ذبح وہی شخص کرتا ہے، اگرچہ عادت مستمرہ و طریقہ مقررہ تو یہی ہے، لیکن ممکن ہے کہ بخلاف ورزی اس علم گورنمنٹی کے کوئی جانور خفیہ اپنے گھروں پر ذبح کر کے اس کا گوشت بھی انھیں جانوروں کے گوشت میں ملا کر فروخت کر لیں، چنانچہ ایسے مقدمات بھی ہوتے اور وہ لوگ سزا پاتے ہیں، شہادت اس امر کی کہ گوشت بوفروخت ہو رہا ہے اس ہانور کا ہے جس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے بجز قول اس کافر کے جو گوشت فروخت کر رہا ہے، اور کوئی نہیں ہے، اور نہ وقت ذبح سے وقت فروخت تک بالاتصال وہ گوشت کسی مسلمان کے زیر تصرف رہا، اگرچہ عادت مذکورہ کے موافق کہا جاسکتا ہے کہ مذبح گورنمنٹی میں ذبح ہوا ہے، اور وہاں مسلمان معمولاً جاتا ہے، اور ایسے مقدمات بھی پیش آتے ہیں کہ بیمار دیشی وغیرہ بگڑ ڈاکٹر کے معائنہ کے گھر پر ذبح کر لیتے ہیں، اور اس گوشت میں شامل کر لیتے ہیں، جو مذبح کے جانور جانوروں کا ہے، پس ایسی حالت میں اس ہندو کھٹک سے خرید کیا ہوا گوشت کھانا جائز و حلال ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب

صورت مستفسرہ میں اس سے گوشت کا خریدنا، کھانا، کھلانا جائز ہے، کہ حیوان جب تک زندہ تھا حرام تھا، ذبح شرعی سے حلال ہو گا، اور اُس کا حصول ثابت نہ ہوا، والیقین لایرون الشک (شک سے یقین زائل نہیں ہوتا۔ ت) اور وہ کافر غیر کتابی اگر کے بھی کہ یہ مسلمان کا ذبح ہے، تو یہ خبر مقصوداً امر دینت و ملت و حرمت میں ہے، اور ان امور میں کافر کی خبر محض باطل و نامعتبر۔ درخوار و ہدایہ و یقین ہتدیرہ وغیرہ عامہ کتب میں ہے،

خیر لکافر مقبول بالاجماع فی المعاملات معاملات میں بالاجماع کافر کی خبر مقبول ہے دیانات
لا فی الدیانات بلہ میں مقبول نہیں۔ (ت)

سہ در مختار کتاب المظن والاباحہ مطبع مجتبیٰ دہلی ۲۳۴/۱

اشبہاء میں اسی قاعدہ کے تحت میں ہے،

النشأة في حال جانتها محرمة فاشترى مستحسناً
باصول التحريم الى ان يتحقق زواله
بكرى زنده حرام ہے تو خریدار نے اس کے اصل
حال کو دلیل بنا کر حرام قرار دیا تا وقتیکہ اس اصل
یقین کا زوال نہ ہو جائے۔ (ت)

فتح القدير میں ہے،

لا تحل حتى يعلم انه ذكاه مسلوما لها اصلها
حرام، وشككتها في الذكاة المبيحة
كما ناسل نہیں جب تک یقینی علم نہ ہو جائے کہ اس کو
مسلمان نے ذبح کیا ہے کیونکہ اصل میں حرام ہے
اور یہیں مباح بنانے والے ذبح میں شک ہے (ت)

آثار غانیہ میں جامع الجوامع امام ابو یوسف سے ہے،

من اشترى لحب فعلم انه مجوسی واراد الرضا
فقتل ذبحه مسلم يكره اكله
کسی نے گوشت خریدا اور معلوم ہے کہ فروخت کرنا والا
مجوسی ہے تو واپس کرنا چاہا، تو مجوسی نے کہا اس کو
مسلمان نے ذبح کیا ہے اس کا کھانا مکروہ ہے اور (ت)

رد المحتار میں اسے نقل کر کے فرمایا،

ومفاد ان مجرد كون البائعه مجوسياً يثبت
المحرمة فانه بعد اجراءه بالحمل فقول ذبحه
مسلم كره اكله فكيف بدونه، تأمل
اس کا مفاد یہ ہے کہ محض بائع کا مجوسی ہونا ہی حرمت
کو ثابت کر دے گا کیونکہ اس نے اس کے حلال
ہونے کی خبر دی کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے

اس کے باوجود جب کھانا مکروہ ہوا تو ایسی خبر کے نہ ہونے پر کیسے حلال ہو سکتا ہے۔ خرید لیجئے۔ (ت)
بجلائے اس کے کہ مسلمان اپنے کسی نوکر یا مزدور مشرک کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کہے
میں نے مسلمان سے خریدا ہے اس کا کھانا جائز ہو گا، جبکہ قلب میں اس کا صدق جتنا ہو کہ اب یہ اعمالہ دربارہ معاملت
قول کا ذکر قبول ہے، اگرچہ حکم دیانت کو متضمن ہو جائے گا۔ جمیع الحقائق پھر ہندیہ میں ہے،

له الاشياء والنظار العين الاول القاعدة الثالثة ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۸۹/۱
فتح القدير

رد المحتار بحوالہ آثار غانیہ کتاب المحظورات والایاتہ وارجاء التراث اعرابی بیروت ۲۴/۵
۲۱۹/۵

لا يقبل قول الكافر في الديانات الا اذا كانت
قبول قول الكافر في المعاملات يتضمن قبوله
في الديانات، فمما تدخل الديانات في ضمن
المعاملات، فيقبل قوله فيها ضرورة.
رد المحتار میں ہے،

الجواب ان قوله شرية من المعاملات، و
شموت الحبل والمحرمية فيه ضمنى، فلما
قبل قوله في الشراء، ثبت ما في ضمنه
بخلات ما يأتى، وكذا من شئ يثبت صحتها
لا قصداً.

چیسزین ضمناً ثابت ہو جاتی ہیں وہ قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ (د ت)
ولہذا اگر وہ نوکر کے کہ مانع مشرک تھا گوشت حرام ہوگا، معلوم ہوا کہ بیچنے والے کا مشرک ہونا ہی
سومت گوشت کے لئے کافی ہے۔ میرا الابصار و درمختار میں ہے،

قال اشتریت اللحم من كذا في حبل، او
قال اشتریتہ من مجوس في حرم،
اس نے کہا میں نے یہ گوشت کتابی شخص سے خریدا
ہے، تو حلال ہوگا، یا اس نے کہا میں نے مجوسی
سے خریدا ہے، تو حرام ہوگا۔ (د ت)

ہاں جب تک وہ گوشت ذابح مسلم خواہ اور کسی مسلمان کی نگاہ سے غائب نہ ہو تو اس مسلمان
اور نیز دوسرے کو اس مسلم کی خبر پر کہ یہ وہی گوشت ہے جو مسلمان نے ذبح کیا، خریدنا اور کھانا سب
جائز ہے کو اب خبر مسلم ہے کہ کافر، مگر وہ غیر ثقہ نہ ہو تو قلب پر اس کا صدق جہا شرط ہوگا،

في التوبة شرع العبد في الديانات و
يتحرى في العاص والمستور، والله تعالى اعلم
توبہ میں ہے دینی امور میں عدالت شرط ہے اور عاصی یا
مستور الحال شخص کی خبر میں غور و فکر کیجئے، واللہ تعالیٰ اعلم

لے خدای ہندیہ بحوالہ جیسین المحتاقی کتاب الکراہیۃ ابواب الاول نورانی مکتبہ نیشادور ۳۰۸/۵
لے رد المحتار کتاب المظن والاباحۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱۹/۵
لے درمختار " " " " مطبع مجتبائی دہلی ۲۳۴/۲
لے درمختار شرح تنویر الابصار " " " " " " ۲۳۴/۲

مسئلہ ۱۳۳ ۴۰ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلم نے گو سفند ذبح کیا ہوا اپنے ایک ملازم غیر کتابی کے ہاتھ مکان کو بھیجا اور آئندہ ذبیحہ نے یہاں لکھا کہ یہ ذبیحہ فلاں شخص نے بھیجا ہے، کھانا اس کا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قرآن کی نصوص اُس کافر کے اس قول میں شک نہ پیدا نہ ہو، ظن غالب اُس کے صدق ہی کا ہو، تو مسلمان کے لئے اُس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہر یہ لانا ذبیحہ قبیل معاملات ہے، اور معاملات میں کافر کی بات مقبول، اور جب یہ مان لیا گیا کہ یہ ذبیحہ فلاں مسلم کا بھیجا ہوا ہے، تو اس کے ضمن میں حلت بھی مسلم ہوگی، اگرچہ ابتداء حلت، حرمت، طہارت، نجاست وغیرہ امور خالصہ دینیہ میں کافر کا قول مقبول نہیں، چاہے میں ہے۔

جس نے اپنا محوسی مزدور یا خادم گوشت خریدنے بھیجا تو اس نے واپس آکر کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو مزدور یا خادم کافر یا ہر ایہ گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے۔ (ذات)

من ارسل اجیرا له معجوسیا او خادما مشا فاشتری له مما فقال اشتریتہ من یرہودی او نصرانی او مسلم وسعہ احکامہ، لان قول الکافر مقبول فی المعاملات الخ۔

تبیین الحقائق ودر مختار میں ہے،

معاملات میں ہر بات نیز شخص کی بات مقبول ہے، وہ آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا کافر، وہ بڑا ہو یا نابالغ ہو کیونکہ ضرورت عام چیز ہے جسکے انسان معاملہ یا خدمت لینے یا اپنے دکلا کے پاس بھیجنے کے لئے شرائط عدالت پر فوراً اترنے والے کو بہت کم پاتا ہے اور سامع کے پاس خبر کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہوتی جس پر عمل کیا جائے۔ (ذات)

المعاملات یقبل فیہا خبر کل میزحسرا کاں او عیدا مسلما کان او کافرا، کبیرا او صغیرا لعموم الضرورة فان الامان قلمایجد المستبحم لشراط العدالة لیماملہ او یستحلہ او یبعثہ الی وکلا نہ ونحو ذلک، ولادلیل حم السامع یعمل بہ سوی المجبر الخ۔

کتاب انکار ہیتہ فصل فی الذکر والشرب مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۵۱/۴

المطبوعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱۲/۶

لہ البزازیہ

ملکہ تبیین الحقائق

عالمگیری میں ہے :

معاملات میں ایک شخص کی بات قبول کی جائے گی خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر ہو تاکہ حرج کم ختم کیا جاسکے اور معاملات میں سے مضاربت اور ہیر و خیرہ کا قاصد بنانا اور تجارت کی اجازت دینا بھی ہے۔ اسی طرح کافی میں ہے (مختصات) :

يقبل قول الواحد في المعاملات مسلماً
كأنه أو كافر، أو ذليل، أو حر، أو عتق
المعاملات النكاحات والمضاربات والرهانات
في الهدايا، والأذن في التجارات، كذا
في الكافي (مختصاً).

نیز ترمین میں ہے :

تجب اس میں باتمیز شخص کی بات قبول ہے تو اس کے ضمن والی دینی چیز بھی اس کی قبولیت سے ضرورۃً ضمن میں قبول ہوگی اور اس نے بھی کہ کوئی معاملہ بھی دینی امر سے خالی نہیں ہوتا، تو اگر وہ معاملہ میں ضمانت نہ ہو تو حرج کا باعث ہوگا جلد بہت سی چیزیں ضمانت ثابت ہوتی ہیں اور قصداً صحیح نہیں ہوتیں، اس کے برخلاف مقصود و نیت کہ وہ ضمانت صحیح نہیں ہوتے (مختصات) :

فما قبل فيها قول المميز وكان في ضمن قبول قوله
فيها قبوله في الديانات يقبل قوله في
الديانات ضمناً صريحة، وكم من شيء
لا يصح قصداً يصح ضمناً وكان كل معاملة
لا تخلو عن ديانة، فلو لم يقبل فيها في
ضمن المعاملات لادى الى المحسوس، بخلاف
الديانات المقصودة (مختصاً).

ہاں اگر نظر قرآن اس کی بات میں شک پڑے، کچھ فریب معلوم دے، تو ہرگز نہ کھائے کہ
ذبحہ کی علت مشکوک و موجب بات سے ثابت نہ ہوگی،

کیونکہ جانور جب تک زندہ ہے کھانا حرام ہے
وہ صرف شرعی طریقے سے ذبح کرنے سے حلال
ہوتا ہے تو اصل کے خلاف وارد ہونیوالی چیز شک
سے ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

فان الحيوان ما كان حياً كان حراماً، وانما
يحل بذبح مشروط بخلايشيت الطاري
بالتشك.

در مختار میں ہے :

يقبل قول المملوك ولو اثنى ، والصبي ، وفي
الهدية ، و قيد في السراج بما اذا غلب
على سرائه صدقهم احد مخلصا .

غلام عورت ہو یا بچہ ہو اس کی بات قبول ہوگی
چر میں اور کہ اس بات کو سراج میں اس قید سے
مقید کیا ہے کہ اس کی رائے میں اس مملوک غلام کی
سچائی غالب ہو اور مخلصا . (ت)

روا مختار میں ہے :

ثم قال كافي المنع وان لم يعقب علم
سأيه ذلك لم يسعه قبوله منهم ، لان
الامر مشتبه عليه ، قال لا تعتاقني
لان الاصل انه محجور عليه ، والاذن
طاري ، فلا يجوز اثباته بالشك الخ . والله
سبحانه وتعالى اعلم وعنده جبل مجددا
اتم واحكم .

پھر فرمیں کہ اگر اس کی سچائی پر غلبہ ظن نہ ہو
تو پھر اس کی بات کو قبول کرنے کی تعمین نہیں ہے
کیونکہ معاملہ اس پر مشتبہ رہے گا اور ، اتعاقنی نے
کہا کہ اصل منافعت ہے اور اجازت بعد والی چیز
ہے ، لہذا شک کے ساتھ اجازت ثابت نہ ہوگی
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم و عندہ جبل مجددا
وامر واحکم . (ت)

مسئلہ ۱۳۲۴ از ضلع لاہور ، مقام چرنیا ، مستولہ الزار اہل ، بروز چہار شنبہ
بتاریخ ۱۳ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ

اس شہر میں حلال خور یعنی چوہرے در پردہ گائے ذبح کرا کے گوشت فروخت کرتے ہیں ، بعض
مسلمان ان سے خرید لیتے ہیں ، اگر ان سے منع کیا جائے تو زید کہتا ہے کہ مولوی عبدالحی کے فتاویٰ میں لکھا ہے
اگر جانور کو مسلمان ذبح کرے اور فروخت کا ذکر سے تو کھانا جائز ہے ، جب شریعت جائز کرتی ہے تو
تم کیوں نفرت کرتے ہو ، یا حضرت ! چوہرے سے گوشت کھانا مسلمان کو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے ،
بولے مہربانی تحریر فرمائیں کہ اگر جائز ہو تو نفرت نہ کی جائے . فقط .

الجواب

گوشت میں اصل کہ جانور شکار گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے ، اگر کوئی
کنکڑا کاٹ لیا جائے مردار اور حرام ہو گا صابین میں ہی فہومیت (زندہ جانور سے گوشت کاٹنا تو حرام ہے)

حالت ذکات شرعی سے ثابت ہوتی ہے، تو جب ذبح شرعی معلوم و متحقق نہ ہو تو حکم حرمت ہے، کافر نے مسلمان سے اس ذبح کرائی اور قبل اس کے کہ مسلمان کی نگاہ سے غائب ہو انھیں سے خرید لیا، یہ جائز ہے، اور اگر مسلمان نے ذبح کیا اور اس کے بعد جانور اس کی نظر سے غائب ہو گیا اور کافر گوشت اس کی حلت و طہارت کرنا چاہتا ہے۔

اور حلت و حرمت و طہارت و نجاست خالص امور دیانت میں، اور امور دیانت میں کافر کی خبر محض نامعتبر۔

قال الله تعالى لن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلاً. الله تعالیٰ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ ہرگز کافروں کو المؤمنین میں سبیل نہ دے گا۔ (ت)

مسلمان اس کے گوشت کی خریداری سے نفرت و اعراض کرتے ہیں، بہت صحیح و بجا ہے، یہی حکم شرع ہے، بلکہ پوچھئے چار اگر مسلمان سے ذبح کرائیں اور ہنوز نگاہ سے غائب نہ ہو جب بھی خریدنا نہ پائے جبکہ قلوب اس سے تفر کرتے ہوں،

قال صلى الله تعالى عليه وسلم: بشروا ولا تنفروا. وعند صلى الله تعالى عليه وسلم: يا ك ومريدنهم فانهم لا يتقدمونه. وعنه صلى الله تعالى عليه وسلم: يا ك ومريدنهم فانهم لا يتقدمونه. وما يسوا الا ذك. هدا و فصلنا في قانوننا

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، ابشارت دینے والے نو اور نفرت پیدا نہ کرو۔ اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، باعث خد سے بچو جبکہ خبر باعث خد نہیں ہے۔ اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مروی ہے، کانوں کو تحلیف و بات سے بچاؤ۔

علم اصل میں اسی طرح ہے، مگر ہونا اس طرح چاہیے، اور کافر گوشت خوردش اس کی حلت و طہارت ثابت کرنا چاہتا ہے، عیہ المنان عظمیٰ

سہ القرآن الکریم ۱۳۱/۴

سہ صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقولہم بالموعظة قیدی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

سہ المستدرک علیہم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۲۲۴/۴

کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۳۶/۱

سہ مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الغازی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶۶/۴

کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۶ و ۸۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۴۶/۱

بتوفیق اللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اسے ہم نے تفریق الہی اپنے فتاویٰ میں تفصیل سے

بیان کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵ از رآمرہ ڈاک خانہ جاتی تحصیل و حراں ضلع راولپنڈی

مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ۱۸ شوال ۱۳۳۸ھ

مذکورہ شدہ مالک کو دستیاب ہو جائے، ذابغ نامعلوم ہے، کیا یہ مذکورہ حلال ہوگی

یا نہیں؟

الجواب

حلال ہے، مگر جب کہ اس گمان کا محل ہو کہ ذابغ مرتد یا مشرک یا مجوسی ہے، چلی و شامی مل الدین ہے؛

الاولی ان یقال ان کان الموضع مما یسکنہ او یہ کنا ستر ہے، ایسا موضع جہاں مجوسی رہتا ہو یا وہاں

یسکن یدہ معوض لایوکل والا نکل ولا یعترض اس کا آنا جان ہو تو وہاں کا نہ کھایا جائے ورنہ کھایا

نشان ترے القمیۃ عیدا، فان ہذا موصوفہ جائے، اور قصداً بسم اللہ کو ترک کی صورت سے اعترض

نکلیا جائے کیونکہ یہ احتمال مرہوم ہے جو راجح احتمال لایعارضہ سر الخیر واللہ تعالیٰ اعلم۔

کا تاہل ہیں نہ سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶ از موضع بکاجی والا، علاقہ جاگل، تھانہ ہری پور، ڈاکٹر کوٹ نجیب اللہ خاں

مرسلہ مولوی شیر محمد ۲ رمضان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ اگر کوئی شخص کسی کی بکری یا اور کوئی حلال جانور پھر اگر ذبغ کرے

تو وہ جانور اس کے ذبغ کرنے سے حلال ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اس کا کھانا کیسا ہے؟ اور اس ذبغ کرینے والے

کے لئے کیا حکم ہے؟ بیتھا قوجروا۔

الجواب

یہ شخص ملک غیر میں ہے اس کی اجارت کے تصرف کرنے سے گنہ گار ہوا، مگر اگر یہ ذبغ کرینے والا ہل ذبغ

ہے اور نگہبیر اس نے قصداً ترک نہ کی تو جانور کا ذبیح صحیح ہو گیا یہاں تک کہ اگر یہ جانور مالک نے خاص قوتی

کے لئے خرید یا تھا اور اس شخص نے پیام قربانی میں اپنی طرف سے ذبغ کر لیا، اور مالک نے یونہی ذبغ کیا ہوا

اس سے لے لیا تو مالک کی قربانی ادا ہوگی، اور اگر مالک نے تاواہی لے لیا تو ذابغ کی قربانی ادا ہوگئی اور اگر

کوئی شخص کسی جانور چوری یا غصب سے لے کر ذبح کرے، اور ابھی پکانے یا پھونکنے نہ پایا ہو، تو مالک کو اس کا لے لینا اور خود کھانا حلال، اور جسے وہ اجازت دے اسے بھی حلال، ہاں بے اس کی اجازت کے ذبح کرنا حلال نہ خود کھا سکتا ہے نہ دوسرے کو کھلا سکتا ہے، اسے حرام ہے جب تک اس کا تادان ادا نہ کرے، یہ حرمت تعلقی حق غیر کے سبب ہے نہ اس وجہ سے کہ ذبح صحیح نہ ہوا، جس طرح ذبح کے پکا لینے یا پھونکنے کے بعد مالک کو اس کے لے لینے کا اختیار نہیں کہ اب ذبح اس کا مالک ہو گیا، اصل مالک کو صرف تادان لینے کا اختیار رہا، جب یہ تادان لے لے گا ذبح کو اس کا کھانا حلال ہو جائے گا۔ درمختار میں اسباب سے ہے،

لو شراها ببيعة الاضحية قد ببحها غيره
بلادته، فان اخذها مذبوحة ولم يضمنه
اجزائه، وان ضمنه لا تجزئه وهذا اذا ببحها
عن نبيه، واما اذا ببحها عن مالكها
فلا ضمان عليه
اگر قربانی کی نیت سے بکری خریدی تو کسی دوسرے شخص نے اس کی اجازت کے بغیر اسے ذبح کر دیا تو اگر مالک نے وہ ذبح شدہ بکری مکہ کی اور اس سے ضمان نہ لیا تو قربانی جائز نہ ہوگی یہ اس صورت میں ہے جبکہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے جانور ذبح کیا ہو اور اگر اس نے مالک کی طرف سے ذبح کیا تو اس پر ضمان نہ ہوگا۔ (ت)

عالمگیری میں محیط شری سے ہے،

مرجل دبع اضحية غيره عن نفسه بغير امره،
فان ضمنه المالك قيمتها بغير ذبح السباع
دون المالك، لانه ظهر ان الاقراقة حصلت
على ملكه وان احدها مذبوحة تجزئ
عن المالك لانه قد مواه فليس يصرفه دبع
غيره لها
کسی شخص نے غیر کی قربانی کو اپنی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر ذبح کر لیا تو مالک نے اس کو جانور کی قیمت کا ضامن بنایا تو وہ قربانی ذبح کرنے والے کی طرف سے ہوگی مالک کی نہ ہوگی کیونکہ واضح ہو گیا کہ ذبح کرنے والے نے اپنی طرف سے قربانی دی ہے اور اگر مالک نے ذبح شدہ کو لے لیا تو قربانی

مالک کی جانب سے ادا ہوئی کیونکہ اس نے قربانی کی نیت کر رکھی تھی تو غیر کا ذبح کرنا مضر ہوگا۔ (ت)
تذویر میں ہے،

ان غصب و غیر ذال اسمہ و اعظم منافعہ
ضمہ و ملکہ بلا حل انتفاع قبل اداء ضمانتہ
کدیم شاق و طبعها او شہا آم طعنا۔
اور ایسی سے قبل اس کو انتفاع ملال نہ ہو گا مثلاً ذبح کر کے پکایا یا بھون لیا تو مالک ہو جائے گا اور ضمان کی
اسی میں ہے ۔

ذبح شاق غیرہ طرہا الملک علیہ ، و اخذ
قیمتہا او اخذھا وضمتہ نقصانہا۔
رد المحتار میں ہے ۔

لأنه اتلاف من وجه لغوات بعض المنافع
كالجمل والدور والنسل وبقا بعضها وهو
الحصم ، دور۔
اسی طرح ہایہ وغیرہ میں ہے ۔

فظهر ان ما وقع في اخذ الصيد من الدور
المختار، بما نصه و رأيت بخط ثقة
سرق شاق فذبحها بتسمية فوجد
صاحبها هل توكل ، الاصح لا ، لكفره
بتسليمه على الحرام القطع
بلا تملك ولا اذنت شرعی او
فیحصر ، او فغیر معتد
ولا محصر ، لمخالفته لما

قود مختار کے باب الصيد کے آخر میں جو واقع ہے
وہ غیر معتد اور غیر مختار ہے ، وہ عبارت یہ ہے ،
میں نے ثقہ عبارت میں پایا کہ کسی نے بکری چوری
کر کے ذبح کر لی اور اس پر بسم اللہ پڑھی تو مالک
ناراض ہوا ، کیا وہ کھائی جائے گی ؟ (جواب) اصح
یہ ہے کہ نہ کھائی جائے ، کیونکہ حرام قطعی پر بسم اللہ
پڑھنے سے کفر بننے کی بنا پر ، ملکیت اور اذن
شرعی کے بغیر یہ عمل ہوا ، اور اس کو واضح کیا جائے

۲۰۶/۴	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الغصب	لے و لہ در مختار شرح تنویر الابصار
۱۲۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الغصب	لے رد المحتار
۲۶۴/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الغصب	لے در مختار

یہ اس لئے غیر معتبر ہے کہ درمختار اور دیگر عام کتب
مذہب کے یہی کے خلاف ہے، اور اسی لئے
ردالمحتار میں فرمایا اس کا خلاف معتبر علیہ ہے اس پر
دلیل فقہاء کا یہ قول ہے کہ غضب شدہ بکری کی
قربانی صحیح ہے، اور امانت بکری کے متعلق اختلاف
کیا، اور اسی لئے سنا کھانی نے فرمایا میں کہتا ہوں
کہ یہ غضب میں بیان شدہ کے خلاف ہے اور
قربانی کے بیان سے بھی مخالف ہے، ردالمحتار
کا بیان ختم ہوا۔ اقول (میں کہتا ہوں) اس کی
تائید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے کہ مالک
کی امانت کے بغیر ذبح شدہ بکری حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ کو واقعہ بتایا گیا تو آپ نے وہ گوشت نہ کھایا اور آپ نے وہ گوشت
قیدیوں کو دے دینے کا حکم فرمایا۔ (اسناد حسنہ علم دہ)

قال الرو غیر عامۃ معتمدات المذہب،
ولہذا قال فی رد المحتار المعتمد خلافہ
بدلیل قولہم بضعۃ التصحیۃ بشاۃ
العصب، و اختلافہم فی صحۃ ہاۃ الودیعۃ
ولذا قال السنا کھانی، اقول ہذا ینافی
ما تقدم فی العصب، و فی الاضعیۃ فلا
یعول علیہ، و عافی رد المحتار، اقول و
یؤید حدیث شاذۃ بحسب غیر ذلک ما لکھا،
وقدمت للسبب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فاخبرہ بذلك لخصہا، فلم یتادل منہ
وامرہ بجللہ الی لا ساری۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
والسلام کی خدمت میں پیش کی گئی اور آپ کو واقعہ بتایا گیا تو آپ نے وہ گوشت نہ کھایا اور آپ نے وہ گوشت
قیدیوں کو دے دینے کا حکم فرمایا۔ (اسناد حسنہ علم دہ)

مسئلہ ۱۳۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی کافر نے ایک بکری پر اہل غیر اللہ کیا، اور
بنام خدا ذبح کرنا چاہا، پھر کسی کے کہنے سے ذبح موقوف کر کے ایک شخص کو بہرہ کر دیا نہ کہ اس کے غیر کے نام
پر رکھ جیسے آپس میں ایک دوسرے کو بہرہ کرتے ہیں، آیا مہرب نہ کہ خدا کے نام پر ذبح کر کے کھانا اُس کا جائز ہے
یا نہیں؟ بیتیوا توجروا۔

الجواب

عند التحقيق كريمة ما اُھل بہ لغیر اللہ فی اہل وقت ذبح مقصود، یعنی اُس وقت اگر نام غیر
دیا گیا حرام ہے، اس معنی پر آیہ کریمہ کو صورت مسئلہ سے کچھ علاقہ ہی نہیں، اور بعض نے جو پیش از ذبح ہانور
پر نام غیر خدا پکار دینا مراد رکھا، اُن کے نزدیک بھی استہرام کسی کا تادم ذبح شرط حرامت ہے، استدلال

شاہ عبدالعزیز صاحب کا حدیث مملعون من دہم لعید اللہ (جس نے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا وہ ملعون ہے۔ ت) اور عبارت پیشاپوری :

اجتمع العلم، لوان، صمد ذبح ذبیحة و قصد
 بذبحها انتقرب الی غیر اللہ صار ملعوناً
 ذبیحة ذبیحة مرتد۔
 علماء کا اجماع ہے کہ اگر مسلمان نے جانور کو غیر اللہ
 کے تقرب کے لئے قصہ کرتے ہوئے ذبح کیا تو وہ
 مرتد ہو جائے گا اور اسی کا ذبیحہ مرتد کے ذبیحہ کی

طرح ہوگا۔ (ت)

میں اس کا صاف مؤید ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جب ایک بار اُس پر نام غیر خدا کا پکار دیا گیا جس الٰہی ہو گیا
 اب اگرچہ وہ نیت جاتی بھی رہے اور وقت ذبح تقرب الٰہی ہی مقصود ہو اور نام بھی خدا ہی کا لیا جائے
 حرام رہے گا، حالانکہ علت حرمت مرتفع ہوگئی اور ارتعاب علت کو ارتعاب معلول لازم۔ شاہ صاحب اپنی
 تفسیر میں فرماتے ہیں :

اگرے ذکر نام خدا براں جانور وقتے فائدہ می دہد
 کہ تقرب بغیر خدا ز دل دور کردہ و خلاف آن
 شہرت داد و آواز دیگر دہند کہ مانزیں کار پرستیم۔
 ہاں اُس جانور پر خدا کا نام ذکر کرنا تب فائدہ مند
 ہوگا جب غیر خدا کے تقرب کو دل سے نکال
 دے اور یہ خدا کے تقرب سے خلاف کو شہرت دے
 اور لوگوں کو بتائے کہ اس کام سے باز گیا ہوں۔ (ت)

اس عبارت سے صاف ظاہر کہ اگر بعد اہلال للغیر و نیت فاسدہ زائل ہو جائے تو جانور قطعاً
 حلال ہے، خصوصاً صورت مستولہ میں کہ یہاں تو وہ بکر صاحب اہلال کی ملک ہی نہ رہا دوسرے شخص کا
 ملوک ہو گیا، کیا صرف ایک بار غیر خدا پکار دینے سے اس میں وہ حرمت ابدی و نجاست سرمدی آگئی کہ
 اب اگرچہ وہ نیت بھی جاتی رہی، اور اہلال للغیر بھی موقوف ہو جائے بلکہ جانور صاحب اہلال کی ملک بھی
 نہ رہے، اور مالک ثانی خاص خدا کے نام پر ذبح کرے، بایں ہمہ اس کی حرمت نہ جائے، یہ امر
 بالبداہتہ باطل، اور اس بکرے کی حلت میں باتفاق فریقین کوئی شبہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و حکم
 عز اسمہ احکم۔

۶۱۰	ص	مطبع مجتہبی دہلی	تحت آیہ ۲/۱۴۳	فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	۶۱۰
۶۱۱	"	"	"	"	۶۱۱
"	"	"	"	"	"

مسئلہ ۱۳۸

۱۳ رمضان المکرم ۱۳۱۲ھ

جنگل میں صبح کے وقت بیل مذبحہ پایا، مگر ذابح معلوم نہیں کہ کافر ہے یا مسلمان، اگر مسلمان ہے تو بسم اللہ اکبر کہی ہو یا نہ، کیا یہ مذبحہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو یہ جزیہ کون سی کتاب میں ہے اور کون سے باب میں ہے یا ما اھل بد لغیر اللہ میں داخل کیا جائے کون سی دلیل کے ساتھ؟ بیٹو اتوجروا

الجواب

ان ظالموں کو مومن اور کافر، مشرک و غیر مشرک، زندیق ہر قسم کے لوگ کہتے ہیں، ایسا معلوم الحال ذبیحہ حلال

نہ سمجھا جائے گا،

کہا بیئہ فی الدرر المختار و رد المحتار من
آخر العید فراجعہما و فیہ تفصیل لا یعدو
ما قتناہ - واللہ تعالیٰ اعلم۔

جیسا کہ در مختار اور رد المحتار کے باب العید کے
آخر میں اس کو بیان کیا ہے تو دونوں کتب کی
طرف رجوع کرو اور اس میں تفصیل ہے جو ہمارے
بیان کردہ سے زائد نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۱۳۹ از بریل محلہ بہاری پور مستول عبد الرشید خاں ۱۳ محادی الاولی ۱۳۲۳ھ

اور مدار صاحب کا مضرعہ کیا کیسا ہے، اور کیا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جو جائز مسلمان نے اللہ کا نام لے کر ذبح کیا اور اللہ عزوجل کے لئے اُس کی جان دے وہ حلال ہے،
مضرعہ مزار پر لے جانا نہ چاہئے نہ مضرعہ کی خصوصیت ضروری سمجھنا چاہئے، جو ذبح جہاں ہو اللہ کے لئے کرے ان کا
ثواب ان کی روح کو پہنچا دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰ مستول اخوان الحق، چوتیاں ضلع لاہور بروز یکشنبہ بتامیخ۔ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۲۴ھ

فتاویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب کا حنفی المذہب کے مطابق ہے یا کہ نہیں، اور نیز اس میں لکھا ہے
کہ پیر کے نام کا بکرا حرام ہے خواہ بوقت ذبح تکبیر کہی جائے، اب اسے وارث النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تحریر
فرمائیے کہ شاہ صاحب اس مسئلہ میں غلطی پر ہیں، یا یہ کہ اس فتاویٰ کی عبارت سمجھنے میں غلطی ہے، اس

لہ القرآن الکریم ۱۴۳/۲

کتاب العید

مطبع مجتہائی دہلی

۲۶۲/۲

دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۰۶/۵

رد المحتار

فتوے کے تمام عبارت و دہین ورق پڑھ کر تحریر فرماتیں اور نیز حضور نے کئی دفعہ پڑھا بھی ہوگا۔

الجواب

اس مسئلہ میں حق یہ ہے کہ نیت ذابح کا اعتبار ہے اگر اس نے ادا قرۃ دم تقریاً الی اللہ کی اور وقت ذبح نام الہی یا جانور بنص قطعی قرآن عظیم حلال ہو گیا۔

قال اللہ تعالیٰ ما لکم ان لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ لا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمہیں کیا ہوا کہ تم اسے نہیں کھا سکتے جس پر اللہ کا نام پکارا گیا (ت)

تفصیل فقیر کے رسالہ "سبل الاصلیاء" میں ہے، شاہ صاحب سے اس مسئلہ میں غلطی ہوئی، اور وہ فقط فتاویٰ بلکہ تفسیر عزیزی میں بھی ہے، اور نہ ایکساں کا فتاویٰ بلکہ کسی بشر غیر معصوم کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں سے کچھ متروک نہ ہو۔ سیدنا امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

کل ما خوذ من قوله و مردود علیہ الا
صاحب هذه المقر صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم و اللہ تعالیٰ اعلم۔
یہ تمام حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوا
ہر ایک اپنے قول پر ماخوذ ہو گا اور قول کو اس پر
رکھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از رام گڑھ سیٹوں، علاؤ الدین سیٹوں، مدرسہ وراثہ اسلام، مسئلہ عبدالعزیز

۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیروں کا بکرا جوماتے میں جائز ہے یا نہیں؟ بقیہ التوجہ وادار۔


الجواب

فہم اللہ عزوجل کے نام پر کیا جائے اور ثواب پیروں کو پہنچایا جائے، اس میں حرج اس کے ٹٹنے
میں حرج۔ مسلمان یہی کہتے ہیں اور یہی ان کا مقصد ہوتا ہے، اس کے خلاف کچھ بدگمانی ہے۔ کسافی
الدرا مختار (جیسا کہ در مختار میں ہے۔ ت)، اور یہ بدگمانی حرام ہے، کسافی القرآن العظیم (جیسا کہ
قرآن عظیم میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از ریاسی، ریاست جہلم، مولانا امام الدین گادڑ مرسل پر سید علام شاہ کشمیری، ۱۳ صفر ۱۳۳۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک بکری کو شیر یا چیتے نے گلے سے

پکڑا اور خون پینے کے لئے رگوں کو چھید ڈالا یا سناٹا^{۲۹}، اور بکری زندہ ہے، اگر ذبح کی جائے تو حلال ہو سکے گی یا نہیں، اور کشمیر اور پونچھ کے صفی عدم حلت کا فتویٰ دیتے ہیں کہ کہتے ہیں کہ وجیز اور فتادی عالمگیری میں ایسے جانور کو حرام لکھا ہے،

شاة قطع الذئب اوداجها لا تحل بالذکوۃ
بھڑیے نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ
دیں اور ابھی زندہ تھی کہ ذبح کر دی گئی تو حلال
نہ ہوگی۔ (ت)

سناستہ لال کہتے ہیں، اور نیز کہتے ہیں کہ چار رگیں کاٹنی فرض تھیں وہ شیر نے کاٹ ڈالیں، حالانکہ شیر رگیں بالکل نہیں کاٹا صرف انھیں بیچ میں سے چھید ڈالتا ہے، مثلاً رگ کی اصل صورت یہ ہے،
ذخی اس طرح  کر دیتا ہے، بسا اوقات دو ہی رگوں کو دست مارتا ہے، عراقی مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جواب ارشاد فرمایا جائے، اگر (دو فرضی) عقدہ توڑے اور سب ذبح لکھا جائے، تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ متینوا بالکتاب تو جود ایوم الحساب (کتاب سے بیان طریقے یوم حساب اجر دے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

اللہ عزوجل فرماتا ہے،

عنه ایضا فتویٰ مولوی محمد مرتضیٰ از بکلوٹ، ڈاکھانہ
اوڑی، ریاست کشمیر کہ (در تفسیریم مقطوع الادواج
من السبع بود ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ) ایسی عبارت
نوشته شد فی الواقع اگر درندہ محسل ذبح کہ
ما بین البتہ والحمیہ ست دو یا بیشتر اوداج
را برید کہ اتصال آنہا بر ماخ یا سینہ
منقطع شد حال ذبح نتوان شد
نیز مولوی مرتضیٰ از بکلوٹ ڈاکھانہ اوڑی، ریاست
کشمیر نے درندہ کی قطع کردہ اوداج (گلے کی رگیں)
پر جانور کو حرام قرار دینے کا فتویٰ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ
کو دیا، وہ عبارت یہ ہے، اگر فی الواقع درندہ
نے مقام ذبح جو لہ اور لحمیہ کے درمیان ہے میں
دو یا زیادہ اوداج کو کاٹ دیا ہو کہ ان کا اتصال
دماخ یا سینے سے منقطع ہو گیا ہو ایسی صورت میں
(باقی اگلے صفحہ پر)

لے فتاویٰ ہندیہ بحوالہ الوجیز کتاب الذبائح الباب الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹/۵
فتاویٰ جازئیہ علی ہائش الفتاویٰ الہندیہ کتاب الذبائح الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰/۶

حُرْمَتِ عَلَیْكُمْ الْبَيْتَةِ وَالْأَسْوَاقِ وَالْحَلِيقِ
 الْحَنْزِيرِ وَمَا هَلَكَ لِبَیْرَانِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُتَخَذَةِ
 وَالْمَوْقُودَةِ وَالْمُتْرَدَةِ وَالنَّطِیْحَةِ وَمَا أَكَلَ
 السَّبْعُ لَا مَا ذَكَّيْتُمْ لَہ

تم پر حرام کیا گیا مردار اور خون اور سوز کا گوشت
 اور جس کے ذبح میں غیر حسد کا نام لیا گیا، اور
 ٹھلا گھونٹی، اور لائٹوں سے ماری، اور آپسے
 گزرنے والی، اور جسے کسی نے سینگ مارا، اور
 درندہ کی کھائی ہوئی، مگر جسے تم ذبح کر لو۔

یہ استثنائے تمام مذکورات کی طرف راجع ہے جس سے متعلق ہو سکتا ہے، ظاہر ہے کہ خون اور گوشت
 ذبح نہیں ہو سکتے عجب نہیں کہ اضافہ لفظ لحم میں بھی حکمت ہو کہ صلاحیت استثنائے مذہبہ، اور مردار
 اور جو ایک بار ذبح ہو چکی صالح ذبح نہیں، بھلا اللہ تعالیٰ یہاں سے وہاں یہ کاندہ ہو گیا خا اھل سے اگر خا ذبح
 مراد لیتے ہیں جیسا کہ یہی حق اور یہی تفسیر با اثر ہے، تو قبل ذبح کسی کا نام پکارنے سے کیوں حرام ہاتے ہیں اور مطلق پکارنا
 مراد لیتے ہیں، تو جب اسے نام خدا پر ذبح کیا گیا کیونکر حرام کہتے ہیں حالانکہ اللہ عز وجل فرماتا ہے اَلَا مَا ذَكَّيْتُمْ
 (مگر جسے تم ذبح کر رہے تھے) یہ پسینہ حرام ہیں مگر جسے تم ذبح کر رہے ہو وہ حلال ہے۔ پہلی صورت میں تو یہی صواب کہ

(مفید حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بفوات محلہ پس الا ما ذکیتہ صادق نیاید آ رہے اگر
 دندان زدہ رگ ماقدر سے شکافہ است کہ خرق باشد
 نہ قطع یا در غیر محل مذکور چنانکہ در سر یا بر صدر و جود
 ہنوز زخمہ است آن ذبح کردہ شدہ حلال می شود
 بقا و محل الذی یؤید دخل فی قولہ تعالیٰ الا
 ما ذکیتہ تحقیق و تفصیل اس مسئلہ در فتاویٰ فقیر
 جلد ہفتم کتاب الذبائح است۔ و باللہ التوفیق
 واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علّمہ بجلّ مجدّد
 اتم و احکم۔

وہ جانور ذبح کے قابل نہ ہو گا کیونکہ ذبح کا محل فوت
 ہو گیا، پس قرآن کا حکم لَا مَا ذَكَّيْتُمْ صادق نہ آئیگا
 ہاں اگر رگوں کو زخم ہو اور وہ قدر سے چھٹ گئی ہوں
 اور مکمل قطع نہ ہوئی ہوں یا محل ذبح مذکور کے غیر مثلاً
 سر یا سینہ کو درندہ سے نے کاٹ دیا اور زخم ہو تو
 ابھی زندہ ہو اور ذبح کر لیا گیا تو حلال ہو گا کیونکہ ذبح
 کا محل باقی تھا تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد الا ما ذکیتہ میں
 داخل ہو گا۔ اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ جلد ہفتم
 (جو کتاب میسوی ہے) کتاب الذبائح میں ہے، تو میں

اللہ تعالیٰ سے ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علّمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

بغیر خدا کے بتائے وہ پیر نے اپنی طرف سے حرام کر دیا، اور دوسری صورت جو خود وہ پیر لیتے ہیں اس سے بھی سخت تر ہے کہ جسے اللہ عزوجل نے حلال بتایا اُسے حرام بتاتے ہیں والہیاء باللہ تعالیٰ، پانچ اشیا سے باقی ماندہ میں جو مرگتی صلیغ ذبح نہ رہی، اور جس میں کچھ بھی حیات باقی ہے اگرچہ کتنی ہی خفیف ہو، اگرچہ اس کی حالت کتنی ہی روتی ہو، اگرچہ اس میں صرف نہ بروج کی سی تڑپ باقی ہو، جب ذبح کرنی جائیگی مطلقاً حلال ہو جائے گی اگرچہ ذبح کے بعد نہ خون دے نہ تڑپے، جبکہ وقت ذبح اس میں حیات ثابت ہو۔ اس لئے کہ رب عزوجل نے استثنائے میں کوئی تفصیل نہ فرمائی، یہی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ درمختار میں ہے،

ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت والا، ان لم تدرك حیاته عند الذبح وان علو حیاته حلت مطلقا وان لم تتحرك ولم يخرج الدم، وهذا يتأقی فی منخقة و مستویة و بطیحة و النقی نقر الذنب بطنها و مداکة هذا الاشیاء تحلل و ب کانت حیاتها خفیفة، و عیبه الفتوح بقوله تعالیٰ الا ما ذکبتم من غیر تفصیل فیہ کے وقت خفیف سی زندگی معلوم ہو جائے، اور اسی پر فتویٰ ہے اللہ تعالیٰ کے قول الا ما ذکبتم مطلق کی بناء پر۔ (ت)

والہذا ہمارے علاقے کراچہ کے تعلیم نے تصریح فرمائی کہ اگر درندہ نے جانور کا پیٹ چاک کر دیا یا بالکل سر جدا کر کے لے گیا، اور ابھی اس میں حیات باقی ہے ذبح کرنے سے حلال ہو جائے، وجہ کروری جس سے بکوالہ عالمگیری سوال میں استدلال ہے وہ اسی کی پوری عبارت کتاب السیر سے چند سطر پہلے یہ ہے،

شاة قطع الذنب اوداجها وھی حیة لاتذکی لغوات محلل الذبح، ولسو بقسر الذنب بطنها وھی

بھیر پیٹ نے بکری کی اوداج (گلے کی رگیں) کاٹ دیں ابھی زندہ ہے مگر ذبح کے قابل نہ ہو تو ذبح نہ ہوگی کیونکہ ذبح کا محل نہ رہا، اور اگر بھیر پیٹ نے

حیة تذک لبق ، محل الذبح فتحل لودحت
 ولو انزع الذب من الراس الشاة وبقیت حیة
 تحل بالذبح بین اللبۃ والحمیض لیه
 اس کا پیٹ پھاڑ دیا اور ابھی زندہ ذبح کے قابل
 ہے تو ذبح کی جائے کیونکہ ذبح کا محل باقی ہے ،
 اور اگر بھڑائیے نے سر کاٹ لیا ابھی زندہ تھی اور
 ذبح کر لی گئی البتہ اور لحمہ کے درمیان سے تو حلال
 ہوگی (ت)

صورت مستورہ کا آیہ کریمہ کے اطلاق اور ہمارے امام اعظم کے مذہب معنی پر ہیں ، حاصل ہوتا
 نظر ہر ہے اور عبارت و چیز اس سے متعلق نہیں ، و چیز میں وہ صورت منع کی ہے ، و زندہ رہیں قطع کرنے
 اور سورج کو قطع کر دینا نہیں کہ اس میں سینے سے سر تک رگوں کا اتصال بحال رہتا ہے ، اور قطع جس
 وصل کا فصل کر دینا ہے ۔ رد المحتار میں علامہ علی نقوی سے ہے ،
 الراس نقطعہا فصدہا من الراس لودحت
 الاتصال باللبۃ لیه
 کاٹنے سے مراد یہ کہ سر سے ہٹا کر لیا یا البتہ سے
 قطع کاٹ دیا ۔ (ت)

جواب مسئلہ کو اسی قدر میں ہے ، اور اگر تحقیق مقام درکار ہو فاقول و ہاتھ التوفیق (قومیں
 اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں ۔ ت) و چیز کی عبارت مذکور دیکھیں نہیں ہیں ،
 اول بھڑائیے نے بکری کی دھماکے گردن کاٹ دیں ۔
 وہم پیٹ چاک کر دیا ۔
 سوگم سر بھڑا کر دیا ۔

پہلی میں حکم دیا ہے کہ ذبح نہیں ہو سکتی ، اللہ دو باقی میں فرمایا ذبح کر لیں سلال ہو جائے گی ، اول و
 سوم کے حکم میں بظاہر صریح تناقض ہے ، یہ نہیں دماغ سے دل تک ہوتی ہیں ۔ برائے و فتاد اسے
 امام قاضی خاں رد المحتار وغیرہ میں ہے ،
 الاداج متصلة من القلب بالدماغ
 ادراج ، دل کا دماغ متصل ہوتی ہیں (ت)

لے فتاویٰ برائیت علی ہائش الفتاویٰ الہدیۃ کتاب الذبائح الفصل الثانی فودائی کتب غازیہ ۳۰۸/۴
 لے رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۸۶/۵
 لے کتاب الصيد کتاب الصيد ۳۰۵/۵
 برائے الصنائع کتاب الذبائح والصيد فصل ما بیان شرط حل الاکل ایچ ایم سعید پبلی کراچی ۵۲/۵

تو جب سرحد کر دیا قطعاً یہ رگیں قطع کر دیں تو فرع اول کے حکم سے فرع سوم میں بھی حرمست چاہئے تھی اور حکم یہ دیا کہ ذبح کر سے تو حلال ہے، اب اگر یوں توفیق کیجئے کہ ہمارے امام کے نزدیک صحت ذبح کے لئے مطلقاً حیات و رکاز ہے، اگرچہ اسی قدر جو مذبح میں بعد ذبح ہوتی ہے، اور صاحبین کے نزدیک اتنی حیات کافی نہیں، امام محمد فرماتے ہیں بس اس سے زائد ہو، اور شرط نہیں، اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں، نہیں بلکہ یہ چاہئے کہ اسے زخم کے بعد جانبر ہو سکے۔ پلہ میں ہے،

لو انه ذكاه حل اكله عند ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیہ حیوة خفیة، اویسنة، و علیہ الصلوٰۃ، لقوله تعالیٰ اَلَا مَآءٌ كُنْتُمْ مَطْلُوقًا مِنْ غَيْرِ فَضْلٍ و عند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اذا کان بحال لا یعیش مشلہ لا یحل لانه لم یکن موتہ بالذبح، و قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ان کان مشلہ فوق ما یعیش الذبح یحل، والا فلا لانه لا معتبر بہذا^{۱۵} لا حیوة فیہ سے زیادہ دیر تک زندہ رہ سکتی ہو تو ذبح کرنے سے حلال ہوگی ورنہ نہیں، کیونکہ ایسی زندگی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ (ت)

فرع اول قول صاحبین پر مبنی ہے کہ قطع اور داج کے بعد حیات، حیات مذبح سے اصلاً زائد نہیں ہوتی، لہذا وہ حکماً میت ہے، اور میت محل ذبح نہیں، تو اب ذبح نہیں کر سکتے لغوات محل الذبح۔ اور فرع سوم قول امام پر مبنی ہے کہ اگرچہ سرحد ہو گیا مگر جبکہ جانور ابھی تڑپ رہا ہے حیات باقی ہے اگرچہ حیات مذبح سے زائد نہیں ہے، لہذا محل ذبح ہے ذبح کر لیں حلال ہو جائے گا، اور فرع دوم میں اگر صرف جلد چاک ہوئی کسی کے افعال و حیات متصور ہو تو بالجامع حلال ہے اور نامتصور ہو تو صرف قول امام پر، یوں اگر توفیق کریں جب تو ظاہر ہے کہ فرع اول سے استثناء صحیح نہیں کہ وہ خلاف قول امام و خلاف مذہب مفتی ہے، اور اگر ایسی تاویل چاہئے کہ وہ بھی قول امام کی طرف رجوع کر آئے تو اب ذوات محل ذبح میں متقیع مناط

کرنی ہوگی فاقول وبہ نستعین اس وقت کے یہ معنی تو براہتہ نہیں کہ محل ذبح ما بین البتہ والیمین تھا وہ معدوم ہو گیا کہ کلام قطع اوداج میں ہے، نہ اس صورت میں کہ بھیڑ یا سینہ تک ساری گردن کاٹ کر لئے گیا، نہ یہ معنی ہیں کہ محل ذبح اوداج تھیں وہ فنا ہو گئیں کہ قطع تفریق اتصال ہے نہ کہ اعدام۔ نہ ترجمہ یہ معنی ہیں کہ فصل اگرچہ باقی ہے مگر اس میں قابلیت فعل ذبح کی نہ رہی، تو محل میں حیث ہو محل فوت ہو گیا اگرچہ ذات باقی ہے اب فائے قابلیت میں نظر کیا ہے کہ کس صورت میں اس کا فوت ہوتا ہے، یہاں اس کی تین صورتیں تصور اول یہ اب مسمی ذبح متحقق نہیں ہو سکتے۔

دوم مقصود ذبح فوت ہو گیا، اور ثلث جب مقصود سے خالی ہو باطل ہو جاتی ہے۔

سوم معنی ذبح قبل ذبح فعل غیر ذبح شرعی سے متحقق ہو لئے، اور ذبح صالح تکرار نہیں، نہ بوج کو ذبح نہیں کر سکتے۔ دلالت اگر مسلمان نے جا فور ذبح کر دیا اور وہ ابھی پھر دک رہا ہے وہ بارہ مجوسی نے ذبح کیا حرام نہ ہوگا، اور اس کا عکس ہو تو حلال نہ ہو سکے گا، فان الذبح لا یدد (کیونکہ ذبح دہرایا نہیں جاتا، ت) اول کی طرف ماہ ہیں کہ معنی ذبح قطع اوداج حی بین البتہ والیمین ہے۔ گز میں فرمایا، الذبح قطع قطع الاوداج (ذبح اوداج کرنا ہے۔ ت) پھر فرمایا، و ما یج بین المعلق والہیئة (ذبح معلق اور بھ کے درمیان ہے۔ ت) تبیین میں فرمایا،

والیبت لیس بسجل للذبح قاتلہ میت محل ذبح نہیں۔ (ت)

جب تک جا فور زندہ ہے اور گلا اور اس پر دو رگیں باقی ہیں ضرور قاتل قطع ہیں تو معنی ذبح متحقق نہ ہو سکتا کیا معنی قطع اوداج کا جواب اور معلوم ہو گیا کہ فرع سوم میں بھی قطع اوداج متحقق ہے، اور حکم علت ہے، تو نہی دوم کی گنجائش نہیں اگر کئے مقصود ذبح انہار دم تھا اور وہ فعل سبب سے ہو گیا، تو یہ وجوداً و عدماً ہر طرح باطل ہے، فرع سوم میں انہار دم ہو گیا اور قابلیت ذبح باقی ہے اور وقت ذبح حیات معلوم ہو اور ذبح سے خون نہ نکلے علت سوجائے گی، کما تقدم، حالانکہ انہار دم نہیں، اگر کئے مقصود ذبح نہایتی روح ہے، اور وہ اس صورت میں فعل سبب کی طرف منسوب ہوگا نہ کہ جانب ذبح، تو یہ وہی قولی صاحبین غیر مفتی ہے کہما قد من عن الہدایۃ (جیسا کہ ہر آیت میں سے گزر چکا ہے۔ ت) معذہ افرع سوم اس

۳۶۱ ص	ایک ایم سید کمپی کراچی	کتاب الذبائح	۱۰۰	۵۲/۶
۳۶۲ ص	"	"	"	"
۵۲/۶	المطبوعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر	کتاب الصید	۱۰۰	"

یہ بھی نقش کو موجود، لا جرم صورت سہم مقصود یعنی جہاں قبل ذبح قطع اوداج بین اللبتہ والحمین واقع ہونے والا
محل ذبح نہ رہا، یعنی محلیت و قابلیت ذبح فوت ہو گئی کہ ذبح دوبار نہیں ہوتا، اور جہاں یہ معنی قبیل ذبح
متحقق نہ ہوئے عام انہی کہ سرے سے اوداج قطع ہی نہ ہوتیں یا کسی ایسے فعل سے کہ انسان کی طرف نسبتاً
نہ ہو قطع تو ہوتیں مگر موضع ذبح پر قطع نہ ہوتیں اور ہنوز حیات باقی ہے وہاں محل ذبح فوت نہ ہوا ذبح کر سکتے ہیں
اور موجب علت ہو گا اب فرداع میں تطاہر ہو گیا اور صورت مستولہ کا حکم بھی کھل گیا، فرع سوم سے مراد اس
طرح سرحد اگر ناسہ کہ بین اللبتہ والحمین قطع اوداج نہ ہو کہ اگرچہ قطع واقع ہو مگر محل ذبح میں نہ ہوا تو معنی ذبح
قبل ذبح متحقق نہ ہوتے، اور فرع اول سے مراد وہ قطع اوداج ہے کہ بین اللبتہ والحمین ہو کہ اب تقدم معنی
ذبح سے قابلیت ذبح، اور بالآحاد کی قسم کے تحت میں داخل ہونے کی صلاحیت نہ رہی اور یہی صورت
اُس فرع منقطع میں مراد ہے، جو بظاہر فرع سوم کے صریح مناقض ہے۔ اسی عالمگیری میں عبارت دجیر
سے پہلے ہے:

سنود قطعہ راس دجاجة فانہا لا تحل بالذبح مرغی کا سر قلی نے کاٹ دیا تو وہ ذبح کرنے سے
وان کان یتحرک کذا فی المنقطع۔ حلال نہ ہوگی اگرچہ وہ ذبح کے وقت حرکت کرے۔

ملقطہ میں یوں ہے۔ (تسا)

اور فرع دوم خود ظاہر ہے کہ اُس میں سرے سے قطع اوداج ہی نہیں، اب تمام فرداع متحقق، اور سب
مذہب امام ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منطبق ہیں ہکذا ینبغ التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق (یوں تحقیق
چاہئے اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ صورت سوال فرع دوم کے مثل ہے اور
اُس میں بھی قطع نہیں اور ذبح قطع ہے، تو معنی ذبح قبل ذبح متحقق نہ ہونے، کیا اگرچہ تور کی گھاسے گڑا
بوسے سے چھید دیں ذبح ہو جائے گا، ہرگز نہیں، کہ چھیدنا قطع کرنا نہیں، تو محلیت ذبح ضرور موجود ہے،
اور بعد ذبح علت لازم، یہیں سے دو سوال باقی کا جواب ظاہر ہو گیا اور سب مدبج کھیا محل ذبح نہ رہا،
یونہی اگر عقدہ توڑ دیا تو قطع اوداج محل ذبح میں واقع ہوا، ہر حال اب قابلیت ذبح نہ رہی، علت نہیں ہو سکتی،
اور اگر عقدہ سے اوپر صورت سرحد اگر لیا کہ بین اللبتہ والحمین قطع اوداج نہ ہوا تو محل ذبح باقی ہے، بعد ذبح
علت چاہئے اگر ہنوز روح باقی ہو، ہذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی (میری سمجھ میں یوں ہے
علم حق تو میرے پروردگار کے مال ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳ مسئلہ والی علی صاحب کانسٹبل از تھانہ بہیڑی خلع بریلی ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ
 علامے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ کتا کسی جانور کو پکڑے، اور اس جانور کے زخم کتے کی
 پکڑ کا ہو جائے، اور بعد میں جانور ذبح کر لیا جائے، تو وہ حلال ہے یا حرام،

الجواب

شکاری کتا جبکہ بسم اللہ کہہ کر چھوڑا گیا اگر جانور اس کے زخم سے مر جائے تو حلال ہے، اور اگر
 زندہ رہے اور ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے، اس کے زخم سے جانور میں کوئی حرج نہیں آتا۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴ کیا فرماتے ہیں علامے دین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) اگر ذبیحہ ذبح کیا جائے اور وہ بعد ایک دیر کے خون دے، تو کھانا اس کا جائز ہے یا نہیں،
- (۲) عورت یا لڑکے کا ذبیحہ کیسا ہے؟ بینوا تو حردا۔

الجواب

(۱) پہلی صورت میں حلت میں کوئی شبہ نہیں، خروج خون ملامت حیات ہے، اور بعد دیر کے نکلنا
 اس کا غیر مانع، بلکہ اگر خون بھی دے دے فتنہ حرکت کرے اور رپے تاہم کھانا اس کا جائز ہے کہ
 شرط حلت حیاۃ عند الذبح ہے مذکور خروج دم،

فی تنویر الابصار ذبیحۃ شاة فتحرکت تنویر الابصار میں ہے، ذبیحہ کرنے پر بکری نے
 او حرک الدم حلت لہ حرکت کی یا خون نکلا، تو حلال ہوگی دت،

(۲) عورت و لڑکے کا ذبیحہ اگر وہ قواعد و شرائط ذبح سے واقف ہیں اور مطابق شرع ذبح کر سکتے ہیں
 بلا ریب حلال ہے،

فی السدۃ المختارۃ و شرط کون الذابح در مختار میں ہے، مسلمان اگرچہ عورت یا بچہ ہو
 صما و لو امرأۃ او صبیۃ یعقل التسمیۃ شرط یہ ہے کہ بسم اللہ اور ذبیحہ کو جانتا ہو،

عہ نکتہ فیہ اختلاف ذکرہ فی المہدایۃ فی لیکن اس میں اختلاف ہے جس کو ہماری کتاب الصید
 کتاب الصید ۱۲ صہ میں ذکر فرمایا ہے ۱۲ منہ (ت)

و لایحہ و یقیناً واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور اس محل پر قادر ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین معنیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤ میں قریب المرگ کو ذبح کیا گیا اختلاف اس امر میں ہے کہ وہ زندہ تھی کہ مرچکی تھی، ذبح کرنے والا نیز چند اور شخص کہتے ہیں کہ وہ زندہ تھی لیکن وہ شخص کی یہ رائے ہے کہ وہ مرچکی تھی، بعد ذبح کے کسی عضو نے جنبش نہ کی۔ دریا فت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں۔ واقعات یہ ہیں کہ یہ بھینس بعد ذبح کرنے کے ایک قصاب کے ہاتھ اس روپیہ میں فروخت کر دی تھی، وہی دونوں شخص جو کہتے ہیں وہ مرچکی تھی، قصاب کو ہکا دیا، قصاب نے کوئٹہ اس کا گوشت دفن کر دیا اور کھال لے گیا اور بریل فروخت کر آیا، گوشت کی قیمت اس کو معاف کر دی گئی، صرف کھال کی قیمت ۳ چھ روپے اس کو ملے کر دی گئی تھی اور وہ اس نے بریل میں بہت منافع کے ساتھ فروخت کیا طلب کی جاتی ہے لیکن وہ چھ روپے دینے سے بھی انکار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تم لوگوں نے مردہ جانور کی کھال سکو کر مجھے ناپاک کر دیا، میرے برادری والے مجھے نکال دیں گے، میں قیمت نہیں دوں گا۔ دریا فت طلب یہ بات ہے کہ اس قصاب پر کیا براتی آسکتی ہے، اگر خیال کریں ہائے کہ وہ مرچکی تھی اور دھوکا میں ایسا کیا گیا۔

اجواب

ذبح ہوتے وقت بھینس کا زندہ ہونا خوب معلوم تھا، یا ذبح کے بعد وہ تڑپتی، یا ایسا خون دیا جیسا زندہ جانور سے نکلتا ہے، یا اور کوئی علامت زندہ کی پائی گئی، مثلاً منہ یا آنکھ بند کی یا پاؤں پیٹے یا بدن کے بال کھڑے ہوئے تو وہ حلال ہے اور کھانا جائز، اور قصاب پر دس روپے واجب، اور اگر وقت ذبح اس کا زندہ ہونا تحقیق نہ تھا، نہ بعد ذبح کوئی علامت زندگی کی پائی گئی، نہ ایسا خون نکلا، نہ وہ حرکت کی، بلکہ بالکل ساکن رہی، یا منہ یا آنکھ کھل گئی، یا پاؤں پھیل گیا، یا بال بچھ گئے، تو بھینس حرام ہے اور قصاب پر ایک روپیہ بھی واجب نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۷ مسئلہ احمد حسن بنگالی طالب علم مدرسہ اہل سنت و جماعت ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ
صدقہ کا جانور بل ذبح کئے جانور ہی کسی مصرف صدقہ کو دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینا تو جروا

عہ اس میں تحریر ہے "ڈلی گئی" ۱۳ جید المنان الاعظمی

الجواب الملقظ

اگر صدق واجب ہے اور وجوب خاص ذبح کا ہے، تو بے ذبح ادا نہ ہوگا، مگر اس حالت میں کہ ذبح کے لئے وقت معین تھا جیسے قربانی کے لئے ذی الحجہ کی دسویں گیارھویں، اور وہ وقت نکل گیا، تو اب زندہ تصدق کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ مسئلہ شیخ محمد زید صاحب پٹیل ار قصیدہ تحصیل آذن ضلیح ایوت محال ملک برار

۳ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا بیٹا بکر چالیس روپیہ کا ملازم سرکار ہے، زید کا آبائی واجدادی پیشہ یہ ہے کہ روزانہ ہر بزرگ صاحب کے مکان پر جانا، اور جس قدر بکریاں ذبح کرنے کی ہوں، ان کو ذبح کر دینا اور ان کی اجرت میں فی راس ایک آنہ پیسہ یا یا دو بھر گوشت لیسنہ چلا آتا ہے، اور نیز ہر مضافات قریب میں جا کے قوم ہندو کے مکان پر جو ان کی پرستش کا بکرا ہوتا ہے اس کو ذبح کر دیتا ہے، اور اس کی اجرت لیتا ہے، یہ پیشہ اس وقت تک جاری ہے، اور سنا گیا کہ ذابح البقر و قاتل الشجر و دائم الخمر کی بخشش میں احتمال ہے، اگر اس مسئلہ کی کچھ بنیاد ہے اور یہ سچ ہے تو ایسے شخص کو کچھ غناز جازب یا نہیں؟ براہ کرم واپس ڈاک جواب با صواب سے سر فرما دیجئے۔

الجواب

گائے بکری کا ذبح کرنا جائز ہے،

قال اللہ تعالیٰ ای اللہ یا سرکم ان تذبحو بقرة ۱۰

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ گائے کو ذبح کرو۔ (ت)

وہ قول کہ لوگوں میں مشہور ہے محض بے اصل ہے، قطع شجر کی بھی اجازت قرآن عظیم میں موجود ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وما قطعتم من لیسنۃ او ترکتموها قاتلۃ علی اصولها فبإذن

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم نے جو سبز درخت کاٹے یا ان کو تم نے باقی کھڑا رہنے دیا تو یہ اللہ تعالیٰ

۱۰ اصل میں بارہویں نہیں ہے غالباً ناقلاً کا سہو ہے ۱۲ عبدالحنان الاعظمی

اللہ نے

کے حکم سے ہوا۔ (ت)

ہاں وائے انحرالیتہ مرکب سخت کبیرہ اور سختی عذاب نارسہ، مگر یہ کتنا اُس کی نسبت بھی باطل ہے کہ اُس کی مغفرت کبھی نہیں ہوگی، یہ صرف کافر کے لئے ہے، مسلمان کیسا ہی گنہگار ہو نیز بر مشیت ہے چاہے عذاب فرمائے تو اُس کا عدل ہے، چاہے بلا عذاب بلکہ بلا حساب بخش دے تو اُس کا فضل ہے۔

ان الله لا يعفون ان يشرك به ويعفون ما دون ذلك لمن يشاء
 اللہ تعالیٰ نہ مغفرت فرمائے گا کہ اُس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے، اور مغفرت فرمائے گا کہ اُس سے کم کو جس کو وہ چاہے گا۔ (ت)

پھر مسلمانوں میں سے جس پر عذاب فرمائے گا ہر گز وہ عذاب وائے نہ ہوگا، انجام بلاشبہ مغفرت ہے، درجیب ان جانوروں کا ذبح جائز ہے اس پر اجرت مقرر کر کے لینا بھی جائز ہے کما هو حکم مباح یحتاج الی حمل (جیسا کہ ہر مباح محتاج الی حمل کا حکم ہے۔ ت)

اب یہاں متعدد صورتیں ہیں، سائل دو اجرتیں بتاتا ہے، ایک آن یا پاؤ بھر گوشت، یہ اگر یوں ہے کہ کبھی ایک آن مقرر کر لیا جاتا ہے کبھی پاؤ بھر گوشت، تو وہ آن جائز ہے، اور گوشت کہ اُسی جانور کا قرار پاتا ہے ناجائز ہے لہٰذا بعضیں مصدر رکھ کر یہ پیسے والے لے کا حصہ قفیز کی طرح ہے۔ تا بلکہ اگر اُس جانور کا نہ ٹھہرے جب بھی گوشت کثیر التفات چیز ہے،

لانه قيسى ملايصلح دينا عن الذمة ويقعد فيه النزاع وكل ما كان كذا اللث يورث نفسه
 کیونکہ یہ قیمت والی چیز جو کسی کے ذمہ دین نہیں بن سکتی اور اس میں تنازع ہوتا ہے اور جو ایسی چیز ہو وہ فساد برپا کرتی ہے (ت)

اور اگر یہ معنی ہیں کہ تعین کچھ نہیں ہوتا کبھی ایک آن دیتے ہیں کبھی گوشت، تو یہ جہالتِ اجر ہے، جہالتِ جر مضہبِ اجارہ ہے۔

بہر حال جہاں اجرت میں گوشت کا قدم در میان ہے اجارہ فاسد ہے، اور عقد فاسد حرام و از قبیل ربا ہے، اور اس کا عادی ہونا ضرور موجب فسق، اور اس کا پیشہ کرنے والا فاسق معلن، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اور اُس کے پیچھے نماز کروہ تحریمی کہ پڑھنا منع، اور پڑھی تو پھر ناواجب۔

سۃ القرآن الکریم ۵/۵۹

سۃ ۳۸/۴ و ۱۱۶/۴

معاویہ و غیر میں ہے، ولو قد موافقا سقایا شوبہ (از فاسق کو نام بنایا، تو بنا یوں نے گنہگار ہوں گے)
زیلعی وغیرہ میں ہے،

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیہم کیونکہ آگے کر کے امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے
اھانتہ شرعاً حالانکہ شرعاً ہی پر اس کی اجازت لازم تھی (ت)

رہا یہ کہ وہ ہندو کی پرستش کا کرکس کے یہاں جا کر ذبح کرتا ہے، اور اس کے ذبح سے تعظیم انہی کی
نیت کرتا اور اللہ عزوجل کا نام لیتا ہے، تو جانور حلال ہو جائے گا، عجز یہ فعل اس کے لئے مکروہ ہے، فی
الہندیۃ توکل ویکرہ المسلم (ہندیہ میں اسے سلال اور مسلمان کے لئے مکروہ کہا گیا ہے۔ ت) اور اگر
اس کا فریبی کی نیت پر ذبح کرتا ہے تو جانور تو مردار ہوا ہی اس ذبح کا ایمان بھی بچا مشکل ہے، مگر
ظاہر یہ ہے کہ مسلمان پر حتی الامکان بدگمانی کی اجازت بھی نہیں کہ اس کا مقصود فقط اپنے لئے سیدھے کرنا
ہوگا نہ کہ معبود باطل کی تعظیم کہ مسلمان سے متوقع نہیں، نہ معبود حق کی تعظیم کا خیال آتا ہوگا، تو یوں بھی یہ فعل
سخت شنیع اور جانور کی جان کی ناحق تصدیق ہے، پھر اس کی امامت سے احتراز چاہیے کہ وہی احتیاط جو
ہمیں اس پر بدگمانی نہیں کرنے دیتی نماز میں اسے امام نہ بنانے دے گی،

فان سوء الظن شئ، و حرر شیء حرر یدمانی یہ چہ چہ ہے اور احتیاط دوسری چیز ہے
وہذا من باب الخروج، ومن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه۔
اور یہ علیحدہ رہا ہے، اور جو شخص شبہات سے بچا تو اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ بنالیا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹ مسئلہ ملامت نبی صاحب ساکن موضع میانہ تھہ ضلع گوجرانوالہ ڈاک خانہ موز

اتوار، ۲۰ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سبھی چراغ دین امام مسجد نے ایک بکر ذبح کیا
اور اس کا چمڑا سبھی خاک و بھوسے میں اتار اور گوشت بنایا، اور گوشت نہ کور کر چند مسلمانوں نے بل کر تقسیم کر لیا
اور اپنے گھوں میں پکا کر کھایا، کیا وہ گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں، اس بات کا خلاصہ حال مع ثبوت حدیث

بک غنیۃ المستملی شرح غنیۃ المصلی فصل فی الامامة سہیل اکیدھی لاہور ص ۵۱۳
بک تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب الامامة المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۱۳۴/۱
بک فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الاول نورانی مکتب خانہ پشاور ۲۸۶/۵

قرآن شریف ارسال فرماتیں، اور اس مسئلہ کو اخبار دیدہ پرسکندری میں شائع کروادیں۔

الجواب

جب وہ جانور مسلمان نے اللہ عزوجل کے لئے تکبیر کہہ کر ذبح کیا تو حلال ہو جانے میں تو کوئی شبہہ ہی نہ رہا۔ خاکروب کا گوشت بنانا وہ اگر اس وجہ سے ہے کہ بکرا اسی کی ملک تھا اور اس نے اپنے ظاہر پر وغیرہ کسی معبود باطل کے لئے ذبح کرایا تو اس کا کھانا مسلمانوں کو مکروہ ہے کما نھن علیہ فی الہمدیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) اسی طرح اگر کسی معبود باطل کے لئے ذبح نہ کرایا، بلکہ اس نے ان کی دعوت کی تھی تو اس دعوت کا ہی قبول کرنا مناسب تھا، اور اگر بکرا مسلمان کی ملک تھا اور اس سے بنوایا، اور وہ اپنا ناپاک پیشہ کرتا ہے اور اس کے ہاتھ خوب پاک نہ کرا لئے تھے، تو سخت بے احتیاطی کی، اور اگر اس کے ہاتھ پاک کرا لئے تھے یا وہ قوم کا خاکروب ہے یہ پیشہ نہیں کرتا، تو یہ دیکھا جاسکے کہ وہاں کے عرف میں خاکروب کی چھوٹی ہوئی چیز سے پرہیز کرتے اور اس کے استعمان کو معیوب جانتے ہیں یا نہیں، اگر جانتے ہیں، اور ان لوگوں نے بے پروائی کی تو مصلحت دینی کے خلاف کیا اور نافرمانی کے مرتکب ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشر واولاد تنفروا (خوشخبری دو، منافرت پسیدہ کرو۔ ت) دوسری حدیث میں ہے: یاک و ما یسود الا ذمتکم (کانوں کیلئے تکلیف دہ بات سے بچو۔ ت)، تیسری حدیث میں ہے:

ایار و ما یعتذر منہ فانت الخبیر معذرت والی چیز سے بچو، تو بیشک خبر معذرت خواہی لا معذرت منہ۔
والی چسپیز نہیں ہے (ت)

یہ سب اس صورت میں ہے کہ بکرا وقت ذبح سے مسلمانوں کے ہاتھ میں پہنچنے تک مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا، اور اگر ذبح کر کے اسے دے دیا اور کوئی مسلمان دیکھتا نہ رہا، اس نے گوشت بنایا اور مسلمانوں کو دیا تو اب اس کا کھانا سرے سے حلال ہی نہ رہا،

۱۔ صحیح البخاری کتاب العلم باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخبر بہم بالمعظۃ والعلم قدیمی کتبہ نہ کرچی ۱/۱۶
۲۔ مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی القادیر رضی اللہ عنہ دار الکتب الاسلامی بیروت ۴/۶۶
۳۔ کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۶ و ۸۶۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۴۰
۴۔ المستدرک للحاکم کتاب الرقاق دار الفکر بیروت ۴/۲۲۰
۵۔ کشف الخفاء للعجلونی حدیث ۸۶۸ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۴۰

فان الكافر لا يقبل قوله في الديانات.
ہاں اگر اس کو اجیر کیا ہو تو جواز ہے گا۔
لان الكافر يقبل قوله في المعاملات وان تضمنت
شیئاً من اديانہ ، وکرم من شئی ثبت ضمنہا
ولا یثبت قسداً ، وتبلیغہ فی التیمیین وغیرہ۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

دین کے امور میں کافر کی بات قابل قبول نہیں ہے۔
کیونکہ کافر کی بات معاملات میں اگرچہ وہ دیانات کو
متضمن ہوں ، قابل قبول ہے ، جبکہ بہت سے امور
ضمناً ثابت ہوتے ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتے۔
اس کی وصاعت تمہیں الحقائق وغیرہ میں ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ از حکم بنگالہ ضلع ذاکہالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وصحیحان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گھوڑے کا گوشت کھانا از روئے
شرع شریف کے جائز ہے یا نہیں ، اگر جائز ہے تو احادیث سے ثابت ہے یا قول فقہائے ، اور فتویٰ
قول امام اعظم پر ہے یا صاحبین ، بینوا تو جیروا۔

الجواب

صاحبین کے نزدیک حلال ہے ، اور امام مجدد فرماتے ہیں قول امام پر فتویٰ جو اگر کراہت تنزیہی ہے
یا تحریمی ، اور اصرار کراہت تحریم ہے ۔

صحیحہ الامام قاضی خان فی فتاواہ ،
وقد قالوا انه فقیہ النفس ولا
یعدل عن تصحیحه وقال الشامح
ثم نقل اعلی القہستی تصحیحه
کسراہۃ التحریم عن
المخلاصۃ والہدایۃ والمحیط والمغنی و
القاضی حاکم والبیہقی وغیرہا وعلیہ التوق
ومعلوم ان الترجیح للمتون وانہا موصوۃ

امام قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تصحیح
فرمائی ہے جبکہ فقہاء نے فرمایا ، قاضی حاکم فقہائے
ہیں لہذا اس کی تصحیح سے مدول نہ ہو گا۔ اور علامہ
شامی نے فرمایا کہ پھر قہستانی نے خلاصہ ہدایہ
محیط ، مغنی ، قاضی حاکم اور عمادی وغیرہ سے
کراہت تحریم کی تصحیح نقل کی ہے اور کہا کہ اس
پر متون وارد ہیں اور واضح بات ہے کہ ترجیح
متون کو ہے اور وہ مذہب کو نقل کرنے کیلئے وضع

لنقل المذهب فلا يعارضها ما في كفاية
اليهقي بخلافه انه ظاهر الرواية و
لا فتوى الجهمي المسقول بقيل بعد
ما قدمنا من التصحيحات الجليظة
للأئمة الجلة۔

کہتے گئے ہیں، لہذا ان کا خلاف جو کفایۃ لمبہقی میں
بیان کیا ہے وہ تون کے معارض نہیں ہو سکتا اور
یہی ظاہر الروایۃ ہے۔ اور قیل کے ساتھ نقل شدہ
جمہور کا فتویٰ بھی ان کا معارض نہیں ہو سکتا خصوصاً
ہماری ذکر کردہ اجلۃ النہ کی تصحیحات کے بعد۔ (ت)

ہر مال مستند اس قابل نہیں کہ اس پر فتویٰ فساد دیا جائے، یا فریق بندی عمل میں آئے، واللہ العلی
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱۔ اربریل، مسئلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
ما قولکم عن الله لكم هذه المسئلة
افيدونا يوحكم الله تعالى در باره اكل فرس
بعض قائل بکراهت تحریمی وبعض بکراهت تنزیہی
ولیکن بہر صورت شیرش جائز داشته اند، تحقیق
دریں باب چیست؟

علامے کو ام اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرماتے
آپ کا اس مسئلہ میں کیا قول ہے، ہمیں افادہ
فرماؤ، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرماتے۔ گھوڑے کا گوشت
کھانے میں بعض مکروہ تحریمی اور بعض مکروہ تنزیہی
کے قائل ہیں بلکہ اس کے دودھ کو ہر صورت
جائز مانتے ہیں، اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے (ت)

الجواب

در مسئلہ گوشت اسب علماء را معتبر کہ عظیم است
تصییح نیز مختلف و کراہت قول امام است، پس
اسلم احترام نام است، همچنان بر مذہب امام و شیر
اد نیز اختلاف کر رہ اند، امام قاضیخان تحریم رفته
و در در مختار جواز را وجہ گفته، بریں روایت و حسہ
فرق خود پیدا است کہ در تحلیل لحم تعلیل آله جہادت
بخلاف لبن، بار این ہمہ بر تقدیر سے است کہ

گھوڑے کے گوشت کے مسئلہ میں علامے کو ام کا عظیم
معرکہ ہے اور تصییح بھی مختلف ہے، کراہت امام
صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے، پس مکمل احترام
میں بہتری ہے اور اس کے دودھ کے متعلق بھی
امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کے بیان میں
اختلاف ہے، امام قاضی خان علیہ رحمۃ حرمت کی
طرف گئے اور در مختار میں جواز کو وجہ قرار دیا ہے اس

عہ لفظ "جمہور" اندازہ سے بنایا گیا ۱۲ عبد المنان
عہ اندازہ سے "بعد" کا لفظ بڑھایا ۱۲ عبد المنان

بجہ سکرنہ رسد، ورنہ قصہ میں مقدار بالا اتفاق ممنوع در مختار کی روایت کے مطابق گوشت اور دودھ
 باشد۔ کما لایحقی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ میں فرق کا واضح بیان ہے کہ گوشت کو حلال کر دینے
 میں کالہ جہاد کی قلت پیدا کرنا ہے جبکہ دودھ کا معاملہ اس کے خلاف ہے، اور دودھ کی بحث اس حد
 تک ہے جس میں شکر یعنی نشہ نہ ہو، ورنہ قصہ اتنی مقدار پینا ممنوع ہے جیسا کہ غصی نہیں ہے۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲ از دارالکلی ضلع بجنور، مرسلہ ممتاز مسیح صاحب ایم اے مشن مورخہ ذیقعدہ ۱۳۲۵ھ
 ہادی دین جناب مولانا صاحب! عرض مدعا یہ ہے کہ اہل سنت و جماعت حنفی مذہب میں گھوڑا
 اور اقام اور اس کے مثل فخر و گدھے کے حلال ہیں یا حرام، یا ان تینوں جانوروں میں سے کون سا
 جانور حلال ہے؟ مہربانی فرما کر بحوالہ حدیث شریف یا قول علماء کے جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب

گدھا حرام ہے، یونہی وہ خیر جو گدھی سے پیدا ہوا اگرچہ باپ گدھا نہ ہو، اور ہمارے امام عظیم
 علیہ الرضوان کے مذہب میں گھوڑا مکروہ تحریمی ہے یعنی قریب حرام، یونہی وہ خیر جس کی ماں گھوڑی ہو۔
 حدیث میں ہے،

بھی عبیدہ فہن الصلوۃ والسلام یوم خیر عن لحوم الحمیر الاہلیۃ۔
 حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے خیر کے روز پالتو
 گدھے کے گوشت کو ممنوع فرمایا۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۳ از آجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خان

۱۶ صفر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈپٹی امداد علی صاحب نے رسالہ ابداء المسئلات میں
 اٹو کے بارہ میں لکھا ہے کہ عالمگیری میں لکھا ہے، البوم یوصی (الوقحال ہے۔ ت) اور طحاوی
 میں ہے،

یوکل القبری والنواوی والزردور والنصل
 قری، سوادین، زردور، مصلصل، ہرم، بوم،
 والہدھد و بوم والطاؤس۔
 طاؤس نامی پرندے مرد ہیں۔ (ت)

سہ صحیح البخاری کتاب الذبائح والصيد الباب لحوم الحمر الاہلیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲۹/۲
 سہ فتاویٰ ہندیۃ الباب الثانی فورانی کتب خانہ پشاور ۲۹۰/۵
 سہ حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۶/۴

اور شامی میں ہے،

فی خبر الا افکار عندنا یوکل الخطاف
والبوہر لیہ

اور میزان میں ہے :

من دبت قون الائمة الشیثۃ فی المشہور
عنہم انہ لا کراہۃ فی ما فیہ عن قتله
کا الخطاف والہدھد والخفاشب و
السوم والبف واطاؤس مع قولہ فی
فی ارجع القولین انہ حواہر

ائمہ ثلاثہ سے ان کا مشہور قول کہ جن پرندوں کے
ہلاک کرنے سے منع کیا گیا ہے ان کو کھانے میں کراہت
نہیں ہے، اسی قبیل سے ہے، مثلاً خطاف،
ہدھد، خفاشب، قوم، ہبنا اور طاؤس مافی پرند
امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول میں سے رائج
قول میں یہ حرام ہے (ت)

اور حیات الجوان میری شافعی رحمہ اللہ سے بھی ثابت ہے، شافعی کے نزدیک حرام ہونا، نہ غنیمت کے
نزدیک، تمام کتب اسے معتبر و ثقہ سے ہوم کا حلال ہونا ثابت ہے، یہاں تک خلاصہ کلام ڈپٹی صاحب
مذکور ہے، اور فتاویٰ ہندیہ ترجمہ ترمذی کے ماہیگیری کے ماہی پرند ہے کہ قول مذکور ہوم سے مراد یہی اُتو ہے کہ
پرند معروف ہے، اور شاید کوئی اور معنی مراد ہوں۔ حاتم تھا لے اطم۔ اس واسطے مترجم نے بعینہ لفظ چھوڑ
دیا۔ اس مسئلہ میں جو تحقیق جو بیان فرمائیں کہ صدق و کذب و باسیہ ظاہر ہو۔ فقط۔

الجواب

جاءت عالمگیری براءد المسلمین میں نقل کی، اس کے شروع میں لفظ قیل واقع ہے، اصل
عبارت یوں ہے :

قیل الشقراق لا یوکل والبوہر یوکل
یعنی بعض نے کہا کہ شقراق نہ کھایا جائے، و ہوم
کھایا جائے۔

یہ لفظ اس قول کے ضعف پر دلیل ہوتا ہے، اور یہ بتاتا ہے کہ اس کی طرف بعض گئے ہیں، اکثر علماء

۱۹۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	لے رد المختار
۵۶/۲	مصحف ابائی مصر	کتاب الاطعمہ	لے المیزان الحکیمی
۲۹۰/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	باب الثانی	لے فتاویٰ ہندیہ

صاف پر ہیں، اور حیاۃ الحیوان کا حوالہ تو سر سے غلط ہے اس میں کہیں نہیں لکھا کہ خنقیہ حلال یا ستنے ہیں اس میں صرف شافعیہ کے دو قول لکھے ہیں، عبارت اس کی یہ ہے،

الحکمیر بحرم اکل جمیع انواعہ، قال الرافعی
وکر ابو عاصم لعیادی ان الیوم کالرحمہ،
وکذا لک الضوع، وعن الشافعی رحمہ اللہ
قول انه حلال لہ

غیر ان سب سے قطع نظر کر کے اس مسئلہ کی طرف چلتے، یہی عالمگیری و طحاوی و شامی و میزان
عن سے انداز المسلمین میں یہ عبارتیں نقل کیں، ان میں اور ان کے سوا ہماری تمام کتب مذہب اور صحاح احادیث
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین میں صاف صریح حکم قطعی ٹکلی بلا استثناء و تخیفیں موجود ہے کہ
ہر پرند اپنے پنجہ سے شکار کرنے والا حرام ہے، جیسے ہر درندہ دانتوں سے شکار کرنے والا۔ عالمگیری میں
بدائع سے ہے،

لا یحل کل ذی مغیب من الطیر
طحاوی میں ہے،

لا یحل سباع الوحش والطیر مملوخصا
تموی، پھر طحاوی پھر شامی میں ہے،
الدلیل علیہ انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نہی عن اکل کل ذی غائب من
السباع وکل ذی مغیب من الطیر،
رواہ مسند ابوداؤد وجماعة، و
السیر فیہ انت طبیعة ہذا
الاشیاء مذمومة شرعا فیغشی ان

یعنی دلیل اس پر یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر درندہ کیلئے والے اور

ہر پرندہ پنجہ والے کے کھانے سے منع فرمایا۔

مسلم و ابوداؤد وغیرہا ایک جماعت محدثین نے

یہ صریح روایت کی، اور اس میں راز یہ ہے کہ

ان چیزوں کی خصلت شرعاً بد ہے تو اندیشہ ہے کہ

لہ حیاۃ الحیوان باب الیام الرعدة مصطفیٰ البانی محسنہ
لکے فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نورانی مکتب خانہ پشاور
لکے عاشیۃ الطحاوی علی الدر المنار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت

۱۲۸/۱

۲۸۹/۵

۱۵۷/۴

یتولد من لحمها شئت من طباعها فی حرم
اکوا ما لبسني آدم كما انه يحل ما احل
اکراما له

اُن کا گوشت کھانے سے کچھ خصلت اُن کی سی آدمی
میں پیدا ہو جائے، لہذا انسان کی عزت کے لئے
ان کا کھانا حرام ہوا جیسے کہ اس کی عزت ہی کیلئے
حلال جانور حلال کئے گئے

میزان امام شعرائی میں ہے :

من دلت اتفاق الاشارة الشدة على تحريم كل
ذی ناب من الباع و مغلب من الطیر بعد ذلک
على غیره (الی ان قال) لان فیہ قسوة من
حیث انه یفسر فیہ و یقهره من غیر رحمة
بذلک المیوان المفسور جیسری تطیر تلک
القسوة فی قلب الاکل له ، و اذا قسی قلب
العبد صار لا یحس قلبه الی موغظة و صار
کالجماد

یعنی انہیں مسائل سے ہے امام الوضیفة و امام شافعی
و امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق کہ ہر کیلے وال
درندہ اور ہر خبیثہ والا پرندہ دوسرے پر اس کیلے
یا پنچے سے حملہ کرتا ہے حرام ہے، اس لئے کہ اس
میں سنگدلی ہے کہ وہ بیدردی سے مجبور و مغلوب
کرتا ہے، تو ایسی ہی سنگدلی اس کے کھانیرا لے
میں ہر ایت کرے گی، اور جب آدمی کا دل سخت
سوجاتا ہے تو کسی نصیحت کی طرف میل نہیں کرتا،
اور آدمی سے گدھا ہو کر رہ جاتا ہے۔

میں کہتا ہوں یوں ہی کتب طبیہ سے ثابت کہ اُن کو کھانے والا آدمی سے اُن کو ہر کر رہ جاتا ہے والعیاذ
بہ اللہ رب العالمین۔

غرض یہ قاعدہ کلیہ شرعیہ ہے جس پر اکثر حنفیہ کا اجماع ہے، اور اس سے ہرگز کوئی پنجہ والا پرند
کہ سبب رطیر سے ہوسکتی نہیں، اور شک نہیں کہ اُن پر پنجہ والا پرند ہے بلکہ اس کے پنچے بہت شکاری
پرندوں سے زیادہ قوی اور تیز ہیں، اور شک نہیں کہ گوشت اس کی خوراک ہے، اور شک نہیں کہ وہ اپنے
سے کم طاقت پرندوں پر حملہ کرتا ہے، یہ سب باتیں یقیناً معلوم ہیں اور فقیر کے سامنے بہت شکار پیشہ
مسلمانوں نے بیان کیا کہ پرندہ شکاری ہے۔ پنجہ شکن برکی نے کہ اُن میں چار صاحب قوم کے قراول

عہ نیاز محمد خان ابن رحم خان و وزیر خان و حاکم خان ابن کرم علی خان و غلامی خان ابن حسن خان
قراولان ساکنان بہار پور محلہ قراولان و محمد خان ابن گل خان اصناف ساکن شہر کندہ ۱۲

سلطہ حاکمیتہ الطحاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۱۵۵/۴
رد المختار علی الدر المختار دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹۲/۵
سلطہ المیزان الکبریٰ کتاب الاطعمہ مصطفیٰ البابائی مصر ۵۴/۲

اور پانچویں نمازی نیک سستی صحیح العقیدہ میں، ہر قدم دی اکبر ۱۳۱۱ھ کو میرے سامنے اس مضمون کی شہادت ادا کی، اور ان میں بعض نے کہا ہمارے سامنے طوطے کو شکار کر لے گیا، بعض نے کہا کھوٹی پر شکرہ بندھا تھا شکرہ کو مار لے گیا، حالانکہ شکرہ اتنا بڑا اور قوی اور خوشکاری جانور ہے اور آؤ کی مقدار بہت چھوٹی ہوتی ہے کہ چرنج سے اس کا قابو میں آنا معقول نہیں، ذکر ایسا زور کہ بندش تو رکڑہ لے جائے، لاجرم پتھر سے شکار کیا اور یہ امر اس جانور کی قوت سے کچھ عجیب نہیں کہ وہ شکرہ سے بھاری جانور کو شکار کر لیتا ہے۔ علامہ زکریا بن محمد بن محمود انصاری قزوینی کتاب عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات میں اس کا حال لکھتے ہیں،

تصطاد السانیر الصافات وتغدی العرب و
هو ذلیل بالنهار اصحاب لیل فلا یقدر علیہ
شیء من الطیورۃ
انکو در طیوں کو شکار کر لیتا ہے کہ سے اس کو
دشمنی ہے، دن کو ذلیل ہوتا ہے گھرات میں کوئی پرند
اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

چنگ بروزن سنگ ہے، وہ ہے کے شکنجے کو
آؤ کے نیچے شکاری اور درندے حیرن
جیسے باز، تاجین، شیر، چیتا اور ان کی جم مثل کو
چنگ کہتے ہیں، طوطی ہند امیر خسرو دہلوی کے
شعر میں چنگ آؤ کے لئے استعمال ہوئے
اگرچہ مشہور شکار کا پرندہ اس معنی میں نہیں آؤ
اس کا شکار نہیں کرتا لیکن حقیقت وہ اپنے پنچے
سے شکار کرتا ہے جیسا کہ مشاہدہ میں آیا ہے
وہ شعر یہ ہے،

آؤ جو کہ اپنے پنچہ دراز کے ساتھ
فر باز کے منہ سے غوراک لے جاتا ہے (ت)

مرآت الاصطلاحات غیر شاہی میں ہے،
چنگ بالفصح بروزن سنگ قلوب آؤنی و پنچہ آدمی و
جوان درندہ، شکاری چوں باز و شاہیں و شیر و
پلنگ و امثال آؤ، و از شعر طوطی ہند امیر خسرو
دہلوی چنگ بوم واقع شدہ، و بوم ہر چند جانور شکاری
نہیست، ہری معنی کہ مروم ہاں شکار نمی کنند، میسکن
فی الحقیقتہ ذہن غلبہ ست کہ صیدے نماید، چنانچہ
دیدہ شدہ، و شعر مذکور این ست سہ

بوم کہ باشہ کہ چنگ دراز
طعمہ برد از دہن مسبرہ باز

غرض جب وہ شکاری جانور ہے تو اس کے حرام ہونے میں اصل کلام نہیں، رہا بعض بد رت خفیہ میں لفظ بوم کی نسبت لفظ یوکل وار و ہونا قبول زدہ اجماعی قاعدہ فقہ حنفی و حدیث نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل ہو سکتا ہے نہ مشابہت کو رد کر سکتا ہے اُس سے بالتحقیق اُن کی علت ثابت ہی نہیں ہوتی، زبان عرب میں لفظ سوم خاص اُن کے لئے موضوع نہیں بلکہ ہر اس پرند پر اطلاق کیا جاتا ہے جو شب کو اپنے اشیاء سے نکلتا ہے۔ علامہ میری حیاء الحيوان میں فرماتے ہیں:

قل الجحوظ وانواعها الهامة والصدى والصوى والخفث وشرب وغراب الليل واليومه وهذه الاسماء كلها مشتركة اي تقع على كل طائر من طيور الليل يخرج من بيته ليلا ، قال وبعض هذه الطيور يصيد الفار و سام ارض والعصافير وصغار الحشرات وبعضها يصيد السعوض ، ومن طعمها ان تدخل على حقل طائفي وكرو وتخرج منه وتاكل فراخه ويضنه وهي قوية السلطان بالليل لا يحتملها شئ من الطير

جاہل نے کہا اور اس کے اقسام ہامہ، صدی، صغریٰ، خفث، وغراب اللیل، بوم نامی پرندے ہیں اور یہ تمام نام مشترک ہیں، یعنی رات کو اپنے گھر سے نکل کر پرواز کرنے والے ہر پرندے پر پڑتے ہیں اور کہا ان پرندوں میں سے بعض چوسے، چھپکلی، چڑیاؤں اور چھوٹے چھوٹے حشرات کو شکار کرتے ہیں اور ان میں سے بعض چڑیاؤں کو شکار کرتے ہیں اور وہ طبعی طور پر پر پریشی کے عریضے میں داخل ہو کر اس کو مارتا ہے اور اس کے چوزوں اور انڈوں کو کھا جاتے ہیں اور رات میں وہ قوی تسلط والے ہوتے ہیں کہ کوئی بھی پرندہ ایسی قوت نہیں پاتا۔ (ت)

تو جن کتابوں میں ذکر اکل ہے اُن میں بوم سے تو مراد نہیں بلکہ وہ پرند شب مقصود ہے جو غنیمت شکاری نہیں رکھتا جیسے چکاوڑ وغیرہ، یہ معنی امام عتباتی کی تصریح سے ثابت ہیں۔ علامہ قمی جلیب جامع الرموز میں لکھتے ہیں:

لاباس بل لیس ہدی مغلب کا سوم فی روایۃ عن ابی یوسف، کہا فی العتباتی

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ ہے کہ جن پرندوں کے بچے نہیں ہیں ان کے کھانے میں حرج نہیں ہے، جیسا کہ عتباتی میں ہے۔

پس خفیہ کی طرف علت چغہ کی نسبت ایک دھوکا ہے کہ اشتراک لفظ بوم سے پیدا ہوا۔

لے حیاء الحيوان باب الباء الموحدة (البوم) مصطفیٰ ابیالی مصر

لے جامع الرموز بحوالہ العتباتی کتاب الباء مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران

وبالله التوفیق۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴ ازادین مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

مولانا صاحب مجمع فضائل و غنیہ فاضل فرید العصر، وحید الزماں، مخدومی مکرئی دام افغانا کم
بعد تمہید مراسم فدویت و آرائشے حصول سعادت و مصلحت کثرتہ مقاصد پردہ جہاں سے التماس پرواز
ہے کہ حضرت نے حرمت بوم کے باب میں جو فتویٰ ارسال فرمایا اس میں یہ عبارت مرقوم ہے وہ مجھ میں نہ آئی کہ
جن کتابوں میں ذکر اکل ہے ان میں بوم سے مراد انہیں بلکہ وہ پرندہ شبہ مقصود ہے چونکہ شکاری نہیں رکھتا جیسے
چمگاڈ وغیرہ، یہ معنی عتباتی کی تصریح سے ثابت ہیں۔

لاباس ہا لیس سڈی مضطرب کالبوہ شام
جو پرندہ پنے والا نہ ہو اس نے کھانے میں حرج نہیں
ہے جیسا کہ بوم ہے (مذات)

تو کیا چمگاڈ اور باگل بھی حلال ہے، جواب بالتشریح بیان فرمائیے، زیادہ نیاز۔ یتوا تو حرد۔

الجواب

چمگاڈ چھٹا ہویا ر جسے ان دیار میں آجکل کہتے ہیں اس کی صلت حرمت ہمارے علمائے کرام رحمہم
تعالیٰ میں مختلف فیہ ہے، بعض اکابر نے اس کے کھانے سے ممانعت فرمائی ہے، اس وجہ سے کہ وہ
ذی ناب ہے، مگر قواعد خفیہ کے موافق وہی قول طلت ہے، مطلقاً دانست موجب حرمت نہیں بلکہ وہ دانست
جن سے جائز شکار کرتا ہو، ظاہر ہے کہ چمگاڈ پرندہ شکاری نہیں، ولہذا درمختار میں قول حرمت کی تصحیف
فرمائی۔ تنبیہ میں تلخیص سے ہے۔

اما لحدش فقد ذکر فی بعض المواضع انه یؤکل
وفي بعض المواضع انه لا یؤکل لانہ
ناپاۃ ورنیتی کتبت علی ہامشہ مانصہ
فیہ انه لا یصید بناہ، ولا یصول و لیس کل
عالمہ ناب حرامہ۔

چمگاڈ کے متعلق بعض مواضع میں ذکر ہے کہ کھایا جائے
اور بعض مواضع میں ہے کہ نہ کھایا جائے کیونکہ اس
کے کیلے ہوتے ہیں ا۔۔۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے اس
کے ماشیہ میں کھا ہے کہ یہ اپنے کیلے سے شکار نہیں
کرتا اور نہ ہی یہ حملہ آور ہوتا ہے اور ہر کیلے والا حرام
نہیں ہوتا۔ (مذات)

۱۔ جامع الرموز بحوالہ العتباتی کتاب الذبائح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاوس ایران ۲۴۹/۲
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی نذالی مکتب خانہ پشاور ۲۹۰/۵

برجندی میں ہے :

ذکر فی المحيط ان فی الخفاش اختلاف العلماء ^۱ .
 قیط میں مذکور ہے کہ چنگاڑ میں علماء کا اختلاف
 ہے (ت)

در مختار میں ہے :

وقیل الخفاش لانه ذو ناب ^۲ .
 رد المحتار میں ہے :

قال لا تدنی ویدہ نظر لان کل ذی ناب
 یسب منہ عنہ اذا کان لا یسطاء بناہ ^۳ .
 القانی نے کہا ہے اور اس میں اعتراض ہے کہ چونکہ
 ہر کیلے والا حرام نہیں ہے جبکہ وہ اپنے کیلے سے
 شکار نہ کرتا ہوا (ت)

برجندی میں ہے :

الناب الذی ہو سلاح وہ والناب
 الحيوان الذی ینهب بالنت ^۴ .
 وتعالیٰ احمد وعلیہ جل مجدہ انہ حکم .
 ناب (کیلے) سے مراد وہ ہے جو ہتھیار بنے ، اور
 کیلے والے کیلے سے مراد وہ ہے جو کیلے کے ساتھ حملہ آور ہو
 وانہ سب منہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۵ از درو تحصیل کچا ضلع مئی نال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۴ رجب ۱۳۵۵
 جو کہ دانہ کھانا ہے اور رنگ میں باطل سیاہ ہوتا ہے ، اس کا کیا حکم ہے ؟ اور جو کہ دانہ اور
 نجاست دونوں کھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

دانہ جو کہ صرف دانہ کھاتا اور نجاست کے پاس نہیں جاتا جسے غراب زرد یعنی کھیتی کا کڑا کہتے ہیں
 چھوٹا سا سیاہ رنگ ہوتا ہے اور چونچ اور پنچے غالباً سرخ ، وہ بالاتفاق جائز ہے ، اور مردار غوار کو
 جسے غراب البقع بھی کہتے ہیں کہ اس کے رنگ میں پسیدی بھی سیاہی کے ساتھ ہوتی ہے ، بالاتفاق ناجائز ہے

۱۹۳/۴	نو کشور نکتہ	کتاب الذبائح	۱ شرح النہایۃ للبرجندی
۲۲۹/۴	مطبع مجتہبائی دہلی	"	۲ در مختار
۱۹۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	۳ رد المحتار
۱۹۳/۴	نو کشور نکتہ	"	۴ شرح النہایۃ للبرجندی

اور اسی حکم میں پہاڑی کو بھی داخل کر دیا اور ایک رنگ سیاہ ہوتا اور موسم گرما میں آتا ہے۔ اور غلط کرنا والا جسے عقیق کہتے ہیں کہ اُس نے بولنے میں یہی آواز غنی غنی پیدا ہوتی ہے، اس میں اختلاف ہے، اور اصح علیٰ ہرگز کہ بہت تنزیہ میں کلام نہیں،

هذا خلاصة ما في الدر المختار ورد المحتار
والمقام بعد يفتي جالي زيادة تحرير وضبط
وتقرير لعن الله يفسره في تحرير آخر
والله تعالى اعلم۔
یہ در مختار اور رد المحتار میں بیان شدہ کا خلاصہ ہے
جبکہ یہ مقام ابھی زیادہ تحریر و ضبط اور تقریر کا محتاج
ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی در تحریر میں اس کو
آسان کر دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۵۶ مستولہ مولوی محمد ایوب صاحب سنبل مراد آبادی ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ

گو احرام ہے یا نہیں، اقوام سے یا نہیں،

الجواب

یہ کوئے کہ ہمارے دیار میں پائے جاتے ہیں سب حرام ہیں، اقوام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۷ از شاہ جہانپور ڈکنہ در شاہان، مفاد میران پور بدقت شاہ خان

بروز یکشنبہ ۱۸ مارچ ۱۳۲۳ھ

جواب قید دام اقبالہ، بعد سلام علیکم عرض ہے کہ پیلو کے انڈے اور گوشت اور پانا جائز ہے

یا نہیں؟

الجواب

سب جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۵۸ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اسی مسئلہ میں کہ گائے کی حلت کا حکم کس وقت سے جاری ہوا،
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس کا گوشت تناول فرمایا یا نہیں، یتنوا تو جرد۔

الجواب

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے، اللہ عز وجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے،

هذا منك حديث ضيف ابراهيم
المؤمنين ۵ اد دخو عليه فقالو
یعنی کیا آئی تیرے پاس خبر ابراہیم کے عزت دار
مہانوں کی، جب وہ اس کے پاس آئے بولے

سلف قدس سرہ قوم متکرون ۵۰ھ ع الی اہلہ
 ج ۲، بعد سمین لے دوسری جگہ فرمایا : حاصل
 حلیہ نہ
 سلام کہ سلام انجام دے لوگ ہیں پھر حلیہ کرتا ہے گھر
 گیا، سوال کے کھانے کو لے آیا ایک فریہ پھینکا
 ٹھنا ہوا۔

احادیث سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے
 گائے قربانی کی اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرمایا، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا
 یا نہیں، اسی بارے میں کوئی تصریح حدیث میں اس وقت پیش نظر نہیں۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علیہ صل و علیہ
 اتم و اکرم۔

مسئلہ ۱۵۹ از شہر ربی محلہ قاضی ٹولہ شہر کتہ مدرسہ محمد خان صاحب ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۲ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گوشت
 کھانے کا کیا یا نہیں؟

الجواب

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گائے کی قربانی فرمائی اور اس کے کھانے کھلانے کا حکم فرمایا
 خود بھی ملاحظہ فرمایا یا نہیں، آثار تری ہیں، یا کی ہر اوجہ میں کہ سرور نے قصداً تناول فرمایا
 گوشت گاؤں کی مذمت میں حدیث ذکر کی جاتی ہے صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۱ مسئلہ معرفت سید آدم جی گوڈل کا ٹیادار ہاشم بیگ مشنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) کبوتر کے کھانے میں کسی قسم کی کراہت ہے؟

(۲) حقیقہ کا گوشت مال باپ کھائیں یا نہ؟

الجواب

(۱) کچھ نہیں۔

عن حدیث مسلم کتاب الزکوۃ کہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگی گوشت گاؤں صدقہ میں لایا، وہ حضور کے پاس لایا گیا
 اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ ہے کہ بریرہ کو لایا، فرمایا اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے بدیہ۔ اس سے
 بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے ۱۲ حجۃ الاسلام حامد رضا رضی اللہ عنہ

سلف القرآن الکریم ۵۱/۲۴ تا ۲۹ سلف القرآن الکریم ۱۱/۶۹

سلف صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب یاخذ المہدیہ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۵/۱

(۲) کھائیں، اس کا حکم مثل قربانی ہے۔ تمیں سے سب میں ایک اپنا، ایک عزیزوں قریبوں کا، ایک مسکینوں کا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲۔ مسئلہ محمد کلیم الدین از ضلع پورینہ موضع چوڑا ۲ صفحہ ۱۳۲

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ خرگوش پنجہ والا ناخن دار مگر شترکی مانند ہے اور ہر چند میں حیض مثل عورتوں کے ہوتی ہے، اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ لہذا بعض علماء کی زبانی سنا گیا ہے کہ خرگوش پنجہ والا ناخن دار حرام ہے جو خرگوش کو حلال ہوتا ہے اس کے کھر ہوتا ہے مانند بکری و بیل وغیرہ کے، غائب والا! اس پر بھی ہم کو اطمینان کلی نہیں ہوتا ہے، اس نے بحدہ مست فیضہ رحمت یہ کترین بطور عریضہ ہزارہ اند کرتا ہے ضرور بالضرور جواب سے اس ذرہ بحدہ آفتاب درخشاں فرمائیں گے۔ زیادہ والسلام

الجواب

خرگوش ضرور حلال ہے، اسے حرام جاننا رافضیوں کا مذہب ہے، خرگوش کے پنجے ہی ہوتے ہیں کھر والا خرگوش دنیا کے پردہ پر کہیں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۳۔ مسئلہ مولوی حافظ صاحب علی صاحب از مقام جاوہر سہ ماہی ص ۱۳۳

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ریل میں

(۱) بعض کفار جو کہ گوشت خور نہیں ہیں تالاب یا ندی سے پھیلیاں پکڑا کر دیگر تالاب یا ندی محفوظ میں ڈلوادیں اس غرض سے کہ مسلمان پھیلیاں پکڑا کر نہ کھا سکیں، تو کیا ایسے تالاب یا ندی سے مسلمانوں کو پھیلیاں پکڑا کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید، بکر، عمرو، خالد نے مل کر ایک کمپنی قائم کر کے ایک کارخانہ جاری کیا اور عام طور پر اعلان کر دیا کہ جس کا دل چاہے اس کارخانہ میں شریک ہو جائے، فی حقہ ایک حصہ روپیہ قرار پایا ہے جو شخص جس قدر حصے خریدتا چاہے اسی قدر روپیہ کا منافع دیا جائے گا، اور اگر کارخانہ میں نقصان و نفع ہوگا تو حقہ کے تناسب سے نقصان کا زبرد بار ہونا پڑے گا، خریدار حصہ سے خواہ ایک حصہ خریدے یا دس حصہ تین مرتبہ کر کے روپیہ کمپنی میں وصول کیا جائے گا، کارخانہ کو اختیار ہے جو کام چاہے جاری کرے، کسی خریدار حصہ کو امور کارخانہ میں داخل کارخانہ یعنی مخیر وغیرہ کے امور میں دخل اندازی کا اختیار نہ ہوگا، خریدار کو صرف نفع یا نقصان سے غرض ہے، اور خریدار حصہ اپنے خریدار حصہ کو نفع یا نقصان سے فروخت کرنے کا مجاز ہوگا۔ پس سوال یہ ہے کہ ایسے کارخانہ میں شرکت اور اس کے بعد خرید و فروخت مذکور جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ خرید و فروخت کس بیع میں داخل ہے؟

(۱) مچھلیاں پکڑنے سے ملک چھو جاتی ہے اور دوسرے دریا میں چھوڑنے سے ملک سے خارج نہیں ہوتیں، نہ دوسرے کو ان کا لینا جائز ہوتا ہے، مسلم ہو یا کافر، جب تک چھوڑنے والے نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ اس کی ہیں جو ان کو ملے، تو ملک غیر ہونے کے سبب سے ان میں ممانعت آئے گی، مگر از انجا کہ یہ کفار و ذمی ہیں نہ مستامن، نہ ان سے اس بارہ میں کوئی معاہدہ ہے، لہذا اب بھی وہ مچھلیاں حکماً ایسی ہی ہیں جیسی پکڑنے سے قبل تھیں، ان کا ارادہ فاسد ان پر نہ دیکھا جائے گا اور مسلم کافر پر کوئی پکڑے اس کے لئے مباح ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر وہ تجارت پر وجہ شرعی ہو مقہود فاسد و یا ربا کو دخل نہ ہو تو اس میں شرکت جائز مگر اپنے رویہ کا حصہ دوسرے کے ہاتھ چھیننا اور اس کا خریدنا و فروختی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۶۵ از کلث ایجنسی مسئلہ سزارامیر ماں طازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کے ہاتھ کا زب نا جائز ہے، جیسے کہ ہندو اس کے ہاتھ کی پکڑی مچھلی کھانا کیسا ہے؟ یتقوا تو جہودا۔

الجواب

جائز ہے، اگرچہ اس کے ہاتھ میں مگرگی یا اس سے مار ڈال ہو پھلی میں ذبح شرعاً نہیں جس میں مسلمان یا کتبی ہونا ضرور ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۶۶ از بنگالہ ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس حیوان کے بارے میں جو کہ عجائب المخلوقات میں ہاں میں طور بیان کیا گیا ہے،

وصف سمكة مدورة ذنبها اهل من ثلثة اذرع وعلى وسط ذنبها شوكة معققة شبيه كلاب وهي سلاحها تضرب بها وهي فاسد
ان میں سے ایک مچھلی گول قسم جس کی دم میں ہاتھ بھی ہے اور اس کی دم کے درمیان میں کندہ کے مشابہ ایک ٹیڑھا کانٹا ہے وہ اس کا ہتھیار ہے
وهي مچھلی نہایت سفید ہے جس پر گھر سے سیاہ رنگ کے نقشے ہوتے ہیں اس کے نچے اس کی پیٹھ پر اور اس کا منہ پیٹھ پر اس کی شرمگاہ عورتوں کی شرمگاہ کی طرح ہوتی ہے انتہی (د)

اگر یہ بھی ہو تو اس کو عربی میں کیا کہتے ہیں اور عارضی میں اس کا کیا نام ہے اور ہندی میں اس کا اسم مخصوص کیا ہے، بحوالہ کتاب تحریر فرمائیے۔

(۲) اور جرث کو اہل ہند کیا کہتے ہیں، اور وہ کون سی مچل ہے اس کی خواہشات مختص بہا کو برضہ است بیان فرمائیے۔ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے کہ جرث کو بعض اہل ہند بھیجتے کہتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے، اگر غلط ہے تو پھر سبکی کیا کہتے ہیں، بیتنا و توجروا۔

الجواب

یہ مچل کہ عجائب المخلوقات میں ذکر کی اگر اس کا وجود ہر دو عام مثالی و خیالی سے باہر ثابت ہو تو ان فراد سے ہے جو ہر مرد و دیور کسی کسی سیاح کی نظر پرے اور عارضی ناموں کے رسم و اسم سے آگاہ نہیں و ما بعد حدود ربك الاھوتی (اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ت) علامہ قرطبی کو خود اس کا نام معلوم تھا تو لکھتے، وہ خود اس کے عجائب دہر سے ہونے کے معترف ہیں، عبارت مذکورہ سوال کے بعد کہا و لا تحصر لا تحصى عجائبہ (سمندر کے عجائبات بے شمار ہیں۔ ت) اسے جرث گمان کرنا صحیح نہیں، جرث ایک کثیر الوجود مچل و سواحل پارزانی سے بچنے والی ہے، بحر المذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبسوط میں رد مست فرماتے ہیں۔

عن عمرو بن شوب عن عسرة بنت ابی طیبہ قالت خرجت مع ولیدۃ لسا فاشترینا حریثہ بقعیر حطۃ فوضعتھا فی ثوبین فخرج راسھا من جانب و دبھا من جانب فمررنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال بکم اخذت قالت فاخبرته فقال ما اظلیہ و ارضیہ و اوسعہ للعیال علیہ

یہی عمرو بنت ابی طیبہ نے کہا میں اپنی کنیز کے ساتھ جا کر ایک جرث ایک قعیر گیسوں کو خرید کر لائی جو زخیل میں سمائی، ایک طرف سے سر نکلا رہا ایک طرف سے دم، ہستے میں قولا علی کرم اللہ وجہہ کا گزر ہوا، فرمایا، کہنے کوئی؟ میں نے قیمت عرض کی، فرمایا، کیا پاکیزہ چیز ہے اور کتنی ارزاں اور متعلقین پر کتنی وسعت والی۔

وہذا علامہ قرطبی نے اسے عجائب میں ذکر نہ کیا البتہ جری کا نام لیا اور اسے مارا ہی سے تفسیر کیا کہ

سۃ القرآن الکریم ۲۱/۴

سۃ عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات بحرف فارس المقالة الثانیة فصل فی عجائب مصطفیٰ الیابی مصر ص ۸۸
سۃ المبسوط للامام محمد رحمۃ اللہ علیہ

بزرگ بعض وہی حریت ہے، اس تقدیر پر خود انھوں نے اس ناور مچھلی اور جریت میں فرق کیا، اُسے عجائب بحر فارس اور اسے عجائب ہند میں لکھا اس کی وسط دم پر کانٹا بتایا تھی اور جڑی کی پیٹھ پر ایک چیز مثل عمود لکھی، اور وہ منخرین دم و فرج کا ذکر یہاں نہ کیا۔

عجائب بحر فارس اور اسے عجائب ہند میں لکھا اس کی وسط دم پر کانٹا بتایا تھی اور جڑی کی پیٹھ پر ایک چیز مثل عمود لکھی، اور وہ منخرین دم و فرج کا ذکر یہاں نہ کیا۔

عجائب بحر فارس اور اسے عجائب ہند میں لکھا اس کی وسط دم پر کانٹا بتایا تھی اور جڑی کی پیٹھ پر ایک چیز مثل عمود لکھی، اور وہ منخرین دم و فرج کا ذکر یہاں نہ کیا۔

عجائب بحر فارس اور اسے عجائب ہند میں لکھا اس کی وسط دم پر کانٹا بتایا تھی اور جڑی کی پیٹھ پر ایک چیز مثل عمود لکھی، اور وہ منخرین دم و فرج کا ذکر یہاں نہ کیا۔

اور تحقیق یہ ہے کہ یہ دوسری مچھلی بھی نہ مارا ہی ہے نہ مارا ہی حریت، مارا ہی گولی نہیں مگر لمبی بالکل سانپ کی شکل پر ہوتی ہے، عربی میں اسے جیڑی بکمر جم و تشدید را، اور جیڑی بالفتح اور حریت بتائے فوقانیہ بردن حریت اور صلتور و ستور اور انکلیس و انگلیس یعنی ہمزہ و لام ہر دو انکلیس و انگلیس بکسرہ را اور فارسی میں مارا ہی اور ہندی میں ماہر کہتے ہیں۔ عامظ نے کہا وہ پانی کا سانپ ہے یعنی صورتہ ذکر حقیقتہ، بعض نے کہا وہ سانپ اور مچھلی کے بڑے سے یہ سب، تروین نے کسی پر برائیا، اور مچھلی پر یہ بھی بے ثروت ہے بلکہ وہ سانپ سے نہ ایک خاص رہا ہی ہے، الیٰ بن نے ان اسما سے ذکر وہ اعنی حزی و صلتور و انکلیس میں بہت اختلاف کیا، ست نے انھیں مارا ہی کا غیر جانا، کسی نے کہا جیڑی بے ستے کی مچھلی کہتے ہیں، کسی نے کہا ایک قسم مارا ہی ہے جس کے سر و دم باریک اور پشت چڑی ہوتی ہے، کسی نے کہا انگلیس چھوٹی مچھلی کی شکل پر ایک جانور ہے جس کی دم کے پاس جینہ کی کے پاؤں کے مثل دو پاؤں ہوتے ہیں اور ہاتھ نہیں ہوتے، بصرہ کی نہروں میں پایا جاتا ہے، بعض نے کہا جیڑی کی مچھلی ہے، اس جانور کو شوق یا کسریہ شوقی مثل کشف کہتے ہیں۔ کسی نے کہا شوق بھی انگلیس اور انگلیس حریت ہے۔ کسی نے کہا انگلیس مارا ہی اور صلتور جریٹ ہے، بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ مارا ہی ایک معروف مشہور مچھلی مستطیل الخلقہ مشابہہ مار ہے نہ کہ مدقہ۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری زیر حدیث:

قال: ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما طعمہ
میتۃ الا ما قدرت منها و لجیڑی
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اس
کی خوراک میتہ ہے مگر کچھ بھون لی جاتی ہے اور جیڑی

لا تاكله ايهود وحن ناكله فسرمايا ،
الجري بكسر الحيم والراء والتخية المشددين
وبفتح الحيم ، والجريث بمشاة حوقية
بعد التخية ضرب من السمك يشبه
الحيات وقيل سمك لا قشر له ، وقيل نوع
مريض الوسط دقيق الطرفين .

جمع بكار الانوار میں علامہ زرکشی سے ہے ،

لجری بکسر حیم وراء متددة وتشديد ياء
ضرب من السمك يشبه الحيات وقيل نوع
عريض الوسط رقيق الطرفين ، وقيل
حالا قشر له .

اسی میں ہے ،

لا تاكله الا بكيس بفتح همزة وكسرها
سمك شبيه بالحيات (ای مارماهی) ،
والا نقليس لغة ، وكرة لرداءة غذاثة
لانه حرام .

اسی میں ہے ،

کو یہودی نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں ، اور آپ نے
فرمایا : جری حیم اور راء کے کسر اور دو مشدو یاء اور
حیم کے فتح کے ساتھ پڑھا جائے ۔ اور جریث ،
آخر میں ثاء سے پہلے یاء ہے ، اور یہ ٹھیک سانسپ
کی طرح ہوتی ہے ۔ اور بعض نے کہا اس پر چھلکا
نہیں ہوتا ، اور بعض نے بتایا کہ درمیان سے چڑی اور
آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے ۔ (ت)

جری حیم اور راء کے کسر اور شد کے ساتھ اور آخر
میں مشدو یاء ہے یعنی مارماهی جو سانسپ کے مشابہ
ہوتی ہے ، بعض نے کہا درمیان سے موٹی اور
آگے پیچھے سے باریک ہوتی ہے ، اور بعض نے
کہا اس پر چھلکا نہیں ہوتا (ت)

الانقلیس جمع ہزہ یا کسر ہے ، کو مت کھاؤ ، یہ
سانپ کی مانند ایک ٹھیک ہے یعنی مارماهی ، ایک
نعت میں الانقلیس کہا جاتا ہے ، اس کو کھانا اس
نے مکروہ ہے کہ اس کی غذا ہڈی ہے ، اس نے
نہیں کہہ حرام ہے ۔ (ت)

- ۱۔ صحیح البخاری کتاب الزبائح والصيد القسیمہ باب قول اللہ تعالیٰ اكلکم صید البحر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۲۵
ارشاد و الساری شرح صحیح البخاری " " " " " " دارالکتب العربیہ بیروت ۸/۲۹۶
۲۔ جمع بکار الانوار باب الحیم مع الراء تحت الجری " مکتبہ دارالایمان المدینہ المنورہ ۱/۳۵۰
۳۔ " " " " " " " " " " " " باب الحزہ مع النوی تحت "انقلس" " " " " " ۱/۱۲۵

لا تأكلوا الصلور ولا النقیس هما الجری
والبارماهی نوعان من السمک کالجیة
صلور اور انقیس کو نہ کھاؤ، اور ان کا نام جری اور
بارماہی ہے، یہ دونوں سانپ کے مشابہ
مچھلیاں ہیں۔ (ت)

قاموس میں ہے :
الصلور کسنور الجری فارسیہ البارماهی یث
صلور، سنور کے ہم وزن ہے اس کا نام جری،
اور فارسی میں بارماہی کہتے ہیں (ت)

تاج العروس میں ہے :
وهو السمک الذی یکون علی هیئة الجیات و
منہ حدیث عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لا تأکلوا الصلور ولا الانقیس یث
یہ سانپ شکل کی مچھلی ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے اسی کے متعلق فرمایا : صلیور اور
انقیس کو نہ کھاؤ۔ (ت)

اسی میں ہے :
قال حمید بن الحریث قال انضر الصلور
الجریث و الانقیس مارماهی یث
انہیں دونوں میں ہے :
قال حمید بن الحریث قال انضر الصلور
الجریث و الانقیس مارماهی یث

”الانقیس“ صلیور جری ہے۔ لیث نے کہا یہ
بارماہی ہے یعنی سانپ کی طرح مچھلی ہے اور ان
کے غیر نے کہا ”جریث“ انقیس کی طرح ہے اور
یہ ابن اعرابی کا قول ہے۔ (ت)

- ۱۔ مجمع بحیرا فانوار باب الصاد مع اللام تحت صلیور کتبہ دار ایمان المدینۃ المنورہ ۳/۲۴۷
۲۔ القاموس البیض فصل الصاد باب الزار تحت الصلور مصطفیٰ البابی مصر ۲/۷۳
۳۔ تاج العروس دار امیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۴۰
۴۔ فصل الجیم من باب اثار تحت الجریث ۱/۶۰۹
۵۔ فصل القاف من باب السین ۳/۲۲۱

حیاء الحیران الکبریٰ میں ہے ،

الانکلیس یفتح ، بهمة واللاه وکسرهما
معنا سبک شبيه بالحیات ردی الغذاء ، و
هو لدی بسی بحری والمارماهی ، وقال
الزمخشري قيل انه الشق وقال ابن سیدہ
هو على هيئة السمک صیغ له رجلاں
عند ذبه كرجل الصندع ولا یند له ،
یکون فی ابصار الصورة ، وليس لفظه عربیاً
مصحفاً .

”انکلیس“ ہمزہ اور لام پر فتح اور کسر بھی ، یہ سانپ
شکل کی مچھلی ہے جس کی غذا ردی ہے اس کا نام
جری اور مارماہی ہے۔ زمخشری نے کہا کہ بعض
شقی کہا ہے ، ابن سیدہ نے کہا یہ عام مچھلی کی
طرح ہوئی ہے اور صندع (ہینڈک) کے پاؤں کی
طرح اس کی دم کے نیچے دو پاؤں ہوتے ہیں اور
اس کے ، نگے پاؤں ہیں ہوتے ، بقر کے دریاؤں
میں پائی جاتی ہے اور عربی میں اس کا نام نہیں
ہے احطفا (ت)

قاموس و تاج میں ہے ،

الانکلیس بالکسر وکشف سمکة صغیرة او
على حلقه السمکة لها رجلاں عند الذنب
کرجلی الصندع لا یند لها ، تکون فی
انهار الصورة ، ویل سمک البحرین
ولست بعربیة (۱) ہی (الانکلیس) من
السمک وهو بحری والمجریث عن اس
الاعرابی ینہ

شکل کر کے ساتھ یا کشف کے وزن پر ہے ،
یہ چھوٹی مچھلی ہے یا پھلی کے مشابہ مخلوق ہے ،
اس کی دم کے نیچے ہینڈک کے پاؤں کی طرح
پاؤں ہوتے ہیں اور اس کے اگلے پاؤں نہیں
ہوتے ، اور یہ بقرہ کے دریاؤں میں پائی جاتی
ہے ، بعض نے کہا کہ یہ بحری مچھلی ہے اور عربی
میں اس کا نام نہیں ہے ، یا یہ انکلیس ہے جو مچھلی

کی قسم ہے ، اور اس کو جری کہتے ہیں اور مجریث بھی ، یہ ابن اعرابی سے منقول ہے ۔ (ت)

عجائب قرینی بیان حیوانات بحر میں ہے :

حوی هو لذی یقال له مارماهی متولد جری جس کو مارماہی کہتے ہیں یہ نسل مچھلی اور سانپ

سے پیدا ہوتی ہے۔ جا حفظ نے کہا ہے کہ یہ جردان
کھاتی ہے۔ (ت)

من الحیة والسمك ، قال المحققانہ یا کل
الجردان یله

مجموع الانهر شرح ملتقى الأبحر میں ہے :

جریہ بتایا گیا کہ مارا ہی کی نسل ساپ اور مچھلی سے
پیدا ہے۔ ایسا واقع نہیں ہے بلکہ وہ مچھلی کی
جس سے جو صورت میں ساپ کے مشابہ ہے۔ (ت)

ما قبل ان المار ما هی متولد من الحیة لیس
یوقم بل هو جنس شمیہ مہذا صورتاً۔

جس طرح ان اسامی میں اختلافات ہوئے تو نوی ایک جماعت نے جریث بھی مارا ہی کا نام جانا ،
اور اُسے وہی مچھلی مشابہ مارا نا۔ عمدۃ القاری شرح مجمع بخاری میں ہے :

جری کے متعلق عیاض نے کہا وہ مچھلی ہے جس پر
چھلکا نہیں ہے۔ اور ابن تین نے کہا اس کو
جریث بھی کہتے ہیں۔ اور ازہری نے کہا جریث مچھلی
قسم ہے جو سانپ کے مشابہ ہے اس کو مارا ہی
بھی کہتے ہیں اور سلور بھی۔ بعض نے کہا یہ زمین
سے پوڑی اور آگے پیچھے سے ہار یک ہوتی
ہے اور مختصراً۔ (ت)

الجرى قال یاض هو من السمك ملاقشوله
وقال ابن تین ویقل له ایضا المجریث
وقال الاثر ہری جریث نوع من السمك
یشبه لحات ویقال له ایضا المار ما هی
و سلور وقید سمک عربی ، اوسط دلیف
الطریق آہ مختصراً۔

مجمع البحاری میں ہے :

جری کے متعلق کہا گیا کہ جریث مارا ہی ہے اور
مختصراً (ت)

الجرى قيل هو المجریث المار ما هی اور مختصراً۔

اسی میں تمایہ سے ہے :

رح میں لکھا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

فی ح علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال

لہ عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات المقالة الثانیة القول فی حیوان الماء مصطفیٰ اباباوی مصر ص ۹۷
لہ مجمع الانهر شرح ملتقى الأبحر کتاب الذبائح فصل فیما یکل اكله ولا یکل دارا حیار التراث لعربی بیروت ۵/۲
لہ عمدۃ القاری شرح مجمع بخاری باب قول اللہ تعالیٰ اکلکم صید البحر ادارة الطباعة المنیریة بیروت ۱۰۵/۲
لہ مجمع بحار الانوار باب الحییم مع الزاوت تحت الجری کتبتہ دار الایمان المدینة المنورة ۲۵۰/۱

الجریث هو نوع من السمك يشبه الحيات ای
الدارماهی ہے

تاج العروس میں ہے ،

(الجریث کسکیت سمک) معروف ویقال له
الحرثی وهو نوع من السمك يشبه الحيات ،
ویقال له بالفارسیة الدارماهی أمه مملوطة .
حياة الحيوان میں ہے ،

الجریث هو هذا السمك الذي يشبه اشعبات
وجسمه جراثی ویقال له ایضا الجریث
بانكسروالتشديد وهو نوع من السمك يشبه
الحية ، ویسمى بالفارسیة دارماهی ، وقد
تقدم فی السمنة انه الاسكلیس . قال المحظ
انديكل الجردان وهو حية سمی وحكمه
الحمل ۳ باختصار .

مگر فقہائے کرام جیسے جریث کہتے ہیں وہ یقیناً مارماہی کے سوا دوسری کچلی ہے کہ متون و مشروح و
فتاویٰ میں تصریح دونوں کا نام جدا جدا ذکر فرمایا ، لا جرم مغرب میں کہا ، هو غیر الدارماهی (وہ مارماہی کا
غیر ہے - ت) ، علامہ ابن کمالی باشا اصلاح و ایضاح میں فرماتے ہیں :

(والجریث والدارماهی) الجریث نوع من
السمك غیر الدارماهی ذکوره فی المغرب ، و
انما افرده بالسند کمر لمکان الخفاء فی کوسهما

(جریث اور مارماہی) جریث کچلی کی قسم ہے جو مارماہی
کا غیر ہے ، یہ مغرب میں مذکور ہے ، ان دونوں کو
میں نے ذکر کیا کہ ان کے کچلی ہونے میں اختلاف ہے

۱۔ مجمع بحار الانوار باب الجمیم مع الزار تحت "جریث" مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورة ۲۹/۱ - ۳۲۸

۲۔ تاج العروس فصل جمیم من باب الآثار تحت الجریث دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۹/۱

۳۔ حیات الحيوان باب الجمیم الجریث مصطفیٰ ابیانی مصر ۲۰۴/۱

۴۔ المغرب

من حسن السمك ، ولما كان الخلاء فيهما
لمحمد ، ذكره صاحب المعرب
حاشية الكثرى على الفوارس ہے

الجريت نوع من السمك غير مار ماھ ہے
یہ ایک سیاہ رنگ گول مچل ڈھال کی مانند ہے اسے فارسی میں ماہی کوئی کہتے ہیں۔ درمختار میں ہے :
(الجريت) سمك اسود (والمار ماھ) سمك
فی صورة الحية و فردھا بالذکر للحف ،
و خلاف محمد ہے

عمدة القاری میں بعد عبارت مذکورہ و قیل اقول مسطور ہے ، قلت لجريت سمك اسود (میں کہتا ہوں)
”جريت“ سیاہ رنگ مچل ہے۔ (ت) ، فتح المبین حاشیہ اکثر العلماء الذہری میں ہے ،

لجريت سمكة سوداء قاله العسی وقال الوافی
الجريت بكسر الجیم والراء وشدیدھ نوع
من السمك صدور کا لتر ہے
جريت سیاہ رنگ مچل ہے ، یہ علامہ علی نے فرمایا ہے
بکہ وہی نے کہا کہ جريت را اور جیم کے کسر اور شد
کے ساتھ ، مچل کی قسم ہے جو ڈھال کی طرح گول
ہوتی ہے۔ (ت)

اسی طرح خطادی دشامی وغیرہا میں ہے۔
عازیه لابل السمود و نمل قلم العلامة ط
فجعلہ عنہ من العیف وانما
ذلك صدر الکلام فقط ، اما الاخير
انہوں نے اس کو ابوسود کی طرف منسوب کیا ہے جبکہ
علامہ خطادی کا قلم پھیلا ہے تو انہوں نے اس کو
ابوسود سے علامہ علی سے منقول بتایا ہے ، یہ

لہ اصلاح و ایضاح علامہ ابن کمال باشا

لہ حاشیہ الکثری علی الفوارس اعمال

سنگہ درمختار کتاب الذبائح مطبع مجتبائی دہلی ۲۲۹/۴

سنگہ عمدة القاری شرح صحیح البخاری باب قول اللہ تعالیٰ اهلکم صید البحر ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۰۵/۲۱

فتح المبین کتاب الذبائح فصل فیما یکل و فیما لا یکل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۴/۴

عن اوائی کما اسمعك نصه۔

ابتداء کلام میں ہے اور آخر میں وائی سے منقول بتایا
جس کو ہم نے ذکر کر دیا ہے (ت)

ذخيرة العقبے میں ہے، يقال له بالغلوسية ما هي كوني (اسے فارسی میں ما ہی کوئی کہا جاتا ہے۔ ت)
سچکی میری زبان کا لفظ نہیں، غایۃ الادوار دالے دونوں مترجم دہقانی تھے، دیہاتیوں کی زبان دیہاتی جانیں۔ واللہ
تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و اکمل۔

مسئلہ ۱۹۵ از بریل مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ

ما قولکم حضرت اللہ لکم فی هذه المسئلة ابيد ونا
یوحکم اللہ غرور دہی بسیار کو چاک بکاشیہ
مالا بدمنہ عکروہ تحریمی نوشتہ است ؟

الجواب

ما ہی ریزہ کہ شایان شس جوت نباشد و بچند شکم چاک
نما کردہ بریاں کنندش، نزد امام شافعی حرام است و نزد
سائر ائمہ حلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع کہ اصعب
علیہ فی معراج الدرایۃ، ثم
رد المحتار، ونصہ لو وجدت سملکۃ
فی حوسلۃ طائر تکمل، و عند الشافعی
لا تکمل لانه کالسرجیم ورجیم الطائر
عندنا نعصر، و قلنا انما
يعتبر مرجعها اذا تغیر، و
فی الملک الصفار التق
التف تغیر من غیر ان
یشق جوفه، فقال اصحابه
لا یعمل اكله، کلام مرجعہ

باریک ریزہ کی طرح پھل جس کا پیٹ چاک نہیں ہو سکتا
اور یوں بے چاک ٹھون کر کھائی جاتی ہے یہ امام شافعی
درمانہ تعالیٰ کے نزدیک حرام ہے اور باقی ائمہ کرام
کے نزدیک حلال ہے (رحمہم اللہ تعالیٰ) جیسا کہ
معراج الدرایہ میں تصریح ہے اور پھر رد المحتار میں یوں
فرمایا کہ اگر پرندے کے گھونسلہ میں پھل پائی جائے تو وہ
کھائی جائے، اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں
کھانا جائز نہیں کیونکہ وہ پرندہ کی پیٹھ کی طرح ہے جبکہ ان
کے ہاں پرندے کی پیٹھ بچس ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ پیٹھ
تب ہو سکتی ہے جب اس کا رنگ متغیر ہو، اور
امام شافعی کے اصحاب چوٹی پھل جس کو چاک کئے بغیر
بھونچا جاتا ہے، کے متعلق فرماتے ہیں اس کا کھانا
حلال نہیں ہے کیونکہ اس کی پیٹھ بچس ہے، اور باقی

محس وعند ما نزل الانفة يحل آله آرسے
 وجاہر الاخلاطی دیدہ کہ بکراہت تویم تصریح، وہیں را
 تصحیح کردہ است، حیث قال النبی الصادق علیہ السلام
 مکروہہ کراہۃ التحریم ہو لاصۃ، پس اسلم
 اجتناب ست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۶۹ مسلمہ مرسلہ محمد علی اکبر گورکھالی سیم ڈاکر
 کہ سوکھی مچھلی (جو دیار جنگالہ میں معروف و مشہور ہے) کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر حلال ہونے کے
 اگر کوئی حرام کھے تو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

مچھلی تر ہو یا خشک مطلقاً حلال ہے،
 قال تعدی و احلکم صید البحر و یجوز
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا، حلال کیا گیا تمہارے لئے
 بحری شکار کو۔ (ت)

سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مکر آتی ہے۔ مائیکیریہ میں ہے۔
 السمک یحل اسکندہ لا ماطفا منہ یجوز
 مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے پانی پر تیرنے والی
 مکر۔ (ت)

خشک مچھلی کا کسی نے استشارہ کیا، اگر حرام کہنے والا جاہل ہے اسے سمجھایا جائے، اور ذی علم ہے تو
 اس پر حلال خدا کے حرام کہنے کا الزام عائد ہے اسے تجدید اسلام و تجدید نکاح چاہئے، ہاں اگر وہاں سوکھی
 مچھلی مابی دریا کے سوا کسی خشکی کے جانور کا نام ہے، جیسے ریگ مابی، تو اس کا حال معلوم ہونا چاہئے، اگر
 ریگ مابی کی طرح حشرات الارض سے ہے تو ضرور حرام ہے۔ مائیکیریہ میں ہے۔
 حییم الحشرات و هو امر الارض لا خلاف حشرات الارض مٹی سے پیدا شدہ ہیں ان چیزوں کے

۱۹۶/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الذبائح	۱۹۶/۵
۲۸۶ ص	قلمی نسخہ	۲	۱۹۶/۵
۲۸۹/۵	نورانی مکتب خانہ پشاور	کتاب الذبائح	۱۹۶/۵

فی حرمة هذه الاشياء والله تعالى اعلم حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ مسئلہ مریوی غلام گیلانی صاحب شمس آباد ضلع کمیل پور ۲۵ شعبان ۱۲۳۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض ملکوں میں مچھل خشک اور گوشت خشک کیا جاتا ہے، قبل
پکانے کے تو اس میں سخت بدبو ہوتی ہے مگر بعد پکنے کے بھی بدبو باقی رہتی ہے، کیا اس کا کھانا جائز ہے یا ناجائز؟
بیتواتوحدوا۔

الجواب

فی الواقع ایسی سخت بدبو دار چیز علاوہ اس کے کہ نفاست طبع کے غلاف ہے، نفاقت دین سے بھی
جدا ہے یعنی الدین علی النفاق (دین کی بنیاد نفاقت پر ہے۔ ت)، مسوم ہوا کہ اس کے مستعملین کے بدن
دھن میں اس کی بویں جاتی ہے، یہ علاوہ کراہت اکل کے اور بلائے شدیدہ اور ملائکہ کو ایذا ہے،
قال رسول الله تعالى عليه وسلم ان المشكوة حضور عليه الصلوة والسلام نے فرمایا، جس سے
تتناذى لمات دی بہ سواد مینہ نئی اور اذیت پائیں اس سے فرشتے بھی ذیت
پاستے ہیں (ت)

اور ایسی حالت میں ان کو قرآن مجید پڑھنا منع ہے، حدیث میں ہے،
طیبوا افواہکم فانہ طرق القصرات یہ اپنے منہ صاف رکھو کیونکہ یہ قرآن کا راستہ ہیں۔ (ت)
بلکہ جو بدبو پر مشتمل ہو اسے مسجد میں جانا حرام ہے، اور جماعت میں شامل ہونا مضر ہے، اور جبکہ اس سے ضرر
غالب منتفی ہو، تو حرمت میں کیا شبہ ہے، فان المضار کلہ حرام (سب ضرر رساں چیزیں حرام
ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ مسئلہ از چاند پور ضلع بجنور محلہ قیما پازہ مکان محمد حسین خاں زحیدار
مچھل بے ذبح کیوں جائز ہے؟

الجواب

خون مفسوح ناپاک ہے وہ بدن میں رہے اور جانور مر جائے تو تمام گوشت پوست نجس و حرام ہو جاتا ہے
۱/۲۸۹ فقہ فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی وراثی کتب خانہ پشاور
۱/۲۰۹ صحیح مسلم کتاب المساجد باب نہیں من اکل ثلثا بصلہ قیدی کتب خانہ کراچی
۱/۶۰۲ کنز العمال حدیث ۲۷۵۲ و ۲۷۵۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

ذبح سے مقصود اس کا جڈا کرنا ہے، ولہذا حدیث صحیح میں ارشاد ہوا:

ما نهر الدم وما ذكر اسم الله عليه فكلوا، الحدیث،
رواہ السنۃ عن رافع بن خدیج عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔
جس کا خون بہا دیا گیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر
کیا گیا تو اسے کھاؤ، الحدیث، اس کو صحیح ستہ کے
اگر نے روایت کیا رافع بن خدیج سے انھوں نے
نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے۔ (ت)

اور سنرایا

امہر الدم بما شئت واذکر اسم اللہ تعالیٰ رواہ احمد
والنسائی و ابوداؤد و ابی حاتم و ابن حبان
والمحاکم عن عدی بن حاتم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
خونی بہا دے جس سے تو چاہے اور اللہ تعالیٰ کا نام
ذکر کر۔ اس کو احمد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور
حاکم نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھوں نے
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ (ت)

اور وارو ہوا

کل ما فری الاوداج، الحدیث، رواہ ابن ابی شیبہ
عن مسدد بن خدیج والطبرانی فی الکبیر
عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جو چیز اوداج کو کاٹ دے، الحدیث، اس کو ابن ابی شیبہ
سہ سرب زین بن سیدک سے، اور طبرانی نے کبیر
میں ابوالامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

پھل اور ٹیری میں خون ہوتا ہی نہیں کہ اس کے اخراج کی حاجت ہو، غیر دھوی جانوروں میں ہمارے
یہاں صرف یہی دو حلال ہیں، لہذا صرف یہی بے ذبح کھائے جاتے ہیں۔ شافعیہ وغیرہم کے نزدیک کہ اور دریائی
جانور بھی گل یا بعض حلال ہیں وہ انھیں بھی بے ذبح جائز جانتے ہیں کہ دریا کے کسی جانور میں خون نہیں ہوتا۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

صحیح البخاری	کتاب الذبائح	قدیمی مکتب خانہ کراچی	۸۳۲/۲
صحیح مسلم	کتاب الاطعمہ باب جواز الذبح بکل ما نهر الدم	قدیمی مکتب خانہ کراچی	۱۵۶/۲
سنن النسائی	کتاب الصیاد باب الذبح بالعود	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۲۰۵/۲
مسند احمد بن حنبل	حدیث عدی بن حاتم	المکتب الاسلامی بیروت	۲۵۸/۲
مصحف المصنف لابن ابی شیبہ	کتاب الصيد من قال اذا نهر الدم الخ	امارة القرآن راجی	۳۸۹/۵

مسئلہ شمس الہندی طالب علم مدرسہ نظر الاسلام، بریلی محلہ سوداگران ۱۲ صفر ۱۳۳۹ھ
حضور پر نور کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے کہ مچھلی کو اس کی آنت وغیرہ کے کھانا کیسا ہے؟ بیتوا تو جردا
الجواب

مکروہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۰ مسئلہ شرکت علی صاحب ۲ ربیع الآخر شریعت ۱۳۳۰ھ
چرمی فرمائیے علمائے دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ (علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے
بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ ت۔ کہ کھانا جھینکا کا دوست ہے یا نہیں؟ مکروہ ہے یا حرام؟

الجواب

حمادیہ میں علماء کے دونوں قولی نقل کئے ہیں کہ بعض حرام کہتے ہیں اور بعض حلال،

حيث قال الدود الذي يقل له جبينه
عند بعض العلماء لا يثبه السمك، و
اعمالها عند ما من صيد البحر انواع السمك
وهذا لا يكون كذلك، وقد بعضهم حلال
لا يسهى باسم السمك
جہاں انہوں نے کہا کہ وہ کیزا جسے جھینکا کہا جاتا ہے
بعض کے نزدیک حرام ہے کیونکہ وہ مچھلی کے مشابہ
نہیں ہے، جبکہ ہمارے نزدیک سمندری شکار میں
مچھلی کی اقسام کا بہا حرام ہے، اور جھینکا ان میں سے
نہیں ہے، اور بعض نے کہا یہ حلال ہے کیونکہ
اس کا نام مچھلی ہے۔ (ت)

اقول جہارت حمادیہ سے ظاہر یہی ہے کہ ان کے نزدیک قول حرمت ہی مختار ہے کہ اسی کو
تقسیم دی والتقسیم اذیہ التقديم (مقدم کرنا مقدم بنانے کی علامت ہے۔ ت) اور جھینکے کو دود یعنی کیزا کہا
اور کیزے حرام ہیں، اور اہل حلت کی طرف سے دلیل میں یہ نہ کہا کہ وہ مچھلی ہے بلکہ یہ کہ اس پر مچھلی کا نام
دیا جاتا ہے، تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلقاً حرام ہیں، تو جن کے
خیال میں جھینکا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہئے، مگر فقیر نے کتب لغت و کتب طب و
کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے، قانوس میں ہے،
الامریان مالکوسمک کالسدود یہ
ادبیان کسر کے ساتھ، کیزے کی طرح مچھلی ہے۔ (ت)

۳۳۲ و ۵۶۷	قلمی نسخہ	کتب الصیہ والذبائح	لحم حمادی حمادیہ
۳۳۲/۲	مصطفیٰ ابراہیمی مصر	باب اذوات فصل الزار	سنة القاموس المحيط

صراح و تاج العروس میں ہے ،

الاس بیان میں من السمك كاللذود میكون بالبحر۔
 اربیان سفید مچھلی ہے کیرٹے کی مانند، بصرہ میں ہوتی ہے۔ (ت)

صراح میں ہے ،

اربیان نوے ازمایہ ست (جھینکا مچھلی کی ایک قسم ہے۔ ت)
 فتنی الارب میں ہے ،

نوے ازمایہ ست کو آزا ہندی جھینکا میگویند۔
 مچھلی کی ایک قسم ہے اسے ہندی میں جھینکا کہتے ہیں۔ (ت)

مخزن میں ہے ،

رو بیاں اور اربیان نیز آمدہ بخاری ماہی رو بیاں نامند۔
 رو بیاں اور اربیان بھی آیا ہے ، فارسی میں اس مچھلی کو رو بیاں کہتے ہیں۔ (ت)

اسی طرح تھہ میں ہے ۔ تذکرہ دوا و اطبا کی میں ہے ،

رو بیاں اسم لصوب من سمك بحر مصر و القند احمر کثیرا کما رطل نحو السرطان لکنہ اکثر لحمہ۔
 رو بیاں مچھلی کی قسم ہے ، بحر عراق اور بحر قزقم میں بکثرت پائی جاتی ہے ، یہ سرخ رنگ ، اور کثیر پتوں والے کیرٹے کی طرح ہوتی ہے ، لیکن وہ گوشت میں زیادہ ہے۔ (ت)

حیاء الحيوان الکبریٰ میں ہے ،

الرویان هو سمك مصفر جدا احمر۔
 رو بیاں بہت چھوٹی مچھلی سرخ رنگ ہوتی ہے۔ (ت)

۱۴۳/۱۰	دار احياء التراث العربی بیروت	تذکرہ مکتور	۵۴ ص
۹۲/۲	مطبع اسٹوڈیو لاہور	تذکرہ مکتور	۱۳ ص
۱۶۱/۱	مطبع ابیانی مصر	تذکرہ مکتور	۵۲۸/۱

جامع ابن بطیار میں ہے،

رویین سہل بھری تسبیح اہل مصعب
والغیر ذلک، و اہل الکندس یعرفونہ
یا القمرون یہ
رویان سمندری پھل ہے، مصر و اے لوگ اسے فرندس
اور اہل اندلس اسے قشرون کے نام سے
جاتے ہیں (دست)

انوار الاسرار میں ہے،

المرویات سہل صفار حبہ الاحمر
تو اس تقریر پر حسب اطلاق متون و تصریح معراج الدرایہ مطلقاً حلال ہونا چاہئے کہ متون میں مسیح
انواع سہل حلال ہونے کی تصریح ہے،

والطاف لیس ثوباً ہر اسہ مل وصف یعتری
کلی نوع -
طافی کوئی قسم نہیں ہے بلکہ ایک وصف ہے جو
ہر قسم کو لاحق ہو سکتا ہے (دست)

اور معراج میں صاف فرمایا کہ ایسی چھوٹی پھلیاں جن کا پیٹ پاک نہیں کیا جاتا اور سب آتش نکالے بھون پیتے
ہیں، امام شافعی کے سوا سب ائمہ کے نزدیک حلال ہیں، رد المحتار میں ہے،

وفي معراج الدرایة ولو وجد سمكة في حوصلة
طائر أو توکل، و عند الشافعي لا توکل لانه كالرجيم
و رجيم الطائر عندنا نحس، و قلنا انما يعتبر
بجسمه اذا تعبر وفي السمكة الصغار التي تقلى
من خیران یثوق جوفه فقال اصحابه لا یحسد
اکله لان رجيمه نحس و عند سائر الاشیاء
یحسد به

اور مرن ال رایہ میں ہے اگر پرندہ کے گھونسلے
میں پھلی پائی جائے کھائی جائے، اور امام شافعی
کے نزدیک نہ کھائی جائے کیونکہ پرندہ کے بیٹے کی طرح
ہے اور ان کے ہاں پرندہ کی بیٹہ نجس ہے، احمد
ہم کہتے ہیں بیٹہ تب بنے گی جب متغیر ہو جائے گی
اور چھوٹی پھلی جس کو بغیر پاک کئے بھون لیا جائے
شافعی حضرات فرماتے ہیں حلال نہیں ہے کیونکہ
اسکی بیٹہ نجس ہے، اور باقی ائمہ حلال کہتے ہیں۔ (دست)

مگر فقیر نے جو اہل الاغلاطی میں تصریح دیکھی کہ ایسی چھوٹی پھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں اور یہ کہ یہی صحیح ہے

لے الجامع المفردات الادویۃ والاعذیۃ عرف الراہ تحت رویان دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳۵ھ

لے انوار الاسرار

لے رد المحتار کتاب الذبائح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۴۶ھ

حيث قال السمك الصغار كلها مكروهة كراهة التحريم هو الاصل عليه
جہاں کہا کہ چھوٹی تمام مچھلیاں مکروہ تحریمہ ہیں، یہی صحیح ہے۔ (ت)

جھینگے کی صورت تمام مچھلیوں سے بالکل جدا اور گنگے وغیرہ کیڑوں سے بہت مشابہ ہے، اور لفظ ماہی غیر جنس سمک پر بھی بولا جاتا ہے جیسے ماہی سقنقر، حالانکہ وہ ناکے کا پتھر ہے کہ سوال میں پشلی میں پیدا ہوتا ہے، اور ریگ ماہی کہ قطعاً حشرات الارض، اور ہمارے اند سے علت روپین میں کوئی نہی معلوم نہیں، اور مچھلی بھی ہے تو یہاں کے جھینگے ایسے ہی چھوٹے ہیں جن پر جاہر اخلاطی کی وہ تصحیح وارد ہوگی، بہر حال ایسے شبہ و اختلاف سے بے ضرورت بچنا ہی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بریلی مدرسہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان مبارک ۱۳۱۰ھ
ماحولکم غفر اللہ لکم ہدایہ المسائل امید ونا
ان مسائل میں آپ کا کیا حکم ہے یہیں بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے،

- (۱) جھینگا خوردن حسب حکم وارد؟
- (۲) پوست بیضہ خوردن؟
- (۳) نسج عنکبوت خوردن؟
- (۱) جھینگا کھانا کیا حکم رکھتا ہے؟
- (۲) اندھے کا چھلکا کھانا؟
- (۳) مکرے کا بال کھانا؟

الجواب

(۱) مختلف فیہ است، ہر کہ از جنس ماہی الہیہ
حلال گفتمہ فامت السمکہ بحمیمہ انواعہ
حلال عندنا، ہر کہ غیر او گمان بردہ بکرم
رفقہ اذ کل ما خف ما خلا السمک
حرام عندنا، اسلم در بچوں مسائل اجتناب
است الحمد للہ فقیر و اہل بیت فقیر و راست
کہ خوردہ ایم و نہ ہرگز ارادہ خوردنش داریم۔ و اللہ
تعالیٰ اعلم۔

(۲) پوست بیضہ جزا دست پس در حلت؟

(۲) اندھے کا چھلکا اندھے کے حکم میں ہے کیونکہ

حرمت بحکم اوست بچوں جلد حیوان، واللہ تعالیٰ اعلم۔
اس کا جزو ہے جیسا کہ حیوان کی کمال۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) تصریح اس جزو میں یہ دو بنیال نیست اینما کتب حاضر دارم اما ظاہر محافت است بچوں خانہ زبور کما نص علیہ فی الہدایۃ عن الملتقط عن الامام حلف بن ابوب رحمہ اللہ تعالیٰ
زیر کہ نجش متولد از لعاب اوست واللہ تعالیٰ اعلم

لعاب سے بنتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (د)
مسئلہ از موضع در ہال ضلع مراد آباد مرسلہ شیخ محمد تمکیل صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ ملائم ہڈی کو چبا لیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک ہڈی ملائم گائے کے شانہ میں ہوتی ہے جس کو چبائی کہتے ہیں اور اسے گوشت کے ساتھ کھا لیتے ہیں۔ بتنا تو جودعا۔

الجواب

بہادر علانی مذبح کی ہڈی کسی قسم کی منع نہیں جب تک اس کے کھانے میں مضرت نہ ہو، اگر ہو تو ضرر کی وجہ سے محافت ہوگی، نہ اس لئے کہ ہڈی خود ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الصيد

(شکار کا بیان)

مسئلہ ۱۷۸۹ ۱۰ ربیع الآخر شریب ۲۲

ماقولکم (آپ کا کیا فرمان ہے) اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص روہ شکار بندوق کا شوق رکھتا ہے، پس حکم شرع شریفین کے کس قدر شکار کیلئے جائز ہے اور کس وقت میں؟ اور وہ شکاری ہر روز شکار کیسے سے گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ دریں امور پر حکم دارو۔ بیتنا افضلہ توجہ روا کثیرا۔

الجواب

شکار کہ بعض شوقیہ بغرض تفریح جو جیسے ایک قسم کا نکیل سمجھا جاتا ہے وہ نہ اشکار کیلئے کہتے ہیں، بندوق کا جو خواہ پھل کا، موزا نہ ہو خواہ گاہ گاہ، مطلقاً با اتفاق حرام ہے، حال وہ ہے جو بغرض کھانے یا دو یا کسی اور نفع یا کسی ضرر کے دفع کو ہو آج کل کے بڑے بڑے شکاری جو اتنی مالک والے ہیں کہ بازار سے اپنی خاص ضرورت کے کھانے یا پہننے کی چیز لانے کو جانا اپنی کسر شان سمجھیں یا نرم ایسے کہ دس قدم دھوپ میں چل کر مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہونا مصیبت جانیں، وہ گرم دوپہر، گرم ٹوئیں گرم ریت پر چلن اور ٹھہرا، اور گرم ہوا کے تھپیرے کھانا گوارا کرتے اور دو دو پہر تک دو دو دن شکار کے لئے گھر بار چھوڑے پڑے رہتے ہیں کیا یہ کھانے کی بغرض سے جاتے ہیں، حاشا وکلا بطور ہی لہو و لعب ہے اور با اتفاق حرام، ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ ان شکاریوں سے اگر کئے مثلاً پھل بازار میں ملے گی وہاں سے ملے لیجئے ہرگز قبول نہ کر سکیں گے، یا کئے کہ اپنے

پس سے دیتے ہیں، کبھی زمانیں گے بلکہ شکار کے بعد خود اس کے کھانے سے بھی چند ان غرض نہیں رکھتے
باش دیتے ہیں تو یہ حاکم یا قریب قریب و حرام ہے، درغذ میں ہے،

الصید مباح الا قتلهن کما هو حال هدره شکار مباح ہے مگر لہجہ کے طور پر مباح نہیں۔
اسی طرح اسبہاء و بزازیہ و مجمع الغادۃ و غنیہ ذوی الاحکام و تارخانہ و رواتق و غیرہ ماحرام میں ہے
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ معرفت برکوی، صاحب طالب علم بدر منظر الامم، مسؤلہ و جیدہ نقل ۱۸، ۱۲۲۹
کیا فرماتے ہیں علما سے دین اس مسئلہ میں کہ شکار قریب یا کھیل حرام ہے، زید کہتا ہے کہ شکار اگر گوشت کھانے
کے واسطے کھیل جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ ہم روز گوشت ہی کھاتے ہیں اور چونکہ آجکل گوشت ہنگامے اس وقت شکار کو
غالب ہوگا، اور اگر کوئی کسی کی جان بے غار دینا ٹیک نہیں تو روز گوشت کیوں کھاتے ہو، آئید کہ اس گفتگو پر یہ
سوال کیا گیا کہ تم مجھے کاسوال پیش کرتے ہو، اور اگر تم شکار سے پیٹ ہی بھرنا مقصود ہے تو روز شکار کیوں نہیں
کھیلتے تاکہ تم کو پورا فائدہ حاصل ہو، اس کا جواب ہے کہ یہ کیوں شکار کھیلتے ہو، وہ بھی اپنے معمول کو ساتھ لے جا کر۔ اس سے
یہ ظاہر ہوا کہ تم قریب یا کھیل شکار کھیلتے ہو، جس کی عادت شرعاً مذمت نہیں، یہ بہ نوا حضور سے مستغنی ہے
کہ زید کی گفتگو صحیح ہے یا نہیں، اور یہ کیا تاویل قابلِ سماعت ہوگی یا نہیں، جبکہ زہجوری سے نہ کسی
بیماری کی سمیت شکار کے گوشت سے مد نظر ہے۔

الجواب

تفریح کے لئے شکار حرام ہے اور مذایا دوا کے لئے مباح ہے، اور میت کا علم اللہ کو ہے، اگر واقعی
وہ کھانے ہی کے لئے شکار کر جاتا ہے تو ذبح مقصود نہیں تو حرج نہیں، اور اس کی علامت یہ ہے کہ چمیل کے
شکار کو جانا چاہئے، اور چمیلیاں بازار میں ملتی ہوں اور دام رکھتا ہوا نہ خریدے بلکہ شکاری کر کے لائے، اور
وہ تکلیف و مصائب جو اس میں ہوتی ہیں مگر اگر اسے تو ہرگز اسے کھانا مقصود نہیں، بلکہ وہی تفریح۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰ مسؤلہ علی احمد صاحب ۱۵ جمادی الثانیہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علما سے دین اس مسئلہ میں کہ شکار چمیلی کا کھانا جائز ہے، نا جائز، شکار چارہ قلی
سے اور گھیسے سے کھیا جاتا ہے۔

الجواب

کسی جانور کا شکار اگر غدا یا دوا یا دفع ایذا یا تجارت کی غرض سے ہو جائز ہے، اور جو تفریح کے لئے ہو جس طرح آج کل رائج ہے اور اسی لئے اسے شکار کہنا کہتے اور کھیل سمجھتے ہیں، اور وہ جو اپنے کھانے کیلئے بازار سے کوئی چیز خرید کر لانا چاہتا ہے، دھوپ اور ٹوئیں ٹانگ اڑاتے اور پانی بھاتے ہیں، یہ مطلقاً حرام ہے کما نص علیہ فی الاستبہاد والصلحت وغیرہ (جیسا کہ اشباہ اور درمختار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ ت) پھر کھیل کا شکار کہ جائز طور پر کریں، اس میں زندہ گھیسار پروناجا تو نہیں، ہاں مار کر ہویا تکی وغیرہ بے جان چیز تو مضائقہ نہیں، یہ سب اس فعل کی نسبت احکام تھے، یہی شکار کی ہوتی پھیلی اس کا کھانا ہر طرح حلال ہے اگرچہ فعل شکار ان ناجائز صورتوں سے ہو ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از جید آباد دکن محلہ افضل گنج اقامت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب علی گڑھ نج ریاست جید آباد مدرسہ جناب صاحبزادہ مولوی سید احمد اشرف بیاض صاحب متوطن کچھ چھا شریف ضلع فیض آباد، شاگرد رشید مفتی صاحب مذکور ۳ محرم الحرام شریف ۱۳۱۴ھ۔

کیا فرائض میں علامتے ہیں کہ نہ اقل کی گولی نہ شکار حلال ہے یا حرام، گولی کو علت صید میں تیر کا حکم ہے یا نہ، لمبی شکل کی جو گولیاں ہوتی ہیں ان کا حکم کیا ہے؟ میسوا توجرو

الجواب

بندوق کی گولی دربارہ علت صید حکم تیر میں ہیں، اس کا مارا ہوا شکار مطلقاً حرام ہے کہ اس میں قطع و خرق نہیں، صدم و وق و کسر و خرق ہے، شامی میں ہے، لا یخفی ان المرحہ باسرها صا نما ہو یا لا حرق و اشتعل بواسطۃ اندفاعہ العیض اذ لیس له حد فلا یحطل و بہ افتی اس مجید

یہ معنی نہیں کہ تانبے کی گولی کا زخم اس کے جلانے اور قتل کی وجہ سے ہے جو بذریعہ شدید دباؤ کے حاصل ہوتا ہے کیونکہ دھار نہیں ہوتی تو شکار حلال نہ ہوگا، (اور یہی ابن کیم کا فتویٰ ہے) (ت)

مطلوبہ شکل کی جو گولیاں ہیں اذ وہ بھی دھار دار نہیں ہوتیں بلکہ تقریباً بیضوی شکل پر ہوتی ہیں اور آلہ صید یعنی تیر ہونا اگرچہ شرط نہیں مگر محد یعنی بارود دار ہونا کہ قابل قطع و خرق ہو ضرور ہے، ثانیاً اگر بالفرض گولی تیر کی طرح دھار دار ہی بنائی جائے اور اسے بطور معبود بندوق سے سر کریں جب بھی

ثبوتِ حلت میں نظر ہے کہ معرفتِ دھار دار کا وجود ہی کافی نہیں بلکہ یقین بھی ضروری ہے اس کی دھار سے قطع ہونا ہی باعثِ قتل ہوا، اور یہاں ایسا نہیں کہ اُس کا احراق و حد و ترشید قائل ہے کہ سماعتِ اُبع (جیسا کہ ابھی آپ نے سنا۔ ت) تو قتل کی یہی وجہ قتل ہوا ہو، نہ قطع، اور بحالتِ شک احتمالِ حکمِ حرمت ہے۔ ہدیر میں ہے،

الأصل في هذه المسائل انت الموت
إذا كان مضافاً إلى العرح سيقين كان الصيد
حلالاً، وإذا كان مضافاً إلى الثقل
سيقين كان حراماً، وإن وقع الشك
لا بد من حرمات بالجرم أو بالشك كان
حراماً احتياطاً.

ان مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر موت یقینی طور
پر زخم کی طرف منسوب ہو تو شکار حلال ہے،
اور اگر وہ قتل کی طرف منسوب ہو تو یقیناً حرام ہے
اور اگر شک ہو اور معلوم نہ ہو کہ زخم سے
مرا ہے یا قتل سے تو احتیاطاً حرام
ہے۔ (ت)

اسی میں ہے،

لا يترك ما به البسندة فمات بها
لأنها تدق وتكسر ولا تجرح
كذلك انت مرعاة بحجر وكذا انت
جرحه، قالوا تأويله إذا كانت ثقيلة
وبه حدة لاحتمال أنه قتله بشقله الخ،
والله تعالى.

مذوق لکھنے سے ہلکے مشدہ کو نہ کھایا جائے کیونکہ
وہ دباؤ سے ٹوڑتی ہے زخم نہیں کرتی، اور اسی
طرح اگر پتھر مارا اور دباؤ سے زخمی ہوا، وضاحت
یہ ہے کہ اگر پتھر بھاری ہو اور اس کی دھار ہو تو
حرام ہے کیونکہ احتمال ہے کہ قتل کے دباؤ سے
ہلاک ہوا ہو، اس لئے حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

بسم الله الرحمن الرحيم، چرمی فرماید علما نے دین و مفتیان شرع متین وریں باب (اس باب میں
علمائے دین و مفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں۔ ت) کہ ایک شخص نے لسمہ اللہ کہ کر شکار پر ہندوق چلائی،
پس جس وقت جا کر دیکھ تو کوئی آثار اس میں زندگی کے نہ تھے اور نہ جنبش تھی، جس وقت کہ اس کو ذبح کیا تو خون
نکلا اچھی طرح سے، پس وہ شکار حلال ہے یا حرام؟ اور اگر اس کو حلال نہ کرتے تو حلال ہوتا یا حرام؟ اور

در صورت نہ نکلنے خون کے بھی، جواب تحریر فرمائیے۔

الجواب

اگر ذبح کر لیا اور ثابت ہو کہ ذبح کرتے وقت اس میں حیات تھی مثلاً پھر اک رہا تھا یا ذبح کرتے وقت تڑپا اگرچہ خون نہ نکلا، یا خون ایسا دیا جیسا نہ جوح سے نکلا کرتا ہے اگرچہ جنبش نہ کی، یا کسی اور علامت سے حیات ظاہر ہوئی تو حلال ہے، اور اگر بندوق سے مار کر چھوڑ دیا ذبح نہ کیا یا کیا مگر اس میں وقت ذبح حیات کا ہونا ثابت نہ ہوا تو حرام ہے، مریض مارکار اس پر ہے کہ ذبح کر لیا جائے اور وقت ذبح اس میں رہتی حیات باقی ہو، اگرچہ نہ جنبش کرے نہ خون دے، حلال ہو جائے گا اور نہ حرام۔ درمختار میں ہے،

ذبح شاة مریضة فتحرکت او خرج الدم حلت
والا لان له تدبیر حیاتہ عند الذبح وان
معد حیاتہ حلت مطلقاً، وان لم تتحول
ولم يخرج الدم وهذات فی منخنة
ومتدیه و طیحة، والتی بقی الذنب
بطب فذکاة هذا الاشیء وتحلل وان کانت حیاتها
خفیة وعلیه الفتوی لقوله تعالی الا ما ذکیت
من غیر فصل فی رد المحتار عن البزار
عن الاسیجانی عن الامام اعظم رضی اللہ
تعالی عنہ مخرج لدم لا یدل علی الحیة
الا دکان یخرج کما یخرج من الحی قال
وهو ظاهر الروایة۔

رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ محض خون نکلن حیات کی دلیل نہیں مگر ایسا نکلے جیسے زندہ سے نکلتا ہے
توحیات کی دلیل ہے، اور یہ ظاہر الروایہ ہے۔ (ت)

اسی کی کتاب الصید میں ہے،

المعتبر فی المتدیه واخوانها کنطیحة	اور پر سے گرنے والی اور اس جیسی مثلاً سینگ زندہ
لہ درمختار	کتاب الذبائح
لہ رد المحتار	کتاب الذبائح
دار احیاء التراث العربی بیروت	۱۹۶/۵
مطبع مجتبائی دہلی	۲۳۰/۲

و موقودۃ وما کنی السبع والمی یصیۃ مطلق
الحیۃ وان قلت کما اشرنا الیه وعلیه
الفتویٰ

لا ٹھی زدہ ، دوزخ کی کھائی ہوئی اور مرضیہ میں مطلق
حیات معتبر ہے اگرچہ حیات قلیل ہی ہو جیسا کہ ہم
نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے ، اور اسی پر
فتویٰ ہے۔ (ت)

دارک التنزیل میں ہے :

الموقودۃ التي اتحنوها ضراً لبعضی
لوجہ جری

موقودہ وہ ہے جس کو لا ٹھی یا پتھر سے
مارا ہو۔ (ت)

معالم میں ہے :

قل قنادة كانوا يصرونه بالعصى فسادا
ماتت اكروها ثم فطهران المضروب بكل
عشقل كالبندة ولوبدة الرصاص
كله من الموقودة فيحل بالذكاة وامن
قلت الحياة۔

قنادہ نے کہا باہلیت میں لوگ لا ٹھی مار رہے تھے جب
مر جاتی قنادہ سے کھاتے تھے اور ، تو ظاہر ہوا کہ کسی
دباؤ والی چیز سے ضرب لگی ہوئی جیسے بندوق گرہ
تاسنے کی گولی برتو وہ موقودہ یعنی لا ٹھی زدہ کے
حکم میں ہے تو وہ دباؤ سے حلال ہوگی اگرچہ حیات
قلیل ہو۔ (ت)

رد المحتار میں ہے :

لا یخففان المحرم بالرماس انما هو بالاحراق
والثقل بواسطة اسداعه العنيفة اذ ليس
له حد فلا یحل وبه افتی اجتہد نجیم
واللہ تعالیٰ اعلم۔

محرم نہیں کہ تاسنے کی گولی کا زخم جلانے اور ثقل سے
جو شہید دباؤ کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں ،
بنا ہے ، کیونکہ دباؤ نہیں ہوتی ، لہذا اس زخم
سے حلال نہ ہوگی ۔ اسی پر ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے
واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۶۳/۲	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الصید	لے در مختار
۲۶۹/۱	دار الکتاب العربی بیروت	تحت آیت ۲/۵	لے دارک التنزیل (تفسیر النسخی)
۶/۲	مطبع ابابائی مصر	-	لے معالم التنزیل علی ہاشم تفسیر الخائف
۲۰۲/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصید	لے رد المحتار

مسئلہ از گزندہ بہرائچ مکان مولوی شرف علی صاحب مدرسہ حضرت سید حسین چودریاں صاحب
۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بندوق کا شکار کھانا جبکہ تکبیر کے ساتھ سر کی بجائے کیا حکم
رکھنا ہے؟ بیستوا توجہ دوا۔

الجواب

اگر زندہ پایا اور ذبح کر لیا، ذبح کے سبب حلال ہو گیا اور ہرگز نہ کھایا جائے، بندوق کا حکم تیر کی مثل
نہیں ہو سکتا، یہاں آکر وہ چاہیے جو اپنی دھار سے قتل کرے اور گولی چھرے میں دھار نہیں، آکر وہ چاہئے
جو کاٹ کرتا ہو، اور بندوق توڑ کرتی ہے نہ کہ کاٹ۔ رد المحتار میں ہے،

لا یحرم ان یجرم بالرمی ما منا ہو بالاحراق
والثقل بواسطة اعداء مع العیض اذ لیس
به حد فلا یحل و به الفی ابن یحییٰ
مخفی نہیں کہ تانے کی گولی کا زہم بلانے اور قتل جو
شدید دہاو سے حاصل ہوتے ہیں سے جتنا ہے کیونکہ
گولی کی دھار نہیں ہوتی لہذا اس سے حلال نہ ہوگی
اسی پر ابن نجیم نے فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

فتاویٰ امام قاضی میں ہے،

لا یحل صید البندق و ما شیه دلت و
ان خرق لایحرق الا ان یکون
شیء من ذلک قد حدد و طولہ
کالسهم و امکن ان یرمی به، فان کان کذلک و
حرقة یحدہ حل اکلہ استی، و به ما فہم ما من
لعمم اجتہ علماء کا تصور من الحرمة بالرمی
لکبیر شفتہ دون بحت محتمل، و ذلک لان
ما یحل لیس هم المحقة
بل المحدد و الخرق، و یدیعی

بندوق وغیرہ کا شکار اگرچہ زخمی ہو جانے حلال نہیں ہے
کیونکہ یہ چیرتی نہیں ہاں، اگر گولی کی لمبی دھار ہو
تو تیر کی مانند ہونے کی بنا پر اس کی طرف پھینکی جاسکے
اور وہ چھرے تو اس کا کھانا حلال ہوگا، اس بیان
سے کانپور کے بعض اجل علماء کا یہ گمان نہ فوٹ ہو گیا
کہ بڑی تانبے والی گولی سے حرم ہے کیونکہ وہ بھاری
ہوتی ہے اور چھرے دار گولی سے حد نہ ہوگی کیونکہ
چھرے باریک ہوتے ہیں یہ اس لئے کہ علت کا
دار خفیف و باریک ہونا نہیں ہے بلکہ اس کا مدار

یہاں سے من ذلک فی الجہات الاتری الحب
ما قال فی الدر المختار لو کانت یعیض
ابسندقة خضعة بها حدة حل حیث
لم یقتصر علی الحقة حق راد بها حدة اولاد
من قید آخر ترکہ لوضوحہ بہ و هو ان نصیبہ
یحدھا کما صرح عن الامام فقیہ النفس ، و
ہی مسئلة المعراض ، الشهيرة فی الکتب ،
والصواب اطلاق المسد - واللہ سبغہ وتعالی
اعلم و علمہ حل مجددا اتم واحکم -

دھار دار اور دھیرنا ہے اور یہ چیز چھروں یعنی دانوں میں
بدیہی طور پر نہیں پائی جاتی، آپ دیکھتے ہیں کہ جو درخت
میں فرمایا کہ یا ایک گولی کی دھار ہو تو حلال ہے یہاں
انہوں نے صرف حفت پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ دھار کو
زائد ذکر کیا اور ایک اور قید بھی ضروری جس کو واضح کرنے
کی وجہ سے ذکر نہ کیا وہ یہ کہ دھار گنے سے زخمی ہو گیا کہ
امام فقیہ النفس (قا ضیخان) کا کلام گزرا ، اور کتب
میں معارض کے عنوان سے مسئلہ مشہور ہے تو
یہی درست ہے کہ گولی کا شکار مطلقاً منع ہے، واللہ
سبحہ وتعالی اعلم و علمہ حل مجددا اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۸۳ از کراچی بند محمد عبدالرحمن محمد کرائی
چرمی فرمایا عطا نے کرام حکم دیکھ اندریں مسئلہ کہ اگر
شخص شکار پر تعاقب یعنی بندوق کرد، و بدیہی بندوق
رصاص یعنی گولی یا چھو شکار زخمی شدہ شخص مذکور
وقت سرگردن بندوق بسم اللہ اکبر ہم گفتم نما جانہ
مذکور قبل از ذہب مرد، آیا آں جانور شرعاً حلال است
یا حرام ، درین مسئلہ در میان علمائے ہند کراچی بیجا
و اختلاف افتادہ است، آخر الامر طریق بریں قرار دادہ
کہ ہرچہ ایکہ عما کے کرام بریلی و ہند، جانشین تسلیم
مایند - یقیناً اتوجرو ایوم الحساب -

مسئلہ ۸۴ مولوی عبد الرحیم صاحب کرائی ۲۵ شعبان ۱۳۱۱ھ
علمائے کرام، ہم اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ
میں کہ اگر کوئی شخص بدوق سے شکار کرے اور تانبے
کی گولی یا چھو سے شکار زخمی ہو کہ ذبح سے قبل
مر جائے اور وہ بدوق چلائے وقت بسم اللہ اکبر
پڑھے تو کیا وہ جانور حلال ہے یا حرام ؟ اس
مسئلہ میں ہندو کراچی کے علمائے کرام با حاشہ و اختلاف ہے
باقی دونوں فریقوں نے قرار دیا کہ علمائے بریلی جو
بجائیں ہم تسلیم کر لیں گے ، جواب دو اجر پاؤ
قیامت کے روز۔ (ت)

الجواب

حلال نیست زیرا کہ آله آں باید کہ دم بزندہ دارد
نه آنکہ صدرہ شکندہ . یا گرمی سوزندہ
حلال نہیں ہے کیونکہ اسی کے لئے خون بہانے
والا آلہ چاہئے مذکورہ جو ٹکرا کر توڑے یا گرمی سے

کافی رد المحتار - واللہ تعالیٰ اعلم۔

جلائے، جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (د ت)

مسئلہ

۲۱ ربیع الآخر شریعت ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ٹخنے کا پکڑا ہوا شکار مسلمان کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ایک خرگوش کو کتے نے اس طرح پکڑا ہے کہ اس کے دانت خرگوش کے جسم میں پیوستہ ہو گئے ہیں اور بہت سا جسم اس کا چبا ڈالا ہے کہ خرگوش کے جسم میں خون جاری ہے، ہنوز ابھی جان باقی ہے، پس اس کو ذبح کو کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

بسم اللہ کہہ کر تعلیم یافتہ کتے کو جو شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ دیا کہ وہ خود نہ کھائے، وغیرہم کے حلال جانور وحشی پر جو اپنے پاؤں یا پروں کی طاقت سے اپنے پکاؤ پر قادر تھا چھوڑا اور کتا اس کے چھوڑنے سے سیدھا شکار پر گیا یا اس کے پکڑنے کی تدبیر میں مصروف ہو ایچ میں اور طرف مشغول یا غافل نہ ہو گیا اور اس نے شکار کو زخمی کر کے مار ڈالا یا ایسا مجروح کر دیا کہ اس میں اتنی ہی حیات باقی ہے جتنی مذبح میں ہوتی ہے کچھ دیر تپ کر مرنے لگا تو کتے چھوڑے اس میں کوئی کاغذ، جھوسی یا بت پرست یا طمس یا مرتد جیسے آجکل کے نصاریٰ، راضی و نجری، وہابی، قادیانی وغیرہم، خلاصہ یہ کہ مسلمان یا کتہ بی کے سوا کوئی شریک نہ تھا، شکار کے قتل میں ٹخنے کی شرکت کسی دوسرے کتے یا تعلیم یافتہ یا سب نجری یا کسی اور جانور نے نہ کہ جس کا شکار ناجائز ہو، اور چھوڑنے والا چھوڑنے کے وقت سے شکار پر اسے تک اسی طرف متوجہ رہا یا بچ میں کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا، تو وہ جانور بے ذبح حلال ہو گیا، اور ان چودہ شرطوں سے ایک میں بھی کمی ہو اور جانور بے ذبح مر جائے تو حرام ہو جائے گا ورنہ حرم کا شکار تو ذبح سے بھی حلال نہیں ہوتا، باقی صورتوں میں ذبح شرعی سے حلال ہو جائیگا۔

تنویر الابصار و در مختار و رد المحتار میں ہے،

کوئی شکار کل پندرہ شرطوں سے مباح بنتا ہے، پانچ شرطیں شکاری میں پائی جائیں کہ وہ ذبح کرنے کا اہل ہو، اور وہ خود کتے کو شکار پر چھوڑے، اور اس کے ساتھ چھوڑنے میں ایسا شخص شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا، اور وہ قصداً بسم اللہ کو ترک نہ کرے، اور کتا چھوڑنے اور شکار کو پکڑ لینے تک

(الصید بخمسة عشر شرطاً) خمسة في الصائد وهو ان يكون من اهل الذكاة وان يوجد منه الايام سال وان لا يشاركه في الارسال من لا يحل صيده، وان لا يترك التسمية عامداً، وان لا يشغل بين الارسال والاخف

يعمل آخره وخمسة في النكاح ان يكون
معلماً ، وان يذهب على سنن الارمالي
وان لا يشركه في الاخذ ما لا يحرم صيده
وان يقتله جرحاً ، وان لا ياكل منه ، و
خمسة في الصيد ان لا يكون من بنات
البدن لا السمك ، وان يمنه نفسه بجناحيه
او قوائمها ، وان لا يكون متعقب سابه ، و
بمعليه ، وان يموت بهذا قبل ان
يصل الى الذبحة ام قتل ومعنى قوله ان
يموت اي حقيقة ، حكما بان لا يبقى فيه
حياة فوق المذبوح : الص عليه في الدار
وادفعه المحشو

انہیں میں ہے ،

شرط كون الدابة مسنة حلالا خارج المحرم ،
ان كان صيدا ، فصيد المحرم تحل الذكاة
مطلقا او كتابيا ولو مجنوناً ،
مخلصاً ، والسماد به المعتوه
كما في العناية من النهاية
لائت المجنون لا قصد
له ولا غية لائت التسمية

در میان میں کسی اور عمل میں مصروف نہ ہو اور پانچ شرطیں
کہتے ہیں پائی جائیں (۱) سکھایا ہوا ہو (۲) سیدھا
شکار کی طرف جائے (۳) کتے سے شکار کو وصولی
کر نیوالا ایسا شخص نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں ہوتا
(۴) شکار کو تازہ زخمی کر کے مارے (۵) اگر وہ شکار
کو نہ کھائے۔ اور پانچ شرطیں شکار میں پائی جائیں
(۱) پانی میں پیدا ہونے والا شکار صرف گھٹی ہو ،
(۲) وہ بھاگ کر یا اور کر اپنا دفاع کر سکے (۳) کیلی
دانت یا پنچوں والا نہ ہو (۴) ذبح تک رسائی سے
قبل مر جائے۔ میں کہتا ہوں ، اس کا کہنا کہ
مر جائے یعنی حقیقتہً مر جائے یا حکماً مر جائے کہ مذکور
سے زائد اس میں حیات نہ ہو ، جیسا کہ در مختار میں
تصریح ہے ، اور غشی سے اس کو واضح کیا ہے (۵) دانت

ذبح کرنے والے کے لئے مسلمان جو حالت احرام
حرم میں نہ ہو ، شرط ہے ، اور شکار ہو تو ضروری
۔ حرم سے باہر ہو کیونکہ حرم کا شکار ذبح کرنے
سے حلال نہیں ہوتا مطلقاً یا ذبح کرنے والا اہل کتاب
میں ، اگرچہ ذبح کرنے والا مجنون ہو اور مخلص ،
مجنون سے ، معتوہ (ابتداءً جنون) ہو جیسا کہ
عقاید میں نہایت سے نقل کیا ہے کیونکہ کامل جنون والا

۲۹۱/۲

مطبع مجتہدانی دہلی

۲۹۴/۵

دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۳۸/۲

مطبع مجتہدانی دہلی

۱۔ درمختار شرح تنویر الایضار کتاب الصيد

۲۔ درمختار علی الدر المختار

کتاب الذبائح

۳۔ درمختار

شرط بالنص وهي بالقصد وصحة القصد
 بما ذكرنا يعني قوله اذا كان يعقد القضية
 والذبيحة ويضبط آهش .
 قصد اور نیت کا اہل نہیں ہے کیونکہ بسم اللہ پڑھنا
 منصوص شرط ہے اور وہ قصد کے لغیر ممکن نہیں
 اور قصد کی صحت ہمارے ذکر کردہ سے ہوتی ہے
 یعنی اس کا قول کہ وہ بسم اللہ اور ذبح اور ضبط کر
 لیتا ہو، آہش (ت)

ان سب شرائط کے ساتھ جسی خرگوش کو کتے نے مارا مطلقاً حلال ہے، اور اگر ہنوز مذبح سے زیادہ زندگی
 باقی ہے تو بعد ذبح حلال ہے، اس کے دانت جسم میں پیوست ہو جانا و جرحانعت نہیں ہو سکتا، قرآن عظیم نے
 اس کا شکار حلال فرمایا اور شکار بے زخمی کئے نہ ہوگا اور زخمی جسمی ہوگا کہ اس کے دانت اس کے جسم کو شق کر کے اندر
 داخل ہوں، اور یہ خیالی کہ اس صورت میں اس کا لعاب کہ ناپاک ہے بدن کو نجس کر دے گا، دو و جرح سے غلط ہے،
 اور کلا شکار حالت غضب میں ہوتا ہے اور غضب کے وقت اس کا لعاب خشک ہو جاتا ہے،

ولذا امر في جسد من لعن في احد طرفي الشوب
 سلاطه فينجس، او غضبان خلا .
 اس نے طہار کی ایک جماعت کتب کے پاک کپڑے کو پیار سے
 منہ میں لینے اور غصہ کی حالت میں لینے میں فرق کیا ہے

کہ جب فوراً پیار سے منہ میں لے تو پاک، اور غصہ میں لے تو پاک ہے (ت)
 ثانیاً اگر لعاب لگا بھی تو آخر جسم سے خون بھی نکلے گا وہ کب پاک ہے جب اس سے طہارت حاصل
 ہوگی اس سے بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب الاضحیہ (قربانی کا بیان)

مسئلہ ۱۸۶ از موضع مچیدی ص ۱۱۱ پہلی سمیت مسئلہ ۱۸۷ بن خراسانی صاحب ۳۱۹ھ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جلد چہارم کتاب شرح وقایہ کتاب الاضحیہ ص ۳۳ میں تحریر ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم میں سے چاند ذی الحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہئے کہ اپنے بال اور ناخن کو روک رکھے یعنی نہ کاٹے، روایت کیا جہامت نے۔ اب ایک شخص اہل اسلام کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے، تو وہ شخص دیکھے چاند ذی الحجہ کے سے اپنے بال اور ناخن نہ روک رکھے یا جہامت کرا لے، یا اس نے یہ حکم نہ مانا اور رسول مقبول کی حکم عدولی کرے تو اس کے واسطے شرع شریف سے کیا حکم ہے؟ اور کیا کہا جائے گا؟ جواب تحریر فرمائیے، اور قربانی اس کی صحیح طور پر ہوگی یا کوئی نقص اس کی قربانی میں عام ہوگا؟ یتنوا توجروا۔

الجواب

یہ حکم صرف استجبانی ہے، مگرے تو بہتر نہ کرے تو مضائقہ نہیں، نہ اس کو حکم عدولی کہہ سکتے ہیں، نہ قربانی میں نقص آنے کی کوئی وجہ، بلکہ اگر کسی شخص نے ۳۱ دن سے کسی عذر کے سبب خواہ بلا عذر ناخن نہ تراشے ہوں نہ خط بنوایا ہو کہ چاند ذی الحجہ کا ہو گیا، تو وہ اگرچہ قربانی کا ارادہ رکھتا ہو اس مستحب پر عمل نہیں کر سکتا کہ اب دسویں تک رکھے گا تو ناخن و خط بنوائے ہوئے اکتالیسواں دن ہو جائے گا

اور چالیس دن سے زیادہ نہ ہوا گناہ ہے، فعل مستحب کے لئے گناہ نہیں کر سکتا،

في رد المحتار في شرح المية وفي المضمرات
عن ابن المبارك في تقويم الاطعماء وحلق الراس
في عشر ذي الحجة ، قال لا تؤخر السنة ،
وقد ورد ذلك ولا يحب التأخير اهـ فهذا
معمول على اسدب بالاجماع الا ان فلف
الوجوب لا ينافي الاستعجاب ، فيكون مستعجبا
الا ان استلزم الزيادة على وقت اباحه
استعجبه ، و نهائيه مادون الاربعين ،
فلا يباح موته اتم مختصرا . والله تعالى
اعلم .

رد المحتار میں ہے کہ غید کی شرح اور مضمرات میں
ابن مبارک سے نقل کیا کہ ناخن کاٹنا اور سر منڈانا
ذوالحجہ کے دس دنوں میں آپ نے اس کے متعلق
فرمایا کہ سنت کو مؤخر نہ کیا جائے جبکہ اس کے متعلق
حکم وارد ہے تاہم تلخیر واجب نہیں ہے اور، تو یہ
استعجاب پر محمول ہے اور وجوب کی نفی استعجاب کے
منافی نہیں ہے لہذا استعجب ہے ہاں اگر اباحت
کی مدت پر تاخیر کو مستلزم ہو تو مستحب نہ ہوگا ،
اباحت کی مدت کی انتہا چالیس روز ہے، تو اس سے
زیادہ تاخیر مباح نہ ہوگی اور مختصراً۔ واللہ تعالیٰ
اعلم (الطوالت)

مسئلہ ۱۸۴ مسئلہ اکثر و اعطاء السنہ سو پوری ڈاکٹہ۔ سرور چر ضلع چتر بساطت مولوی ضیاء الدین صاحب
۵ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ

قربانی یا یام تشریق تک جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی یوم نحر تک یعنی دسویں سے بارہویں تک جائز ہے، آخر یا یام تشریق تک کہ تیرہویں ہے
جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۸۵ مسئلہ مولوی حاجی الہ یار خاں صاحب تاجر کتب ۱۲ ربی الثانی ۱۳۰۵ھ
رامپور میں عید اضحیٰ شنبہ کے دن ہوئی اور بریلی میں یک شنبہ کو، اب در صورت عدم اطلاع کے
جن لوگوں نے سر شنبہ کو قربانی کی، اور بعد اس کے مطلع ہوئے، ان لوگوں کی قربانی درست ہوئی
یا نہیں؟ اب ان پر کیا حکم ہے؟ یقیناً توجہ دوا۔

الجواب

دوسرے شہر کی رویت مجروحکایات و اخبار سے ہرگز ثابت نہ ہوگی، مثلاً چند آدمی اگرچہ کیسے ہی عادل ثقہ ہوں یہاں آکر بیان کریں، وہاں غلاں دن رویت ہوتی یا عید کی گئی، یا حکم دیا گیا، یا ہمارے سامنے گواہیاں گزریں، یا مادی پھری، کچھ قابل انتہات نہیں کہ امر شرعی کا ثبوت بروج شرعی چاہئے، حاکمی طور کا یقین کوئی چیز نہیں، مگر عوام تو عوام اس زمانے کے بہت ذی علم بھی یقین شرعی و عرفی کے فرق سے غافل ہیں۔

فی الدر المختار وحاشیة رد المختار (لا لو شہدوا برویة غیرہم لادہ حکایة) فانہم لو شہدوا بالرویة لا عو شہدوا غیرہم واما حکوا برویة غیرہم، کذا فی فتح القدیر، قلت وکن لو شہدوا برویة غیرہم، وان قاصی تلك المصرا من اناس بصور من مضان لانه حکایة لفضل القاضی ایضا ولیس بمعجزة بخلاف قصائدہ۔

اگر لوگوں نے غیر کی رویت پر شہادت دی تو جائز نہیں کیونکہ یہ محض حکایت ہے کیونکہ انہوں نے اپنی رویت پر شہادت دی اور نہ غیر کی شہادت پر مبنی شہادت دی انہوں نے تو صرف غیر کی رویت کی حکایت کی ہے یوں ہی فتح القدیر میں ہے۔ میں کہتا ہوں اگر وہ غیر کی رویت پر شہادت بھی دیں تب بھی یہی حکم سب درپوش اگر وہ اس شہر کے قاضی کے اس حکم پر شہادت دیں کہ اس نے لوگوں کو رمضان کا روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے کیونکہ یہ قاضی کے فضل کی حکایت ہے اور یہ حجت نہیں ہے بخلاف جبکہ وہ قاضی کی قضا پر شہادت دیں وہ حجت ہے (الخ) پس اگر آپس کی خبر اسی طرح یہاں آئی جب تو رشید کی قربانیوں میں اصل حاصل نہیں،

لانہم سوا علی امر شرعی وهو اکمال العدة ثلثین عند العمة ولم یثبت ما یردہ فلا یخاطبون لامہا وقع عندہم

کیونکہ انہوں نے شرعی حکم کو مبنی قرار دیا وہ تیس کی گنتی پوری کرنا جب بادل ہوں اور اس شرعی حکم کو رد کرنے والی کوئی چیز ثابت نہیں جبکہ لوگ اپنے ہاں پائی جائز الی دلیل کے مخاطب ہیں (ت)

اگرچہ انہوں نے خلاف احتیاط مشک کیا کہ قطع نظر اس سے کہ افضل و فاضل یعنی وہم و یذہم چھوڑ کر سب میں گیا درجہ اختیار کیا، جب اگلے چارہ کی تاریخ میں بھی احتمال تھا اور بے رویت و شہادت صرف تیس

پورے کرنے پر ہمارے کار ہوئی تھی تو غصہ کی عید بھی ایک احتمال رکھتی تھی، ایسی حالت میں فی التّحید اذات پر نظر کر کے سرِ شنبہ تک بیٹھا رہنا نہ چاہئے تھا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بحالت احتمال مستحب ہے بارہویں تک دیر نہ لگائے، اور دیر ہو جائے تو مستحب ہے کہ اس قربانی سے کچھ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں نہ لائے بلکہ بالکل راہِ خدا میں اٹھائے۔ شرح نغایہ قسمتی میں ہے :

لو شك في يوم الاضحية فاحب ان لا يؤخر الى
ليوم الثالث والا فحب ان يتصدق كله
اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو قیسرے دن تک
مؤخر نہ کی جائے ورنہ تمام گوشت کو صدقہ کرنا سب سے
پسند ہے (ت)

با این ہمہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کی قربانی قصہ ہوگئی، البتہ افضل یہ ہے کہ جس قدر گوشت وغیرہ اپنے یا اور اغنیاء کے صرف میں آگیا ہو اس کی قیمت لگا کر صدقہ کریں، اور نیز جانور مذبح و زندہ میں جو حسب ذبح جو تفاوت قیمت ہو گیا وہ بھی خیرات کریں، مثلاً زندہ ایک روپیہ کو آیا تھا اور ذبح کیا ہوا بارہ آنے کو جاتا تو چار آنے اور قصہ ق کے جائیں، عالمگیری میں ہے :

اداء شك في يوم الاضحية فالمستحب ان
لا يؤخر الى اليوم الثالث ، وان لم يستحب
ان لا ياكل منه ويتصدق بالكل فيتصدق
بفضل ما بين المذبح وغير المذبح
لانه لو وقع في غير وقت لا يخرج عن العدة
الا بذلك ، كذا في المحيط السرحي
اگر قربانی کے دن میں شک ہو تو مستحب یہ ہے کہ
تیسرے روز تک سو د نہ کی جائے اور مؤخر ہو جائے
تو پھر مستحب یہ ہے کہ تمام گوشت صدقہ کیا جائے اور
خود کچھ نہ کھائے اور مذبح اور غیر مذبح میں قیمت
کے فرق زائد کو صدقہ کرے کیونکہ اگر قربانی اپنے وقت
سے باہر ہو تو اس کے بغیر جلدہ برا نہیں جوتا، یوں
محیط سرخسی میں ہے (ت)

در مختار وغیرہ میں ہے :

فان كل تصدق بقسمة ما احس كل
ذكره في النذر ، و فدانته في امن النذر
اگر کیا یا تو جتنا کھایا اس کی قیمت کو صدقہ کرے اور
انہوں نے یہ نذر دینے والے کو فرمایا اس پر علامہ شامی

مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳۵۶/۵۴
فرائی کتب خازن پٹور ۲۹۵/۵
مطبع مجتہبی دہلی ۲۲۱/۲

لے جامع الرموز کتاب الاضحية
لے فتویٰ ہندیہ کتاب الاضحية الباب الثالث
لے در مختار کتاب الاضحية

لیس یقیناً بل کہ لک الحکمہ فی کل ما وجب
 التصدیق بہ . قلت واذا وجب ہذا فی واجب
 التصدیق ، ندب الیہ فی مدویہ کا تصدیق
 باللحم و بفضل ما بین المذیوم الی غیر
 المذیوم کما لا یحقی لکن المقصود الاحتیاط
 بخروج عن العهد و بالیقین ، فکل ما کان
 علی العهد لویقن القضا لا یكون مستحباً
 ہذا ، لدفع الضرر ، ہذا محالاً یقن بہ حفظہ .

نے یہ افادہ فرمایا کہ نذر کی قید نہیں بلکہ ہر چیز حسن کا
 صدقہ واجب ہو اس کا یہی حکم ہے ، میں کہتا ہوں ،
 جب واجب صدقہ کا یہ حکم ہے تو نفل صدقہ میں گوشت
 کو صدقہ کرنا اور مذکور اور غیر مذکور سے فرق میں زائد
 کو صدقہ نفل ہوگا جیسا کہ مخفی نہ ہے کیونکہ مقصد یقینی طرز
 پر عمدہ برآ ہوتا ہے تو دوزار کو اگر عمدہ آہوئے کا
 یقین ہو جائے تو یہ مستحب نہیں ہے تاکہ ریاکاری نہ پائے
 اس میں خفا کا گمان نہیں ہے (ت)

ہاں اگر خطی موجب شرع وہاں کی خربابت ہو ، مثلاً دو گواہ عادل نے اگر خود اپنی رویت پر گواہی
 دی ، یا دارالقضا میں قاضی شرع نے باجماع شرائط ان کے سامنے حکم دیا ، انہوں نے اس حکم پر شہادت
 ادا کی ، یا وہاں کے دو عادل اہل رویت نے انہیں بشارت معتبرہ شرع اپنی شہادت کا حامل کیا ، انہوں نے
 شہادۃ علی الشہادۃ باستیعاب شرائط گزار دی . یا وہاں کی غیر مستغنی عن شہرت ہو گئی ، بایں معنی کہ راجح
 سے متعدد گروہ آئے اور بیک زبان یہی جہل سے توذکر اصل موجب ، حاکمی دو تین شخص تھے ان کی زبان
 نفل و نفل ہو کر شہر میں شہرت ہو گئی کہ یہ اصلاً قابل اعتبار نہیں ، وان اشبه کثیرا علی العوام
 ومن ضل ہا ہم (اگرچہ یہ بات بہت سے عوام اور ان جیسے لوگوں پر غنی ہے ۔ ت) ایسی حالتوں
 میں مشک وہاں کی رویت پر وجہ شرعی ثابت ہو جائے گی ،

فی فتح القدیر و رد المحتار ما استعناک فلف
 النذر المحتر و حاشیتہ للعلاۃ الطوطوی
 رینزم ، ثبوت الهلال سوا کان ہلال
 الصوم ، و لفظ (اہل المشرق برؤیۃ اہل
 المغرب اذا شئت عند ہم رؤیۃ اولیہ بطریق
 موجب) کان یتحمل اثبات الشہادۃ
 اول شہد علی حکم القاضی ، اولیٰ استغنیض
 فتح القدیر اور رد المحتار میں بیان کردہ ہم نے آپ کو
 سنایا ہے اور رد المحتار اور اس کے حاشیہ
 طحاوی میں ہے کہ رمضان کا ہلال ہو یا فطر کا ان
 کا ثبوت مشرق والوں پر مغرب والوں کی رویت سے
 لازم ہو جاتا ہے جب مغرب والوں کی رویت مشرق
 والوں کے ہاں موجب طریقہ سے ثابت ہو مثلاً
 دو گواہ جنہیں شہادت پر یا قاضی کی تصدیق پر یا رویت

الحیو، بخلاف ما داخبرنا ان
اهل بلدة كسذا من امة، لامة
حكایة ابو حنیفہ لہ
علامہ مصطفیٰ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں،

محقق الاستفاضة ان تأتي من تلك السلسلة
جماعات متعددة وكل منهم يخبر
عن هل تلك السلسلة انهم صاموا عن
رؤية نقله الشافعي وقواء
اور علامہ شامی نے اگرچہ دوبارہ اضمحلال اختلاف مطالع کو معتبر ماننے کا استظهار فرمایا،

حيث قال خلاف المطالع اما لم يعتبر في
الصوم لتعلقه بمطالع الرؤية، وهذا
بخلاف الاصححة فانظروا انها كادقات
الصلوات يدرم كل قوم عن صلاتهم
في جهرى الاضحية في اليوم الثالث عشر
وان كان على رؤيا غيرهم هو النابغ عشر
جہاں انھوں نے کہا کہ روزہ مطالع کا اختلاف صرف اس لئے
معتبر نہیں کہ روزے کا تعلق مطلق رویت سے ہے
اور یہ قربانی کے معاملہ کے خلاف ہے تو ظاہر یہ ہے
کہ ذاتی لا محالہ اوقات نماز کی طرح ہے ہر علاقہ کی
قوم پر وہی لازم ہے جو اس کے ہاں ثابت ہو، لہذا
تیسرے دن قربانی جائز ہے اگرچہ وہ دن دوسروں کے
ہاں چھادون بنتا ہو۔ (ت)

مگر یہاں اس کی گنجائش نہ ملے گی کہ مسئلہ قربانی میں مطالع شمس سے کام نہیں، جو ایک ہی فرسخ یعنی تین میل پر

عن لا يخفى ان الثالث والرابع مشروعا
سهوا وانما مقصود رحمة الله تعالى الثاني و
الثالث عشر ۱۲ مہ قدس سرہ۔
شامی میں تیرہ اور چارہ تاریخ کا ذکر سہوا ہوا
جیکہ مقصد بارھویں اور تیرھویں تاریخ کا بیان
سہوا ۱۲ مہ قدس سرہ (ت)

۱۲۹/۱	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الصوم	۱
۲۲۹/۱	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الصوم	۲
۹۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الصوم	۳
۹۶/۲	"	"	۴

مختلف ہو جاتے ہیں،

كما نص عليه علماء الهيئة قلت بل الحق
انها تختلف في ميل واحد بل اقل صحت
ذلك ، غير ان التفاوت لقلته جد الاستبين
لنا الا في نحو فرسخ.

جیسا کہ اس پر علماء ہیئت نے تصریح کی ہے، میں
کتا ہوں بلکہ حق یہ ہے کہ وہ ایک میل بلکہ اس سے
کم میں مختلف ہو جاتے ہیں لیکن وہ اختلاف اتنا
قلیل ہوتا ہے کہ ہمیں صرف فرسخ کی مسافت تک
معلوم ہو سکتا ہے (ت)

بلکہ یہاں غرض مطالعِ قر سے ہے کہ پرمیں فرسخ یعنی ہتھریل سے کم میں نہیں بدلتے، جن کے اس حساب
سے کہ ایک میل کو اس کے پانچ ٹن کا نام ہے،

كما تشهد به التقادير الدائرة بين اهل
الاسان اذا قيست الى الاصيل المنصوبة
فلا عورة بما تنهج به متعلو النصارى.

جیسا کہ اہل لسان کے ہاں معروف اندازے اس
پر شاہد ہیں جبکہ گارے ہوسے میلوں کا حساب
کیا جائے تو نصاریٰ کے شاگردوں کے قول کا
اعتبار نہیں۔ (ت)

پیشانیس کرکس ہوئے،

في رد المحتار وفي شرح المنهاج للرحملى، وقد
نبه آتاج استبريري، على امت اختلاف
المطالع لا يمكن في اقل من اربعة وعشرين
فرسخا وافتي به الموالد والادوجه انهما
تحدد يدية كما اتى به ايضا اهل عطف انتهى
اقول والسفي هو الاصلان العادى وان
ترعت الفلاسفة ما زعمت فان الله على
كل شئ قدير.

رد المحتار اور شرح منہاج ناما رکلی میں ہے، اور
تاج الدین تبریزی نے اس پر تنبیہ کی ہے کہ
جو کس فرسخ سے کم میں مطالع کا اختلاف ممکن
نہیں ہے اور والد گرامی نے اسی پر فتویٰ دیا ہے
اور اس اندازہ کا تحدیدی ہونا مناسب ہے جیسا کہ
انہوں نے یہ بھی فتویٰ دیا ہے اھ محفوظ کرد انتہی
میں کتا ہوں امکان عادی کی نفی کی گئی ہے اگرچہ
فلاسفہ جو چاہے خیال کریں، تو بیشک اللہ تعالیٰ
ہر چیز پر قادر ہے۔ (ت)

اور بریل سے رامپور کا فاصلہ براہ دائرۃ طول کہ علم ہیئت میں اسی کا لحاظ ہے، اس

مقدار کے نصف پر بھی نہیں پہنچتا، اور اگر حساب عام ہی لیجئے تو بھی اس سے بہت کم ہے۔ بہر حال وہ تفاوت ہرگز نہیں جس کے باعث چاند کے مطلع بدلتے ہیں، لاجرم جب ثبوت شرعی پہنچے گا قطعاً ظاہر ہو جائے گا کہ سر شنبہ کی قربانیاں ایام غرگز چلنے کے بعد تیرہویں تاریخ واقع ہوئیں اب وہ احکام تصدیق و صورت الاما میں بطور تفصیلت و استنباب مذکور ہوئے تھے سب واجب ہو جائیں گے کما ظہر مما مر (جیسا کہ گزشتہ سے ظاہر ہوا۔) ث تحقیق ان مسائل کی فقیر کے رسالہ اس کی اذہلال باطمان ما احداث الناس فی امر لہلال میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۹ از ایرایان مملکات خلیج فیمو مستول حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۱۲۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امسال اخبار وغیرہ سے معلوم ہوا کہ تقریباً ۲۹ کا چاند ہوا مگر معتدل سندنہ مٹنے سے تیس کے حساب سے پیدا ہوئی ہوئی، تو قربانی ۱۲ تاریخ کو ۳۰ کے حساب سے کرے یا احتیاطاً اختلاف کی وجہ سے ۱۱ تک کر لے ۱۲ کرے۔

الجواب

در بارہ رویت اخبار کا کچھ اعتبار نہیں، ہمیں حکم ہے کہ ۲۹ کا چاند اگر ثابت نہ ہو تو ۳۰ دن پوسے کر لیں فان غم علیکم فاکملو لعدۃ ثلثین (اگر بادل ہو جائے تم پر، تو تیس کی گنتی پوری کرو۔) ت ۳۰ کے حساب سے بارہویں تک قربانی سے تلف کریں اس وقت کا نہ لغت میں پورا شمار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۹۰ از ہنگالہ شہر اسلام آباد چانگام موضع اوسوئنگہ مرسلہ مولوی عبد الجلیل صاحب

۴ ربیع الآخر ۱۳۲۱ھ

چہ فرمایند علمائے دین و مفتیان شرح متین	علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں
اندر بی صورت کہ درین نہ شخصے وہ کس موجود است	کیا فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دس حضرات موجود
و قربانی بر ہر یک ایشان واجب است، پس	ہیں اور ان سب پر قربانی واجب ہو تو گھر والے شخص
شخصے مذکور کا وہے غریہ از طرف ہفت کس قربانی نمود	نے سات حضرات کی طرف سے گناہے غریہ اور
وا از جانب سہس ہیچ نکرد، و وقت قربانی وقت گزید	قربانی کر دی اور باقی تین حضرات کی قربانی نہ ہوئی اور

مع طول دامپور قید نو یعنی ۲۳ طویل بیکل قید لای یعنی ۲۴ فصل بقدر ہا کج یعنی ۲۵ میل تقریباً ۲۵ ہے جن کے سوا کو کس سے بھی کم ہوئے و لہذا دونوں شہر کے نصف النہار میں تفاوت صرف بقدر ۲۵ البتہ ہوتا ہے یعنی جب یہاں ۱۲ بجتے ہیں وہاں بارہ بجنے میں ڈیڑھ منٹ باقی ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

منہ قدس سرہ العزیز

پس از براقی ساقط شود یا مقدار آل مرفق قرار و
 مساکن را صدقہ کنند شرعاً چہ حکم است بقیو
 لسنة الكتاب توجروا من الملک الوهاب۔
 قربانی کا وقت ختم ہو گیا تو کیا باقی حصرات کی قربانی
 ساقط ہو جائے گی یا وہ حضرات قربانی کی مالیت کو
 فقراء و مساکن پر صدقہ کریں، شرعاً کیا حکم ہے ؟
 بتاؤ اور اجر اپنے عمل کرنے والے مالک سے پاؤ (ت)

الجواب

از سہ باقی ساقط نشود و ان الاضحیۃ واجبۃ
 علیہ الاکفایۃ، و چون وقت گزشتہ است واجب
 است کہ ہر یک از یہ سرکساں قیمت کو سپندے
 کہ در اصحیحہ کافی شود، بر فقرا صدقہ کنند فی اللہ الحمد
 ترکت التصحیۃ و مضت ایا ما تصدق غنی
 بقیۃ شاة تجزئ فیہا او ملقطاً۔ واللہ
 سبحانہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جن مجدا تم داخل حکم
 ۱۹۱ھ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر تریہ کے پاس مکان سکونت کے علاوہ دہ ایک اور ہوں
 تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں، یتوا توجروا۔

الجواب

واجب ہے جبکہ وہ مکان تنہا یا اس کے اور مال سے کہ حاجت اصلیہ سے زائد ہو مل کر چھین روپے
 کی قیمت کو پہنچیں، اگرچہ ان مکانوں کو کرایہ پر چلاتا ہو یا خالی پڑے ہوں یا سادی زمین ہو بلکہ مکان سکونت
 اتنا بڑا ہے کہ اس کا ایک حصہ اس کے جائزے گرمی کی سکونت کے لئے کافی ہو اور دوسرا حصہ حاجت سے زائد
 ہو، اور اس کی قیمت تنہا یا اسی قسم کے مال سے مل کر نصاب تک پہنچے جب بھی قربانی واجب ہے، اسی طرح
 صدقہ غنیر بھی۔

فی الہندیۃ عن الظہیریۃ انت کان لہ
 عقار و مستغلات ملک اختلف المشائخ
 ہندیہ میں ظہیریہ سے ہے کہ زمین اور آمدن والی
 ملکیت ہو تو متاخرین فقہاء رحمہم اللہ تلمائے نے

الساخرون رحمهم الله تعالى قالوا نعم ان في و
الفقيه على اسرازي اعتبر قيمتها، و ابو علي
الدقاق وغيره اعتبر الدخل، واحتفظوا فيما
بينهم، قال ابو علي الدقاق امت كان
يدخل له من ذلك قوت سنة فعليه
الاضحية ومنهم من قال قوت شهر،
ومتى فضل من ذلك قدر ما شئى
ورهم فصاعدا فعليه
الاضحية لم ونحوه في رد المحتار ولم يذكر
ترجيح ورأيتني كتبت على هامشه
ما نصه، اقول به جزم في الخانية
من صدقة الفطر ولم يعلق
خلافا حديث قال وصاراد طلب
الدار الواحدة والدستجات
الثلاثة من الثياب يعتبر في الفناء ثم
قال واذا كانت له دار لا يسكنها
ويؤجرها ادلايواجرها يعتبر
قيمتها في الفناء وكذا اذا اسكنها و
فضل عن سكنها شئ يعتبر فيه
قيمة الفضل في نصاب ويتعلق بهذا النصاب
احكام وجوب صدقة الفطر والاضحية وحرمة
وضع الزكاة فيه وجوب نفقة الاقارب

اختلاف کیا ہے، تو زعفرانی اور فقیر علی رازی نے ان
کی قیمت کا اعتبار کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ نے
ان کی آمدن کا اعتبار کیا ہے اور پھر آمدن کے اعتبار
والوں کا آپس میں اختلاف ہوا، ابو علی الدقاق نے
کہا اگر سال بھر کی آمدن حاصل ہو جائے تو قربانی
واجب ہے اور ان میں سے بعض نے مینے کا قول کیا ہے
آمدن میں سے سال بھر میں دو سو درہم فاضل
پنج جائیں یا اس سے زائد، تو اس پر قربانی واجب
ہے الخ، اور رد المحتار میں اسی کی مثل مذکور ہے اور
انہوں نے ترجیح کو ذکر کیا، مجھے یاد ہے کہ میں نے
اسی کے حاشیہ میں یوں لکھا ہے، عبارت یہ ہے،
اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ میں اس پر جزم فطر
کے متعلق کیا سہار انہوں نے اختلاف کو ذکر کیا
جہاں انہوں نے فرمایا، جو ایک مکان اور تین چوتھ
بواس سے زائد ہو وہ خنار میں شمار ہوگا اور پھر
فرمایا اگر اسکی مکان جو جس میں رہائش پذیر نہیں
اس کو کرایہ پر دیا ہو یا نہ دیا ہو تو اس کی قیمت کے
اعتبار سے خنار میں شمار ہوگا، اور ٹپس اگر مکان میں
رہائش پذیر ہو اور رہائش سے کچھ کم سے زائد ہوں تو
زائد کی قیمت کو نصاب میں شمار کیا جائے گا اور اس
نصاب سے صدقہ فطر اور قربانی، زکوٰۃ لینے کی حرمت
اقارب کا نفقہ کے احکام متعلق ہو جائیں گے اور،

سے زائد مقدار نصاب کا مالک گھوڑے، ہتھیار اور غلام وغیرہ سے زائد مقدار نصاب کا مالک ہو تو قربانی واجب ہے، اور وہی مذہب کے ایک شیخ سے بھی منقول ہے اور اختلاف متاخرین میں پیدا ہوئے ہیں، پھر یہی باعث احتیاط ہے تو اسی پر اعتماد ہونا چاہیے، اگر کوئی اعتراض کرے کہ فقہاء کرام نے قربانی کے معیار پر وجوب کو صدقہ فطر کے معیار پر وجوب کی طرف پھیلے اور تنزیہ میں قربانی کو صدقہ واجب کی حرمت کے معیار پر لاگو کیا ہے جہاں انہوں نے کہا کہ صدقہ فطر ہر ایسے مسلمان پر واجب ہے جو اپنی اصلی حاجت سے نانہ نصاب والا ہو اگرچہ وہ نصاب نامی نہ ہو اور اسی نصاب سے صدقہ واجب لینا حرام ہو جاتا ہے، اور درمختار میں عداوت زکوٰۃ کے باب میں کہا کہ زکوٰۃ غنی پر صرف زکوٰۃ جلتے غنی وہ کہ اپنی اصلی حاجت سے غائب قدر نصاب کا مالک ہو خواہ کوئی بھی مال ہو اور اور درمختار میں کہا کہ فتاویٰ میں مذکور ہے ایسے شخص کے متعلق جو دکانوں اور مکانوں کا مالک ہو جن کو کرایہ پر دیا ہو لیکن ان کا کرایہ اس کو اور اس کے عیال کو کفایت نہیں کرتا تو وہ فقیر ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زکوٰۃ حلال ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال نہیں ہے

ممكنه وثيابه وثأته وفرسه وسلاحه وعبيده وهو المنقول من أحد شيوخ المذهب والخلاف إنما جاء عن التأخرين ثم هو لا حوط فعليه فليكن التعويل، فإت قلت اليس قد أجازوا إصدار الاضحية على إيراد صدقة الفطر وإحال في التوزيع إيرادها على نصاب يحرم الصدقة، حيث قال صدقة الفطر تجب على كل مسلم ذي نصاب فاضل عن حاجته الأصلية وإن لم ينم وبه تحريم الصدقة اه وقال في الدر من مصارف الزكاة لا يصرف لم من يملك قدر نصاب فأبغ من حاجته الأصلية من أي مال كانت اه وقال في المحتار ذكر في العتاي فيمن له حوائث ودور للغة، لكن غلتهما لا تكفيه وإليه أنه فقير و يجعل له أخذ الصدقة عن محمد، وعند ابن يوسف لا يجعل كذا لوليه كسرم لا تكفيه غلته اه

۱۸۵/۱ مطبع یوسفی لکھنؤ

۱۴۲ - ۴۳/۱ مطبع مجتہائی دہلی

۱۴۱/۱

۱۸۵/۱ کتاب الزکوٰۃ باب صدقہ الفطر

۱۴۲ - ۴۳/۱ کتاب الزکوٰۃ باب الصدقہ

باب الصدقہ

باب الصدقہ

وف التارخانية عن الصغرى له
 دار يسكنها لکن تزید علی حاجته بامن
 لا یسکن الكل یحصل له اخذ الصدقة
 فی الصحیح ، و فیها سئل محمد
 عن له ارض یزمرعها ، او
 حانوت یستعملها ، او دار غلتها
 ثلثة الاف ، ولا تکی لتفقه ونفقة
 عیاله سنة یحصل له اخذ الزکوۃ
 وان کانت قیمتها تسلف الوفاء ، و علیہ
 الفتوی وعندها لا یحصل له
 الكل ملحصات ، قلت نعم یفتی
 بهذا فی حرمة الصدقة ، وبہ
 جزم فی الخانیة وحرارة ممسین ،
 قال لوکانت له حانوت او دار
 علة تساوی ثلثة الاف ، وغلتها
 لا تکی بقوته وقوة عیاله یجوز
 صرف الزکوۃ الیہ وکذا لوکانت
 له صیعة تساوی ثلثة الاف
 ولا یخسر منها ما یکفی له
 ولعیاله یجوز له اخذ
 الزکوۃ ثم قسم لم یسمعها هذا
 علی جزمہما فی مسئلة الاضحیة

اور برخی اگر انکو رہوں اور ان کی آمدن اسے کافی نہ ہو
 اور تیار خانہ میں فتاویٰ صغریٰ سے منقول ہے کسی
 کا مکان رہائشی ہو لیکن جس حاجت سے زائد
 ہو اور سب میں پاشن نہ ہو تو صحیح قولی میں اس کو زکوۃ
 لینا حلال ہے ، اور اس میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تھا
 سے سوال کیا گیا کہ کسی کی زراعت والی زمین ہو یا دکانیں
 کرایہ پر دی ہوں یا مکانات کرایہ واسطے ہوں اور ان
 کی آمدن تین ہزار ہو اور وہ اس کو اور اس کے
 عیال کو سالی بھر کے لئے کافی نہ ہو تو اس کو زکوۃ
 لینا حلال ہے اگر ان کی قیمت خرچہ کو پورہ کرتی ہو
 اور اسی پر قوی ہے ، اور فقہین کے نزدیک حلال
 نہیں ہے ، یہ تمام عبارتیں مختص ہیں ، جواب میں
 کہتا ہوں ہاں رلوۃ کے حرام ہونے کے لئے یہ فتویٰ
 ہے اور اسی پر خانہ اور خزانہ المفتیین میں جزم کیلئے
 ان دونوں نے کہا کہ اگر دکانیں اور مکان کرایہ پر
 دستے ہوں جن کی آمدن تین ہزار ہو اور یا آمدن اس
 کو اور اس کے عیال کو کافی نہ ہو تو اس کو زکوۃ لینا
 جائز ہے اور یوں اگر زرعی زمین ہو جس کی قیمت
 تین ہزار ہو جبکہ اس سے حاصل ہونے والا مقدار اتنا
 نہیں کہ اس کو اور اس کے عیال کو کافی ہو تو اس کو
 زکوۃ لینا جائز ہے ، پھر یہ زکوۃ لینے کا جواز ان
 دونوں حضرات کے جزم کے مطابق قربانی کے مسئلہ

لہ رد المحتار کتاب الزکوۃ باب المصروف دار احياء التراث العربی بیروت ۶۵/۲
 لہ فتاویٰ تاضیحان فصل فیمین یوضع فیہ الزکوۃ زکشتور لکھنؤ ۱۲۳/۱
 خزانہ المفتیین باب المصروف دار احياء التراث العربی بیروت ۲۴/۱

سارائیت ولا تلازم بین حل الصدقة و سقوط الواجبات المالية ، حتی صرح العلماء ان من له نصاب سائمة لا تساوی ما شتی درهم تحلل له الركوة ، وتدرمه الركوة ، فی رد المحتار عن الشرنبلالیة عن الجوهرية عن الامام المرفیة ان فی اذا کان له خمس من الابد قیستها اقل من ما شتی درهم تحلل له الركوة وتجب علیه اء وتمام تحسیرہ فیہ ولا شک ان لركوة اضیق وجوبا من صدقة الفطر والاضحية فلا غرو ان وجبت علی صاحب الضیاع والمستغلات لملكه نصابا فاصلا ، وحتی به ، صدقه لعدم کفاية الغلة له ولعیاله له نعم یشقی خلاف معہوم ما افاده فی التیسر ولا حرج فیہ بعد ما جاءت من العلماء ثلاث النصوص بالتحشیر ، و الله تعالی اعلم .

کھلے مانع نہیں ، جیسا کہ تم نے دیکھا ، جبکہ زکوٰۃ کے حلال ہونے اور واجبات مالیہ کے ساقط ہونے میں تلازم نہیں ہے حتیٰ کہ علمائے تصریح کی ہے کہ جس کے پاس سائمہ جانوروں کا نصاب موجود ہو اور ان جانوروں کی قیمت دو سو درہم کے مساوی نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اس کے باوجود جانوروں کی زکوٰۃ اس پر واجب ہے اور رد المحتار میں شرنبلالی بحوالہ جوہرہ امام مرفیہ فی سے منقول ہے کہ اگر کسی کے پاس پانچ اونٹ ہوں جن کی قیمت دو سو درہم سے کم ہو اس کو زکوٰۃ حلال ہے باوجودیکہ اس پر اونٹوں کی زکوٰۃ واجب ہے اور اس کی مکمل بحث وہاں موجود ہے اور اس میں شک نہیں کہ زکوٰۃ کا درجہ صدقہ فطر اور قربانی کے درجہ سے کڑا ہے تو اس میں کوئی رکاوٹ نہیں کہ صدقہ فطر اور قربانی زمین وغیرہ کی آمدن واسلے پر واجب ہوں جبکہ وہ آمدن اصل حاجت سے نائد نصاب برابر ہو اور ساتھ ہی اس کو زکوٰۃ لینا حلال بھی ہو کیونکہ زمین کی آمدن اس کو اور اس کے عیال

کو کافی نہ ہو ، ان تئیر کے مفاد مفہوم کا خلاف باقی رہا تو اس میں علماء کی کثیر نص من آجائے کے بعد کوئی حرج نہیں ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۲ مستولہ مولوی ظفر الدین صاحب ازہ بانگی پور پٹنہ ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

ایک شخص برائے نام صاحب جائداد ہے ، سو روپیہ سالانہ آمدنی کی جائداد ہے ، دو شخص سے۔ لے لے ماہوار کا نوکر بھی ہے جو اس کی ضروریات و نیوہ کو کافی ہے ، کسی سال میں کچھ نہیں پچا

اس کی پیری کے پاس تقریباً مغلّہ روپیہ کا زیور ہے۔ ۵۰ کا طوائف باقی نفرتی، اب ایسی صورت میں یہ تو ہی ہر ہے کہ رکوة میاں بی بی دو میں کسی پر واجب نہیں مگر صدقہ فطر و قربانی ان دونوں یا ایک پر واجب ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس پر؟

الجواب

شتر روپیہ کا زیور اگر ملک زین ہے اور اس پر قرض نہیں تو اس پر نہ صرف اضحیہ و صدقہ فطر ملک زکوٰۃ بھی فرض ہے کہ اگرچہ صدقہ کے سونے عسک کی چاندی میں کسی کی نصاب کامل نہیں، مگر سونے کو چاندی کرنے سے چاندی کی نصاب کامل مع زیادہ ہو جائے گی، ہاں شوہر پر صدقہ و اضحیہ بھی نہیں اگرچہ زیور نہ ہو مگر بھی اسی کی ملک ہو کہ تمام کا قرض محیط ہے مگر ان علماء کے نزدیک کہ ایک نصاب صدقہ و اضحیہ میں قیمت جائداد کا اعتبار کرتے ہیں اور رائج و مفتی ہر اول ہے، واقعہً تمنا ہے اعلم۔ ہندیہ میں تحریر یہ ہے:

ان كان له عقار ومستعلات ملك مختلف
المثل نحو المشاعرون وحسبهم الله فالزعماني
والعقبة على الساري اعتبارا قسيتها، وابو علي
الدقاق وغيره اعتبروا الدخل، واحتسبوا
فيما بينهم، قال ابو علي الدقاق ان كان
يدخل له من ذلك قوت سنة فعليه
الاصحبة ومنهم من قال قوت شهر و
متى فضل من ذلك قدر مائتي درهم
فصاحبها فعليه الاصحبة۔

اگر کسی کی زمین اور آمدن والی ملکیت ہوتا غریب
مشائخ کا اختلاف ہے تو زعفرانی اور فقیہ علی رازی
نے قیمت کا احتیاج کیا ہے اور ابو علی الدقاق وغیرہ
نے آمدن کا اعتبار کیا ہے اور ان کا آپس میں
اختلاف ہوا ابو علی الدقاق نے کہا اگر اس کو ان
اشیاء سے سال بھر کے خرچہ کی آمدن ہو تو اس پر
قربانی واجب ہے اور ان میں سے بعض نے کہا
کہ ماہانہ خرچہ کی آمدن ہو اور جب سال بھر میں دو سو
درہم یا زائد حاصل پانچ جائے تو اس پر قربانی
واجب ہے (ت)

رواخبار میں پانچ سے ہے،

سئل محمد بن عمن له اس من يزرعها او
حافوت يستعملها او دار غلتها ثلثة
الاف ولا تكلف لنفقة ونفقة

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا گیا ایسے شخص کے
مستحق کہ اس کی زرعی زمین یا دکان یا مسکن کا
کرایہ آمدن تین ہزار ہے اور وہ اس کے اور

اس کے عیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے کافی نہیں
اس کو زکوٰۃ حلال ہے اگرچہ ان کی قیمت کفایت
کو پہنچتی ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخین کے
نزدیک حلال نہیں (ت)

حیالہ سنة یحل له اخذ الزکوٰۃ، وان
کانت قیمته تلزم الوفا وعلیه الفتویٰ،
وعندہ لا یحل یه

در مختار کے صدقہ فطر میں ہے :

مہر مالک نصاب مسلمان پر کہ اس کی اصلی حاجت
سے زائد ہو اگرچہ یہ نصاب نامی نہ ہو تو رائج قول
پر محارم کا نفقہ اور قربانی واجب ہے اور اس
نصاب سے زکوٰۃ لینا حرام ہو جاتا ہے، میں کہتا ہوں
جس کے پاس زمین ہے جس کی قیمت ہزاروں ہے
جیسے بیان کیا گیا ہے اگر اس پر قربانی واجب ہے
تو اس کو زکوٰۃ سے محروم ہے لیکن زکوٰۃ حرام نہیں،
لہذا قربانی واجب نہیں۔ و اللہ تعالیٰ اعلم (ت)

تجب علی ہکمل مسلم ذی نصاب فاضل
عن حاجتہ الاصلیۃ وان لہ یمو، و یهدا
النصاب تحرم الصدقة، و تجب الاصلیۃ
ونفقة الیوم و لیس الراتب و قلت قال الذی لہ
ارمن قیمت ابوت کما وصف لولا ان تجب
علیہ الاصلیۃ لمحرمت علیہ الزکوٰۃ لکنھا
لم تحرم فالاصحیۃ لم تجب و لا لدی
اعلم۔

۱۹۳ھ از سرکار مارہرہ شریف مرسلہ حضور سیدنا سید ہمدی حسن میاں صاحب سجادہ اقدس دست پرکاش
۶، ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اعلم حضرت محترم سلام خادمانہ عرض ہے، فقیر دعویٰ کی عمر گیارہ سال کچھ ماہ کی ہے، زیور اس کے
پاس غالباً ساٹھ روپے کا ہے، بالغ نہیں ہے، قربانی اس کے ذمہ واجب ہے یا نہیں؟ پر برکات
عمر سترہ سالہ خلف بھائی جان مرحوم بے ماں باپ کا ہے لیکن اس کی والدہ کا زیور و ظروف مستی و پار پہنائے
پوشیدنی ہیں جو بھنب ایک شخص کے پاس ہیں جن کے ملنے کی کسی قسم کی امید اس کو کسی زمانہ میں نہیں، وہ
مالک و وارث ان چیزوں کا ضرور ہے مگر اس کے قبضہ سے قطعی باہر ہیں اور صحیح طور سے یہ بھی نہیں معلوم کہ ان
چیزوں کا وجود ہے یا نہیں، اس کے ذمہ قربانی ہے یا نہیں؟

الجواب

حضور اہل آداب غلامانہ معروض، نابالغ اگرچہ کسی قدر مالدار ہو نہ اس پر قربانی ہے نہ اس کی طرف سے اس کے باپ وغیرہ پر، حضرت صاحبزادہ صاحب! اگر اس مال کے سوا اپنی حاجتِ اصلہ کے علاوہ چھین بیٹے کے مال کے مالک ہیں تو ان پر قربانی ہے ورنہ نہیں، وہ مال کہ رکھی اس کے منے کی امید نہ اُس کا وجود ہی معلوم، مثل معدوم ہے، اس کے سبب وجوب نہ ہوگا، زیادہ حد ادب۔

مسئلہ

۲۲۔ صفر ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں، سائل دریافت کرتا ہے کہ قربانی دل کرے تو سب گھر والوں کی طرف سے ہو جائے گی کیونکہ سب اولاد شامل ہے مثلاً بیٹے اور بیٹیوں کی اولاد، خواہ وہ غیر اور سب مالی اسباب کا واداج کہ دلی ہے مالک ہے، اور دوسروں کو اختیار است بالکل نہیں ہیں اور دلی اپنے دل میں خیال کر کے قربانی یا دیگر صدقات یا زکوٰۃ یا میلاد شریف کرتا ہے، اس صورت میں سب کی طرف سے قبول ہوگی یا دلی کی طرف سے؟ بیتواتوجروا۔

الجواب

ایک قربانی نہ سب کی طرف سے ہو سکتی ہے، بلکہ سب کے لسی اور پر واجب ہے، اگر اس کی بالغ اولاد میں کوئی خود صاحبِ نصاب ہو تو وہ اپنی قربانی نہ کرے، یہی زکوٰۃ جس جس پر واجب ہے یہ الگ الگ دیں، ایک کی زکوٰۃ سب کی طرف سے نہیں ہو سکتی، جو چیز واجب شرعی نہیں مثلاً صدقہ، نفل، میلاد مبارک وہ بھی ایک کے کرنے سے سب کی طرف سے نہ قرار پائے گا، ہاں کر سنے والا ہر ایک کا اگرچہ فرض ہو اپنی اولاد اور گھر والوں جن کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۹۵۔ از مدرسہ نظر الاسلام مدرسہ مولوی احسان علی صاحب متعلم مدرسہ مودتہ، رزی الحجہ ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فضاہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ۵۲ ۱/۲ تو لے چاندی یا پٹے، تو لے سونا بقدر اس کے دوپیر موجود ہوں جب قربانی واجب ہے یا کہ اتنے مقدار کی مالیت ہو چاہے اس کے پاس کاشت ہو یا چرپائے ہوں، اگر ایک شخص کے پاس ۹۰ روپیہ کی بھینس یا بیل ہے تو اس پر قربانی ہے یا نہیں، کبھی شخص کو بزار روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے لیکن ہزارہ قربانی ایک روپیہ بھی اس کے پاس موجود نہیں، وہ شخص قرض لے کر قربانی کرے گا یا کہ نہیں، علیٰ ہذا القیاس کاشت فروخت کر کے قربانی کرے گا یا نہیں؟ بیتواتوجروا۔

الجواب

24

24

قربانی واجب ہونے کے لئے صرف اتنا ضرور ہے کہ وہ ایام قربانی میں اپنی تمام اصلی حاجتوں کے علاوہ ۵۶ روپیہ کے مال کا مالک ہو، چاہے وہ مال نقد ہو یا بیل یا بھینس یا کاشت، کاشتکار کے بیل اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہیں ان کا شمار نہ ہو، ہزار روپیہ یا ہوا کی آمدنی والا آدمی قربانی کے دین ۵۶ روپیہ کا مالک نہ ہو، یہ صورت خلاف واقعہ ہے، اور اگر ایسا فرض کیا جائے کہ اس وقت وہ فقیر ہے تو ضرور اس پر قربانی نہ ہوگی، اور جس پر قربانی ہے، اور اس وقت فقہ اس کے پاس نہیں وہ چاہے قرض لے کر کرے یا اپنا کچھ مال بیچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۹۶ء
۱۳ ذوالحجہ ۱۴۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک بکری پارسال قربانی کے ارادہ سے لی گئی، اس نے گھر میں آکر دودھ دیا، اور لوگوں نے کہا یہ بکری دودھ کی ہے اس کی قربانی مست کرد، تو اس کے عوض ایک مینڈھا قربانی کر دیا اور بکری کو گاؤں بھیج دیا تو ہاں جا کر دودھ کا بھن ہو گئی، پھر اس کو مکان پر بلالیا، یہاں آکر دودھ بکری بیانی، اور ان کا بھی یہی ارادہ کیا کہ جب یہ دونوں بکری سال بھر کی جو بھائیں گی ان کی بھی قربانی کر دی جائے گی، اس کا دودھ بھی اپنے کام میں آیا، بعد کہ بکری نے اس کے بچوں کے گاؤں بھیج دی گئی، پھر اب اس کو گاؤں سے منگوا لیا قربانی کے لئے، تو اس کے آثار سے معلوم ہوا کہ گا بھن ہے اس کی قربانی نہیں کی بلکہ اس کے عوض میں ایک مینڈھا قربانی کر دیا گیا۔

پس اس صورت میں بکری کا دودھ اپنے کام آسکتا ہے یا نہیں؟ اور آیا اس بکری کو فروخت کرنا یا لینا جائز ہے اپنے لئے یہ بکری ڈھائی روپیہ میں پارسال خریدی گئی تھی، اور پارسال جو مینڈھا اس کے عوض میں قربانی کیا گیا اس کی قیمت یاد نہیں، اور اب کے جو مینڈھا قربانی کیا گیا وہ روپیہ چھ آنہ میں خریدا گیا تھا۔ بتیو! تو حرموا۔

الجواب

دودھ کے جانور یا گا بھن کی قربانی اگرچہ صحیح ہے مگر ناپسند ہے، حدیث میں اس سے مخالفت فرمائی، سنا کہ جبکہ غنیہ مالک نہ صاب ہے تو بہ نیت قربانی بکری خریدنے سے خاص اس کی قربانی اس پر لازم نہ ہوئی اسے بدل لینے کا اختیار تھا، دودھ دیتی دیکھ کر اس کے عوض مینڈھا کر دیا یا سال گا بھن خیال کر کے بھی مینڈھا کیا کچھ حرج نہ ہوا، اس بکری کا پانا، بیچنا، دودھ پینا سب روا ہے۔

وكرهت الاستماع بطن الاصحیة و صوفیہا قربانی سے قبل اس جانور کے دودھ اور اؤٹے انتفاع

قبل التضحية انما كان لانه التزام اقامة
القرية بحميم احزانها كما في الدار فاذا
اقام القرية بغيرها بقيت على حكم ملكه
المطبق استصرفت على ان منهم من
اجارها اعنى الاشخاص بالدين والصوف
للغنى مطلقا لوجوبها في الذمة فلا يتعين
حكمها في الدار من الزيلعي قال المشاف
والجواب ان المشاورة للتضحية متعينة
لقرية الى ان يقع غيرها مقامها - اما
كراهة الاستبدال فشيء خارج عما نحن
فيه لان الكلام في حل الاستفاح بها يفتا
وحبها بعد ما بدلت بل هي الكراهة
في غير هذا اذا وجدها ذات در وحمل لود
الحديث باليهن عنهما ، والله تعالى اعلم -

اس لئے مکروہ ہے کیونکہ اس نے اس جانور کو جمیع
اجزاء محبت قربت کے لئے لازم بنایا ہے جب کہ
درمختار میں ہے توجب اس نے قربت دوسرے
جانور سے قائم کر لی تو اب یہ اس کی مطلق ملک دانے
تصرف میں ہو گیا ، عودہ ازین بعض نے دودھ اور اون
سے خنی کو استفادہ مطلقاً جائز قرار دیا ہے کیونکہ اس کے
ذکر واجب ہے لہذا یہ جانور متعین نہ ہو جیسا کہ درمختار
میں زلیعی سے منقول ہے ، علامہ شامی نے اس کے
جواب میں فرمایا کہ خریداری قربانی کے لئے ہونے کی
وجہ یہ جانور متعین رہے گا جب تک دوسرا اس کے
قائم مقام نہ بنائے ، لیکن دوسرے سے تبدیل کرنے
کی کراہت علیحدہ معاملہ ہے وہ ہماری بحث خارج
ہے کیونکہ یہاں اس جانور کو تبدیل کرنے کے بعد
اس کی بیع اور دودھ سے استفادہ مطلق ہونے میں
بمست ہے بلکہ یہ کراہت دودھ یا مملو پائے بانے کی وجہ سے اس نے بوجہ الغیر ہو گیا ہے کیونکہ دودھ اور حمل الی کی کسی پرورش

وارد ہے ، والله تعالى اعلم

مشہور از شہر ری مستقر منشی شرکت علی صاحب رضوی محرر چنگی شب ۱۰ دی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ

- (۱) قربانی کس پر ہے اور واجب ہے یا فرض ؟
- (۲) آج کل ہندوستان میں گائے کی قربانی کو بعض مسلمان مشرکوں کی خوشنودی کے لئے منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں بکری کی قربانی کی جائے ۔ بیٹنوا توجہ دو ۔

الجواب

- (۱) صاحب نصاب جو اپنے حوائج اصلہ سے فارغ شخص روپے کے مال کا مالک ہو اس پر قربانی
- ۲۲۳/۲ مطبع مجتبیٰ دہلی کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۹/۵

واجب ہے۔

(۲) مشرکوں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی بذکرنا حرام حرام سخت حرام ہے، اور جو بندہ جسے گاجنم کے عذاب شدید کا مستحق ہوگا، اور روز قیامت مشرکوں کے ساتھ ایک رستی میں مانڈھا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از موضع فنی پر ضلع نراکمال ڈاکخانہ صفدر گنج مرسلہ مولوی عبدالعزیز ۲۶ محرم ۱۳۲۲ء
کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقتبان شرع متین اس مسئلہ میں، مشق تین بھائی ہیں کہ تینوں ایک ساتھ ہی رہتے ہیں، جبکہ قربانی کا وقت آیا تو تینوں آپس میں مل کر بڑا بھائی کو حکم کیا کہ تم ہمارے نام کی ایک بکری خرید کر قربانی کرو، اس میں دو تین روپیہ جو بھی خرچ ہوں اس کا دعویٰ ہم نہیں رکھتے ہیں اس حالت میں قربانی ہو گا یا نہیں، میرے یہاں بعض علماء فرماتے ہیں کہ قربانی مائل جائز نہیں ہوگی، کیونکہ شریک دار کا حصہ معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا ہے، اس فساد میں بات سے لوگوں نے قربانی چھوڑ دیا، کیونکہ بعض تو ایسے ہیں کہ انھوں نے مال حصہ کرنے سے صاحب نصاب نہیں رہتے ہیں، ان علماء نے فرماتے ہیں کہ جنھوں کا مال حصہ کرنے سے صاحب نصاب نہیں رہتے ہیں، انھوں کو قربانی ناکرنا چاہئے، اگر قربانی جائز ہے تو ان علماء کے حق میں کیا حکم ہے؟

الجواب المطول

مال شرکت میں جس کا حصہ بقدر نصاب نہ ہو نہ اس کے پاس اپنا اور کوئی خاص مال اتنا ہو کہ حصہ کے ساتھ مل کر نصاب کو پہنچ جائے اس پر قربانی واجب نہیں، یعنی نہ کرے گا تو گزگار نہ ہوگا نہ یہ کہ اس کو قربانی نہ چاہئے یہ محض غلط ہے بلکہ کرے گا تو ثواب پاسے گا بلکہ بدیہت قربانی جائز خریدے گا تو اس پر بھی حصاص اُس جائز کی قربانی واجب ہو جائے گی، نہ کرے گا تو گزگار ہوگا، اور اس جائز کو دوسرے سے بدل نہیں سکتا کہ اس پر اسی جائز کی قربانی واجب ہوئی۔ درمختار میں ہے،

وفقیہ ماشرہا لہا لوجہا علیہ بذلک حتیٰ اور فقیر نے واجب نہ ہونے کے باوجود خریدی ہے
بمقتع علیہ میعہ۔ یہ اس لئے اس کو فروت ممنوع ہے (ت)

ایک شریک اگر دوسرے شرکا کے اذن سے ذر مشترک سے جاوے خاص اپنی قربانی کے لئے خرید کر اپنی طرف سے قربانی کرے تو بلاشبہ جائز ہے، اور قربانی صحیح ہو جائے گی، خواہ ان میں شرکت عقد ہو

یا شرکت ملک، بیان اس کا یہ کہ یہ مال پانچ صورتیں ہیں،
 ایک شرکت ملک کی اور چار شرکت عقد کی، کہ شرکت مفادہ جو یا شرکت عنان، مطلق ہے خرید و فروخت
 میں، جیسے یہ کہیں کہ جو کچھ ہم خریدیں وہ ہمارے آپس میں مشترک ہے، یا شرکت جن خاص اجناس میں قرار پائی ہے
 یہ جانور کہ اسے قربانی کو خرید اُن اجناس سے ہے۔ اخیر صورت یہ ہے کہ شرکت خاص ہے، اور جانور اس کی
 جس تجارت سے نہیں، اول و اخیر یعنی شرکت ملک و شکل اخیر میں تو ظاہر ہے کہ یہ جانور خاص اس خریدنے والے
 کی ملک ہوگا۔

لان الشراء متى وجد بعد على المشتري نقد
 كما في الاشياء وغيرها، بل قال في الدرر
 وغيره لو اشترى لغيره بعد عليه قال
 نشأى لانه اذا لم يكن وكيلًا بالشراء وقع
 العقد له فلا اعتبار بالاجارة بعد ذلك
 لانها مما تلحق الموقوف لا الموقوف
 کی اجازت موقوف بیع کر لاتی ہو سکتی ہے ماعدہ وہیں لاتی ہو سکتی۔ (ت)
 رد المحتار میں ہے،

شرطه ان له ان يشتري ما ليس من
 جنس تجارته ويقوم الشراء له ويطالب الثمن
 وكذا يقيم الشراء له من جنس تجارته ما
 بعد ما هو المال عمر وصاؤه قلت وله اذكر

شرکت عنان میں شریک کو اختیار ہے کہ وہ مسئلہ تجارت
 کے غیر کو خریدے جبکہ خریداری شریک کی اپنی ہوگی اور
 مانع اسی سے ثمن کا مطالبہ کرے گا اور یونہی حسب انکی
 مسئلہ تجارت کی جنس کو خریدے یہ نقد مال کے سامان بن جانے

- ۱/ ۲۲۳ من الاشياء والنظار الفن الثاني كتاب البيوع ادارة القرآن کراچی
 فتاویٰ بزازیہ علی ہاشم الفتاویٰ الہندیہ ~ الفضل الثالث فورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۱۹
 رد المحتار کتاب البيوع باب المتفرقات دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۰
 من در مختار ~ فضل الفضولی مطبع مجتبیٰ دہلی ۲/ ۳۱
 رد المحتار ~ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۳۴
 رد المحتار کتاب الشركة فصل فی الشركة الفاسدة ~ ~ ~ ۳/ ۲۵۱

وقال بعد يومه اذ كعبيله اذا اديت الى كذا ، او اپنے دیون یا کفیل کو کہا اگر تو مجھے اتنے یا حسب
و معنی دیت ، او ان اديت الى خمس مائة او اکھرے یا توں کہا اگر تو مجھے پانسو اد کرے تو
عامت برئ عن الباقي فهو باطل ولا ابراء لہ
باقی سے بری ہے تو یہ باطل ہے کوئی برات
نہ ہوتی۔ (ت)

ہندیہ میں قبیہ سے ہے ،

قال ائمة بلخ التحليل يقع على ما هو بلخ کے ائمہ نے فرمایا جو ذمہ میں واجب ہوا اس سے
و جب في الدفعة لاعلى عين قاتله لہ و جب فی الدفعہ لاعلیٰ عین قاتلہ
مگر اس سے جانور میں شرکار کی ملک نہیں ہوتی ، غیر یہ میں ہے ،

لا يلزم من الشراء منت مال الاب ان يكون المشتري للاب لہ لا یلزم من الشراء منت مال الاب ان یكون المشتري للاب لہ
روا مختار میں ہے ،

ما اشتراه احد هم لنفسه يكون له و ان میں سے کسی نے چیز کو اپنے لئے خریدی تو اسی
يصمن حصه شركائهم من ثمنه ادا کی ہوگی ، درود اپنے شرکار کے حصے کا ضامن
دفعه من المال المشترك لہ ہوگا اگر حسد یاری میں مشترک مال دیا ہو (ت)
اور تین صورتوں میں اگرچہ جانور سب شرکار کی ملک مشترک ٹھہرے گا مگر جبکہ وہ سب اسے اذن
و سے چکے کخاص اپنی طرف سے قربانی کرے ، اور یہ ناممکن ہے بے اس کے کہ جانور خاص اس کی ملک
ٹھہرے ، تو ان کا یہ اذن جانور میں سے اپنا اپنا حصہ اس کو بہر کرنا ہوگا ، اور جانور قابل قیمت نہیں اور جو شئی
نا قابل قیمت ہو اس میں بہر مشاع صحیح ہے ، تو تنہا یہی اس جانور کا مالک ہو گیا ، اور قربانی اس کی بلاد غفہ
صحیح ہوگئی ، اور اب اس پر تین میں حصہ شرکار کا بھی تاوان نہیں آسکتا ، قیط پھر تجسد الرأی پھر ردائمت
میں ہے ،

۲۲۵/م	دار احیاء التراث العربی بیروت	باب التفرقات	لے ردالمحتار کتاب البیوع
۲۸۲/م	ذرائع مکتبہ خانہ پشاور	الباب الثالث	لے فتاویٰ ہندیہ کتاب البیوع
۲۱۹/۱	دار المعرفۃ بیروت		لے فتاویٰ خیرہ کتاب البیوع
۳۳۵/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الشركة	لے ردالمحتار

الشراء حال الشركة لو من جنس تجارتهما
فهو للشركة، وان اشهد عند الشراء انه
لمسه لانه في المصنف بمنزلة الوكيل
لشراء شئ معين، وان لو يكن من جنسهما
فهو له خاصة به
آیہ میں ہے،

اذا دون احد المتفاوضين لصاحبه ان
يشترى جارية فيعطىها ففعل فمى له بغير
شئ، لان الاجارية دخلت في الشركة على
العتات جريا على مقتضى الشركة، اذ هما
لا يملكان تغييرها، فاشبه حال عدم الاذن
غير ان الاذن يتضمن هبة نصيبه منه لان
الوطى لا يحل الا بالملك ودرجہ، و
اشباته بالبيع (اي اتيه هلك بالشراء) لما بينا
انه يخالف مقتضى الشركة فاستاء بالهبة
اشباته في ضمن الاذن من محض الزيادة
حاجب الالابن للايضاح۔

اگر جنس تجارت کو شرکت کے مال سے خریدا تو وہ شرکت
کی ہوگی اگرچہ وہ خریداری کے وقت اپنی ذاتی ہونے
پر بھی گواہ بنائے کیونکہ وہ معین چسپنڈ کی خریداری میں
نصف کا ذکیل ہے، ہاں اگر وہ چیز جنس تجارت
میں سے نہ ہو تو اس کی ذاتی ہوگی۔ (ت)

جب شرکت مفاد کے ایک شریک سنے دوسرے
کو لونڈی خرید کر وطن کی اجازت دے دی ہو اور
اس نے ایسے کر لیا تو وہ لونڈی بدعوض اس کی
ہو جائے گی کیونکہ وہ لونڈی شرکت میں ہے شرکت
کا مقتضی یہی ہے کیونکہ عقد شرکت کے بعد دونوں میں
سے کوئی اس کو متغیر نہیں کر سکتا بڑا دہ وطن کو یا کہ
جاؤن سور ہوئی حرا جازت دینا اپنے حصے کو بہر
کو دینے کو تضمن ہے کیونکہ وطن مستقل ملکیت کے
بغیر مال نہیں ہوتی اور اس ملکیت کو بیع کی طرف
مغسب کرنا یعنی یہ کہنا وطن کرے والا خریدنے سے
مالک ہو گیا درست نہیں کیونکہ یہ مقتضی شرکت کے
مافی ہے تو ہم نے ملکیت کو اس پر سے ثابت کیا ہے جو اذن کے ضمن میں پایا گیا اور محض
کے لئے ہالین میں درج شدہ عبارت کا اضافہ کیا ہے۔ (ت)

یہ لوگ جنہوں نے قربانی ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا اور لوگوں سے قربانیاں چھڑا دیں فقہ سے
بے بہرہ معلوم ہوتے ہیں، اور جو ایسا ہوا سے فتنی دینا حرام ہے، نسأل الله العفو والعافية و
حبسنا الله ونعم الوكيل۔ والله تعالى اعلم۔

الجواب المختصر

صورت مستفسر میں قربانی بلاشبہ جائز ہے، اور بعض کا وہ شبہ محض بے اصل و باطل ہے، اہانت اباحت ہے، اور اباحت و بیہ میں زمین آسمان کا فرق ہے، قربانی تو یوں جائز کرنی، مال مشترک سے شریک کا کھانا پینا کر زمانہ رسالت بلا تغیر مانگے جسب حرام ہو جائے گا کہ یہ متاع ہوا اور بہر متاع ناجائز ہے حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے:

وَأَن تَعَالُوا لَهُمْ فَاخْوَاصُكُمْ ۖ
اگر تم آپس میں ملو تو تمہارے بھائی ہیں (ت)،
اور فرماتا ہے،

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَأْكُلُوا جَمِيعًا ۖ
تمہیں حرج نہیں کہ تم اکٹھے کھاؤ یا
اشتنا تاکھو

اس فتویٰ کے انداز سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ فتویٰ دینے والے لوگ فتنہ نہیں جانتے، نہ اس کام کے اہل ہیں، اور تاہل کو فتویٰ دینا حرام اور سخت کبیرہ ہے۔ حدیث میں ہے:

مَنْ لَقِيَ بَغِيْرَهُمْ لَعْنَتْهُ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ ۖ
جو بغیر علم کے فتویٰ دے آسمان وزمین کے فرشتے
والارض کی

والعید باللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مشتملہ مقام گوسپا ضلع مرزا پور ڈاک خانہ دارائی مرسلہ جناب کمال الدین صاحب
صفحہ ۲۸ و ۲۹ محرم ۱۳۳۹ھ

کی فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع اس بارے میں کہ ہمارے موضع میں زمانہ قدم سے تمام مسلمان حنفی المذہب ہوتے چلے آ رہے ہیں مگر چند روز ہوا کہ سات آدمیوں نے مذہب اہلحدیث کو اختیار کر لیا ہے اور ہمارے بزرگوں نے بڑی سعی کوشش سے قید کی مصیبت کو برداشت کر کے گورنمنٹ سے تین دن کی قیود کا حکم جاری کرایا تھا، لیکن اس سال اسی فرقہ اہل حدیث سے ایک شخص نے کپتان کے دروازے

۱۰ القرآن الحکیم ۲۲/۲

۱۱ ۲۱/۲

۱۲ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ حوسنۃ الرسالۃ بیروت ۱۹۳/۱۰

۱۳ الفقیہ والمنفقہ باب ما یأمر من الوعیۃ لمن فقی بغیر علم حدیث ۱۰۴۳ دار ابن جوزی ریاض ۲۲۸/۲

الجواب

شہر میں قربانی اگرچہ ساکن و دو کی طرف سے ہو، ورنہ اول پیش از نماز عید (اور اگر نماز عید کسی عذر سے نہ پڑھیں تو پیش از خروج وقت نماز عید) ناجائز و نامعتبر ہے، اور پیر و بی شہر اگرچہ خانے مصرغیہ متصل بمصر ہو، اگرچہ قربانی ساکن شہر کی ہو، پیش نماز بعد طلوع فجر تا ریحہ ویم جائز ہے،

فی الدر المختار اول وقتہا بعد الصلوة انت ذبیحہ فی مصر ای بعد ما سمیت صلوٰۃ و لو قبل الخطبۃ، لکن بعد ما احب و بعد مضی وقتہا لولہ یصلوا العذر، و یجوز فی الغد و بعدہ قبل الصلوة لامت الصلوة فی الغد تقع قضاء لا ۱۰، زلیلی وغیرہ، و بعد طریق فجر یومہ المحرم ذبیح فی غیرہ والمعتبر مکان الاضحیۃ لکمات من علیہ فحیلۃ مصری اراد ب یحرجہب لخارج المصر فیضی بہا اذا طلع الفجر اثم فیہ المحتار لخارج المصر ای الی مایب فیہ القصر، قہستانی اثم، وفیہ ثمن باب صلوۃ المسافر یشرط مفارقتہ ماکان من توابع موضع الاقامۃ کویف المصر، وهو ما حول المدینۃ من بیوت و مساکن فانہ فی حکم المصر و کذا القسری المتصلۃ بالریض فی الصحیح

در مختار میں ہے قربانی کا وقت نماز کے بعد ہے اگر شہر میں کرے یعنی نماز پڑھنے کے بعد اگرچہ خطبہ سے قبل ہو، لیکن خطبہ کے بعد مستحب ہے، اور اگر عید کی نماز نہ پڑھیں تو نماز کا وقت گزر جانے کے بعد، اور دوسرے اور تیسرے اور تیسرے روز نماز سے قبل کیونکہ دوسرے روز عید کی نماز قضاء ہوگی کہ ادا، زلیلی وغیرہ۔ اور اگر گاؤں میں ذبح کرنی ہو تو عید کے روز صبح طلوع ہونے کے بعد قربانی میں ذبح کرنے کی جگہ معتبر ہے قربانی کرنے والے کی جگہ معتبر نہیں، و شہری کے لئے جلدی قربانی کا جملہ یہ ہے کہ وہ جانور کو شہر سے باہر لے جائے تو فجر طلوع ہونے کے بعد قربانی کرے اور۔ در المختار میں ہے، شہر سے باہر اتنی دور لے جائے جہاں سے مسافر کیلئے قصر شروع ہوتی ہے، قہستانی۔ اور اس کے باب صلوۃ المسافر میں ہے کہ قصر جائز ہوگی بشرطیکہ وہ اپنے شہر کے توابع سے نکل جائے شہر کے توابع کی مثال ٹیپے وغیرہ اور وہ شہر کے ارد گرد کے مکانات ہیں اور شہر سے متعلق رہائش گاہیں شہر کے حکم میں ہیں اور یوں وہ دیہات جو شہر کے ہاڑوں سے متصل ہوں صحیح قول میں

بغلاف البساتین ولو متصلة بالبناء لانها ليست من البلدة ، امداد ، واما الغناء وهو المكان المعد لمصالح البلد كركض الدواب ودفن الموتى والقاء القرب ، فان اتصل بالمصر اعتبر مجاورته وان انفصل بعلاقة او مزرعة فلا ، والله تعالى اعلم .

تیراندازی یا زراعت تک ہو تو وہاں سے گزر جانا ضروری نہیں ، واللہ تعالیٰ اعلم (د)۔

مسئلہ از محمد پور ، ڈاکٹر تربست ، ضلع گیا ، مرسلہ سید رضی الدین حسین صاحب مدظلہ جہادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ جناب مستطاب مخدومنا زاد محمد بم دہشت میں قربانی حسب دستور ہو پانہ ہو ، کیونکہ مسئلے اسی کے مجموعہ کے مسئلے سے ملتے ہیں ، زیادہ حدیثاً ۔

الجواب

قربانی میں شہر وہو بلکہ آبادی و جنگل سب برابر ہیں جس شرط سے شہر ہوں پر واجب ہوتی ہے انہیں شرائط سے گاؤں بلکہ جنگل کے رہنے والے پر بھی واجب ہے ، فقط مقیم ہونا چاہئے کہ شہر میں نہ ہو ، پھر مسافر ہے بھی اس کا وجوب ساقط ہے ، نہ یہ کہ محالعت ہو ، اگر کرے گا نفل ہو گا ثواب پاسے گا ۔

فی الدار المختار تجب التصحیۃ علی حرم مسکنہ مقیم بمصر او قریۃ او یادیۃ ، عینی ، فلا تجب علی مسافر ثم ملتقطی ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

در مختار میں ہے آزاد شہر یا گاؤں یا ہادیہ میں مقیم مسلمان پر قربانی واجب ہے ، یعنی ، تو مسافر پر واجب نہیں ہے احتیاطاً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (د)۔

۱۳ ہادی الاضحیۃ بالشاة الہندیہ ۱۴

(بھیڑ کی قربانی کے بارے میں راہنمائی مکتوب والا)

مسئلہ ۲۰۳ از کانپور مسجد رنگیناٹ مرشد مولوی احمد حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ فیض عالم کانپور
اداءِ قربان مبارک ۱۳۱۴ھ

(خلاصہ) ہدایت کے نشان حضرت مسیح کی بشارت
والہ نام میں رسول مقبول کے ہم نام، اور جناب نقی
کے اسم مبارک کے ہم مادہ، مولانا احمد رضا خان صاحب
فرید مجہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پنجاب سے ایک
سوال آیا ہے جس کے جواب کے لئے بہت سے
علماء سرگرداں ہیں لیکن منزل مقصود مفقود ہے
ایک پرمغز عالم نے ایک جواب تحریر کیا وہ معمول
قدیم کے خلاف ہے اس لئے عوام اور علماء کوئی
قبول نہیں کرتا، میں سوال و جواب دونوں ہی حدست
میں ارسال کر رہا ہوں، جواب اگر صحیح نہ ہو تو وجہ غلط

علم الہدی، سہی المصطفیٰ باسمہ
الذی بشر بہ عینی، مزیادۃ
لفظ معناه المرقطی، اامت
حنایتکم از احمد حسن مغبی عنہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، وبعد
ازیں آنکہ دریں وقت یک استفتاء از پنجاب آمدہ
است، و نہایت طر طلب است، اکثر علماء نے پنجاب
دریں سرکوشیہ اندک لیکن بمنزل مقصود نرسیدہ اند، و جواب
استفتاء، یک شخص کے مایہ علم اتم دارد نوشتہ لیکن چونکہ
جواب فی لفظ معمول است قبول نمی کنند، اکنون جواب
تعلیل کردہ، بخدمت سماوی ارسال است، ہر حق تحقیق جانا

بتائیں اور صحیح ہو تو تائید مزید سے مزین
قرمائیں۔

سوال | احسانے اسلام یا مخصوص اعلام احناف
بھیڑ اور بھیڑ سے (نزدادہ) کے بارے میں کیا فرماتے
ہیں، ان کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب | شرح وقایہ اور اس کے دو حاشیے
از علامہ علی، در مختار اور شامی، مفاتیح الجنان شرح
شرعۃ الاسلام، تعلیق المجد، اشعۃ اللمعات
کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ قربانی کے ہاں زروں
کی ابتدائی تین قسمیں ہیں،

(۱) شاة یا غنم (یہ دونوں لفظ بطور تراوت قربانی
کے حانور کی ایک ہی قسم کے لئے بولے جاتے ہیں)
(۲) بقرد (۱) کی دو قسمیں کرتے ہیں، گائے اور
بھینس)

(۳) حمل (۱) اس کی ایک قسم شمار کرتے ہیں،
شاة کو پھر دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں،
ضان اور معز۔

اور بقرد کی بھی دو قسم کرتے ہیں، بقرد جاموس۔
اس طرح اصل اور ذیلی قسموں کو ملا کر کل پانچ قسمیں
ہوتیں،

(۱) حمل (اونٹ) (۲) بقرد (گائے)

مست ارسال فرمائیے اگر مخالف رائے جناب باشد امید کہ
آپ روشن کنند اگر موافق باشد نیز زیادہ اولہ ثبت فرمائند۔

ما قول العلماء بحمدیة المحیفة علیہ الفصل
الصلوة واکمل النجیات فی حیوان ذات صوف
ولایة بہ، ویقل فی النعة الطائیة لاشاة
بہیڈ ولدکرة کھٹہ، اتجوز بہ التصحیة ام لا۔
میتوا و توجروا من الملک العلام۔

الجواب | اقول وہ نستعین، الی رأیت
کتب المحیفة الموجودة عندی من شرح
الوقیة و حاشیتہ للجللی و الدر المختار
و شرحه للشامی، و مفاتیح الجنان شرح
شرعۃ الاسلام، و التعلیق المجد شرح
موط امام رحمہ اللہ، و اشعۃ اللمعات و وجدت
فیہ انہم یخصون الاصحیة فی الشاة و البقر
و الابل، و الغنم و المقر و الابل و یعمون
الشاة بقولہ ضاناکان او معز او کدالک
الغنم و یفسرون الضان بما تکون لہ الیة و
یداخلون الجاموس فی المقر و یقولون انہ
نوع منہ فصارت انواع الاصحیة
خمسة الضان و المعز و المقر
و الجاموس و الابل ذکور و انثی

عہ سائل کی الجھن اصل یہ ہے کہ عرب میں ذنبہ ہوتا ہے اور بکری بھیڑ جو ہائے یہاں ہوتی ہے جس کی صرف ذم
ذنبہ مختلف ہے، یہ کس میں داخل ہے، ذنبہ میں یا بکری میں، یا کوئی تیسری قسم ہے، تو اس کی قربانی
جائز ہے یا نہیں؟ جید المنان عظمیٰ

او انشاؤنک عشرۃ کاملۃ ، وحسبت
 انت الحيوان المذکور و
 المستول عنه ليس داخل
 في الخمسة لانه لو كان داخل
 فيها لما فسروا الضامات بان
 تكون له الية ، بل مسموۃ
 بما تكون له الية او لاحق
 صارت انواع الثاۃ او العنتم
 ثلثة والکل ستة ، واذ ليس
 فليس قامت قيل يداخلون الجاموس
 في البقر فما السر في عدم ادخال
 الحيوان المستول عنه في الضان
 مع انه يؤيد ادخاله فيه تفسیر
 اهل اللغة لفظ الضامات بمیش ،
 كما في الغياث وغيره ، قلت لعله ان
 الجاموس اکمل من البقر في اللحم
 والقيمة ، والحيوان المستول
 عنه ناقص عن الضامات في
 العضوای الالیه ، فالحقاق
 الاکمل بالکامل اولی من الحقاق
 الناقص بالکامل ، واما تفسیر
 اهل اللغة فمعناه انت العرب

(۳) جاموس (بھینس) (۴) ضان (دھبہ)
 (۵) معز (بکری) اور مذکور و منٹ دونوں کو شامل
 کر دیا جائے تو کل دس قسمیں ہوتی ہیں۔

پہلی دلیل اسرار میں ذکر کی ہوئی ہندوستانی بھیڑ اپنی
 شکل و صورت کے لحاظ سے اگر شامل ہو سکتی ہے
 تو ضان (دھبہ) میں، اگر اس میں شمار نہ ہوئی تو پھر
 کسی قسم میں شمار نہیں ہو سکتی، اور جہاں تک اس کے
 دھبہ میں شمار ہونے کا سوال ہے یہ یوں غلط ہے کہ
 ضان یعنی دھبہ کی تعریف میں یہ قید ہے کہ اس کے
 الہ (چلنے) ہوتی ہے اور بھیڑ کے چلنے نہیں ہوتی ہے
 اس لئے ہمارا فیصلہ یہ ہے کہ بھیڑ قربانی کا جانور
 ہے ہی نہیں اس لئے اس کی قربانی جائز نہیں۔
 اس امر پر قریہ یہ ہے کہ اگر بھیڑ کو قربانی کے
 جانور میں شریک کرنا مقصود ہوتا تو دھبہ کی تعریف میں
 چلنے ہونے کی قید نہ لگاتے، بلکہ ایسا لفظ بولتے جو
 بھیڑ اور دھبہ دونوں کو عام ہو، اور ایسا نہیں کیا تو
 معلوم ہوا کہ مقصد اس نوع کو شریک کرنا ہی نہیں ہے۔
 دوسری دلیل ایک بات یہ بھی ہے، از روئے
 شرع غنم یا شاة کی دو ہی قسم بنائی گئی ہے،
 ضان اور معز اگر بھیڑ کو بھی قربانی کا جانور مان لیا جائے
 تو ایک کے اضافہ کے بعد غنم کی ۳ قسم ہو جائے گی،
 اور سب کا مجموعہ پانچ کے بجائے چھ ہو جائے گا

کہ یطلقون لفظ الصدق علی ما تکتون له ایۃ
 کہ لک الفرس یطلقون علیہ لفظ میث فوداھی
 و حد کہ یشر بہ عبارة الغیث ، گو سغند
 بمعنی میث مقابل بُرچا کہ معز و عربی مقابل
 ضان ست کہ استفاد من انعام موس و
 انصرح ، و بعضی فرشتہ اند کہ اطلاق گو سغند بر میث
 بُرچہ و آردہ ، از سراج ، انتہی عبارة الغیث .
 عمدہ ہے ، اور بھیڑ و نہر سے چلنے میں ناقص ہے اس لئے یہ بات قریب قیاس ہے کہ اکل اور عمدہ کو کامل کے
 ساتھ شمار کیا جائے ، اور یہ بات غلط ہے کہ ناقص کو کامل کے ساتھ جڑا جائے ، اسی لئے بھیئس کو لگائے
 میں شمار کیا اور بھیڑ کو نہر میں نہیں ۔

دوسرا شبہ اہل لغت نے ضان کا ترجمہ فارسی کے لفظ میث سے کیا ہے جو بھیڑ اور نہر دونوں کو عام
 ہے ، پس اہل لغت کے اس محاورہ کے موافق اہل شرح کو بھی بھیڑ کو نہر میں شامل ماننا چاہئے ۔
 جواب اہل لغت کی تشریح کے موافق ناسی لفظ میث بھیڑ اور نہر دونوں کو عام نہیں بلکہ میث صرف نہر کہ
 کہتے ہیں ۔

فارسی میں لفظ گو سغند بھی لفظ میث کی طرح لفظ بُرچا کا مقابل ہے جیسا کہ عربی میں لفظ معز
 ضان کا مقابل ہے ۔ قانوس و صراح دونوں سے یہی ثابت ہے ۔

البتہ بعض اہل لغت کہتے ہیں کہ فارسی کا لفظ گو سغند لفظ میث کا ہم معنی نہیں بلکہ میث و بُرچا (نہر و
 بکری) دونوں کو عام ہے ۔ (غیث الغیث)

پس ازین عبارت صاف معلوم می شود کہ آن حیران
 کہ عرب آن را ضان گویند فرس آن را میث
 گویند ، و انخبہ عرب آن معز گویند
 فرس آن را بُرچا گویند ، لا انت
 لفظ میث عام یطلق علی الضان
 اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ اہل عرب کے
 نزدیک جو جانور ضان کہلاتا ہے اہل فارس اسی
 کو میث کہتے ہیں (اور اہل اردو نہر کہتے ہیں) اور
 اہل عرب جس کو معز کہتے ہیں اہل فارس اسی کو بُرچا
 کہتے ہیں ، نہ یہ کہ لفظ میث کے اطلاق میں بھیڑ داخل ہے

وعن الحيوان المسئول عنه ولو سلمت
لفظ ميث في لغة العرب بمعنى ذوات
الصوت اعم من ان يكون لها الية او لا
يشمل الصان والحيوان المسئول عنه
فتفسير اهل اللغة لفظ الصان بلفظ ميث
تفسير بالاعم وهو جائز اذ كان المقصود
هو التمييز عن بعض ما عدا ذلك، ذكره الفاضل
اللاهوتی فی بحث خواص الاسم۔

ایک اور جواب | اور اگر بطور تسلیم ہم تسلیم بھی کر لیں
کہ اہل لغت کے نزدیک ميث کا اطلاق اُون والے پر
ہوتا ہے، تب بھی ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں
کہ اس سے ان کی مراد بھڑ ہے، اس کے بیان
کے لئے ہم کو تھوڑی تفصیل میں جانا ہوگا۔

کسی چیز کی تعریف اس کے مساوی لفظ سے بھی
کی جاتی ہے، جیسے انسان کی تعریف لفظ ناطق سے
کی جائے (کہ جن جن افراد پر انسان دلالت کرتا ہے
ناطق بھی اس پر دلالت کرتا ہے) اور کبھی تعریف کے لئے معرفت سے عام لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسے
السعداء بنت (کہ سعدانہ ایک مخصوص گھاس کا نام ہے) بلکہ ثبت ہر گھاس کو کہا جاتا ہے، اول الذکر
تعریف کامل ہے اور ثانی ناقص، الفرض تعریف دونوں ہی ہے۔

اگر معرفت کو بعض امور سے متنازع کرنا ہے تو ہم لفظ سے بھی تعریف جائز ہے (فاضل لاہوری بحث

خواص اسم)

وهنا كذلك او المقصود من تفسيره به
تميزه عن بعض ما عدا ذلك كالعز والبقر،
فانهما من ذوات الشعر، ولوقيل ان
غرضهم من تفسير الصان بلفظ ميث
ان الصان ما كانت من ذوات
الصوت سواء كانت له الية او لا
كما ان ميث كذلك فيبعد التفسير لايحيى
حجة علينا لان الحجة علينا تفسير
الفقهاء لا تفسير اهل اللغة،
ووجب علينا اتباع الفقهاء

تو یہاں بھی خان کا ترجمہ لفظ ميث سے کر دیا جس کا
مخبر اُون والا، لیکن اس سے اہل لغت کی غرض
خان میں بھڑ کو شامل کرنے کی نہیں تھی بلکہ ذنبہ کو
گاسے، بھینس اور بکری سے ممتاز کرنا ہے کہ وہ اُون
والے جانور نہیں، اور خبر اُون والا جانور ہے
اور جب خان کو بھڑ سے بھی ممتاز کرنا ہوا تو اس کی
تعریف چمکی والے جانور سے کی۔

جواب الجواب | اگر ہماری بات کا یہ جواب دیا جائے
کہ اہل لغت کے اطلاق کو یہاں تعریف مساوی
سے پھر کر تعریف عام قرار دینا ایک بہ دلیل

اور ادعائی بات ہے، اس لئے قابل تقسیم نہیں، مگر ہر
سہ کہ ان کا مشاعرہ خان کا ترجمہ پیش کر کے یہی ظاہر
کرنا ہے کہ وہی جائز ہے جس کے ادون ہوتا ہے
چکی ہو یا نہ ہو، اس سے ان کو کوئی غرض نہیں تو
لفظہ بھیر ڈنہ میں شامل ہوتی۔

جواب | چلے اہل لغت کا مطلب وہی ہے جو آپ
کہتے ہیں، لیکن ہمارے لئے حجت اہل لغت کی
بات نہیں ہے اہل فقہ کی بات ہے، جب وہ فقہ
کے مسمیٰ چلتی والا کہتے ہیں تو وہی مانا جائے گا، اور
بھیر ڈنہ میں شامل نہ ہوگی۔

رہ گئی یہ بات کہ اہل فقہ اور اہل لغت کے مسائل
میں اختلاف ہوتا ہے، تو اس کی نظیر قربانی کے
بالوں میں ہی ہے جہاں سب کے اہل فقہ چھ ماہ کے
بالوں پر ہی قول پر ہی دیا جاتا ہے۔ (چلی علی

مشہدہ نمبر ۲ | بعض فقہانے بھی قرضان کی تعریف

مجیب نے یوں تعبیر کیا ہے حالانکہ اصل کتاب
میں یوں ہے، اذنان وہ ہے جو اذن والا
ہو اور معز جو بالوں والا ہو۔ قسستانی ۱۲
عبداللہ بن الاعشى

لا اهل اللغة وهم كثيرا ما يخالفون
اهل اللغة عمد الكمال الجليل على شرح
الوقاية، في باب الاصححة قوله الجذع شاة
لهاستة اشهر اى في مذهب الفقهاء، و
اما قيدناه بهذا الان عند اهل اللغة الجذع
من شاة ما تمت له ستة كذا في النهاية
والعيني على الكنز، في باب الاصححة، وحاز
الجذع من الضان لا غير، وهو ما تمت له
ستة شهر عند الفقهاء، وفي كتاب الزكاة
والمعركا لاصان ويؤخذ الثمن في ركاتها
لا الجذع وهو ما اتي عليه اكثرها، وهذا، تغيير
الفقهاء، وعند اهل اللغة الجذع ما تمت
له ستة، وصح في نشاية
بچے کو کہتے ہیں، اہل لغت ایک سال بچہ کو، اور مسئلہ کامل اہل فقہ کے قول پر ہی دیا جاتا ہے۔ (چلی علی
شرح الوقایہ، عینی علی الکنز)

و ما تصير الضان بما كان من ذوات

عنه عبر المجيب هكذا والعبارة في لاصل هكذا
الضان ما كانت من ذوات الصوف
والمعز من ذوات الشعر قسستانی ۱۲
عبد المات الاعشى

۵۴۳/۴	فولکشور کانپور	کتاب الاضحیہ	سنة ذریعة الحق عاشیر شرح الوقایہ
۲۰۵/۶	مکتبہ فریہ رضویہ سکھر	کتاب الاضحیہ	سنة رمز المعانی فی شرح کدہ الدقائی
۴۱/۱	مکتبہ اسلامیہ کھنسیہ قاسم آباد	کتاب الزکوة باب صدقة السوانم	سنة جامع الزکوة
۳۰۶/۶			

النصوف ، والمعزب ما كان ذوات الشعر .
 كما فعل بعضهم فتفسير كل واحد منهم
 تفسير لا عام . كما في شعر به من ، لا المساوي
 وعرضهم من هذا التفسير تخصيص كل واحد
 من الآخر ، ألا ترى ان البقر والجواموس
 من ذوات الشعر ، فلو كانت تعريف
 بالمساوي بطل الظهور ،
 فهاكذا تعريف اصناف .

ماله صوف (جس کے اون ہوں) سے کی ہے ،
 جس کے معنی صاف یہی ہونے کو بھیڑ بھی اس میں
 شامل ہے .

جواب | جی ہاں تستانی نے یہ تعریف کی ہے :
 "انصاف ما كان من ذوات النصوص والمعزب
 ما كان ذوات الشعر" لیکن اس کا جواب ہم پہلے
 ہی دے چکے ہیں کہ یہ تعریف بالانعم ہے ، بکری اور
 بیل سے دُنب کو نماز کرنے کے لئے ہے . بھیڑ سے
 نماز کرنے کے لئے نہیں (جب اس کی ضرورت ہوئی تو یہ تعریف کیا "ماله الیہ" جس کی چلتی ہو ، تاکہ بھیڑ

نکل جائے)

ہماری اس بات پر قرینہ یہ ہے کہ تعریف میں لفظ من استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی بعض ہوتے
 ہیں ، تو تعریف کی عبارت کا ترجمہ مواضات اہل دالے جانوروں میں سے بعض ہے ، اور دوسرا قرینہ
 یہ ہے کہ بکری کی تعریف میں یہی لکھا ہے ما كان ذوات الشعر جو پاؤں والی ہو . تو اگر اس عبارت کا یہ
 مطلب نہ لیا جائے کہ بکری بال دالے جانوروں میں سے بعض ہے تو بیل بھینس وغیرہ بھی بکری میں شامل
 ہو جائیں گے ، پس اس مجبوری سے جب بکری والی تعریف کو بالانعم قرار دیا تو ضان والی تعریف کو بھی تعریف بالانعم
 قرار دیں (کیونکہ دونوں جملے ساتھ ساتھ ہیں تو دونوں کا حکم کیسا ہونا چاہئے)۔

حوالے اب ہم کتابوں سے حوالے پیش کرتے ہیں جس
 سے حق واضح اور روشن ہو جائے گا :

(۱) ضان کا جذع قربانی میں جائز ہے یعنی شش ماہر
 بچہ ، اور ضان چلتی دالے جانور کو کہتے ہیں ۔ ثنی اور اس
 سے بڑی عمر والے جانور تینوں اقسام کے جائز ہیں
 یعنی شاة میں دُنب ہو یا بکری اور کائے میں گائے
 ہو یا بھینس اور اونٹ (تشریح وقایہ من عینی) ،

(۲) صنعت کے مذکورہ بالا قول میں ان جانوروں
 کی طرف اشارہ ہے جن کے علاوہ قربانی جائز نہیں

الآن تکتب عبارات اکتب الموجودة فانظر
 فيها حق النظر حق يتبين
 لك الحق ، والحق احق بان يتبين (م) وصح
 الجذع من الضان (ث) الجذع شاة
 لها ستة اشهر ، والضان بما
 تكون له الیة (م) والثی فصاعدا من
 الثیة (ث) ای من الثیة اعم من
 ان یکون ضانا او معرا
 ومن البقر ، و من

الابلی، شریعہ وقایہ من عینہ ،	اور ایسی عروں کا بیان ہے جن کے علاوہ قربانی جائز
قولہ وصحہ الجذع الی قولہ	نہیں۔ (حاشیہ شرح وقایہ عین من عینی)
من الثلثة اشارة الی بیان	(۳) ضان کا اتنا بڑا بچہ جو چھ ماہ کا ہو لیکن دور سے
الانواع الی لا تجوز لاصحیۃ الابلہا	دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو (در مختار عینی)
وتصریح بیہا الی لا تجوز فیہ دونہ .	ضان جس کے چلتی ہو، یہ چلتی کی قید اس سے
چلی علی شرح الوقایہ ، من عینہ ،	نکالی کر سکی، لگائے اور اونٹ کے جزدہ کا اشتہار
وصحہ الجذع ذوستہ اشہر من	مقصود تھا، بکری کا جزدہ چھ ماہ کا ہوتا ہے اور گائے
الضمان ان کانت ہیث لو خلط	کا سال بھر کا اور اونٹ کا چار سال کا ، اور
بالشایا لا یکن التمییز من بعد ، وصحہ	”من الثلاثة“ کا لفظ جس کا ذکر آگے آ رہا ہے
الشئی فصاعدا من الثلثة والشئ	یہ اونٹ اور بقران دونوں نوعوں کے ساتھ، اور
هو ابن خمس من الابل وحولین من	اسی طرح اپنی دونوں قسموں کے ساتھ۔ (رد المحتار
البقر والجاموس ، وحول من الثلثة اور در مختار	من عینی)
من عینی ، قولہ من الصان هو مالہ الیہ ، صحہ	(۴) اور العام کی قربانی مسنون ہے، (عام چوپایہ
قید بہ لایہ لایجوز الجذع من العمر وغیرہ	کو کہتے ہیں۔ فقہیہ کے مسمی قربانی میں، مطلب یہ کہ
بلا خلاف ، کما فی المبسوط قہستانی ، والجذع	صان کا چھ ماہ بچہ یا سات ماہ بچہ کی قربانی مسنون
من البقر ابن سنۃ ، ومن الابل ابن اسبعم	ہے، اور ایک سالہ بچہ کی بھی، لیکن اس کے لئے کوئی
بدائع ، قولہ من الثلثة ، ای الاثنیۃ وہی	پابندی نہیں ہے، ضان ہو کہ عمر، اور اونٹ اور
الابل ، والمقر ، بنوعیہ ، والثناء بنوعیۃ	نقر کا شئی بھی قربانی کے لئے جائز ہے، اونٹ کا شئی
من المختار من عینی ، ومن سنن الاسلام	پانچ سالہ اور بقر کا دو سالہ اور شاة کا ایک سالہ
التضحیۃ ، لانہم التضحیۃ ذبح الاضحیۃ	اور جزدہ کے لئے ضان کی قید اس لئے نکالی کہ
والانعام بالعتق جمیع نعم بعتقہ من	بکری چھ ماہ جائز نہیں، اور ضان چلتی والے نقر کو
لہ شرح الوقایہ کتاب الاضحیۃ	مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۲/۴
لہ ذخیرۃ القبی حاشیہ شرح الوقایہ	نور کثور کانپور ۵۴۳/۴
لہ در مختار	مطبع مجتہباتی دہلی ۲۳۲/۲ و ۲۳۳
لہ رد المحتار	دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۴/۵

میں بڑھتے ہیں اور صاف کویش اور جاموس گاؤیش
کا معرب ہے، یہ گاسہ کی ہی ایک قسم ہے،
اور ان سب کاشنی جائز ہے (اشعة اللمعات)

جا برضاہی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تدبوا الا حسیة لضمیم
وکسرین ونون متددة، (موجودہ ترکیب مگر منہ،
الا ان یصر علیک فتدبوا جذعة من الصواب، مگر
آنکہ دشوار شود بجم رسانیدن مسہر بر تنہا پس ذریعہ کنید
جذعہ را ریش، بعد از معجم ذوال رد لا مصلوہ شرح ای
حدیث تفصیل دارد از موافقی مذہب حنفی میان غنیم و در
شرح موافقی مذہب اربعہ ذکر کردہ شدہ است چنانکہ مخیر
بائز نیست، مگر زابل و بقر و غنیم، و روایت کردہ شدہ
است از آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نہ از اصحاب
شیخہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، احرار صاف شدہ از ذائقہ غنیم
و وصف معرکہ زبائر گویند، و صاف کویش خوانند
و جاموس حسین مملکہ معرب گاؤیش است نہ بہ ترت
و جائز است از جمیع ایں اقسام ثنی استھی ما اردنا و
اشعة اللمعات علی مشکوٰۃ۔

سوال: آپ نے اس سے قبل کہا کہ خان کا ترجمہ
میش (بھیڑ)، اہل لغت کرتے ہیں، اور اہل فقہ یہ
ترجمہ کرتے تو ہم بھی تسلیم کر لیتے کہ صاف بھیڑ کو شامل ہے
اور شیخ عبدالحی محمد دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب
اشعة اللمعات تو ائمہ فقہ و حدیث میں سے ہیں، در
انہوں نے بھی وہ اہل سنت والا ترجمہ کیا ہے تو آپ کو
کیا حذر ہے۔

جواب: شیخ محقق کے کسی ترجمہ سے جاہلوں کی طرح خوش

فان قبل قلت فیہ سبق الحجة علینا تفسیر
الفقرہا، لا تفسیر اهل الفقة، و رأیت
الا ترجمہ الشیخ لفظ الصاف ہمیش
و هو من اعلم مقیدی الحنفیۃ و انت
فقلتہ ایضا للسید، فلم لا تقول بحوار احمیۃ
الحيوان المستول عنہ بعدہ
قلت لا تمسوح بترجمہ الشیخ
مثلاً کما فخر العاصۃ بہا،

وجور والتضحية بالحيوان المسئول عنه
فصلوا واضلوا لعمود الله منها ، فان لفظ
ميش لغة العرب لا لغت ، فما حقيقة فيما
له الية ومجاري الحيوان المسئول عنه ،
لكونه من ذوات الصوت مثل حاله
الية ، او بالعكس واما مشترك بينهما ،
فعند تفسير اصفان به كما فسره الشيخ
به لا يجوز ان يراد به معا لانه يلزم الجمع
بين الحقيقة والجزء ، ولو لم يكن معنى مشترك
في اطلاق واحد ، وبطلانها لا يخفى
على الكل ، مع انه حينئذ يصير للغم
لوالشاة اصناف ثلثة ، المعز و ماله
الية وماله الية له ويخالف قول الشيخ
فيما بعد وعدم وصف است ، وقال ان في
والشاة بنوعيه ، وهكدا وان اريد به
عموم المجازي ما كان من ذوات الصوت
فلا يلزم الجمع بالمعنيين الا ان
التخالف بينهما وبين قول الشيخ وغيره
المنكوسين باق وهو ظاهر ، وكاف في
عدم اسادتهم ، فاما ان يراد به الحيوان
المسئول عنه فقط حقيقة كان او مجازا ،
فيخرج ماله الية من باب التضحية ، و

ہونے کی ضرورت ہیں کیونکہ شیخ کے اس لفظ میش سے
وئید اور بھڑ دونوں ہی مراد ہوں گے یا ان میں سے
کوئی ایک ، اور دونوں مراد ہوں گے تو بطور حقیقت
مجاز یا اشتراک ، یا عموم مجاز ، تو حقیقت و مجاز ، یا
اشتراک کے طور پر دونوں معانی کا ایک ساتھ مراد لینا
اصول لسان کے اعتبار سے ناجائز ہے ، اور بطور
علوم مجاز و دونوں ایک ساتھ مراد لینے پر یہ غرابی لازم
آتی ہے کہ قربانی کے کل چھ قسم کے جانور ہو جاتے ہیں
حال کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ پانچ ہی ہیں ، اور ایک
ہی مراد لیں ، اور وہ بھڑ ہو تو دہر چھوٹ جاتا ہے
جو بالاتفاق قربانی کا جائز ہے ۔

مزید سوال : آپ کی یہ ساری تقریر ضان کے معنی دہر
مراد لیے پر مبنی جاری ہوتی ہے ، تو یہ مراد لینا بھی
منوع ہوا ۔

جواب : جب فقہار نے چلتی والا کہہ کر اسی جانور کو
مستعین کر دیا تو اب ہم کو اس بحث میں پڑنے کی
ضرورت نہیں کہ وہ معنی مجازی ہیں یا حقیقی یا بطور
اشتراک ۔

پس ان نصوص حقیقہ کی روشنی میں ہمارا فیصلہ
تو یہی ہے کہ بھڑ کی قربانی ناجائز ہے ، اگر دوسری
کسی کتاب میں اس کے جواز کا حکم ہو بھی تو احتیاط
اس سے بچنے میں ہی ہے کہ عدم جواز کے یہ دلائل

سہ اشعة اللمعات کتاب الصلوة باب الاضحية
سہ رد المحتار کتاب الاضحية

الفصل الاول مکتبہ فوریر رضویہ سکر ۶۰۸/۱
دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰۳/۵

يصير النوع الخامس، من الافواع الخمسة
 بها الحيوان المسئول عنه، لاماله الية و
 هو خلاص الاحماع، او يراجه ماله اليه فقط
 حقيقة كان او مجازا في حرور الحيوانات
 المسئول عنه من اليين كما هو حقه وهو
 المطلوب، واجراء هذا التفصيل لعينه في
 لفظ الصان كما وقع في الحديث واعتبرت
 بان يقال لفظ الصان لفظة لغة العرب
 لا لغت فاما حقيقة ماله الية ومجاز
 في الحيوان المسئول عنه الى قولنا وهو
 المطلوب، فليل تفسيره بما تكون له الية
 يمكن ويحصل الفائدة منه، وهم
 الاستقراء عن المطلوب، واما بعد تفسيره
 بماله الية كما فعل الفحول من العلماء،
 فلا فائدة فيه لانه يعلم من هذا
 التفسير ان مراد الفقهاء بالضاف
 ماله الية سواء كان معنى حقيقيا او مجازيا
 فيما مطلبنا في الاخر، وتحويل المسافة
 قلنت بل علمت من هذه القول ان
 التصحية، لحيوان المسئول عنه لا تحوز
 وقد سمعت تحقيقه بما لا مزيد عليه انما
 فاقول ما انا عليه، وعليه التحويل هو
 عدم حرور التصحية به، فان اصبحت فمن
 الله تعالى، وان اخطأت فمنى ومن التعليل،
 وان وجهنا كتب الاخر المعتمدة عليها

کاہرہ ہم نے ظاہر کر دئے۔
 اور یہ کہنا کہ بزرگوں سے ایسا ہوتا آیا ہے
 یا عیش کے معنی بھڑپس، یہ تاریک گت سے
 زیادہ حقیقت نہیں رکھتے، یہ فتویٰ صحیح ہو تو
 اللہ تعالیٰ کی طرف سے، اور غلط ہو تو میری اور
 شیطان کی طرف سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (نظام الدین مدرس مدرسہ اسلامیہ احمد پور
 شرقیہ)

الغیر السوحدۃ عدی حوازہا، فم ترک
التصحیۃ بہ اولی لان مقتضی الاحتیاط
هو عدم الجواز علی ما علم من اصول
العقہ ، ہذا بہ سواجذ ولا یلتفت الی قول
المتخالفین القائلین بالجواز، فان اقوی
دلائلہم وحدنا علیہ اسلافنا وتعلم حالہ
وما سوی ہذا الدلیل من تفسیر الضان
بلفظ عیش وماکان من ذوات الصوف ،
فاوہ من میت العکروت کہ مر، ہذا ما ظہر
لی ولعل عند غیرہ احسن من ہذا۔ المحیب
نظام الدین مدرس مدرستہ الاسلامیہ
احمد پور شرقیہ۔

الجواب

اس خدا کی قربیت جس نے ہم کو اکرام کے ساتھ خاص
فرمایا اور انعام کو ہم پر عام فرمایا ، اور حاجیوں
کے لئے اور ہمارے لئے چارپاسے بنائے کر
کھائیں بھی اور قربانی بھی کریں۔

یہ آٹھ جڑے ہیں ، ضان کے دو اور حضرت دؤ
تو کیا اون والے منوع ہیں یا بال والے ، یا دم
والوں پر روک ہے یا چمکی والوں پر ، اور دنت کے
دو اور گائے کے بھی دو ، تو کیا نجی اونٹوں پر انحصار
ہے یا اعراب پر ، اور عینس مردود ہے یا گائے
کی مختلف اصناف لائبی اور نائی ، یا کسی عضو یا بال
کی چھڑائی پرانی ، نرغ کو بدھنے والی اور جھر کو قائم
کر نیوالی ہے تھیں علم جو ترجمے بتاؤ اور صلاۃ و سلام ہو

الحمد لله الذی خصنا بالاحکام وعتم
بالانعام خلقنا زمانا، لتقریب الاطعماء، وکثیر من
الحج، ثمانیۃ رواج من لضان اشین ، و
من المعز اشین ، آ الصوف حطر، ام الشعر
حجر، ابا لاذناب امر، امر علی الالایا قصر،
ومن الابل اشین، ومن البقر اشینت ،
ایا لبعث جد ، امر فی العراب حصر، آلی موس
مرد ، امر طائف البقر ، ابطول و قصور
ومتفر و کبریٰ عضو او شعر ، لسوع غیر ،
او بال حصر ضرر ، نبشوفی یصلہ ان کان
لکم حجر ، والصلاۃ والسلام علی المید
الاعز و آلہ وصحبہ کل کریم معز، عدد

تمام معززین کے سردار پر اُن کی آل پر، اصحاب پر جو
کرم اور معزز ہیں، بھگڑوں کی اوت اور بکریوں کے
بالی برابر۔

حد و صلاح کے بعد بلاشبہ بھگڑ بکریوں اور انعام
میں شمار ہوتی ہے، مسلمانوں کا اس بات پر اجماع
ہے، اور اس کی قربانی جائز ہے، یہ مسئلہ خود واضح
اور بیان سے بے نیاز ہے، اس کی قربانی مسلمانوں
میں شروع ہی سے توارث ہے، علماء کے تمام
گروہ اور مختلف جماعتوں نے اس میں کسی کوئی اختلاف
اور جدال نہیں کیا، تو بلا امتیاز کسی کو گمراہ اور گمراہ گر
کہنا سرکشی اور جرم ہے اور امر محبوب سے روگردانی
جس کا انجام آئندہ معلوم ہوگا۔

اس مسئلہ پر نام فرمائی سے چشم پوشی ہی
بہتر تھی کیونکہ یقیناً جہاں دلائل کے پر جلتے ہیں
جیسی باتوں کا انکار کرے پھر کس بات کا اقرار
کرے گا اور کس پر ایمان لائے گا۔ لیکن باطل کو
بکھانا اور غافل کو سنانا، کمزور اہل اسلام کو گمراہی سے
روکنا، اور یہ خوش گوئی بھی کہ پھیلے والا سبھا سے
سنبھل بھی جاتا ہے، راہ دکھاؤ تو کوئی کوئی دیکھ بھی
لیتا ہے، اور واقعی عقلمند وہ ہے جو ہر بات پر خواہ مخواہ
انکار نہ کرے، اور حقیقت آشکار ہو تو یادہ گوئی اور
انکار چھوڑ دے تو پروردگار بخور و رحیم ہے۔

ان سب باتوں نے ہمیں ہندو تہذیب پر عجوبہ کیا
سبحان اللہ چمکے سورج پر کیا حجاب، میں تمہیں ہدایت
کرتا ہوں کہ یہ کارامیدوں یا حلال کے چکر یا طیش

اصواف الصائم واشعار المعسرة، و
بعد فلا شک ان هذا الحيوان
من مهممة الانعام، ومن
الانعام، وما تعوز التصحية
به باجتماع اهل الاسلام،
مسئبة واضحة جليلة النبیان، عنی البیان، لا تتناطح فیہا عترة ان
وقد تورث التصحی به المسلمون
وعلمناؤهم متطافرون طبقة
طبقة وجیلاً بعد جیل من دون
نکیر منکر، ولا صراء عقیل فمن
نسبهم حیثما الى ضلال و لا ضلال فقد
عنا وعصى، و شق العصا، یولی ما قولہ
ولسوف یری، وقد کان الامر احسن من مثل
هذا امثل و اخری، فان الامر انما
الی اسکار الواضحات کان السبیل ترك التنازع
فینها هی المقاطع للبحر الشامحات، والیواہین
الفر، فمن یری فیہا فیما ذی یوقن، وبی حدیث
بعد ہایو من، ولكن وجوب اخلاء اہل طلل و ارشاد
الافل، والرفق بضعفاء المسلمین، کیلا یقعوا
فی ضلال مبین، وتحسین الظن بالمسلم العاقل
فانه رب عشر، فاذا ذکر تذکر، واذا بصرا بصرا
واما العاقل من قر وما احقر، فاذا علم الخیر
فجر المجر وانکر المنکر، وربك غفار لمن استغفر
کل ذلك یدعون ان تأتي فی الباب بعد تہیات

تَنَزَّلُ اصْوَابٌ وَمَطِيطُ الْحِجَابِ ، وَيَسْبُحُنَ اللّٰهُ هَلْ
 مِنْ حِجَابٍ ، عَلٰى وَجْهِ شَمْسٍ تَجَلَّتْ مِنْ مَّحَابِ
 هَذِهِ اَوَايَاكَ تَمَايَاكَ اَنْ يَبْهِيَاكَ اَكْمَلُ ، وَيُطْعِنُكَ
 الْمَلِكُ ، اَوَّلِيَّتُكَ الطِّيشُ ، فَيَا حُدُكُ الْعَجْنُ ،
 قَبْلَ اَنْ تَجْمَعَ الْكَلَامَاتِ الْاُخْرٰى اَكْوَلُ ، فَاقْبَلْ اَرِيدُ
 اَنْ اسْتَرْجِعَكَ مِنَ الرَّفِيعِ اِلَى الرَّفِيعِ ، وَمِنْ ذِي
 سَمِّ اِلَى اَشْمٍ ، حَقِّ اَوْفَقِكَ عَنِ شَمْسٍ تَنْصَبُ ، وَلَا
 دُونَهَا نَظْمٌ ، فَعَسَى اَنْ يَعْتَرِيكَ وَهْمٌ وَيَا تَيْكَ
 مَا يَزِيحُ ، اَوْ تَنْسَى فِي حُلْدٍ ، وَتَنْصَبُ فَيَا مَرِيحُ
 عَلَيَّ اِنِّي قَدْ عَلِمْتُ اَنْ السَّبِيلُ وَهَرُ اِلَى اِيضَاحِ
 الْجَلِيَّاتِ ، وَانَّمَا الْجَاهِدَةُ الْمَسْلُوكَةُ اِظْهَارُ الْحَبِيَّتِ ،
 لَكُمُ اسْتَرْجَلْتُكَ اِلَى وَهْدَةٍ وَقَعْتُ ، وَلَا اَلْوَانِ
 اَرْفَعُكَ اِلَى الْحَقِّ مَا اسْتَطَعْتُ فِي قَوْلٍ وَتَوْبِيْقٍ
 بِالْقَرِيبِ السَّجِيْدِ ، عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ -
 الْاَوَّلُ قَالَ سَنَا عَزَمْتُ قَانِلٌ اُحَلَّتْ لَكُمْ
 الْاَنْعَامُ ، اَلَمْ يَقُولْهُ عَزَّ وَجَلَّ شَعْرُ
 مَحَلَّتْهَا اِلَى الْبَيْتِ وَقَالَ سَبَّحْنَهُ وَتَعَالَى
 وَلِكُلِّ اَمَّةٍ حَقْلًا مَسْكَا لِيَذْكُرُوا بِسْمِ اللّٰهِ
 تَعَالٰى عَنْ مَارَزَقْتُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ، فَقَدْ
 اَتَادَجَلَ جَلَالُهُ اَنْ الْاَنْعَامُ كُلُّهَا مَحَلُّ الْمَسْكِ ،
 وَانْهِيَ الْقِيَمَةُ بِمَنْحَرِهَا وَذِيْعَهَا اِلَى سَبْنَا
 دَسْمِهَا دُونَ سَاوَالِهَا ثُمَّ وَالْجِيَوَانَاتِ ، قَالَ

کے فرائض میں پھنس کر پوری بات دیکھئے مئے لغیر جلد بازی
 نہ کر بیٹھنا ، میں تمہیں ادنیٰ سے اعلیٰ تک آہستہ آہستہ
 سچے چل کر سورج کے پاس کھڑا کر دوں گا جہاں تاریکیاں
 کافور ہیں ، کیونکہ جہاں وہم پیدا ہوتا ہے اسس کا
 ازالہ بھی ہوتا ہے اور رات کے بھیانک خواب سے
 صبح کو چھٹکارا بھی مل جاتا ہے ۔

یہ باتیں ہوتے ہیں کہ توحید پر پوشیدہ ہو کر
 ہوتی ہے ، اور بدیہیات کی تفہیم مشکل ہے ، میں
 نے حق کی طرف رہنمائی میں کتابی ہیں کی ۔

تنبیہ اول اس بات کے بنیادی میں اللہ تعالیٰ ارشاد
 کہ صرف اَنْعَام ہی قربانی کے جائز ہیں فرماتا ہے :
 تمہارے لئے حلال کئے گئے اَنْعَام سوا اِن کے
 جن کی مانعت تم پر پڑی جاتی ہے تو دُور ہو ان کی
 گندگی سے ، اور جو جھوٹی بات سے ایک اللہ کے
 ہو کر ، پھر اس کا ساجھی کسی کو نہ کرو ، اور جو اللہ کا
 شریک کر کے کہو گویا اگر آسمان سے کہ پرندے
 اسے آپک لے جاتے ہیں ، یا ہوا اسے کسی دوسری

جگہ پھینکتی ہے، بات یہ ہے، اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے، تو یہ دونوں کی پرہیزگاری سے ہے، تمہارے لئے انعام میں فائدہ ہے ہیں ایک مقررہ ميعاد تک، پھر ان کا پہنچنا ہے اس آزاد گھر تک اور ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی کہ اللہ کا نام لیں اس کے دے ہوئے ہے زبان چوہائیوں پر، تو خدا معبود ایک معبود ہے، تو اس کے حضور گردن رکھو۔ (سورہ حج، پ، ۱)

ان آیات کا مفاد یہ ہے کہ جانوروں میں صرف انعام ہی قربانی اور ہدایا کے لئے مخصوص ہیں۔ حضرت امام بخاری نے اس مضمون پر تفسیر معالم میں دوسری آیت کے تحت تصریح فرمائی، یعنی جانوروں کے ذبح و شکر کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہو ان جانوروں کو انعام کہنے کی وجہ ان کا نہ ہونا ہے انعام کی قید اس لئے لگائی کہ کچھ بہائم ایسے ہیں کہ قربانیوں میں ذبح نہیں کئے جاتے، جیسے گھوڑا، خچر، گدھا — اتنا ثابت ہو جانے کے بعد اس کی ضرورت تو نہ تھی کہ ہم بھیڑ کا انعام ہونا بھی ثابت کریں، اور یہ کہ یہ اہل ہے وحشی نہیں ہے، ذکر والا چرایہ ہے، مگر ہم شہادتیں فراہم کر رہے ہیں،

انعام کھردار جانور اور غنٹ والے، یہ اہل، بقر، غنم ہیں (مصباح المنیر) اگر اس کے بعد بھی شبہ ہو تو بتاؤ، کیا یہ وحشی ہے یا پرندہ ہے، کہ پرندہ ہے یا حشرات الارض میں سے ہے، تم دونوں میں سے یا کوئی ایسی قسم جس کی نسل ختم ہو گئی ہے۔

انعام مرحی الستة البعوی فی معالم التنزیل
لیذکروا اسم الله علی ما رزقهم من بهیمة
الانعام، هن نحرها وذبحها، وسمیها
بهیمة الانعام، لانها لا تتکلم، وقال
بهیمة الانعام قید بالنعمة لان من الہائم
مالیس من الانعام، كالخیل والبغال
والحمیر، لا یحوز ذبحها فی القرابین آھ، و
لا یری من یاب یرتاب فی ان حیوانا هذا
من بهیمة الانعام، فانه اهل ذات قوائم
اربع وطف، قال فی المصباح النیر لغة
الفقه، الانعام ذات الخنف، والظنف،
وهی الابل، والبقر، والنعمة فان کت
فی مرید من هذا فانینا صاذا قرأ، امن
الوحوش امر من السباع، امر من الطیور،
امر من لہوام، امر ذوات الحوافر، امر
نوع، خر مقلوع الدابر، ما به علم ولا حنہ
مخفیہ

لشائی قال حل ذکرة ومن الانعام حمولة و
فرشاً، قال المشاء عبد القدور الدهلوی
رحمہ اللہ تعالیٰ فی ترجمۃ الکریمة پیدا کئے
مواشی میں لدنے والے اور دبے، وقال فہ
فوائدہ لدنے والے اونٹ اور بیل اور بیلے
بکری اور بھیڑ۔

المشاکت احمد المسلمون واعترف الرجل
ان نعم من الاصاحی، وقد علم من یفرق
بین ابھم والبھم، ان هذا من الغنم
قال اللہ عز وجل ومن البقر والغنم حرما
علیہم شحومہما، قال الفاضل رفیع الدین
الدهلوی فی ترجمتہ اور گائے سے، بھیڑ
بکری سے حرام کہیں ہم نے اوپر ان کے چربیوں
ان کی۔

الرابع اما المرجع فی امثال الامور الی
علماء اللسان، وکما علم کل من یعلم اللسان
الثلاث امن حیوانات الہی یسوی
بالہندیہ بکری و ذکرة بکرا،

تنبیہ دوم اس بات کے ثبوت میں ارشاد نہیں ہے
کہ بکری انعام میں سے ہے، ان الانعام
حمولة و فرشاً۔ شاء عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے
ترجمہ میں فرمایا، پیدا کئے مواشی میں لدنے والے،
دبے۔ اور فوائد میں فرمایا، لدنے والے اونٹ
اور بیل، اور دبے والے بھیڑ اور بکری۔

تنبیہ سوم بھیڑ کے قربانی کے معنی سابق نے اعراف
جانور ہونے پر اجماع ہے، کیا، اور تمام مسلمانوں
کا اجماع ہے کہ غنم قربانی کے جانوروں میں سے
ہے، اور چوپایوں کے درمیان فرق جاننے والے
پر خوب جانتے ہیں کہ بھیڑ غنم میں شامل ہے،
قرآن مجید کی آیت "ومن البقر والغنم حرمت
علیہم شحومہما" کا ترجمہ فاضل رفیع الدین
دہلوی فرماتے ہیں، اور گائے سے اور بھیڑ بکری
حرام کہیں ہم نے اوپر ان کے چربیوں ان کی۔

ایضاً تنبیہ چارم اس بات کا فیصلہ کہ بھیڑ غنم میں داخل
ہے یا نہیں، وہی حضرات علماء کر سکتے ہیں جن کو
غیر زبانوں میں مہارت ہو تو ان زبانوں کا عالم یہ
خوب جانتا ہے کہ جس جانور کو ہندی میں بکری اور

۱۔ القرآن الکریم ۱۴۲/۶

۲۔ موضح القرآن تحت آیت ۱۴۲/۶

۳۔ " "

۴۔ القرآن الکریم ۱۴۶/۶

۵۔ ترجمۃ القرآن رفیع الدین تحت آیت ۱۴۶/۶

مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۶

" "

مکتبہ زکینی لاہور ص ۶۳-۱۶۲

اس کے نزدیک بکرا کہتے ہیں، فارسی میں اسی کو بڑا اور عام بول چال میں گو سپہ اور عربی میں معز، اور عام بول چال میں غنم و شاة کہتے ہیں، اسی کے ذکر کو "قیس" اور معز کہتے ہیں اور موت کو عز اور معزہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معروف بات ہے کہ ہندو میں جس جانور کو بھیڑ جس کا ذکر میںہا، اور بعض کی زبان میں بھیڑا کہتے ہیں اسی کی موت کو بعض لوگ بھیڑ اور بعض بھیڑی کہتے ہیں، اسی کو فارسی میں میش اور عام بول چال میں گوسفند اس کا ذکر مناطق قوچ کہلاتا ہے، یہی عربی میں ضان اور دونوں اطلاق میں شاة و غنم کہلاتا ہے، اس کا ذکر ضان و کبش اور موت کو فخر کہلاتا ہے۔

ثانیہ ازواج من الضان اشین "پیدائش کے آٹھ نر مادہ بھیڑے اور بکری سے دو۔ (از توح القریں) آٹھ بڑے بھیڑوں میں سے دو، بکری میں سے دو۔ (شاہ رفیع الدین)

آفریدہ بہشت قسم از گوسفند و قسم، و از بڑ دو قسم۔ (شاہ ولی اللہ)

ضان، ضائق کی جمع ناموں کے خلاف، اور یہ غنم کی ہی دونوں میں ہیں، پہلے کو فارسی میں میش اور ثانی کو بڑ

هو الذی یسمى بالفارسیة بڑ، وفي الاطلاق الاعم گوسفند، وبالعربیة معزاً، وفي الاعم غنماً وشاة، وذكره تیساً و معزاً، وانشاء معزاً، و معزۃ، كذلك علموا ان الحيوان الذی یسمى بالهندیة بهیڑ و ذکره میسندھا، وعند قوم و انشاء بهیڑ و لقوم بهیڑی هو الذی یسمى بالفارسیة میش، و بالاطلاقین الاحص و الاعم گوسفند، و ذکره المناطق قوچ، و بالعربیة ضاناً، و بالاطلاقین شاة، و غنم، و ذکره کبشاً و صاناً و انشاء فحجة وضائفة، قال الله عز وجل ثمانية ارجل من الضان اشین ومن المعز اشین، قال فی موضع القرآن پیدائش کے آٹھ نر مادہ بھیڑ میں سے دو، اور بکری میں سے دو، و فی ترجمۃ الربیعة آٹھ بڑے، بھیڑ میں سے دو، اور بکری میں سے دو۔ وقال الشاء ولی الله الھول فی ترجمۃ آفریدہ بہشت قسم را از گوسفند و قسم، و از بڑ دو قسم، وقال الفاضل یوسف چلبی فی حیرۃ العقول حاشیہ شرح الوقایہ،

سُورَةُ الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ ۱۳۳/۹

سُورَةُ الْقُرْآنِ

تحت آية ۱۳۳/۹

سُورَةُ الْقُرْآنِ لِرَفِيعِ الدِّينِ

تحت آية ۱۳۳/۹

سُورَةُ الْقُرْآنِ (فارسی، لولی اللہ دہلوی) ~ ~ ~

مطبع مصطفائی انڈیا ص ۱۴۹

ممتاز پبلیشنگ لاہور ص ۱۶۲

مطبع دانشمندی دہلی ص ۱۴۸-۱۴۹

کچے ہیں، اور غنم کے ہی ہم معنی لغت شاقہ ہے جس کا اطلاق
دونوں نوعوں پر ہوتا ہے اور اسی معنی میں فارسی لفظ
گوسفند بولا جاتا ہے، اسماء اور صحاح میں یہ
ہی ہے (مختصر)، (ذخیرۃ المعنی علی)

بھیرا فارسیہ میں میش ز، اور عربی میں ضان
ہے (نقاس)

بھیرا ہندی میں غنم ہے، اور غنم ضان ہے، اور ضان
فارسی میں میش ہے (تحفۃ المرنین)

ضان میش، ضان میش ز۔ (مختصہ رشیدی)

ضان میش ز، خلاف ماعز، اور اسی کی جمع ضان
خلاف معز۔ (مراج)

ان سب شہادتوں میں ضان اور میش ایک ہی
چیز قرار دی گئی ہے، اور اسی کو ہندی بھیرا بتایا گیا
ہے، اگر اس کے بعد بھی شبہ ہو کہ یہ دونوں ایک
نوع نہیں ہیں، تو بھیرا دن کا ایک گلہ لے کر عرب اور
فارس کے شہروں اور دیہاتوں میں پھر کر جنگلوں اور
پھاڑوں، آبادیوں اور ویرانوں میں گھوم گھوم کر ہر ایک

ضانہ جمع ضائن خلاف الماعز، وہما
نوعان من جنس الغنم، يقال للاول
بالفارسی میش، وللثانی بُز، والشاة
اسم جنس یسمیہا کاعنم ویقال بہا
بالفارسی گوسفند، کذا فی الصحاح،
والاسماء اور باختصار، وقد توجع فی النقاس
بھیرا بالفارسیۃ ہمیش تر، وبالعربیۃ
بکیش وضان، وقال فی تحفۃ المؤمنین
بھیرا ہندی غنم است، ثم قال غنم ضان
ست، ثم قال ضان بالفارسی میش نامند،
وفی المختصہ الرشیدی ضان میش
ضان میش تر، وفی الصحاح ضان میش تر
خلاف ماعز، والجمع ضان، خلاف معز،
فان کان فی صریح بعد، فلیقم ویبعد، فلیذهب
بقطیع منہ الی العرب، وانفیس، ولیدر فیہ
بلاد وقری وجبال وحقول، ویسأل کل اهل
ناد منب حاضر، وباد، ورجل، وامرأة

۱۲۶/۱	فوکشور کانپور	کتاب الزکوۃ باب زکوۃ الاموال	لہ ذخیرۃ الحیجۃ لہ النقاس
ص ۱۶۹	فوکشور کانپور	البار مع الہار	لہ تحفۃ المرنین مع مخزن الادویۃ
ص ۲۲۵	"	الغین مع المیم	لہ " " " " " "
ص ۲۹۰	"	الصاد مع الالف	لہ " " " " " "
ص ۲۸۲	ایچ ایم سعید کچی کراچی	باب الضاد مع النون	لہ منتخب اللغات مع غیاث اللغات
ص ۳۱۸	فوکشور کانپور	باب النون فصل الضاد	لہ الصراح فی لغۃ الصحاح

شہری و دیہاتی، عالم و جاہل سے سوال کرو، تو سارے عرب یہ کہیں یہ مضائقہ ہے، غم ہے، شاقہ ہے، کبش ہے، فحش ہے، اور فارسی کہیں یہ عیش ہے، گو سپند ہے، تو حق بات تسلیم کرو، اور اگر عرب اس کو گوریا، کشکٹ کتایا یا متنی یا اہل فارس اس کو گورخر یا چیتا یا آتو کہیں تو تم معذور ہو گے۔

تنبیہ پنجم تا سید مزید | لمبی اور دراز سونڈ والے یا متنی کو کوئی فیل نہ مانے تو اس کے علاوہ کیا سبیل ہے کہ اہل عرب سے یہ کہلا دیا جائے کہ ہاڑیاں سب لوگ اسے میل ہی کہتے ہیں، جیسے اگر کوئی بھینس کا انکار کرے، تو اس کی سبیل بھی یہی ہے کہ اسے بھینس شہر دکھا کر لوگوں سے کہلا دیا جائے کہ سب لوگ اسی کو بھینس کہتے ہیں۔

تنبیہ ششم بھینس کو گائے یہ کہن کہ بھینس کو گائے کے ساتھ لاحق نہیں کیا گیا | کے ساتھ از روئے قیاس لاحق کیا گیا، غلط ہے، کیونکہ یہ مسئلہ

وحر و امة، و عالم و جاہل، و سائر و قافل، فان اخبره العرب جميعا ان هذا ضان، غنم، شاقہ، کبش، فحش، و قالت الفرس این ست عیش، و گو سپند، نر و مادہ، فلیصدق بالحق، و ان اعربت العرب ان هذا عصفور، و کلب، عقور، و فیل ماسوم، و تفرست الفرس، فہب المست حیوگور، و چرخ پررور و و چند شبکوڑا فہو معذور۔

الخامس رأيت ان انكر منك، ان هذا المهييب المقتيل، ذا المخرطوم الطويل، اندي يقال له بالهندية تهر و گچ، ليس هو الذي يقال له بالعربية فیل، و بالعربية سيلة، فهل عندك عليه من حجة و دليل، الا الرجوع الى اهل السن، و اباة المت اهل قهم عن امثال ذلك من باب التواثر المورث للیقین، کہاں من جحد و صمم بھینس او کلکتہ، مثلاً لہذا البید المعلوم، فلا وادله الا الانباء بان الناس مطبقون على ان هذا البید یہذا المسمی وبہ موسوم، فان عاند و عاد و عاود الداد، فمالہ من طب الا لاقتصاد۔

السادس من الظن عم الحاق الجواميس بالبقر، و انما عرفت الاضحية على خلاف القياس لكونها تقربا براقۃ دم،

قیاسی ہے ہی نہیں مگر قیاس پر مدار ہوتا تو سفید
نیل گائے کو گائے کے ساتھ، اور پہاڑی بکرے اور
ہرن کو بکری کے ساتھ لاحق کرنا بدرجہ اولیٰ بہتر ہوتا
لیکن ایسا جائز نہیں۔

علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا،
”قربانی کا مسئلہ بالکل غیر قیاسی ہے کیر نکرون بہا
کار ثواب ہو، یہ بات غیر معقول ہے، اس کے لئے
جن جانوروں کو شرع نے جائز قرار دے دیا ان کے
علاوہ مثلاً وحشی جانوروں کی قربانی شرعاً جائز نہیں۔“
علامہ عینی نے رمز المحتق میں تحریر فرمایا: ”قربانی
حکم الہی سے خلاف قیاس ثابت ہوئی ہے، تو اسی
بإقتصار کہا جائے گا۔“

مدرسہ طریق کتبہ بزرگ الرافضی شرح کنز الدقائق میں
تصریح فرماتے ہیں: ”قربانی کا حرام شرعاً مسلمہ میں
انہیں جانوروں میں ثابت ہے جو اہل ہوں، وحشی
میں نہیں، اور یہاں قیاس کو باریابی کی اجازت
نہیں۔“

تو حقیقت حال یہ نہیں ہوئی کہ اکمل کو کامل
کے ساتھ لاحق کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علماء
کے نزدیک بھینس کا گائے کی ہی نوع میں ہونا
ثابت ہوا، تو انہوں نے کہا کہ قرآن کا لفظ بقدر

وارہق روح، فکیف یسوع اللاحق فیہا، ولو
ساع بکانت، المعاول والوعول والظبا حق امت
تلاحق بالنقرو لمعز، قال العلامة الاتقی فی
فی غایۃ البیان النصیحۃ امر مستفاد بالشیع
مخلات لقیاس، لان کون اراقۃ السام
قربۃ غیر مدقول المعنی فاقصر علی مورد
الشرع، ولہذا لم تحز النصیحۃ بشئ من
الوحش، وقال العیون فی رموز المحتق
انہا عرفت بانہن علی خلاف القیاس، فیتقصر
عینہا، وقال العلامة الطوری فی تکمیلۃ
البحر الرائق: ”وارہق المعروف بالشرع فی
المقر الاھود ون الوحش والقاس
مستبعد، وظل ذلک فی کثیر من کتب، و
المالک انہم علموا انہا من نوع المقر
فتناولہا انھن تناو لا اولیٰ من دون حاجۃ
الی احاق، یہذا احدی کما نص علیہ فی
ابھادیۃ والخانیۃ والدرود وشرح الباقیۃ
البرجندی، و فی جامع الرموز من جامع
المصبرات، ومجموعہ الانھر من المحيط،
وفتح اللہ المبین عن التذیین، والبحر الرائق
عن الولو الحیۃ، والہندیۃ عن البدائع،

لے غایۃ البیان

۲۰۵/۶

۱۷۰/۸

مکتبہ نوریہ رضویہ سکس
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

کتاب الاضحیۃ

لکھ رمز المحتق فی شرح کنز الدقائق

سکھ تلمکۃ من البحر الرائق

ورد المحتار علیہا، وعت المغرب،
 وابت اقتربت جلوت لك فقولها
 قاف لہ اشرف هذه الرسالة
 شيئا الا من الكتب التي مني
 سرب فهي عندي في ملك
 ويدي، عت انهم اخذوا
 على نقطة قوهم التغاير بينهما
 كقول الكثر الجاموس كالبقرة
 كما في التبيين والبعث والنهر
 والشر بلاية، ومجمع الانهر
 واب السعد وغيرهما
 انه انما هو كقوله ايضا
 البعث كالعراب بيد اثنا اول
 المسئلة كانت هناك بلفظ الابل
 فلم يوهم التشبيه، دهننا
 بلفظ البقر فوهم، ثم لما اذا
 استكثر من هذا الفصل وانت
 انت قد عت من المحتار قوله
 المقر بنوعيته امر وعت مفاتيح
 الجنات ان الجاموس داخل
 في المقر امر وعن الاشعة جاموس

بجنس كوشاقي ہے، اس نے مسئلہ ہذا کے الحاق
 والے قاعدہ کے سہارے کی بالکل ضرورت نہیں۔
 یہ امور پیرایہ، خانہ، رمز الحقائق، نگدہ طوری
 مستخلص الحقائق، شرح ملاسکین، طحاوی
 علی الدر، شرح لغایہ برجندی، جامع الرموز،
 جامع المفردات، مجمع الانهر عن المحيط، فتح الله
 المعین عن التبيين، بحر الرائق، واد الجیہ، ہندیہ
 عن البدائع، رد المحتار عن البدائع وعن مغرب
 منصوص ہیں، ضرورت پر ساری کتابیں پیش
 کی جاسکتی ہیں، الحمد للہ ساری کتابیں میری ذاتی ہیں۔
 ہاں ان حضرات نے ایک لفظ ایسا ضرور کہا ہے
 جس سے یہ شبہ ہو گا کہ گائے اور بھینس میں تغاير
 ہے اور دو تبيين، بحر، نهر، شر بلاية،
 مجمع الانهر ابی سود وغیرہ میں ذکر کیا ہوا لفظ الجاموس
 كالبقرة ہے، لیکن اس سے دھوکا کھانا غلط ہے
 کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے علما۔ اونٹ کے سلسلہ
 میں فرماتے ہیں البعث كالعراب، بیان مسئلہ
 میں اونٹ مقسم کی طرح پیش کیا گیا ہے، اس کے
 باوجود جب بخت و اعراب دونوں ہوئے تو
 صرف کاف تشبیہ کی وجہ سے بقرة جاموس دونوں
 کیسے ہوں گے، اور خاص کر عجیب صاحب کو

۴/۶	المطبعة الكبرى الاميرية بولاق مصر	کتاب الاضحية	۱۴۶/۸
۱۴۶/۸	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲	۲۰۴/۵
۲۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	۳	ص ۲۱۸
ص ۲۱۸	مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ	فصل فی سنن الاضحية	

نوع اربعہ سے فاعلی اراک نقل العباسات
وتغیو عنہا کانت لم تسمعہا ، کلا
مل تسمع وتفہم ثم تحیل ، اما
سمعناک بقول انہم یدخلون الجاموس
فی البقرہ ، ویقولون انه نوع
منہ ، ثم عدت تعد الانواع
خمسة ، وتجعل النوع یقابل
جنسہ ، وبالجملة قد تبین
بطلان تخمین الانواع ، وعد
الجاموس نوعا ماسہ ثم لا یحقی
علی کل ذی حی عالم یکن
اغلق طبعا من الجوامیس ، ما بین
المقرو والجاموس من البون
البین صورة ومعنی ، یبائن الموضع
الموضع ، والطبع الطبع ، واللحم
اللحم ، واللحس اللبس ، والطعم الطعم
والحم الحمل ، والمزاج المزج ، والاثار
الاثار ، والافعال الافعال ، والمواضع
حق حکم القیاس انہما نوعان متباینان ، وان
الجوامیس لا تجوز التصحیح بہا ، وانہ انحرأ
حکم الاستحسان ، قال فی الخلاصة ثم الاتقی
فی شرح الہدایة والحلی فی تکملة لسان
الحکام الجاموس یجوز فی الضحایا

تو یہ شعبہ جو نے کی کوئی وجہ نہیں ، کیونکہ انہوں نے
خود ہی رد المحتار کی عبارت "البقرینو عینہ اور
مغایج الجنان کا حوالہ ان الجاموس داخل فی
البقرہ" (بھینس گائے میں شامل ہے) اور
اشعۃ اللمعات سے "جاموس نوع از بقرہ"
(بھینس گائے کی ایک قسم ہے) نقل کیا ہے
حیرت ہوتی ہے کہ اس کے باوجود کس طرح
حبیب نے قربانی کے جانور کی پانچ قسمیں کیں اور
بھینس کو الگ ایک نوع قرار دیا ، پس واضح ہوا
کہ پانچ نوع قرار دینا غلط ، اور بھیڑ کو چھٹی قرار
دے کر اس سے انکار کرنا غلط درغلط ہے۔

ایک بات یہ بھی قابل غور ہے کہ گائے اور
بھینس میں صورت اور معنی بناوٹ ، طبیعت ،
گوشت اور دودھ ، مزے اور اعمال و آثار میں
تباہین ظاہری ہے جس کے پیش نظر عقل کا فیصلہ
یہی ہے کہ ان دونوں میں تباہین نوعی ہے اور
بھینس کی قربانی نہ ہونا چاہیے مگر جائز ہے ، تو
یہ ایک خلاف قیاس حکم ہے۔
ملاحظہ آتالی جلی میں : بھینس کی قربانی
استحساناً جائز ہے۔

فائل عبد الحمی نکتہ نوی کی شرح مختصر وقایہ میں

و لہذا یا مستحباً ہوقی شوق مختصراً و توقایۃ
 بلفاضل عبدالحی الجاموس کا بقرۃ لانہ
 نوع منها، فی الرضۃ ہذا الاستحسان و
 القیاس انہ لا یحوزہ، و تفریح فی معرفۃ
 ظاہرہ، و لذہ الوحلف لا یا کل لحم
 البقر لہ یحس باکل لحم البقر موس
 حکما فی ترکۃ الہدایۃ او لا بعکسہ،
 حکما فی ایمان الخانیۃ، و ما ذالعیفی
 مجرد توفیق فی عدد الاعضاء مع الخلات
 فی جسم ما صر، فان ذلک حاصل
 فی الخیل و البقر یضامع انہما نوعان
 متباہیان قطعاً عرفاً و شرعاً، بل للکائنات
 تقول لا وفاق فی العدد ایضاً، فان بقر
 جلد امتدلیا من جلد اخلقہ الی
 متحرراً، و لیس ذلک للجاموس،
 و الشعر یعم بدن البقر و لیس
 علی جسم الجاموس الا شذر صغیر،
 فادامتسوا مع کل ذلک ان
 الجوامیس یستالان نوع البقر،
 کانت ضمیمۃ الہند احق بان
 تعد من نوع اضمومت العرب
 قامہما لا خلف بینہما فی شغل

ہے: بھینس گائے کی طرح ہے یہ اسی کی ایک نوع ہے۔
 رد قصہ میں ہے، اس کی قربانی استھاناً جائز
 ہے، قیاس میں تو جائز نہ ہونا چاہئے۔

عرف کے اعتبار سے گائے اور بھینس کا تقابیر
 ظاہر ہے، اسی لئے اگر کوئی قسم کھائے کہ گائے کا
 گوشت نہیں کھائے گا، تو بھینس کا گوشت
 کھانے سے حائث نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ ہدایہ کتاب ذکوة
 میں ہے، اور خانیہ میں ہے بھینس کی قسم کھائی
 تو گائے کا گوشت کھانے سے حائث نہ ہوگا۔
 اور اگر خالی اعضاء کی تعداد میں موافقت کی وجہ
 سے گائے اور بھینس کے ایک نوع ہونے کا خیال
 کیا جائے تو گوڑہ گدھے میں اس سے زیادہ یکساں
 ہے حالانکہ وہ دونوں عرفاً اور شرعاً ہر لحاظ سے
 دو متباہن نوعیں ہیں۔ اور تم چاہو تو کہہ سکتے ہو کہ
 گائے اور بھینس میں اعضاء کی تعداد میں بھی موافقت
 نہیں ہے، کیونکہ گائے کی گردن میں خاص کمال
 لگتی ہے اور بھینس میں نہیں ہوتی، اور گائے کے
 جسم پر گھما بال پور سے بدن پر اُگارتا ہے اور
 بھینس کے جسم پر چند قلیل بال ہوتے ہیں، پس
 جب ان سارے اختلافات کے باوجود استھان
 میں گائے اور بھینس کے ایک جنس ہونے، تو دُنبہ
 اور بھیر کے ایک جنس ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے

کیونکہ ان میں تو مذکورہ بالا اوصاف میں سے کسی میں اختلاف نہیں، اگر ایک رنگ کے دنبہ اور بھیر کو آگے سے دیکھئے تو فیصلہ مشکل ہو گا کہ کون بھیر ہے اور کون دنبہ ہے، ہاں صرف یہ بات ہے کہ دنبہ کی دم چوڑی اور چھوٹی ہوتی ہے اور بھیر کی دم لمبی اور بالدار ہوتی ہے، لیکن یہ کوئی بات نہیں، اس سے بڑے بڑے اختلافات ایک قوت کے افراد میں اختلاف آسہ ہوا کی وجہ سے پائے جاتے ہیں اور ان کا لحاظ کر کے کوئی اختلاف قوت کا حکم نہیں لگاتا۔

امثلہ (۱) آدمیوں میں جھینوں کا ہرنٹ نہایت موٹا ہوتا ہے ۲۱ ترکوں کی آنکھیں چھٹی ہوتی ہیں (۲) جھینوں کی ناک چھٹی ہوتی ہے (۳) اور بعض وحشی ترکوں کی دم کی ہڈی پر دم ہی کی طرح ایک بالشت تک لمبا گوشت کا ٹکڑا ہوتا ہے (۴) عام حورقوں کی شرمگاہ میں جو پارہ گوشت ابھرا ہوا ہوتا ہے مراکشی حورقوں میں حنقلہ نہیں ہوتا (۵) ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ آدمی کے کبھی چھ انگلی ہو جاتی ہے، چنانچہ فقہار کا جزیرہ ہے اگر کسی آدمی کے دو دو ہاتھ ہوں یا دو دو پاؤں یا ایک ہاتھ میں دو ہتھیلیاں، تو کیا وضو میں دونوں کا دھونا واجب ہے، یہ مسئلہ تجر، تہر، درر اور بندیر میں مہرح ہے (۶) میں نے بعض شہر میں اونٹ دیکھے ہلکے پھلکے، لمبے بال والے، جن کے پشت پر دو دو گائیں تھیں جن کے پیچ میں ایک

مساو صفنا، حتی لو ان ضائعت متھما متشابھي اللوت، والمجثة نظرها ناظر من قد امر لم یکد یميز بينهما کضائیت کذلک من ارض واحدة، نعم الالیة من احد هما عن یصه قصیرة ومن الاخری صئیدة طویلة، ومثل هذا الخلف بل اکثر منه کثیرا ما یوجد فی افراد نوع واحد باختلاف الادامی واختلاف المادۃ وغیر ذلك۔

الاتری لی غنظ شفاء الحبش، وصغر عیون الترتک، طسب اخوت الصیغ، ولبعض من اترالک الوحوش علی عصبه لحمة خاشدة قدر شریشیه الذنب، والهمة البتیه یی الشمرین لا توجد خلقة فی نساء المغرب، وربما یکون لامان ستة اصابع، و ذکر الفقهاء ما اذا کان للمراء یدان فی ید، اورجلان فی رجل، اوکفان فی کف، هل یجب غسلهما فی الوضوء، کما فی البحر، والنهر، والدر، والهندیة وغیرها۔ ولقد مرأیت لبعض البلاد جمالا جمیلة المنظر، لطاف الجسم، صفار الحجم،

طوال الوبر، لكل منها على ظهره سنامان
 ريجتان، بينهما مجلس المراكب يكونان
 له كهودي الرجل، وقد قال العلامة
 القزويني في عجائب الموجودات، ثم
 الامام اندميري في حيوة الحيوانات
 انه يجلب من الهند نوع من الصبغ
 على صدره الية، وعلى كتفه الستان
 وعلى فخذه الستان، وعلى ذنبه
 الية وربها تكبر الية العنان حتى تمنع
 من المشي، راد القرد يفتخر لا يلبثها
 عجلة توضع عليها وتشد الى صدرها
 فيمشي الضام وتجبر العجبة والالية
 عليها اه فهذه اختلافات في الاعصار
 باصل الوجود، والعدم، فضلا عن الصغرة
 والكبر، والطول، والقصر، فهل يحسن
 لعاقل ان يحكم لذلك باختلاف النوع،
 وان احد من صفي الابل ذات كوميته و
 ذات كومه، مثلا ليس من نوع الابل،
 لا تجوز التضحية به، ولا تجب الزكاة
 في سائته.

السابع اطلق اهل التفسير والحديث
 والعقده واللغة من العرب والعجم
 ان العظم نوعان، ضان ومعضة،

له حياة الخمران باب الضاد المعجمة (الضان)

عجائب المخلوقات وغرائب الموجودات (الضان)

آدمی کے بیٹے کی جگہ تھی (د) امام قزوینی نے عجائب
 المخلوقات میں، اور دوسری نے حیوة الحيوان میں تحریر کیا
 ہندوستان کے بعض دیہے آتے ہیں جن کے سینے پر
 چمکتی ہوتی ہے اور دونوں مونڈھوں پر دو چمکتی اور
 رانوں پر دو چمکتی اور دُم پر ایک چمکتی ہوتی ہے جو اتنی
 بڑی ہوتی ہے کہ لکڑی کی چھوٹی گاڑی پر وہ چسکتی
 رکھ دی جاتی ہے اور گاڑی دہرے کے سینے سے باندھ
 دی جاتی ہے جسے وہ کھینچتا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا سارے اختلافات جو اعضا
 کی کئی بیشی میں واقع ہوئے، چہ جائیکہ
 ان کے بڑے اور چھوٹے ہونے کا اختلاف،
 تو کیا کوئی ماعقل اس کی وجہ سے جانوروں
 کی، یا میں اختلاف کرنے کی ہمت کرے گا
 اور کہے گا کہ یہ دو کو بان والے اونٹ، اونٹ
 ہی نہیں، نہ ان کی تشریح ہر سکتی ہے
 مزید سائر جانوروں میں شمار ہوں گے نہ ان
 پر زکوٰۃ ہوگی۔

تنبیہ بہتم توضیح مزید عربی و عجمی اہل تفسیر و
 حدیث، اہل فقہ و لغت اس بات پر متفق ہیں کہ
 بکری کی دو قسمیں ہیں، ضان اور معضہ، جس کی

مصطفیٰ ابابلی مصر ۶۳۴/۱

ص ۲۲۹

میش و بُز، و انت الضائف و میث؛
 خلافت المعز و بُز، والمعز و بُز
 خلافت الضائف و میث، قال
 العلامة الحماحی فی عناية القاص و
 كفاية الراعي حاشيته علی تفسیر البیضاوی
 انضائ خلافت الماعز، و جمعه ضان أم،
 و قال فی معجم معار الانوار ضوائف
 و انت صوف عجی هو جمع ضائفة، و هی
 انشابة من، نفم خلافت المعز أم و قال فی الرقات
 انضات خلافت المعز من نفم أم و قال العلامة
 مسکین فی شرح الکون نفم اسم یطلق علی
 الذکر و الانثی، من الضان و المعز و الضان
 خلافت المعز أم و قال فی القاموس شعره و حد
 الضان من نفم أم و هی انضات خلافت الماعز
 من نفم، جمع ضان ضائفة امرئها
 من المعز، و فی مختار الصحاح ۷ للعلامة
 الرزق الضائفة ضد الماعز، و
 و اجمع الضائفة و المعز أم،

۱۔ عناية القاصی حاشیة علی البیضاوی تحت آیت ۸۰/۶ دار صادر بیروت ۳۵۹ ذ
 ۲۔ مجمع بحار الانوار باب الصاد مع الهزة ضائن کتبه دار الایمان المدینة المنورة ۳۰۲ هـ
 ۳۔ مرقات النایج کتاب الضلوة باب فی الاصلية الفصل الاول المکتبة الخیریه کونست ۵۶۱/۳
 ۴۔ شرح کنز المسکین مع فتح المعین کتاب الاصلية ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۸۱/۳
 ۵۔ القاموس المحیط باب الزار فصل المیز (المعز) مصطفی البابی مصر ۱۹۹/۲
 ۶۔ باب الزی فضل الضاد (الضائن) ۲۲۲/۲
 ۷۔ مختار الصحاح تحت لفظ ضائن مؤسسه علوم القرآن بیروت ص ۳۰۶

تفسیر فارسی میں میث اور بُز سے کی جاتی ہے، اور
 دونوں میں ایسا اختلاف ہے کہ جو معز ہے ضان
 نہیں، اور جو ضان ہے معز نہیں۔ حوالے،
 • ضائن ماعز کے خلاف، اور اس کے جمع ضان
 ہے (علامہ حماحی حاشیہ بیضاوی)
 • ضوائن اون والی، ضائفة کی جمع، یہ بکری کی ایک
 قسم خلاف ماعز ہے (مجمع بحار الانوار)
 • ضائن معز کے خلاف نفم میں سے۔ (مرقات)
 • نفم اسم جنس ہے، یہ ضان و معز مذکر و مؤنث
 دونوں پر بولا جاتا ہے، اور ضان اور معز میں
 اختلاف ہے (شرح کنز علامہ مسکین)
 • معز ضان کے خلاف ہے، نفم کی ہی ایک قسم
 ہے (قاموس)
 • ضائن، بکریوں میں معز کے خلاف، اور جمع ضائن
 ماعز ہے، اپنے ضانوں کو ماعز سے لگ
 کر۔ (قاموس)
 • ضائن ماعز کا ضد ہے، اور جمع ضان اور معز
 ہے (مختار الصحاح مازنی)

وید المعز من العزم ضد الضان ثم وقدمت
 أنفا عباسات فخيرة العقبي والصراح، و
 أنت المحتتم بقول الغيات كوسفند معنی میش
 مقابل بُز چنانکہ معز در عربی مقابل صان است از
 وحشیت علیه نقولك ازین عبارت صان مظهر
 می شود که آن حیوان که عرب آن را ضان گویند فرس
 آن را میش گویند، و آنچه عرب آن را مزخوینند
 فرس بُز گویند، ونقلت عن الشیخ المحقق
 قدس سره غنم دو صنف است معسز که
 آن را بُز مخوینند و ضان که آن را میش خوانند
 و ایدت بقول المشاف الثبات
 بنوعیه اه، فکانت احصاء
 علی ان ماکان من لغم
 خارجا عن الضان و میش
 فهو داخل المعز و بز و ماکان منها خارج عن
 المعز و بز، فهو داخل فی الضان و میش،
 وقد بینا ان حیوانا هذامن الغنم، و ان
 سترک فیہ فلن یستری احد ممن له قسط
 من العقل، انه من بهیمة الانعام، ثم لعلک
 تز هو بتعسک ان تدعی کونه ایلا او بقرا، قلنا

• معز بکریوں میں ضان کا ضد ہے۔ (مختار الصحاح
 رازی)

• ذخیرہ عجیبے اور صراح کی عبارتیں اوپر گزریں۔
 • کوسفند معنی میش کے، بز بُز کا مقابل ہے جیسا کہ
 معز عربی میں ضان کا مقابل ہے۔ اعیان اللغات
 بحوالہ عجیب)

• جس حیوان کو عرب ضان کہتے ہیں فارسی میں میش
 کہتے ہیں (تقریر عجیب)

• غنم کی دو قسم ہے، معز کہ اسی کو بز کہتے ہیں، اور
 ضان کہ اس کی میش کہتے ہیں (شیخ محقق بحوالہ
 عجیب)

• بکری اپنی دونوں نگوں کے ساتھ، دشنامی بکرا کہ

تو ایک طرح اجماع ہو گیا کہ غنم صرف دونوں
 میں منحصر ہے، جو غنم معز نہیں وہ ضان ہے، اور جو
 ضان نہیں وہ معز ہے، تو لامحدود چیز کو بھی ضان یا
 معز کسی میں داخل ماننا پڑے گا، اور اگر کچھ شبہ ہو
 تو اتنا تو قطعی ہے کہ یہ سبب الانعام میں داخل ہے
 اور پراکتفا علی انعام کی صورت چار قسمیں ہیں۔
 اس امر کی تصریح تمام لغوی نے معالم میں اور

ص ۶۲۰	مؤسستہ علوم الدہ آن بیروت	تحت لفظ (المعز)	لے مختار الصحاح
ص ۳۳۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	فصل کاف فارسی مع واو	لے غیات اللغات
۲۸/۱	مکتبہ نوریہ رضویہ سید	الفصل الاول	لے اشعة اللمعات کتاب السلوة باب الانجیة
۲۰۴	دار احیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاضحية	لے رد المحتار

ان يكون من المعز او من الضان ، اذا الاعلام
منحصرة في الاربع بتصريح العلما وكافة ، كما
نص الامام البغوي في المعالم ، والامام الرازي
في المفاتيح ، والعلاء السروقي في ارشاد العقل
والسوى القاري في المسلك المتقسط ، و
الفصل طاهر في مجمع البحار وغيرهم في غيرها
لكن الاول باطل اذا المعز ذات شعور ، وهذا
يا عرفت ذات صوف ، والمعز بُز وبكري و
هذا ليس بها عند احد من الصبيان ، فضلا
عن علماء اللسان ، فتعين ان يكون من الضان
فانظر الى حجبك كيف كرت عليك ، الحجاب
فان الضان ديمش لو كان مختصة عند
العرب والعجم بآله الية وهذا لا يتصور
بزعمك فوجب ان يكون خارجا عنها ، فوجب
ان يكون د خلا في المعز و بُز ، وقد قضيت
على نفسك انه ليس مني ، فمطل انحصار
الغنم في نوعين ، وقد كنت بهجت به نقلا
و سندا ، وتحويلا واعتادا ، ثم بطلانه
يقضي بطلان دعوايك ، فان مدار التصحیح
على النعمية دون خصوص الاليسية و
الضانية .

الثامن كل ماشق ، ورقق ، و ظن
ان قد دقت من كون
میش حقیقة ف کذا و مجانا ف
کذا و مشترکا بينهما الخ انما هو علی منقسم

رازی نے مفاتیح میں ، رومی نے ارشاد میں ، واصل
قاری نے مسلك المتقسط میں ، اور فاضل طاہر
نے مجمع البحار میں کی ہے ، اور ان کے علاوہ نے
دوسری کتابوں میں کی ہے ۔

اور آپ اس کو گائے یا اونٹ نیم ، شتر
کرنے کی جرات کر ہی نہیں سکتے ، نہ محابہ یہ
میں ہی شامل ہوگا ، معز یا بکری تو ہوگا مہر
کہ انہوں ہوتا ہے اور معز کے اون میں ہوتا
کیونکہ آپ کا یہ خود کا اعتراف ہے کہ یہ اون دلی
ہے ، تو دیکھئے آپ ہی کی دلیل نے آپ کا کیسا رد
کیا ، اور صاف ظاہر ہو گیا کہ چلتی ماہر اما قیاز نہیں
ورنہ بھیڑ کو معز میں داخل کرنا ہوگا ، اور آپ اس
دونوں ہی سے نہایت کرنے پر تھے بوسے تھے ،
اور اسی سے آپ کے دعویٰ کا رد بھی ہو گیا کہ یہ
قربال کا جانور نہیں ۔

تنبیہ ہشتم حقیقت و مجاز اس پر مجیب کی اگر تم
والی تدقیق کا جواب
کو پیش ذوات یہ میں حقیقت ہو گا یا مجاز یا
مشترک ، سب کا مبنی یہ تھا کہ چلتی کو پیش کی حقیقت

ان مالہ ایہہ مغایر بالنوع لما یست له
 الیة باللعنی الذی توهم فظن ادخالهما
 جمیعاً یؤدی الی التثلیث ولم یدر انه
 هو الواقع فیہ لما بیتنا ان هذا الحيوان
 من الاعمار قطعاً واذ لیس من البدن
 فمن الغنم فلو كانت نوعاً معاً بالذوات
 الالیات لوجب التثلیث۔

التاسعة احضت اذ یقت ان التفسیر
 بالاعم اما یجوز حیث یقصد التسمیة
 عن بعض الاعیان وکن دعوائک ان ههنا
 کذلک ففسروا الضان بمیش انما قصدوا
 المیز عن ابعض، کلمة انت قائلها
 لا برهان لت علیها بل المحجة ناطقة
 بخلافها حیث کان المحر لیمان حکم
 لا یبعد والضان کجوار الجذع کما فی عبارة
 الشیخ المحقق رحمه الله تعالی فی شعبة
 اللغات وغیرها۔

العاشرة انما الخطاب بدغة العرب،
 فما لم یثبت النقل فالاحتجاج باللغة
 تام قطعاً، ولا یدفع بالاحتمال بناء
 علی ان اهل الشریع قد یصطلحون
 علی معنی آخر، بذلک استدلی الامام
 المحقق علی الاطلاق محمد بن المهنا۔

میں بنیادی دخل ہے، اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ
 بنیادی غلط ہے، تو یہ تدقیقات بھی یہ حقیقت
 ہو گئیں، اور انھیں پر مبنی یہ حکم بھی کہ غنم کی دو ہی قسم
 نہ رہیں گی، بھڑکے بعد اس کی تین قسمیں بنیں گی۔

تنبیه نعم ذات الصوف یہ بات بلا شبہ صحیح ہے کہ
 قرین بالاعم نہیں ہے کبھی کبھی قرین و تفسیر
 لفظ اعم سے بھی ہوتی ہے جیسا کہ عجیب نے دعویٰ
 کیا ہے، لیکن یہ بات کہ لفظ صان کی تفسیر میں
 میش کا ذکر بھی ہو نہی ہے، بے حقیقت بات ہے،
 علل شدت اس کے خلاف ہے، کیونکہ یہ تفسیر ایک
 ایسے حکم کے بیان کے سلسلہ میں ہے جو ضان کے
 ساتھ خاص ہے جیسے صاحب اشعة اللغات کا
 یہ کہنا کہ ضان کا چھ ماہر بچہ بھی جائز ہے۔

تنبیه دوم در بارہ نیز یہ بات بھی صحیح نہیں ہے کہ
 لغت فقہار و ادباء اعتبار فقہار کی لغت کا ہے
 نہ کہ ادیبوں کی لغت کا۔ جب خطاب زبان عرب
 میں ہے، تو جب تک منقول ہونے کا ثبوت
 نہ ہو ضروری ہے کہ لغوی معنی ہی مراد ہوں، اس
 کی تائید ابن ہمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس

قرآن سے ہوتی ہے کہ لغت زمانہ سے پیدا ہوئی ہو
لڑکی کو سنت ہی کہا جاتا ہے، اس لئے قرآن کے
قرآن و سنت شک میں یہ بھی داخل ہوگی، اور
زانی کا نکاح ایسی لڑکی سے حرام ہوگا۔ (امام
ابن ہمام، بحر، شامی)

تفسیر باز و ہم تفسیر | یہ امر بھی قابل غور ہے کہ علماء
بالاعلم کی حقیقت تفسیر و حدیث اور فقہ و لغت
کی بڑی تعداد نے ضامن اور معز کی تفریق میں
صوف اور بال کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو تفسیر
بالاعلم وغیرہ کی تاویل ان کے کلام میں نہیں کرنی چاہئے
بلکہ قلیل القدر علماء کے کلام میں جو ایک لفظ
خاص "ذات الیہ" (حکمتی والی) سے تعبیر
کرتے ہیں۔ حوالے،
• بقوی معالم التنزیل: ضامن و نوح، زود مادہ
اون والی بکری کو کہتے ہیں اور بال والی کو معز۔
• امام رازی تفسیر کبیر: "اون والی بکری ضامن ہے
اور بال والی معز۔"
• مصباح المنیر و تحفہ الجوان: بکری کی ادن

عن تحریم ابن بنت من الزنا، قال فی الفقہ
لانہا بنتہ لغة و الخطاب انما هو باللغة
العربیة ما لم یثبت نقل، و تبعہ
علیہ البحر فی البحر، و الشامی فی رد المحتار
و غیرہ من العلل و الکبار، و ہذا اذا لم
یظہر منہم الواقع، فکیف و قد ثبت موطنہم
علیہ کما مر، و یناقش شوق: اللہ تعالیٰ۔

الحادی شمس و تظاہرات کلمات علماء
التفسیر، و الحدیث، و الفقہ، و اللغة
و غیرہا علی ابیر بین الضامن و المعز
بالصوف و الشعر، قال الامام رحمہ اللہ
البنو فی معالم التنزیل ان ضامن النعاج
وہی ذوات الصوف من الغنم،

و الصوف ذوات
الشعر من الغنم، مختصراً و قال الامام
الرازی فی تفسیر کبیر ان ضامن ذوات الصوف
من الغنم، و المعروف ان الشعر من الغنم
مختص و فی المصباح المنیر و
حیوة الحیوانات و غیرہما ان ضامن
ذوات الصوف من الغنم، و

لہ فتح القدر کتاب النکاح فصل فی بیان الحرمات مکتبہ فوریر رضویہ سکس
لہ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن تحت آیت ۱۲۳/۶ مصطفیٰ ابابلی مصر
لہ مفتاح الغیب (التفسیر الکبیر) " " " " المطبعة البہیة المصریة مصر
لہ المصباح المنیر الضاد مع الراد الضامن مصطفیٰ ابابلی مصر

۱۱۸/۳

۱۹۲/۶

۲۱۶/۳

۱۲۲

فی شرح النقایۃ ، ثم الطحطاوی ، و رد المحتار الضامن ما کان من ذوات النصوص و المعرف من ذوات الشفر ، و بہ فرق بینہما فی البحوال الراتق و غنیۃ ذوی الاحکام ، و فتح اللہ المعین حمید عن معراج الدریۃ ، و الیہ یشیر حدیث الامام احمد ، و ابن مہجۃ ، و الحاکم ، و قال صحیحہ الاسناد عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ہذا الاضاحی ، قال سنۃ ، بیکو ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام ، قالوا خاصیہ یا رسول اللہ ، قال کل شعرة حسنة ، قالوا فالصوفیۃ یا رسول اللہ ، قال کل شعرة من الصوفیۃ حسنة ، قال فی المرقاۃ لما کان الشعر ، کناۃ عن المعز ، کما عن الضان بالنصوص ، و الیہ مآل النصوص التسعة المذكورة فی استنبیہ لسابع ، عن النقایۃ ، و الجمع ، و المرقاۃ ، و شرح الکفر ، و ذخیرۃ الحق ، و القاموس ، و الصراح ، و مختار الصحاح ،

والی قسم ضانی کمداتی ہے :
• طحطاوی شرح نقایہ ، رد المحتار ، احسان اودن والی اور معزیال والی ۔
• تجرانی غنیۃ ذوی الاحکام ، فتح اللہ المعین عن معراج الدریۃ (ایضاً)
• حدیث امام احمد بن حنبل ، ابن ماجہ کا اشارہ یہی ہے ، زید بن ارقم کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا ، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایہ قربانیاں کیا ہیں ، فرمایا ، تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ۔ پوچھا : ہم کون کیا کرتے تھے ، فرمایا ، اس کے ہر بال کے برابر نیکی ۔ لوگوں نے عرض کیا ، اودن کے پاس سے میں کیا ارشاد سے ، فرمایا ، اس کے بھی ہر بال کے برابر نیکی ملے گی ۔
• مرقاۃ میں ہے ، حدیث شریف میں ہاں سے اشارہ مکرئی کی طرف تھا ، تو لوگوں نے صوفیہ کہہ کر ضان کے پاس سے میں پوچھ لیا ۔
ساتویں تنبیہ میں غنیۃ ، مجمع ، مرقاۃ ، شرح کنز ، ذخیرہ عقی ، قاموس ، صراح ، مختار الصحاح ،

۲۱۶/۱	کتبہ اسلامیہ گیسبہ قاموس ایران	سہ جامع الرموز	کتاب الزکوۃ
۱۹/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	رد المحتار	باب زکوۃ الخیر
۳۶۸/۲	المکتب الاسلامی بیروت	سند احمد بن حنبل	حدیث زید بن ارقم رضی اللہ عنہ
۲۳۳ ص	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	سنن ابن ماجہ	ابواب الاضاحی
۵۴۸/۳	المکتبہ حبیبیہ کونٹہ	سہ مرقاۃ المعانی شرح مشکوٰۃ المعانی	کتاب الصلوۃ باب فی الاضاحیۃ

غیاث اللغات کی عبارتوں کا مفاد بھی یہی ہے، نیز کہ
ضمان اور معزز کے علاوہ کوئی اور نوع ہوئی جس کی وجہ
اختیار چلتی ہو تو ضمان اور معزز میں جنس غنم کا انحصار
باطل ہوا جاتا ہے۔

یہ ۲۱ فقرے ہیں، اور جو مذکور نہ ہو گئے اسی سے
بہت زیادہ ہیں، سب اس بات کا فیصلہ کر رہے
ہیں کہ ضمان اور معزز میں فرق ان سے ہے چلتی ہے
نہیں، اس طرح عجیب نے فاطمی میں ہی سہی، یہ
اعتراف کر لیا کہ بھیڑ ضامن میں شامل ہے، آگے
علی الاعلان اعتراف کرنا پڑے گا، امام سے تفسیر
ماننے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ متقدمین نے
اسے صرف ہرجا مانا ہے، ایسی تعریف عمدہ نہیں
ہے۔ میر سید شریف رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواقف
میں فرمایا،

”تأخرین نے تعریف میں مساوات کی شرط
لگائی، اور متقدمین نے کہا کہ جو تمام مشارکات سے
تیز دے دے وہ دم تام ہے، اور جو بعض سے
تھما کر دے دم ناقص ہے، اور تعریف بھی
عمدہ ہے کہ مساوی سے ہو کہ اختیار کامل حاصل ہو۔
اور حسن چلپی نے بھی حاشیہ تخریج میں فرمایا،
تعریف نہ کہ عمدگی کے لئے مساوات شرط ضروری
ہے۔“

وغیاثك الذي استغثت به من تفسير
النظام بما يخالف المعز وبالعكس، اذ لو كان
الفصل بينهما بشئ احص من الصوف لم يكن
كل ما ليس بضمان معزا ولا بالعكس بقا مادة
تقارق الصوف من ذلك الا حص خارجا منها
جميعا عدا الصيانة لدى الاخص وعدم
المعنية لوجود الصوف، فهذه احد وعشرون
فصوص، سبعة اصناف ما جئت به، كلها قاضية
بهذه التفسير، ولعل ما تركناه اكثر مما سردنا
وقد اعترف اسرجل وان لم يعرف قسيفص
البيان ان هذا الحيوان من دوات الصوف
فهو من خصوص الضمان فضلا عن عموم العزم
او لانها، والتعريف بالاعمال وانما عند الاول
فليس بعيد بالاجماع قال المولى المحقق السيد
الشريف قدس سره الشريف في شرح الموقف
اهل ان اشتراط المساواة في الصديق مما ذهب
اليه الآخرون، واما المتقدمون فقالوا الرسم
منه تامر بميزان كل ما يعاير منه وناقص يميز
عن بعض، وصرحوا بان المساواة شرط لوجود
الرسم، كلياتنا من ليس من المرسوم، ولا يهلو
عاهومہ، ثم مختصرا، وقال العلامة حسن چلپی فی
حاشیة التلویح لاحلاف فی اشتراط المساواة التعریف

احوان فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ کسی چیز کا محتمل
اور جائز ہونا اور بات ہے، اور اس کا محتمل اور
مراد ہونا اور بات ہے۔

پس ثابت ہوا کہ قبلاور سے پھر نے اور
محتمل پر کلام حل کرنے کے لئے واضح قرینہ
ضروری ہے۔

تنبیہ سیزدہم تو ضیح مزید | اور پچ پچھو تو ہمارے
تزویدک اعم سے تفسیر اسی وقت جائز ہے جبکہ
اس سے مراد خاص ہو، مثلاً اہل لغت کا یہ
مستور ہے کہ کمرہ بولی کر معروف اور معروف بولی کر کمرہ
مراد لیتے ہیں، اب انہوں نے کہا "اُخْذْ جَبَلٌ"
و "سَعْدَانَةٌ نَبَتٌ" تو اس کا ترجمہ ہوا احد
ایک خاص پہاڑ ہے اور "سعدانہ ایک خاص
گھاس ہے" تو یہاں تعریف احد میں ایک
عام لفظ حسن بولی کر بھی مراد خاص پہاڑ ہو،
اور محاورہ کمرہ بولی کر معروف مراد لیا ہو۔ اس موقع
پر کوئی جبل کے بجائے الجبل بولے تو
خلاف محاورہ اور غلط ہوگا حالانکہ اس پہاڑ سے
نے معروف کی تعریف میں لفظ معروف ہی استعمال
کیا ہے، لیکن اس عبارت سے کوئی یہ نہ سمجھے گا

اخر ان ای ہما مترادفان، ویدل علی
ذلک انه قال فی انفاق و الحمد هو المدح
و الوصف بالجمیل الوعد استدلال بتفسیر
اللغة علی الترادف مع انه مصوب لجواز
التفسیر بالاعم کما سیأتی، و بالجملة فحواز
شیء شیء و جواز الحمل علیہ شیء آخر،
فقد یجوز ثبوت فی نفسه و لا یجوز حمل
الکلام علیہ لکونه خلاف الظاهر
فلا عدول عنه الابدلیل نہ اہر۔

الثالث عشر الحق عندی ان
لتفسیر بالاعم نما یجوز ان جائز حیث
وضوح المقاد و قامت القیمة علی السداد
والافلا قصدا لعمق التغلیط، لما فیہ
سج من التبیس، و لتخلیط، و طریقة اهل
اللغة معروفة، انهم ادنکرو عرفوا و ادعوا فکروا و ادنا
قلیل أحد جبل و سعدانہ نبت، لم یفہم
مہ الا نہ جبل معین و نبت مخصوص
ولئن قال ان أحد الجبل و سعدانہ النبت
لکان معطفا قطعاً، و ان کان لم یرتکب الا
تفسیر بالاعم، کیف و انه افہم ان احدی ارباب
الجبل، و السعدانہ النبت و هذا ان کان
خفیا عن غیبی، فلیس یخفی علی ذکی، و
اذ کان هذا فی اللغة، فما ظنک بالشرعیات

کہ اُحد اور الجس میں تراویح ہے، تو ہر اس میں یہی ہے کہ تعبیر اول میں محاورہ عام سے مراد خاص ہے اور ثانی میں خاص سے مراد عام ہے اور محاورہ کا یہ فرق ہر صاحب فہم پر واضح ہے تو حسب لغت کا یہ حال ہے کہ بولیں عام اور مراد لیں خاص، تو شریعت نثار جس میں خاص کشتی کے احکام مخصوص کا بیان ہوتا ہے، عام بول کر عام ہی کس طرح مراد لیں گے، یہاں بغیر قرینہ کے تفسیر بالا علم غلط اور باطل ہوگی۔

دلیل تنزیہی | روزہ کا کفارہ قرآن مجید میں ایک گردن آزاد کرنا آیا ہے، اگر اب کوئی شخص غلط تحریر فرمادے کہ معنی عام (روزہ کی قید دور کرنا) مراد ہے تو غلط ہوگا کیونکہ ترجمہ کی بنیاد پر اس سے آدمی کو کھانا، عورت کو طلاق دینا، اور جانور کو چھوڑ دینا، سبھی مراد ہو سکتے ہیں، تو لازم آئے گا کہ یہ سب چیزیں روزہ کا کفارہ بنیں۔

یہیں سے علمائے محققین، فقہاء و محدثین کے اس طرز عمل کی وجہ سمجھ میں آتی ہے کہ وہ عام طور سے تعلیقات میں قیود احترازی اور جمعیت و منعیت کا لحاظ کیوں نہیں کرتے، حالانکہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اس کی مراد ایک جامع مانع محدود ہی ہوتا ہے۔ علامہ غزالی ترمذی سے ”شامی“ نے نقل کیا کہ،

حضرت علامہ نے الفاظ عامہ کو محل تقييد میں بھی عام مراد لینے والوں کے خلاف فرمایا:

حيث المحل لم يبد أن الاحكام الالهية الخاصة بالشئ، فانت التفسير بالاعم ثم من امين الاباطيل من دون اقامة قرينة و ابتداء دليل. الاتركيات من عليه كفسامة صوم، اذ سال ما تحرير رقية، فزعم من اعم انه دفع قيد من شئ حتى، فقد اخطأ، وجعل سائله عرضة للخطأ فانه انت قنم بقوله فسيظن انه يجزى عنه اطلاق الفات، اذ طلاق نسوان، او تسبيح حيوان، و لذا ترى العلماء المحققين من الفقهاء والمحدثين لم يزالوا يؤخذون بترك القيود، وبانضمام في عكس، او انضمام في طرد ياخذون على الحدود، و لقد احسن واحب المؤلف المحقق محمد بن عبد الله القسزي في منع الغفاس كما اشرو عنه في رد المحتار اذ يقول في بيان شناعة الاطلاق في محل التقييد، ما نصه

”جو مقام تعقید میں لفظ کے اطلاق کا سہارا لے کر احکام عامہ جاری کرے گا وہ بیشمار احکام کے فیصلہ میں قضا اور افتاء غلطی کرے گا۔“

مثلاً ہم مسئلہ وارثہ میں ہی لے لیں، خنان کی حنفی تفسیر میں جیسے اون والی، جو معزز نہ ہو اور میس، یہ سب تعریضیں تعریف بالائم ہیں اب کوئی اون والی تعریف کے الفاظ پر غور کر کے بھڑک کر دے، تو اس نے بقول عجیب غلط نہیں کیا مگر آپ پڑھ لے رہے ہیں کہ انھوں نے ایسے تمام لوگوں کو جاہل اور جاہل کر بنایا، یا مثلاً کسی نے اپنی عورت کے طلاق کو قربانی کرنے پر معلق کیا، اور بھڑک کر بانی کو دی، تو ایک ایسا شخص جو کلمات علماء کے مفہوم مرد کو سمجھتا ہے، بھڑک کر قربانی کو قربانی قرار دے کر طلاق بائن واقعہ مانے گا، جبکہ عجیب صاحب عام کو عام رکھتے ہوئے بھی اس کو قربانی کے جوہر سے نکال کر طلاق نہ واقع ہونے کا فتویٰ دیں گے، اب اللہ دونوں باتوں میں حقیقت امر سے قطع نظر جس کو پہلے صاحب حرام کہہ رہے ہیں، دوسرے صاحب حلال ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں۔ تو یہ سارے قبائح اسی تفسیر بالعام کا شاخسانہ ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ قول ہی غلط ہے۔

فیظن من یقف علی مسائلہ الاطلاق، فیجری، الحکم علی اطلاقہ، وهو مقید، فیرتکب الخطأ فی کثیر من الاحکام فی الاماء والنساء، ثم مثلاً فی مانحن یمہ ان کان تعبیر النوان بدات الصوف، وبخلاف المعز و ہمیش حکم دلت تفسیر بالاعم، فمن وقف علی کلماتهم المتطافرة المتکاشرة المتوفرة فی دلت، فربما یجترئ فی التضحیة بدات صوف لیست من النوان فیأثم مترك الواجب والاصرار علیہ سنین متطاولة، کما هو حال عامة المسلمین مالد بارانہدیة عالمهم و جاہلهم عندہم سرس قد حکم علیہم بالضللال والاضلال فما اصلهم ان صلوا الا الی ہذا التفاسیر بالاعم، وان کان رجل علق ابانہ عوسہ بالتضحیة فضحی بہدا یحکم الواقف علی کلماتهم بوقوع الیسونة، وہی لمرتب، یحرم الحلال، او بعدہما ففعل ذلک بحکم بعد، بوقوع وہی قد بانہ فیحلل الحرام الی غیر ذلک الشائع العظام، ما جہمت تلك الامن تلقا، ذلک التفسیر بالعام، فکیف یسوع ان یحمل کلامہم علی مثل ہذا

الایبرہان و این البرہان ہاتوا برہانکم
ان کتم صدقہیں۔

السابع عشر مسألة التحديد ان كانت
تؤخذ من جهة التقليد ، كما يبدل
عليه الاستنتاج لاهوري ، فاجلة ائمة
الدين و جهابذة العقاد المحققين مثل
الامام فخر الدين الرازي في شرح
الاشعارات ، والامام صدر الشريعة
في التفتيح ، والعلامة الفاضل محمد
غفر البواقف ، والقاضي النحسبر
ناصر الدين البيضاوي في طوابع الانوار ،
والعلامة سعد الدين التفتازاني في التمهيد
والفاضل قطب الدين الرازي في شرح
الشمسية ، والمحقق شمس الدين محمد
بن حمزة الفخاري في اصول البدائع في
اصول الشرائع وغيرهم من الاكابر
المصنفين بان المعروف لا بد له من
التساوي ، فلا يجوز التعريف بالاعصم ، و
لا بالانحصار ، احق بالاتباع ، وان شئت
نقلت لك نصوصهم ، ولا يخفى عليك ان
المسألة شهيرة دائمة ، وفي كتب الكلام و
الاصول والميزان سائرة ، فالاستناد الى
اللاهوري كيفما كان من ابعاد النجعة لاسيما
وكتابه في النحو ، وليست المسألة من
مسائل ذالنحو۔

تتبع چار دہم حد کے | تعریف کا مسئلہ اجتہادی
تعریفی ہونے کی بحث | نہیں تعریفی ہے ، مطلب
یہ کہ عام سے اگر تعریف جائز ہے تو بذریعہ
اس کو دور نہیں کر سکتے ، جیسا کہ مجیب نے اس
مسئلہ میں فاضل لاهوری کی سند پکڑی ہے
ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مسئلہ تعریفی ہے لیکن
یہ بھی تو دیکھنا ہوگا کہ تعریف کن لوگوں کی کی جائے
اور جن کی تعریف کرتا ہے وہ کیا کہتے ہیں۔

تو امام رازی شرح اشعار میں ائمہ الشریعہ
شفیع میں ، قاضی عضد الدین بواقف میں قاضی
بیضاوی طالع رازی میں ، قضا زانی تہذیب میں
قطب رازی شرح شمسید میں ، امام فخاری اصول
بدائع میں ، وغیرہ اکابر علمائے اعلام تعریف دیتے
ہیں کہ تعریف کے لئے تساوی ضروری ہے ،
تو معروف عام تعریف میں چلے نہ خاص ، تو ان
علماء کی بات مانی جائے کہ فاضل لاهوری کی
جگہ ان کی کتاب فن نحو کی کتاب ہے ، اور یہ مسئلہ
علم نحو کا نہیں۔

والخاص^{۱۵} عشر الاول ان جو نودا
التعريف بالاعم، وهو الاقرب حيث
لا بعد، كما قدمت فقد جو نودا التعريف
بالاخص ايضا، والدليل ان دليل فان عدم
ليس من شريطة التفسير الا التمييز عن
بعض ما يغاير، وهو حاصل في الكل بل
قد يمكن ان يحصل بالعبارة فالقصور
قصور، بل لك ان تقول ان من قبل
الاعم فهو للاخص اقبل، لانه يميز المعرفة
عن كل ما عداه، كما هو ظاهر وقد
نص عليه المحسن چلی فی حواشی المواقف
وعبره في غيرها، قال المحقق الشریف
في شرحها اما المتقدمون فقد جو نودا
الرسم بالاعم والاحص، وايد بان المعرفة
لايدان يعيد التمييز عن بعض الاغيار،
واما عن جميعها فليس شرطاً له، والمساواة
شرط للمعرفة انما مردون غيره، حد اكان
اور سماه وكذلك ايداه ايضاً في حواشيه على
شرح المطالع كما نقله چلی فیہ،
وقال قدس سره في حواشيه على
شرح التسمية الصواب ان المعتبر في المعرفة
تمييزه عن بعض ما عداه، اما تحت
الكل فلا، فالاعم والاخص يصلحان للتعريف

کے شرح المواقف المرصداً السادس المقصود الثاني
کے قواعد، اسرار حاشیہ علی شرح مطالع الانوار

تنبیه یا نزہیم متقدمین کا مسلک متقدمین نے
جس طرح اعم سے تعریف جائز رکھی (اور اس میں
کوئی بعد بھی نہیں، جیسا کہ ہم نے بھی بیان کیا)
انہوں نے اخص سے بھی تعریف کو جائز رکھا، اور
مباحث سے بھی امتیاز ہو جائے تو اس سے بھی تعریف
جائز ہوگی، کیونکہ ان کے یہاں جمیع ماعدہ سے امتیاز
ضروری نہیں، بعض مشترکات سے بھی تميز حاصل
ہو جائے تو تعریف جائز ہے۔

پس لفظ عام کی ہی کوئی خصوصیت نہیں رہی
اخص بلکہ مباحث سے بھی تعریف جائز ہوئی، بلکہ اخص
تو جمیع ماعدہ سے ممتاز بھی کر دیتا ہے البتہ کچھ فرد کو
اپنے سے بھی خارج کر دیتا ہے۔

شہادتیں: متقدمین نے اعم اور اخص دونوں سے
تعریف جائز رکھی۔

دلیل یہی کہ تمام مشترکات سے تميز دینا
مقصود نہیں، بعض احوال سے تميز بمقصد ہوتی ہے
البتہ معرفت تام کے لئے مساوی ہونا ضروری ہے،
اور یہ بات حد و رسم سب کے لئے عام ہے۔

حاشیہ شرح مواقف میر سید شریف و شرح مطالع
حسن چلی

• معرفت میں بعض ماعدہ سے امتیاز مطلوب ہوتا ہے
تمام ماعدہ سے نہیں، تو خاص اور عام دونوں تعریف
کی صلاحیت رکھتے ہیں (شرح تفسیر میر سید شریف)

عشر اربع الشریف الرضی قمی ر ن ۶ / ۵ ۶

و كذلك صححه المولى العلامة بحر العلوم
قدس سره في شرح السلم، فقال المتقدمون
قالوا ان كان الغرض الاعتبار عن كل ما عدا
فلا يجوز الا المساوى والاحص، ان لم يكن
الاحص ذاتا له، وان كان الغرض الاعتبار
عن بعض الاخير، فيجوز بالاثم الاخص
والمساوى، واما البين فان كان يورث
الامتنان فلاحصر في التعريف به لكونه مادد
جدا، ووجه حقيقة هذا المذهب ظاهر،
فان الحاجة الى جميع الاقرب المذكورة
ثلاثة، فاسقاط بعض عن درجة الاعتبار
غير لائق، الكل مقتصر، واذا حاز الامران،
فمن اين يدان ان اطلاق المترجمين فحبه
على التفسير مبدئ، وتفسير اكا برا العلماء
من الفقهاء، والمفسرين، والمحدثين،
والمفكرين، بذات الصوف، وبخلاف المعز،
هو الخارج من جادة الجودة، دون تفسير
البعض بحجة الالية، وما يدريك لعل التلثة
لاول هي لتفسير بالمساوى، وهذا تفسير
بالاخص، ولتكن بيدك علقه شبهة، تدعون
الى ما ادعيت الا لاختار بهذا اللفظ فحسب،
وقد شرد علك وبردنا ما قد منا ونذا كر بعد، و
لله الحمد من قبل ومن بعد.

• متقدمین کہہ کہ کل ماعدائے امتیاز مطلوب ہو، تو
مساوی یا اخص کے سوا جبکہ عام اسس کا ذاتی
نہ ہو کسی سے بھی تعریف جائز نہیں، اور اگر غرض
بعض ماعدائے امتیاز ہو تو اعم و اخص اور مساوی
سبھی سے جائز ہے، اور مبادئ سے امتیاز ہر کے
تو اسس سے بھی تعریف جائز ہے، لیکن ایک اور الوجہ
بات ہے، اور اس مذہب کی حقانیت ظاہر ہے
کیونکہ وقت و وقت سے ضرورت سارے ہی قسام
کی پڑتی ہے، تو بعض کو ترجیح دینا اور بعض کو ترک کرنا
غلط ہے۔ (شرح سلم بحر العلوم)

تو ثابت ہوا کہ عام کی کوئی تخصیص نہیں، خاص
عام دونوں ہی سے تعریف ہو سکتی ہے پس آپ
کو یہ حق کب پہنچے کہ علمائے محققین و مفسرین
محدثین کہ ان تینوں تعریفوں کو (میش، اولی وار،
خلافت، اعز، تو آپ ساقط الاعتبار گردانیں، اور
بعض حضرات نے صاحب الیہ "تفسیر کردی تو وہ
قابل اعتبار ہو گئی، کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ تینوں
تعریفیں مساوی کے ساتھ ہوں، اور چھٹی والی
تعریف تعریف بالاخص ہو، ہمارے اس نظریے
کے خلاف کوشش اعتمادی کے سوا اور کوئی دلیل نہیں
تو مسئلہ بالکل ہمارے موافق ہو گیا۔

تنبیہ شاذ دم قرینت میں | صرف شرح لغایہ کی
 مِنْ تَبْعِیْضِیَّةِ كِی تحقیق | جہارت میں لفظ مِنْ
 آیا ہے ، ماکان مِنْ ذوات الصوف (جو
 اون دار میں سے ہو) اس کو بعض کے معنی میں
 لے کر یہ بہار اپکڑنا کہ یہاں مراد تمام صوف دے
 نہیں بلکہ بعض صوف والے ہیں (یعنی دہر) غلط
 ہے ، کیونکہ اس سے قبل ماکان ہے ، جو
 استغراق کے لئے ہے ، تو یہاں مِنْ جو
 تبعیض کے لئے آتی ہے کل کے افراد پر فرداً
 دلالت کے لئے ہے ، اور معنی یہ ہے کہ صوفان
 نام ہے اون والے ہا نور میں سے ہر ہر فرد کا ، تو
 مِنْ کی تبعیض بھی سلامت رہی اور ماکان کا استغراق
 بھی

یہ ایسے ہی ہے کہ فلاسفہ نے انسان کی اوندھی سیڑ
 جو تقریب کی ہے ، الانسان حیوانٌ ناطقٌ ۔
 اس کی تعبیر کوئی یوں کرے ، الانسان اسم
 لكل ماکان من اهل النطق (انسان ہر اس
 کا نام ہے جو نطق والوں میں سے ہو) تو کیا اس
 مثال میں کوئی یہ گمان کر سکتا ہے کہ ناطق انسان
 سے اعم ہے ۔

مجیب اگر خود اپنی جہارت پر غور کرے تو اپنے اس غلط استشہاد سے رجوع کرے ، کیونکہ جب
 اس پر یہ اعتراض ہوا کہ علماء نے فارسی میں ضامن کو میٹھ کہا ، اور یہی چیز اردو میں میٹھ لکھی جاتی ہے ، لہذا
 میٹھ ضامن میں داخل ہوئی ، تو اس نے کہا اسی تفسیر کا مطلب یہ ہے کہ ”ماکان من ذوات الصوف

السادس عشر استشهدك بموجب
 التبعية ان تمشي ، ففي عبارة شرح
 ”بقاية دون سائر عبارات التي نقلنا
 بعضها ، ثم لاحجة لك فيه ايضا فان ما
 في قوله ماکان من ذوات الصوف
 للاستغراق والعمدية تأتي بالبعضية ، فمن
 في محبتها قطعاً من دون دلالة على عموم
 العدد ، والمعنى ان الضمان اسم كل فرد
 من ذوات الصوف ، كان تقول على ما
 اشتهر باقتضاء آثار العلاسفة المطلقة
 ان الالف اسم لكل من كان من اهل
 النطق ، اذ فيهم منهم ان النطق يعصم
 الانسان و غيره وانظر الى عبارة نعلاب
 حيث نزلت عن اداء التفسير بالاعم و
 اتيت على تعبير المساواة بين الضمان وذات
 الصوف هي قول محافظك - فقلت لو قبل
 ان عرضهم من تفسير الضمان بميش ان الضمان
 ماکان من ذوات الصوف سواء كان له
 الية او لا ، كما ان ميش كذلك - فاین
 ذهب عندك ههنا من التبعية -

میش سوا، کان له الیة اولاً“ (جو اون والی ہے بیش ہے، اس کے چکتی ہو یا نہ ہو)
 دیکھتے یہاں بھی من تبیضیہ ہے، لیکن عجیب نے اس چکتی دار اور غیر چکتی دار دونوں میں عام
 مانا، یہاں من تبیضیہ کا سہارا لے کر صرف دار کو ضان سے عام نہیں مانا۔
 پس معلوم ہوا کہ ان تعریفوں میں من کا سہارا لینا بھی غلط ہے۔

المسألة مع انتشار استبدادك بعموم حد
 المعز لا يفتن عنك شيئاً، فان عموم قرين
 لا يدل على عموم صاحبہ، وقد نص
 العدل على ان الاستدلال بالقرين
 في الذکر من افسد الدلائل، وايضاً
 ليس أسلوب الكلام فيه كمثله في الضان
 لعدم ما الاخر اذية هن، وكان هده
 نكتة التغيران كان القهستاني لا يخص
 الشهر بالمعز، على ان رأيہ ~~عليه~~ يخص
 قول العلامة على القاري في المرقاة
 تحت حديث ترميد المذكور رضى الله
 تعالى عنه ان الشهر مختص بالمعز،
 حکماء التوہم مختص بالابل، قال
 تعالى ومن اصوا فهدوا واوليا رها واشد رها
 اثاثاً ومثلاً الى حيث ولكن قد يتوهم
 بالشعر فيعممهم وسيأتيك من كلام
 المفسرين ما يميل اليه ميلاً ظاهراً،
 مع ان الكلام ههنا في الغنم فغيره
 خارج عن المقسم، فلو يكن في شئ

تنبیه بخدم قران (علماء نے ضان کی تعریف
 في اللفظ کی بحث میں صاحبان من دوات
 الصوف کہا (جس کے اون ہو) اور معز کی تعریف
 میں صاحبان دوات الشعر (جو بالی والا ہو)
 کہا، اس سے ان لوگوں کی تائید ہوتی تھی جو بھیڑ
 کو ضان میں داخل مانتے ہیں کہ علماء نے ضانیت
 کا مدار اون پر رکھ چکتی پر نہیں)
 اس کا جواب عجیب نے یہ دیا تھا کہ یہ تو
 عب بوجہ ہم یہ سمجھ کر لیں کہ ک لہ صوف
 کا لفظ ضان کے مساوی ہے حالانکہ یہ لفظ یہاں
 بھی ضان سے اعم ہے، دلیل یہ ہے کہ اسی کے
 ساتھ صالحہ شعر کہہ کے بکری کی تعریف کی گئی
 ہے، تو اگر اس تعریف میں بھی دار بال پر رکھا جائے
 تو گائے اور بھینس بھی جو بال دار ہیں، بکری بھی شامل
 ہو جاتے ہیں، اس لئے حقیقت یہی ہے کہ اس
 مقام پر علماء نے ضان اور معز دونوں ہی کی تعریفیں
 لفظ عام سے فرمائی ہیں۔
 عجیب کی یہ بات صحیح نہیں، کیونکہ اس جواب
 کا مدار اس قاعدے پر ہے کہ جو دو جملے لفظ میں

من التعريف بالاعصم . ساتھ ساتھ ہوں ، ان دونوں کا حکم بھی ایک ہی ہوتا ہے ” جبھی تو عجیب یہ کہہ رہا ہے کہ معر کی تعریف ” مَا لَمْ يَشْعُرْ “ میں شعور عام ہے تو ” حالہ صوف “ میں صوف عام ہونا چاہئے ، حالانکہ یہ استدلال ہی سرے سے فاسد اور غلط ہے ۔
(الف) علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ ” حُرَانٌ فِي الْفِطْرِ حُرَانٌ فِي الْحُكْمِ “ لفظ میں ساتھ ہونا حکم میں ساتھ ہونے کو مستلزم نہیں ہے ، اس لئے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ ” مَا لَمْ يَشْعُرْ “ عام ہو ، تو ” حَالَهُ صُوفٌ “ بھی عام ہو ۔

(ب) شاید اسی لئے قسسانی نے ضان کی تعریف میں ” مَا كَانَ مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ “ لفظ ماکان کے ساتھ ، اور معر کی تعریف میں صرف ” مِنْ ذَوَاتِ الصُّوفِ “ لفظ ماکان کے بغیر کہا ، یعنی یہ اسلوب بدلنا اسی لئے ہوا کہ ایک جگہ عام اور ایک جگہ مساوی مراد ہو ۔
(ج) معر کی تعریف میں لفظ شعور ، فعز کے مساوی ہے یہ خیال غلط ہے کہ عام ہے ۔
ملا علی قاری وغیرہ علماء کے نزدیک بکری کے بال کو ہی شعور کہا جاتا ہے ، اس لئے بھینس اور گائے کے شمول کا کوئی سوال نہیں ۔

” بیشک بال بکری کے ساتھ خاص ہے ، جیسے ذی ارنٹ کے ساتھ خاص ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں ” مِنْ أَصْوَابِهِمْ وَأَوْبَارِهِمْ وَأَشْعَارِهِمْ “ فرمایا ، کہ صوف ضان کے لئے ، ووبر ارنٹ کے لئے ، اور شعور بکری کے لئے ، البتہ محاورہ میں مجازاً دوسرے بال کے لئے بھی شعور کا اطلاق ہو جاتا ہے “ (ملا علی قاری ، مرقات زیر حدیث تردید)۔

(د) گائے ، بیل اور بھینس سے اعتراض یہ کیا رہے کہ وہ یہاں مقسم میں شامل ہی نہیں ، کلام تو غنم میں ہے کہ غنم کی دو قسمیں ہیں مالہ صوف و مالہ شعور ، تو لفظ مساوی مان کر بھی حصر کامل ہو گیا ۔

التشابه من عكس كلال لا مساع	تنبیہ ہمیز ہم لفظ ضان
ههنا كادى ، العموم ، فان العلماء	اور صوف کی تحقیق
صرحوا ان الصوف محقق بالضان	ضان سے اعلم ہو ہی نہیں سکتا ، اور یہ کہنے
قال العلامة كمال الدين الدميري	کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ تعریف بالا اعلم ہے

کیونکہ علامہ نے تصریح کی ہے کہ صرف ضان کے بال ہی کو کہتے ہیں،

• صرف ضان کے بال کو کہتے ہیں۔

(حیوة الحیوان دیمیری)

• اہل تفسیر و لغت فرماتے ہیں کہ صرف ضان کا

بال، وبراونٹ کا بال، اور شعر معز کے بال کے لئے خاص ہے (مفاتیح الغیب للرازی)

• صرف ضان کے لئے، اور وبراونٹ کے لئے،

اور شعر معز کے لئے۔ (قاضی بیضاوی)

• ضائر انعام کے لئے ہیں، اور اس کے ہر فرع پر

تقسیم بھی ہے، یعنی تھارے لئے ضان کے صرف

اونٹ کے وبراونٹ کے بال بنائے۔ (ارشاد العقل

لغتی ابوسعود)

• یعنی ضان کے صرف، اونٹ کے وبراونٹ کے

کے بال۔ (تفسیر خازن)

کلام الہی میں ان تینوں ضمیروں کا مرجع جو

تینوں باتوں کے ساتھ ہیں، لفظ انعام ہے، تو

اگر فی نفسہ انعام میں سے کسی اور جانور کا بال بھی

صرف کہلاتا، تو معسرین کو ہرگز یہ جرأت نہ ہوتی

فی حیوة الحیوان لیس الصوف الاضغان

وقال الامام الرازی فی مفاتیح الغیب

تحت الآية المتلوۃ انفا قال المفسرون

واهل اللغة الاصواف للضان، والاوبار

للابل، والاشعار شعر

فی انوار التنزیل الصوف للضان،

والوبر للابل، والشعر للمعز

المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل

الصائر للانعام علی وجه التنبیہ

ی وجعلکم من اصواف الضان

والاوبار الابل، والاشعار المعزات

وقال محی السنۃ فی المعالم

اصواف الضان، واور الابل، والاشعار

المعز

الانعام سوی الضان، والکنایۃ

الانہیۃ انما هی للانعام، ما سلخ لہم

الحکم علی حکام اللہ عوجل بمخصوص

العنایۃ مع عموم الکنایۃ، وقد

اسعدک حکام المراقاة مفروقاً

لہ حیوة الحیوان باب الفین المجرۃ تحت الغنم

لہ مفاتیح الغیب (التفسیر اکبر) تحت آیت ۱۶/۸۰ المطبوعۃ البیتۃ المصریۃ مصر ۹۲/۲

لہ انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) - - - - - مصطفیٰ البابی مصر نصف اول ص ۲۴۴

لہ ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) - - - - - دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۳/۵

لہ معالم التنزیل علی ہش (تفسیر الخازن) - - - - - مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۴/۴

فی موضعین ، فاجمعہ فانہ
 یدانک بفحواۃ علی ان الصوف
 محتمن بالضمان ، وهو المستفاد من
 تفاسیر اللغة ، وبالجملة من عرب لسان
 لعرب لم یعرب عنه ان الصوف لیس الا
 للضمان ، فاما ان یعم افراۃ کما هو الواقع
 فمساو ولا فایض وعلی الکل فلا تکت
 ذات الصوف الا من الضمان ، وقد اقرحت
 ان حیوانا هذا من ذات الصوف فوجب
 ان یکون من الضمان ، وفيه المطلوب
 باتم شان .
 التاسع عشر ^فعشیرکان من قول فیما سلف
 ما یدریک لعل الشیئة الا ان فی التفسیر
 بالمتوی وهدایا لاخص ، والآن اقول
 قابضا للضمان بعد ما ارجیت مالی ترجیت
 وقد قضیت ، اما تعظمت بما فی السابغ
 والحدی عشر الفیت ، ان لو قصرت الضمانیة
 علی شئ احص من الصوف یطل حصر النعم
 فی نوعین فوجب ان یکون التفسیر بذات
 الصوف هو التفسیر بالمساوی ، والتعریف
 بذات الالیة التعریف باللاخص ، علی
 ما توهمت من معانی والنظر حقیقة
 لم تبلغ مرماها .

العشرون هل لك اجالة نظرف
 کلمات الائمة الکرام ، فانهم یتکلمون

کراہتہ تھانے نے جس کو عام فرمایا ، یہ خاص کریں ،
 صاحب مرقات کے متفرق کلام جو ہم نے
 دو جگہ لکھا ، ملاؤ تو ان کا فرمان بھی یہی ہے کہ صرف
 صرف ضمان کے لئے ہے ، پس ایسی صورت میں
 صوف کو اگر دونوں (بھیر اور ذنب) کے لئے عمام
 مانا جائے تو مساوی کے ساتھ تعریف ہوتی
 ورنہ انھیں کے ساتھ ، اعلم کے ساتھ تعریف کا
 تو کوئی سوال ہی نہیں۔

تو ثابت ہوا کہ ضمان صوف والا ہے ، اور
 ہمارا یہ بانور بھی صوف والا ہے ، لہذا اب بابت
 واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ بھیر بھی ضمان ہی ہے ۔
 تنبیہ نوزدیم تعریف بالاثم | میں نے پہلے کہا تھا
 اور تعریف ، مانھی | ہو سکتا ہے کہ ضمان
 کی پہل تعریف لفظ مساوی سے ہو ، اور "الیہ"
 چکن والی تعریف انھیں کے ساتھ ہو ، اب میں
 قطعیت کے ساتھ اسی بات کو دہراتا ہوں کیونکہ
 میں بتا چکا ہوں کہ اعلم مانتے میں "ختم" کا حصر
 اس کی دونوں میں ختم ہو جائے گا ، اور بھیر
 تیسری قسم ہو جائے گی۔

تنبیہ ستم آمد و علمائے خاصہ یہ ایضہ بھی قابل ملاحظہ
 ہے ، ذنب جس کے چکنی ہوتی ہے اگر کسی کے خلعہ

ہیما اذا خلقت شاة بلا الیة هل تجوز
التضحیة بها ، فذهب امامنا الاعظم
والنہامہ الاقدم سراج الائمة کاشف الغمة
امام الائمة ابی حنیفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
وعنہم ان نعم ، وهو الاصح عند الائمة
الشافیة بحکمہم اللہ تعالیٰ ، وقال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لا تجوز التضحیة شاة
کذا ، وانا سمعت اولا کلمات العلما
قال الامام الاجل فقیہ النفس فخر الدین
الاذرنہدی فی الحاشیة ، الشاة اذ لم یکن
لہا اذن ولا ذنب خلقة تجوز ، قال محمد
رحمہ اللہ تعالیٰ لا یكون ہذا ولو کان لا یجوز ،
و ذکر فی الاصل عن ابی حنیفة ص ش
تعالیٰ عنہ انہ یجوز انہ ثم قال وان
کان لہا الیة صغیرة مثل الذنب
خلقة جاز ، اما علی قول ابی حنیفة رحمہ اللہ
تعالیٰ فظاہر ان عندہ لو لم یکن لہا
اذن ولا الیة اصلا جاز ، فصغیرة الادنی
اولی ، واما علی قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ
صغیرة الادمن جائز ، وان لم تکن
لہا الیة ولا اذن خلقة لا تجوز انہ وف
الاجناس ، ثم الخلاصة ، ثم النہدیة ، ومنت

چکتی ہو ہی نہیں ، اس کی قربانی جائز ہوگی یا نہیں ،
امام اعظم ہمام اقدم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : ایسے
ذنب کی قربانی جائز ہے ۔
امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : یہی صحیح ہے ۔
امام محمد بن حسن فرماتے ہیں : ایسے کی قربانی صحیح نہیں
ہے ۔

بکری کا کان اور دم پیدائشی طور پر غائب ہو تو قربانی
جائز ہے یا نہیں ،

امام محمد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں : ناجائز ہے ۔
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے روایت ہے : جائز
ہے : (فقیہ النفس امام قاضی خاں)
اگر ذنب کی چکتی دم ہی کی طرح خلقت چھوٹی ہو ،
امام اعظم جب بے کان اور دم کی جائز فستار
دیتے ہیں تو چھوٹے کان میں کیا رکھا ہے ، یہ
بھی جائز ہوگی ۔

امام محمد کے یہاں صرف صغیرہ الاذن کی جائز ہے ،
خلقی کان چکتی نہ ہو تو جائز نہیں : (قاضی حسان
امام فقیہ النفس)

”اجناس میں ہے کہ اگر ذنب کی چکتی کان کی طرح
چھوٹی ہو تو قربانی جائز ہے ، اور اگر مطلقاً ہو ہی نہیں
تو امام کے یہاں ناجائز ہے : (اجناس ، خلاصہ
عالمگیری ، اخیرین میں میں نے خود دیکھا عبارت

الآخرین ، ثقلت واللفظ للوسطی . فی الاجزاء
ان كانت للنشاة الیة صغیرة خلقت شبه
لاذن تجوز ، وان لم تکن لها الیة
خلقت کذلک قال محمد رحمه الله تعالى
لا تجوز أمه وفي وجیز الامام الکردی التی
لها الیة صغیرة تشبه الذنب تجوز ، وان
لم تکن لها الیة خلقة فکذلک وقال
محمد رحمه الله تعالى لا تجوز أمه وفي خزامة
المفتین لا تجوز السکار وهي التی لا اذن لها
خلقة ، کما لا ذنب لها خلقة اولی الیة لها
خلقة أمه وفي الاوار للامام یروسف الاردبیلی
النشاهی تجزئ التی خلقت بلا صرع او الیة
او قرب أمه وفي حیوة ، لحيوان لکن اندیک
النشاهی تجزئ النشاة التی خلقت بلا صرع
اولی الیة عن الاصم فظهر باتفاق
القولین ان الالیة لیست من اسکام
حقیقة الضان بعید ان لوحد مت لم تکن
ضائاً ، اما علی قول الاصم الاعظم فظاهر
فانه یجب التصحیح لها وان لم تکن
لها الیة خلقة اصلاً ، واما علی قول محمد

فصوص کی ہے ،

”وہ دیکر اس کی چکی چھوٹی دم کے مشابہ ہو
یا ہو ہی نہیں اس کی قربانی جائز ہے ، امام محمد کے
یہاں ناجائز ہے۔“ (وجیز امام کردی)

”سکار جس کے خلقة کان نہ ہو اس کی قربانی
جائز نہیں ، ایسے ہی جس کی دم یا چکی نہ ہو۔“
(خزانة المفتین)

”جس کے خلقة تھیں یا چکی نہ ہو اس کی قربانی
جائز ہے۔“ (امام ابو یوسف اردبیلی شافعی)

جوید النشی طور پر بے متن اور چکی کا جائز ہو صحیح
یہی ہے کہ اس کی قربانی جائز ہے۔ (حیوة لحيوان
ومیر)

ان دونوں فتووں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ
چکی ضان کی حقیقت کا جز نہیں کہ یہ نہ ہو تو جانور
ضائن کے بجائے کچرا ہو جائے ، امام اعظم رحمۃ اللہ
علیہ کے قول پر قویہ امر بالکل واضح ہے ، امام محمد
رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر بھی ، اگر نہ کہ بے چکی شاة کی بات
کرے ہیں اگرچہ حقیقت کی جز ہو تو انکی عبارت ”لا یلزمہ“
کے معنی یہ ہو جائیں گے اگر بکری بکری ہی نہ ہو تو
اس کی قربانی ناجائز ہے ، اور ایسی ردی عبارت

لے خلاصۃ الفتاوی کتاب الاضیحة الفصل الخامس
فتاوی ہندیہ باب الخامس
لے فتاوی بزازیت علی فاش الفتاوی السنیة کتاب الاضیحة الفصل الخامس
لے خزانیة المفتین کتاب الاضیحة
۳۲۱/۴ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ
۲۹۸/۵ نورانی کتب خانہ پشاور
۲۹۳/۶
۲۰۴/۲ قلمی نسخہ

لے الافکار لا اعمال الابرار

لے حیاة المیوان باب الشیخ المعجم (الشاة) مصطفیٰ البانی مصر ۵۹۲/۱

تو کوئی عام عربی بھی نہیں بولی سکتا، چہ جائیکہ
امام اللغۃ والفقہ امام محمدؒ امام شافعیؒ امام حنفیؒ
رحمۃ اللہ علیہ۔

مرحمہ اللہ تعالیٰ، فلانہ یتکلم علی شاة
لا الیة لہا، فلو كانت الایة رکن حقیقتہا
لکان معنی قولہ ان لو لم تکن الشاة شاة
لم تجز لا ضیحة بہا، وهذا قول
غسل بذل اشبه شیء بالهزل، لا یعوز
صدورہ عن عاقل، فضلا عن امامہ
بجہد کامل، فانظر الآن الی دندنتک
ایں مدت عنک فی غایة امر قفار بیل
اجتثت مت فوق الارض مالنہا من
قرر، والحمد للہ علی توالی الالہ کقطر
المطر و امواج البحار۔

تبیین بخت و حکم حیران | میری مان تو میں تم کو نور حق
کے عطا کا حکم | کے سامنے کھڑا کر دوں گا
جہاں کوئی حجاب نہ ہوگا، اور ہر قسم کے خطرات
دور ہو جائیں گے،

الحادی والعشرون^{۱۱} یا هذا اصنع
واقبل، ان اطعنی دعت بدی فی حیث
یلع الحق من دون حجاب، ویزیل عنک کل
تجیر واضطراب، حقیقة الامران الاطراف
فی الحيوان تجری مجری الاوصاف، کما نصوا
علیہ قاطبة، ولذا لا یقابلی شیء من الشمن
حقا اذ اشتري جاریة فاعورت فی ید
ابا ثم قبل التسليم لا ینتقص شئ من الش
وکذا انک اذ اشتري جاریة فاعورت فی ید
المشتری، ثم اراد ان یبیعها مرا بحت کان
لہ ذلک من دون حاجة الی البیان کما
فی الهدایة وشروحہا، کفتح القدر و
غایة البیان وغیرہما و انت سألت
سرودت لک نصوصہا و اوصاف الش

واقعہ یہ ہے کہ جانوروں کے اعضاء و جوارح
اوصاف کے مرتبہ میں ہوتے ہیں جس کے مقابلہ
میں دام کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، اس پر سارے
فقہار کا اتفاق ہے۔

”کسی نے ایک باندی خریدی، ابھی بائع
کے ہی پاس تھی کہ بھینگی ہو گئی، دام میں سے
کچھ کم نہ ہوگا، یونہی کسی نے باندی خریدی وہ
مشتری کے قبضہ میں اگر بھینگی ہو گئی اور مشتری
کسی دوسرے کے ہاتھ اس کو منافع پر (امراحت)
بیچنا چاہتا ہے، تو اسے بتانے کی ضرورت نہیں

لا تدخّل في سنخ قوامه ، وقد افادوا كما علمت نه كالا عرض المفارقة ، لا انتفاء للحقيقة باسقاطها ، فانعدام الالية رأسا لا يخرج الصانع عن الضائية ، كما لو خلق انسان بلا يد لا يخرج عن الانسانية ، وانما مدار التعريف ههنا ان هذا الوصف لا يوجد الا في هذه الحقيقة ينتقل اليها الذهن منه بهذا الوجه لانها لا توجد الا به ، فمعنى قول القائل الضائفة ما هو الية انه النوع الذي تتحقق فيه الالية لا انه لا يكون ضاء ما لم تكن له الية ، اتفق هذا فقد حلت لك جليلة الحال بغير صرية۔

کہ یہ میرے یہاں اگر چلی ہو گئی ہے۔
میں اس موضوع پر کثیر تفصیل پیش کر سکا ہوں کہ اطراف حیوان کا حکم اوصاف کا ہے ، اور اوصاف کسی شے کی حقیقت میں داخل نہیں ہوتے ، جیسا کہ علما نے بیان فرمایا ہے ، اور آپ بھی جانتے ہوں گے یہ ان اعراض مفارقة کی طرح ہیں جن کے انتفاء سے حقیقت منتفی نہیں ہوتی ، قرضان بھی چلتی نہ ہونے کی صورت میں ضای سے نہیں نکل سکتا ، جیسے وہ آدمی آدمی ہی رہتا ہے جس کے پیدا نشی ہاتھ نہ ہو ، اس وصف کے ساتھ تعریف کرنے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ یہ وصف صرف اس حقیقت میں پایا جاتا ہے تو اس وسعت سے وہ صرف اس حقیقت کی

طرف منتقل ہو جاتا ہے یہ مطلب نہیں ہوتا کہ یہ حقیقت اس وصف کے بغیر پائی ہی نہیں جاتی ۔
تو "ما تكون له الية" کا مطلب یہ ہوا کہ ضان جا فور کی وہ قسم ہے کہ اس میں چلتی ہوتی ہے یہ مطلب نہیں کہ بے چلتی کا ضان ہوگا ہی نہیں ۔ اسی کو ذہن میں اسخ کر کر میں سیرے لیے روشنی مل کر کسی شک کے داعی کی

الثاني والعشرون هذا ما سائرناك فيه ، وانتا تزعم ان الية هي الضحية الكبيرة العريضة السمينة المحتوية على لحم كثير وشحم غزير ، المعروفة في لسان الهند بچکتی ، وهو خاعم باطل لا دليل عليه ، وانما الالية صرف الشاة لا يشترط فيها كبر ولا صغر ولا طول ولا قصر ، قال في مجملہ الجار فغلا عن نهاية اجن الاشياء

تنبیہ بست و دوم چکتی کی بحث | اب تھوڑی دیر چکتی پر بحث ہو جائے ، آپ سوچتے ہوں گے کہ "الیه" (چکتی) جیسی ہوگی جب اس پر خوب گوشت ، چربی ، اور وہ خوب چوڑی ہو جس کو بندی میں چکتی کہتے ہیں ، تو یہ ایک زعم باطل اور بلا دلیل ہے ، الیه "بکری کی کُم کو کہتے ہیں ، اس میں چھوٹے اور بڑے ، لانسے اور نائے ہونے کی شرط نہیں ، حوالے ملائے ہوں ، "ایات" الیه کی جج بکری کی دم کو کہتے

الیت جمع الیة وهی طرف انشاء أم وفیها
فی القاموس ساریک العجز من شحم ولحم
وقد شرحنا عن العضول هذ الحيوان الذی
نتحاور فیہ ، فوجدناه یحتوی عن لحم وشحم
فتم معنی الالیة ، وقد منا کلمات العلماء
اکرام ان الالیة ان كانت صغيرة تشبه
الذنب جارت الاصلیة ، وهذه الایا انشاء
القی توجد فی بلادنا ، فجزئیتها مضموم
عینها فی الکتب المذهبیة ، وظهر انها یدق
علیها مالها نية ، وان ابیت الا الحجاج
فابرز لنا عندک فی الحجاج وأین ما حدد
الالیة ورسمها ، وعن ای حدیث ان یکون
حجمها ، بحیث لو صغرت عنه لزمک الالیة
وعین الالیة القی تشبه الذنب خلقة ، وكيف
تکون هذ فی حیاتها ، وکم تکون فی لسطتها
واثبت کل ذلک بکلام انشاء الشان ، لایهوی
النفس وهفوات الشان ، فان لم تفعل و
لو تفعل فانت الحق حیث ظهر ، فان من
لزم الشمس وهی بارغة ، فعلیه التسلیم
لاهل النظر.

الثالث والعشرون تقریر ما تحدد
امت الفقهاء فسر والاضان بثلاثة تفاسیر

ہیں۔ (جمع نقل عن ابن اثیر)
ریڑھ کی آخری ہڈی پر جو چربی یا چربی اور گوشت
دونوں چڑھ جاتی ہے اسی کو الیر کہتے ہیں (قاموس)
اور بھڑ کا بھی یہی حال ہے کہ اس کی دم پر بھی
گوشت چربی آلود ہوتا ہے تو اس کو الیر کوں کہے گا
علماء کے حوالے سے ہم لکھ آئے ہیں کہ معمولی چکنی دانے
کی قربانی جائز ہے ، تو کیا یہی مسئلہ بھڑ کا چربیہ ذبح
تو جیسا کہ اس بھڑ پر بھی الیر الیہ کی تعریف صادق ہے
اور اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو سوال یہ ہے کہ
چکنی کی لبان چڑ ان کیا ہوگی کہ اس سے کم کو چکنی
کے بجائے دم کہا جائے ، اور ذرا اس چکنی کا بھی
خیال رہے ، جس کو فقہائے دم کی طرح چھوٹا کہا ہے
ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ائمہ اعلام کے کلام سے
ثابت کرنی ہوگی ، زبانی جمع غریب کی سند نہیں۔

تنبیہ بہت دوسم | گزشتہ تحریروں سے یہ واضح
تقریریں میں تفصلاً ہو چکا ہے کہ علماء نے ضان

ذات الصوف و ذات الالیه ، و خلافت المعن
من الغنم ، و ترجمہ بیعش ، و القینا
علیک ان عند بیان الاحکام لا یجوز
التعریف و کذا الترجمة الا بالمساوی ،
لما فی غیرہ من المساوی . فثبت ان الاربعۃ
بل الخمسة خاصہا مہیڈ ، کلہا متبویۃ فیما
بینہما ، و مساویۃ لحدودہا ، و ان کل ذات
صوف ، ذات الیہ ، و بالعکس و انما مطلق
النظر کما و صفنا الشان السوئی لا العلینۃ العریۃ
کما هو المرسوم فی کثیر من الرسوم ، کالتحرک
الاشراذی ، و امشی ، و الصیاح ، و الکتابۃ ، فی
الحيوان ، و لسان ، کما لا یحقی مطلب ذری
امشان مظهران الذی یضئین بلاد یت حرمان
وان کان شایہ الذنب حبیب ، و انه المنصوص
علیہ صوریۃ ، و حکم وان لاختلاف بین
التماسیر ، و ان لیس هنا ما عم ولا اخص
تفسیر ، و ان کل متحد مالا ، و ان لا تثنیث
فی الکنوع برالہ الیہ ، و مالا ، و اما کان
حکل ذلك شقشقة هدرت عن و اہمة
بدرت . هکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی
استوفیق .

یہ حکمت کی بنیاد پر ایک تعمیری قسم نہیں پیدا ہوتی ، یہ سب دماغی خدشات اور وہمی خیالات ہیں ۔
الرابع والعشرون یہ تبیین ان صفات الالیه
و وقتہا جیٹ تشبہ الذنب کما فی
اصوتنا ہذا لیس من النقص فی شئی ،

کی تیس تفسیر کی ہیں ، اون والی حکمتی وا ، معز کے
علاوہ ۔ اور فارسی والوں نے اس کا ترجمہ پیش کیا اور
ہم یہ ثابت کر آئے کہ احکام مخصوصہ کے بیان کے
وقت ترجمہ ہر یا تعریف ، مساوی کے علاوہ نہیں
ہو سکتی ، تو پتہ چلا کہ مذکورہ بالا چاروں لغت بلکہ ہندی
کا بھڑل کر پانچوں لغت آپس میں مساوی ہیں ، ان
کا محدود و مفہوم شے واحد ہے ، ترجمہ اون والی ہے
وہی حکمتی والی ہے ، اور جو حکمتی والا ہے وہی اون
والا ہے ، کیونکہ ایسے مواقع پر تعریف کا مقصد
وصف نوعی بیان کرنا ہوتا ہے ، افراد کے وصف
فصل کا ذکر نہیں ہوتا کہ یہ تو عام طور پر رسم میں ملحوظ
ہوتا ہے ، جسے انسان اور حیوان کی تعریف میں
تحرک ارادی یا شئی ، فہمک اور کتابت وغیرہ
اوصاف — تو ہماری تقریر سے ثابت ہو گیا کہ
بھڑکی دم جو ہمارے بلا میں ہوتی ہے وہ حکمتی ہی
ہے ، اور فقہ حنفیہ میں اس کی صورت اور حکم
دفعوں کا جزئیہ موجود ہے ۔

اور یہ بھی ظاہر ہو کہ ان بظاہر مختلف تعریفوں
میں کوئی تضاد نہیں ، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں
تعریف نہ تو اعم کے ساتھ خاص سے نہ اخص کے
ساتھ ، بلکہ سب مساوی ہیں ، اور یہ کہ ختم میں حکمتی اور

تنبیہ بست و چارم | یہ بھی واضح ہوا کہ بھڑکی دم میں
ناقص کامل کی نفی کرنی کی نہیں کہ کہا جائے
وہ ناقص ہے اور حکمتی کامل ہے ، لہذا ذنبہ کے ساتھ

حق نہیں ہو سکتی۔

ولذ اجازت التصحية معه كما نصوا عليه
فرعهم ان هذا ناقص فلا يلحق بالکامل قول
ناقص، خالف نصوص الاثمة الاکامل۔

الخامس والعشرون ^{۲۵} لن تزننا عن
حد هذا وسلمنا ان لا الية لهما، فخر تاني
العدلية بين الامام الاعظم، والاصنام
الثالث رضی اللہ تعالیٰ عنهما، و يجب
بحكم العوار، ساءات الفتوى على قول
الامام رضی اللہ تعالیٰ عنه على الاطلاق، اى
ما لو يتبع ائمة العتيا على الفتوى نقول صاحبیه
اواحدها كما نص عليه في العتق والبحر والحيرة
ورده المختار وغيره من محمديات المسار

قد سردنا نصوصها في كتاب السكاح من
فتاوسا هذا اذ الميرجيه قول الامام فكيف اذا
مرجحه قول الامام فكيف اذ مرجحه، وقد رجع
ههنا قوله رضی اللہ تعالیٰ عنه من نصوصا على انه
لا يعدل عن تصحيحه لانه فقيه النفس استدري
من هو هو الامام قاضى خاں كما قاله العلامة
قاسم في تصحيحه القدورى، ونقله السيد الحموى
في غمر العيون، وسيد الشامى في حاشية الدماء

سنة بركات كتاب القضاء فصل المفتى

فتاوى خيريه كتاب الشهادات

رد المحتار كتاب القضاء

سنة رد المحتار كتاب المير

سنة غرر عيون البصائر مع الاشباه الاضغاث ثانی کتاب الاجازات

تنبیه بست و پنجم امام اعظم کے اور اگر ہم سب چھوڑ دیا
فتویٰ کی بنیاد پر فیصلہ کر ہی نہیں کر
بھیڑے جی کا ہے تب بھی یہ انعام میں داخل ہے
تو قربانی کا جانور ہے، اور اسی جانور کی قربانی جائز
ہونے نہ ہونے میں امام اعظم اور امام محمد رحمہم اللہ کا
اختلاف ہے، اور یہ معلوم ہے کہ اگر جب تک کسی
مسئلہ میں امام اعظم کے خلاف کسی اور امام کے قول
پر متفق نہ ہوں، فتویٰ امام کے قول پر ہے، یہ مسئلہ
فتح کو نہ بخیرہ، شامی وغیرہ مستند اسفار میں منصوص
ہے، میں نے ان سب کو اپنے فتاویٰ کی جسد
کتاب السکاح میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔

یہ حکم تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا
ہے جس کی اثر ترجیح میں سے کسی نے ترجیح نہ دی ہو
اور اس قول کی تو امام فقیہ النفس قاضی خاں نے
ترجیح فرمائی ہے کہ اپنے اصول کے موافق اسی کو
مقدم کیا، یہ مسئلہ بھی امام شامی اور امام فتاویٰ نے
منصوص فرمایا۔

۲۶۹/۹ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱۳۳/۷ دار المعرفۃ بیروت

۳۰۲/۴ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۱۳/۲ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۵/۴ ادارۃ القرآن کراچی

پس ایسی صورت میں بھڑکی قربانی کے جو زکا
توی دسے بغیر چارہ نہیں

فان كنت عارفا بهذه المسألة مدركا لتلك
اسد رك فقد عرفت تصحيحه هناك وان
لم تعرف فاسمع مني فاني لك شعيم بذلك، الم ترون
قد قدما رقبول لاها مرو وورجبه الله تعالى كما صرح
به في صدرها ولا لا تعد مرا الا لا تظهر الا تهرقل
اميدان بفاصلان لطحن وى والشامى في
حواشى الدر، ان ما يقدمه قاضيان يكون
هو اعمى، و في قد اجملت لك ههنا بقول
طبا بك ان لك اشتغالا لا لعلم فتكون قد وقعت
عن هذه المطالب الدرة السائرة الظاهرة
الراهرق فان خفي عليك شئ منها من حدى، و
لا تأس من التفهيم فقد قلت لك انك انك
باطهر كل ذلك مرعيم، فكتب بحمد الله تعالى
ان لو فرض عدد من الالية، لهذه الحيوان لكات
جوزا التصحية به هو المذهب وقول امام
الاعظم الامجد، وهو الناجز الصحيح المعتبر
و الحمد لله الاحد العهد علينا ما اسم من نعم
الاتحاد.

تذیل | آپ کی سات مستند کتابیں میں سے تین
(ذخیرہ عقبی، درمخار، اشعة اللمعات) میں توضیح
کی تفسیر میں "بما له الية" لاکھیں پتہ نہیں بلکہ
ذخیرہ عقبی اور اشعة اللمعات میں تو آپ کے مدعا
کے خلاف ہے جیسا کہ مذکور ہوا، لیکن صاحب تعلیق مجدد

تذیل، انکتاب السعة القیاسندت الیہا لیس
فی ثلثة منها اعنى ذخيرة العقبي والدر
المخار و شمة اللمعات اثر من التفسير الضائع
بما له الية، بل فی الاول والثالث ما يسرد
عليك كما سمعت بادنك، واما عيب مرة

تعلیق المسعد لبعض ابناء الزمان فقد
كانت تستاهل ان ترد الى الحق، وتحمل على
ما اعطاه كلام العلماء بحمل الوصف لريادة
الكشف، دون الاحترار، بيد اني احطت
على بان الرجل يشكر كونه من جنس المسعد
من الفضل اعتراف الوهم، كما اعتراف
انها لا اية لها، وما يدري من لعلك انما قلدته
فيه لكنه وقف دونك ولم يتجاوز قدره وركب
بانكار التضحية بها اصلا، وانما زعم امره
لا يجوز التضحية بجدع منها، حيث قال
في فتية بکری اور بھڑ اور ایسے ہی گائے اور
اونٹ چھ مہینے کا نہیں درست ہے، فقط
دنبہ چھ مہینے کا درست ہے۔

فالظاهر ان مراده هو التقييد
زعياضه بان الصفات اعلم من الالية
لكن ليس كلام المنع الذي عزاه اليه بهذا
الاسلوب، وانما عجزا عنها كما نقل بنفسه
ثم، والسيدات المعاضلات المخطاوي
والشامخ في حواشي الدرر ان الضأن
ما تكون لها الية اهل فليس فيها دكر
الصف، ثم التقييد بالالية وما يتلوه

نے قرائنوں نے حق کی تلاش میں تساہل برتا، اور
کلام علماء میں ذکر وصف کو زیادتی کشف کے بجائے
قید احترامی سمجھا، اور بھڑ کو ضان میں شامل نہ ماننے
میں وہ بھی اسی طرح دھم میں گرفتار ہوئے جیسے آپ
نے "الیه" کے لفظ سے دھوکا کھایا، غلب ہے
کہ آپ نے اس معاملہ میں انھیں کی تقلید کی ہو، مگر
ان سے آگے بڑھ گئے، کیونکہ وہ تو صرف یہ کہہ کر رہ گئے
کہ چونکہ یہ ضان نہیں اس لئے اس کے شمشا بہرہ
کی قربانی جائز نہیں، اور آپ نے سرسے سے اس
کو قربانی کے جائز سے ہی خارج کر دیا۔

یہ بات حاضل کھنری کے فتویٰ سے ظاہر ہے،
وہ کہتے ہیں مری اور بھڑ، ایسے ہی گائے اور اونٹ
نہ چند مہرہ ہیں، فقط ونبہ چھ ماہ
درست ہے۔

اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ سمجھا
کہ "منع الحق" کی عبارت میں (جس کا حوالہ
انھوں نے دیا ہے) ضان کے بیان میں صوف کا
ذکر ہے جس کو "عائد الیہ" سے مقید کیا ہے تو
اس کا مطلب یہی ہے کہ الیہ کی قید احترامی ہے
حالانکہ خود ان کی عبارت اور امام طحاوی اور شامی کی
روایت میں صوف کا ذکر نہیں ہے صرف عائد الیہ

سہ مجرعاتی عبدالحی کتاب الاشیہ
سہ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار " "
رد المختار " "

مطبع یوسفی فرنگی محل کھنری
دارالمعرفۃ بیروت
دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۵۹/۴
۱۶۲/۴
۲۰۴/۵

ہے ، تو آپ کو بھی ان کی تقلید کرنی تھی تو اتنی ہی بات میں کرتے نہ کہ آگے بڑھ کر ایک محالی بات کا دعویٰ کر دیا ، اور سب مسلمانوں کو گمراہ اور گمراہ گر کا خطاب دیا۔

مگر سے لکھوی صاحب کے ایک شاگرد نے ان کا یہ فتویٰ ذکر کر کے صورتِ حال دریافت کی تھی میں نے چند جملوں میں اس کا خلاصہ لکھ دیا تھا ، اور سلسلہ حق واضح کر دیا تھا ، یہ کلام تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حافل اور کامل ہے ، ان دونوں ویموں کو دفع کرنے والا ، بلکہ اس کا ترو و شہید ہے جو ان کی مستربانی جائز کرتا ہے ، اور ان کے بچے کی نہیں۔

بڑا شہرہ بیڑ کا چرما بہرہ بختہ جو دیکھنے میں سالی بہر کا معلوم ہوا اس کی قربانی جائز ہے و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ و اطہرہ اجمعین ، اس رسالہ ہادی الاصحیۃ بالشاق لہدیۃ سے ۱۳۱۴ھ میں فراغت حاصل ہوئی۔

ادقلہ تہ اتممت تفتیدہ فلو تعد الی حاصرہ دت من المحالی ، ولم تنسب المسلمین الی الضلال ولا الضلال ، وقد کان سألنی بعض تلامذہ هذا المعاصر اعنی صاحب التفتیق المجدد بنارس فی اول ھدء لسنة عن منیاء المذکورۃ فاجبت باحرون لکھی و تشھی و بیست ان الحبذ ع من ھذا یا یحذی و یکفی ، و ما ذکونا ھینا بتوفیق اللہ تعالیٰ ، فهو حافل کام بل قد کلا الوھین بل الراد شد علی من یجزا التضحیۃ بہ لا یجذعہ فابہ اذ قد یجاز التضحیۃ فقد کانت من الان مردلانعام الا لانواع الاربعۃ و اذ لیست من اہل و بقر و معز ، و حب ان نکل من ارضان فرجب اجراء المجمع مہا اذا کان بحیث لو غلط بالثنا یا لم یتمیز من تعد ، و للہ الحمد تعالیٰ من قبل و من بعد ، و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ اجمعین کان الفرغ من ھذا العملۃ المسماۃ ہادی الاصحیۃ بالشاق الہندیۃ۔

مسئلہ ۲۰۳ از بارس محلہ کنڈی گڑھ ٹوڑ مسجد بی بی راجی شہانہ مرسلہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب
۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

ماقونکم ایہا علماء (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ قربانی بھیر شہابہ
کی درست ہے یا نہیں؛ اکثر حدیثوں میں برفظ جدعة من الضان آیا ہے اس سے شہابہ بھیر مراد ہے یا
دُنْبہ یا دونوں؛ عبارت نہایت شرح ہدایہ مندرجہ ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی شہابہ بھیر کی جائز نہیں؛ اسی
پر مولانا استادنا مولوی عبدالحی صاحب نے عمل فرمایا ہے، چنانچہ یہ مسئلہ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ کی
جلد اول ص ۱۹ میں موجود ہے، عبارت شرح ہدایہ،

و یجزي من ذلك كله الشئ فصاعدا الا الضان
من الجذع منه یجزي، والتقیید
باصناف الذبائح من الابل والبقر
والغنم لا یجزي منها الا الشئ۔ یتینوا
بکتاب تو جرمایوم الحساب۔

ای تمام جانوروں میں کمال سال یا اس سے زائد
عمر والا جائز ہے ماسوائے بھیر کے کہ اس کا جذع
یعنی کمال چھ ماہ والا جائز ہے اور ضان یعنی بھیر
کی قید اس لئے کہ اونٹ، گائے اور بکری میں
صرف کمال سال والا ہی جائز ہے۔ کتاب سے
میان نیچے، یہ حساب اجر حاصل کیجئے۔ (ت)

الجواب

شہابہ بھیر کی قربانی بلاشبہ جائز ہے جبکہ کیسا لہ بھیروں میں دُور سے تمیز نہ ہو سکے،
فی ابدار المختار ص ۱۵۰ الجذع ذو سته اشهر من
الضان ان كان یحیث لو غلط بالثانی لا یمکن
التفیز من لحدیثہ

یہی شرط دُنْبہ میں ہے، اور دُنْبہ اور بھیر ایک ہی نوع ہیں اور دونوں کا ایک ہی حکم، اس قدر میں تو کسی کو کلام پر ہی
نہیں سکتا کہ جاز شہابہ کا حکم امارت صحیحہ و کتب فقہیہ سب میں بلفظ ضان وارد ہے، اب ہمارے صرف
ادراک معنی ضان پر رہا، اگر یہ لفظ اس بھیر کو بھی شامل تو قطعاً یہ بھی اس حکم میں داخل و اقلاً اگر بالیقین
معلوم کہ ضان وہی چیز ہے جسے فارسی میں میش، اردو میں بھیرا اور اسی کی ایک صنف کو دُنْبہ کہتے ہیں،

دوات اشعر من العنم^۱

جنس معز ہے۔ (د۔ت)

معالم التنزیل میں ہے،

الضان واسعاً جہی ذوات الصوف من العنم

بکری کی اون والی جنس ضان اور ضاح ہے اور بالوں والی

والصوف والمعز ذوات اشعر من العنم^۲

معز اور معزی ہے۔ (د۔ت)

جامع الرموز پھر رد المحتار میں ہے،

الضان ما كان من ذوات الصوف والمعز

ضان وہ ہوتی ہے جو اون والی ہو اور معز

من ذوات اشعر^۳

بالوں والی۔ (د۔ت)

اب یہ دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ بھیڑ کے بدن پر اون ہوتی ہے یا بال

(۴) علامہ دیریری نے حیوۃ الحيوان الکبریٰ میں صاف صبر فرمادیا کہ اون صرف صاف کے لئے ہوتی ہے،

لفظ غنم میں فرماتے ہیں،

صوف الضان افضل من شعر المعز واعز

بھیڑ کی اون کمری کے بالوں سے افضل اور قیمت

قیمۃ وليس الصوف الا للضان^۴

میں گراں ہے اور اون صرف ضان کی ہے (د۔ت)

اب بھیڑ کو ضان سے جامع ماننے والے پر لازم ہو چکا کہ بھیڑ کی دہ ستانکار اور اس کی پشت پر

بکری کے سے بال آشکارا کرے، واثق له ذلك۔

(۵) زبان عرب و خود قرآن شاہد ہے کہ نوع غنم میں صرف دو صنفیں ہیں، ایک وہ جسے عربی میں معز زکو

تفیس، مادہ کو غنم، فارسی میں بڑھتے ہیں۔ دوسری جسے عربی میں ضان زکو کہیں مادہ کو فقہ فارسی میں گوشت

ومیش کہتے ہیں۔ رب العزت جل وعلا سے آیہ مذکورہ میں آٹھ ہی جڑ سے بتائے، ضان، معز، ابل، بقر

ہر ایک سے دو، مادہ دہ، ابل زبان نے معز کو خلاف ضان، ضان کو خلاف معز سے تفسیر کیا معلوم

ہوا کہ ان کے لئے ثالث نہیں۔ قاسموس میں ہے،

المعز خلاف الضان من الغنم^۵

بکری کی جنس میں معز ایک ہے ضان سے۔ (د۔ت)

سہ مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیت ۱۳۴/۹ المطبعة البیہ المصریۃ مصر ۲۱۶/۳

سہ معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن ~ ~ ~ مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۲/۲

سہ جامع الرموز کتاب الزکوة مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران ۳۰۶/۱

رد المحتار ~ باب زکوة الغنم دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۹/۲

سہ حیۃ الحيوان باب الغنم المعز (الغنم) مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۲/۲

سہ القاسموس المحیط فصل الغنم باب اثرای المعز ~ ~ ~ ۱۹۹/۲

اشقة الخلفات میں فرماتے ہیں،

بدانکہ اضیغ جائز نیست مگر از ابل و بقرو غنم، و غنم دو
صنف است، مغز، کہ آزار بزرگتر است، و ضان
کہ آزار میسر تر باشد، و در جمیع این اقسام شنی شرط
ست، مگر از ضان کہ چند ہم درست است، و
درست نیست از مغز۔

مغز، میں یہ جائز نہیں ہے۔ (ت)

کیا اس ارشاد سے بھی زیادہ کوئی تصریح صریح درکار ہے، اور بغرض باطل اگر بھیجہ کو ضان میں
داخل نہ مانئے، اور اس کا ابل و بقرو مغز اونٹ لگائے بکری سے نہ ہونا یہی، تو حاصل یہ رہے گا کہ وہ
بہیمۃ الانعام کی چاروں قسم سے خارج ہے، اور بالاجماع قربانی صرف اضیغ چار قسم پر محدود، تو بھیجہ اگر
ضان نہیں، تو واجب کہ سرے سے اس کی قربانی بھی باطل ہو اگرچہ کتنی ہی ٹکر ہو، نہ یہ کہ قربانی جائز ہونے
کو تو ضان میں داخل اور شمشابہ جائز نہ ہونے کو ضان سے خارج، یہ جل صریح و تصسف قبیح ہے مگر
محکم واضح ہے، اور مستدرش اور من کا خدو نہ میں، نہ میں بلکہ باطل ہیں، عبارت تنہا یہ
منقولہ استفتاء، مذکورہ فتاویٰ کو اگر بعد از اک معنی ضان لحاظ کیجئے تو صراحت ہمارا ہی مطلب اس سے ثابت
اور تحقیق معنی ضان کی نظر سے دیکھئے قرآن شایع علاقہ و ساکت، باق مجیب کھنوی کو وجہ اشتباہ عبارت
منع الغنم واقع ہوئی کہ الضان ما تکتون له البیۃ (ضان وہ ہے جس کی چکل ہوتی ہے۔ ت) وہم گزرا
کہ البیۃ خاص چٹری چکل چکتی کو کہتے ہیں جس میں بکثرت چربی ہو، لہذا ضان بالتحفیس صنف و سبب کا نام
خیال کیا حالانکہ غنم میں البیۃ مطلق وہم کو سبب کا نام ہے، کبر و صغر و طول و قصر و غیرہ کچھ اس میں شرط
نہیں۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع بحار الانوار میں ہے

ایات جمیع الیۃ وہی طروفہ الشاة

ایہ کی جمیع آیات ہے اور وہ ہمیشہ کی وہم
ہوتی ہے۔ (ت)

۶۰۸/۱	کتبہ دوریرہ صویرہ سکھ	الفصل الاول	باب الاضیغ	کتاب الصلوۃ	لہ اشقة الخلفات
۲۰۳/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت		کتاب الاضیغ		سے رد المحتار بحوالہ منع الغنم
۱۶۴/۴	دار المعرفۃ بیروت				حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار بحوالہ منع الغنم
۹۰/۱	کتبہ دار المعینۃ المنورۃ				سے مجمع بحار الانوار باب البیۃ مع اللام (الشی)

مزاج میں ہے، اَلنَّيْءُ بِالْفَتْحِ ذَنْبٌ۔ برہان میں ہے، ذَنْبٌ بَعْضُ بَعْضٍ دُمٌ۔ لاجرم فتاویٰ امام اجل قاضی حاضی درالمتاروغیہ ہا میں تصریح فرمائی کہ اگر ایہ خلقت صغیرہ و مشابہ دُم ہو رہا ہے، غایہ میں ہے،
ان کتاب لھا البیۃ صغیرۃ مثل الدب حلقۃ اگر اس کی پکلی چھوٹی دُم کی مانند پیدا ہوتی ہو
جاری ہے۔

یہ بعینہ ہمارے بلاد کی بھڑوں کی صورت ہے ہم نے ان بھڑوں کی دُم کو تشریح کر کے دیکھا وہ ضرور گوشت اور چربی پر مشتمل ہوتی ہے بخلاف دُم بڑ، بس یہی فرق اَلْیَدُ وَ ذَنْبٌ میں ہے، طول و قصر، عظم و صغر و کثرت و قلت لحم و شحم کو ہرگز اس میں نہ لفتہ دخل ہے نہ قہقہا، و ہذا اصلاً لا یجفی عن حاحل فصلاً عن وصل (یکسی باہل پر معنی نہیں ہے جانیکی کسی حاصل پر معنی ہوتی) بات یہ ہے کہ جانوروں بلکہ آدمیوں کے کئی بعض اعضاء ضرورت و ہدایت بلکہ نفس وجود و عدم میں اختلاف ممالک سے مختلف ہوتے ہیں اس لئے وہ دونوں ہوں گے، ان کے احکام مختلف، فقیر نے بعض بلاد کے اونٹ دیکھے چھوٹے چھوٹے نہایت خوشنما، بدن پر بڑے بڑے مال مشابہ بریال، پشت پر دو کوہاں بلند و مرتفع، پیچ میں نشست کی جگہ خالی کہ سوار کو آگے بچھے دیکھوں کا کام دیتے، چینیوں کی، کہیں کس قدر پست و پین، تانایوں کی آنکھیں چھوٹی، زنگیوں کے سب دوست و دشمن ہوتے ہیں، سر باترین الاسکتین کہ خفتاض کیا جاتا ہے، زمان مغربہ میں خلقت نہیں ہوتا بعض اتراک و خوش کے عیض پر کھڑے زائدہ بقدر ایک بالشت مثل ذَنْبٌ ہوتا ہے۔ امام کمال الدین دیمیری و علامہ زکریا بن محمد بن محمد انساری قزوینی نے ایک قسم کی بھڑ ذکر کی جس کے چھ الیہ ہوتے ہیں، ایک سیلہ پر، دو شانوں پر، ایک پیچھے، دو رانوں پر۔ یہی اختلاف ممالک دُم کو پسند میں ہے، ان دیار میں پتلی لمبی ہوتی ہے جس میں اُسی کے لائق گوشت اور چربی، سب میں اکثر چڑی چھوٹی قدر سے زیادہ گوشت اور چربی مشتمل، اور بعض حرب پین و دراز بکثرت لحم تخیم، یہ کابل وغیرہ میں کلیر الوجود ہے، اور بعض کی پکلی قوائی بڑی ہوتی ہے کہ اسے چلنے سے معذور کر دیتی ہے ایک ہلکے گاڑی بنا کر اُسے جوتے اور دُم گاڑی پر رکھ دیتے ہیں جسے وہ کھینچتی چلتی ہے، کیا ان اختلافات سے یہ افواج مختلف ہو جائیں گی، اور ان کے احکام جدا، ایسا کوئی مائل

لے الصراح فی نغۃ الصحاح باب المواد والیاء (فصل العت) نو کشور لکھنؤ ص ۴۲۹

لے البرہان

لے فتاویٰ قاضی حاضی کتاب الاضیۃ فصل فی العیوب نو کشور لکھنؤ ص ۴۲۹

خیل نہیں کر سکتا، عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات میں ہے۔

يجب من الهدى نوع من الضان على صدره
اليرة و على كتفه اليتان ، و على فخذه اليتان
و على ذنبه اليرة ، و سجد تكبير اليرة الضان
حتى تسمع من المشى فيتخذ لاليتها عجلة
توضع عليها ، و تشد الى صدره فتمشي
الضان ، و تجر العجلة الاليرة عليها
ہندوستان سے ایک قسم کی بھیر لائی جاتی ہے اس
کی چھاتی پر چکی، اس کے کندھوں پر دو چکیاں اور
اس کی دونوں رافوں پر دو چکیاں اور اس کی ٹم
پر ایک چکی بھرتی ہے اور کبھی پر چکی اتنی بڑی ہوتی ہے
کہ اس کا بوجھ اس کے چننے سے مانع ہوتا ہے
تو اس کی چکی کے نیچے ریڑھی بنائی جاتی ہے جس پر
اس کی چھاتی سے باندھ دیتے ہیں تو وہ ریڑھی چکی کو
اٹھائے پھرتی ہے (ت)

اسی طرح حیاۃ الخیوان میں ہے ، الی قوله تمنعه من المشی (چلتی اس کے پلنے سے مانع ہے ، تاکہ نہ
چمے اس قدر کافی نہ ہو ہمارا سالہ عربیہ ہادی الاضیاع بانثاق الہمدیۃ طاعنہ کرے کہ جو فنی ملام تحقیق
مرازم بالامریہ علیہ ہے ، و لله الحمد ، و الله تعالى اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ از ضلع آبرہ ڈاکٹر وقتہ کی سار مستور محمد یوسف

فقیہ سال سے کم عمر والے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

چھ مہینے تک کا ایسا فریضہ ہا کہ سال بھر والوں کے ساتھ ہو تو دور سے تمیز نہ ہو اس کی قربانی
جائز ہے اگرچہ خصی نہ ہو۔ اور بکر سال بھر سے کم کا جائز نہیں اگرچہ خصی ہو۔ و الله تعالى اعلم
مسئلہ ۲۰۶ از ریاست جے پور سوئی ٹیکہ آدم شاہ گھاٹ دروازہ مرسلہ مولانا عبد الرحمن علی مٹوی صاحب
مورخہ ہرذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کی فرمائے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرا بکری اگر سال بھر سے کسی قدر کم کا ہو ، مثلاً گیارہ
مہینہ یا کم و بیش کا ، تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں ؛ اگر جائز نہیں تو اس کا نور کون جس پر نیست
قربانی کی ہو چکی ہے اور پورے سال بھر کا نہیں ہے تو کیا کرنا چاہئے ، اور اگر جائز ہے یک سال سے

لے عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات تحت لفظ ضان مصطفیٰ البابی مصر ۲۲۹ ص

لے حیاۃ الخیوان باب الضاد المعجمۃ تحت لفظ الضان " ۶۳۴/۲

کم مدت کا، تو اس کتاب کا درجہ کر دیا جائے تاکہ یہاں دیگر کرامین حاصل کیا جائے۔ یتنوا توحرو۔

الجواب

بکر مکری ایک سال سے کم کا قربانی میں ہرگز جائز نہیں، نہ اس پر قربانی کی نیت صحیح، وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے، قربانی کے لئے وہ سراجا نور ہے، ہاں اگر یہ نیت کی ہو کہ آئندہ سال اس کی قربانی کروں گا تو اسے قربانی ہی کے لئے رکھے، اس کا بدن مکروہ ہے۔ در مختار میں ہے،

صح ابن خمس من الابل، وحولین من البقر والجاموس، وحول من الشاة والمعز
پانچ سال کا اونٹ، دو سال کی گائے اور بھیس، اور ایک سال کی مکری اور بھیڑ کی قربانی صحیح ہے۔ (د ت)

رو مختار میں ہے،

في البدائع تقديره في الاسانك ذكر لمع التقصن ولا ان زيادة، فلو هي بسن اقل لا يجوز، و
بأكبر يجوز، وهو افضل
بدائع میں ہے کہ ان دونوں کا بیان ذکر کرنا کسی کو روکنے کیلئے ہے زیادتی کو مانع نہیں تو عمر میں اگر قلیل سی ہو تو جائز نہ ہو گا اور بڑا ہو تو جائز ہے جبکہ بڑا افضل ہے۔ (د ت)

ہاں میں ہے،

لو اشتق نكرة بريدان يضحى بها من نفسه ثم اشرك فيها ستة معه جاز استحسانا، وفي القياس لا يجوز لانه اعداهل القرية فيمنع من بيعها تمولا، وجه الاستحسان دفع المخرج والاحسان يفعل ذلك قبل الشراء، ليكون ابعد عن صورة الرجوع في القرية، وعن ابي حنيفة انه يكره الاشتراك بعد
اگر اپنے لئے گائے خریدی تاکہ قربانی دے پھر بعد میں چھ اور شریک کر لئے تو استحساناً جائز ہے جبکہ قیاس کے لحاظ سے جائز نہیں کیونکہ اسے قربت کے طور پر زیادتی تو مال کے حصول کیلئے فروخت کرنا منع ہے اور استحساناً ہوازی و ہریہ کہ خرچ نہ پیدا ہوا اور بہتر یہ ہے کہ خریدنے سے قبل عدلہ دینے تاکہ قربت کے معاملہ میں رجوع کی صورت پیدا نہ ہو، جبکہ امام اعظم رحمہ اللہ نے اسے سے خرید لینے کے بعد

الشرع لم یبینه (مخلص) واللہ تعالیٰ اعلم۔ شریک بنانا مکروہ ہے (مخلص)۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵: مرسلہ عبد اللہ خان از شہر انبالہ محلہ ویل پور یکم صفر ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب! بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ بقرعید کی قربانی میں بکرا خاصی جائز ہے یا نہیں، اور جو کہ قربانی کرے اس کو روزہ رکھنا جائز ہے کہ نہیں؟

الجواب

خصی کی قربانی افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے، اور عید کے دن کا روزہ حرام ہے، ہاں پہلی سے نویں تک کے روزے بہت افضل ہیں، اس پر قربانی ہو یا نہ ہو، اور سب لعلی روزوں میں بہتر روزہ عرفہ کے دن کا ہے، ہاں قربانی والے کو یہ متعب ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے قربانی ہی کے گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر یہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کی نیت جائز، نہ اس دن اور اس کے بعد تین دن روزہ حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۰۶: مرسلہ قاضی سید ماجد علی صاحب مقام جاود ضلع ندوہ ریاست گوالیار

نیچ دروازہ ۱۴ صفر ۱۳۳۵ھ

ایک بچہ بکری کا ہے اور وہ گتے کے دودھ سے پرورش پایا، اس کی قربانی کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ بے شک توجہ دوا۔

الجواب

جب سال بھر کا ہو جائے اس کی قربانی جائز ہے والمسلئۃ فی الخانیۃ وغیرہ (یہ مسئلہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ ت، واللہ تعالیٰ علوہ وعلیہ جیل مجیدۃ القرواحکم۔

مسئلہ ۲۰۷: از بنگالہ محین سنگھ قصبہ گولا مرسلہ سیاں جاں سرکار ۲۶ جمادی الاول ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، ما قونکم رحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ آپ پر رحم کرے) آپ کا کیا فرمان ہے، کہ ہندو نے بکری پالی تھی اس نے ایک بچہ جنا، بعد وہ بکری بقضائے الہی مرگئی اس بچہ کی جسد مذکورہ نے اپنے پستان کے دودھ سے پرورش کیا، پھر خاصی کر دیا، اب وہ بچہ بڑا ہو گیا، ہندو اس کو قربانی کرنا چاہتی ہے، اگر قربانی کرے تو ہندو مذکورہ اور اس کے خاوند کو

اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ یقیناً توجروا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے جس کے جواز میں اصلاً گنجائش کلام نہیں۔ فتاویٰ قاضی خاں میں ہے،
لو ان جد یا غدی بطن الخنزیر کا باس
یا حکمہ، کان لحمہ لا یتغیر، وما غدی
به یصیر مستهلکاً لا یبقی له اثر یلہ
فتاویٰ کبری و فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

الجدع اذا کان یرقب بطن
الانثی والخنزیر، ان اعتلت
ای ما فلا باس، لانه بمنزلة
العیالة، والمجلاۃ اذا
حلت یا ما فطنت لا باس بہا
فکذا ہذا۔
بھڑکے بچے نے اگر گدھی کے دودھ یا خنزیر کے
دودھ سے پرورش پائی اور پھر چند روز چہرہ
دکھایا تو کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ گندگی کھانے والے
جانور کی طرح ہے کہ عیب اس کو چند روز قید رکھا
تو اس نے چارہ کھایا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے
قریبی ایسے ہے۔ (دلت)

اور شوہر کے حق میں اگر رضاعت کا خیال ہو تو محض جمل، اولیٰ تو حر رضاعت کے بعد رضاعت
نہیں، اور شوہر اتنی ہی عطر کا پچہ بر بھی تو شیر زن مستحکم ہو گیا، گوشت کھانا دودھ پینا نہیں۔
در مختار میں ہے،

لا یحرم المخلوط بطعام وکذا لو جئتہ
لاب اسم الرضاع لا یقع علیہ،
بحر، اح مخلصاتہ و اللہ تعالیٰ
اعلم۔
طعام میں دودھ مخلوط ہو جانے
سے حرمت پیدا نہیں ہوتی اور یونہی اگر دودھ
سے غیر بنالیا تو حرج نہیں کیونکہ دودھ پلانے کا
اطلاق اس پر نہیں ہوتا، بحر، اح، مخلصاتہ۔ (دلت)

تعالیٰ اعلم (دلت)

مسئلہ ۲۱۰ مسئلہ سید منیر الدین پیشکار محلہ کلال ٹولہ، گیارہ محرم ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً کسی نامعلوم شخص کا بیل یا
 گائے زید کے جانوروں میں شامل ہو گیا، اور زید نے اس کو پکڑ کر اپنے قبضہ و تصرف میں رکھا، اور یام
 قربانی میں چونکہ وہ دو برس سے مکم کا تھا اس لئے اس کو اپنی لڑکی کی گائے سے بلا علم لڑکی کے بدل کر اس
 لڑکی کی گائے کو قربانی دیا اور غیر سے ذبح کرایا اور اس غیر کو گائے کے کھل قصہ مذکور سے واقفیت نہیں۔
 (۱) ایسی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ذبح کرنے والا گنہ گار ہو گیا یا نہیں؟

(۳) تین سال کی گائے جس کے سینک ہنوز نمودار نہ ہوئے ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جانور کو تصرف میں رکھنا حرام تھا، اسے جینی کی گائے سے بدلنا حرام تھا، اس گائے کی
 قربانی حرام تھی۔

(۲) ذابح پر اس کا ذبح کرنا حرام تھا، دونوں سخت گنہگار تھے، پھر اگر بیٹی نے اپنی گائے کی
 قیمت نادانی میں اپنے باپ سے لے لی تو اس کے باپ کی قربانی ادا ہوگی ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے،
 یصح لو ضعی شاة الغصب ان ضمنہ قیمتھا اگر منصف ہو بکری قربان کر دی اور اس پر صمان زندہ بکری
 حیة ای قیمتھا لو كانت حیة۔ واللہ تعالیٰ والا دوسرے دیا تو مستحب بانی صحیح ہوگی۔
 اعلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مت)

(۳) بی دو سال کامل کی ہو گئی قربانی کے قابل ہو گئی اگرچہ سینک کبھی نہ نکلیں۔ واللہ تعالیٰ

اعلم۔

مسئلہ ۲۱۳ مسئلہ عبد اللہ عرف دین محمد صاحب ساکن شہر کتہ بریلی محلہ روہیلی ٹولہ
 کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک اہل ہندو سے گائے
 مبینہ پینا لیس روپیہ میں خرید کی تھی، اس ہندو نے خرید کرتے وقت دریافت کیا تھا کہ تم کس واسطے اس گائے
 کو لیتے ہو، میں نے اس شخص سے کہا کہ پالنے کو لیتا ہوں، اور اصل میں واسطے قربانی کے لی تھی، تو ایک
 مسلمان نے اس شخص سے کہا کہ انھوں نے قربانی کے واسطے لی ہے، اور میں ریلوے کے بڑے بابو کی

ما تخی میں کام کرتے ہوں وہ بھی اہل ہنود ہیں، اس نے بابو سے آکر کہا کہ وہ میری گائے واپس کرادی جائے، انھوں نے میرے مکان پر آدمی روانہ کیا کہ اُس کو مبلغ پانچ روپیہ نفع سے کرواپس کر دو، میں نے نہیں واپس کی، میں کام پر اپنے گیا تو بابو نے کہا کہ وہ گائے واپس کر دو، میں نے اس سے انکار کیا، تو انھوں نے ایک پولیس کے واسطے سے بہت بڑا زور ڈال کر کہا، اور یہ بھی کہا کہ اگر نہیں دو گے تو ہم تم کو نوکری سے برخاست کر دیں گے تو میں نے سبب نوکری جانے کے پانچ روپیہ نفع لے کر گائے واپس کر دی، اور مبلغ چالیس روپیہ کی فرائ اور گائے قربانی کے واسطے لایا، اب اس میں سے دس روپیہ بچے اس کا کیا کیا جائے، اور لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم نے پانچ روپیہ لے کر گائے دی، اور میں نے مجبورادی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میری طارمت جاتی تھی، اور مجھ کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ میں مال گردام ریلوے میں کام کرتا ہوں شاید کچھ الزام نہ لگادیں، یہ وجہ تھی فقط۔ بیٹنوا تو جبردا۔

الجواب

اگر وہ شخص صاحب نصاب ہے، اور اگر یہ بیان واقعی ہے تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور پانچ روپیہ نفع کے لئے ان کا تصدق کر دینا چاہئے اور یہ گائے جو پانچ روپیہ خریدی اُس کی کوئی معاوضہ اس پر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۱۵ از کرتوی ضلع بلایں مسئولہ برادر محترم مولوی محمد رضا خاں صاحب مسئلہ

۶ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

(۱) بحضور قبلہ و کعبہ دارین مظلوم العالی بجاہ النبی الرؤف الرحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام سنت اسلام کے بعد عرض ہے کہ قربانی کی غرض سے دو گائیں خریدنے کو چاروں کو روپیہ دے کر بھیجا، وہ دو گائیں خرید لئے ہو گراں قیمت ثابت ہوئیں، اس پر اور دو گائیں منگوائیں، وہ بھی سبب گرانی قیمت کے، اور یہ کہ ان موخر گائیوں ہی سے ایک پر گابھن کا خیال ہے، جس نے فروخت کی وہ جولاہا ہے کہتا ہے کہ گابھن ہو گئی ہے مگر ابھی کھل تھن ہے جس کو اور لوگ بھی گابھن کہہ سکیں، صرف دو جانیں کا خیال قربانی کا تھا آیا، ان گائیوں کا فروخت کرنا جائز ہو گا یا نہیں، ان کے عوض میں اپنی گائیں دے سکتا ہوں یا نہیں ایک گائے یا رسال قربانی کے واسطے منگوائی تھی (ان چاروں کو وقت آنے کے قربانی کے واسطے نامزد نہیں کیا، یا رسال والی کو نامزد کر دیا تھا) روانگی کے وقت لنگڑی ہو گئی بریلی جانے کے قابل نہ رہی اب اچھی ہے دو مہینہ بعد اندازاً بچا چلے گی، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ آیا وہ میرا مال ہے یا قربانی کا؟

(۲) قرآن مجید بانیں ہاتھ میں با وضو لے کر تلاوت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) جان برادر بلکہ از جان بہتر مولوی محمد رضا خاں سلطہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

جو گائے قربانی کے لئے تھی اور وہ لنگڑی ہوئی اور اس کے عوض دوسری کر دی، اب وہ گائے تمہارا مال ہے جو چاہو کرو، جب روپیہ دے کر گائیں خریدنے کو بھیجی اس سے اگر یہ نیت تھی کہ دیکھنے کے لئے خریدتے ہیں جس کی قربانی مناسب ہا میں گئے نہیں گے درندہ اور پس گئے، تو وہ گائیں قربانی کے لئے مخصوص نہ ہوئیں اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا اور خرید کر قربانی کرو، اور اگر مخصوص قربانی کے لئے خریدیں، اور اب اس وجہ سے کہ یہ نہ قیمت کی ہیں، انہیں نہ کرنا چاہو، اور ان کے بدلے اپنے پاس سے یا کوئی اور بے کر ان سے کم قیمت کی قربانی کر دو تو قربانی ہو جائے گی اور وہ پہلی گائیں جو یا رکھو اختیار ہے، مگر ایسا کرنا جائز نہ ہوگا کہ جب ان پر مخصوص قربانی کی نیت ہوئی تھی، تو ان کو اگر بدلے تو ان سے بہتر سے بدلتے دیکھ کر سے جبکہ کمتر سے بدلا تو جتنی زیادتی رہی، اتنے دام تصدق کرنے کا حکم ہے، مثلاً دس روپیہ کی گائے قربانی کو خریدی تھی پھر اس کے بدلے سات روپیہ کی قربانی کر دی تو تین روپیہ تصدق کے جائیں، یہ تو سال گزشتہ کا علاج ہے اور ہر سال کہ ابھی قربانی میں سوتی، وہی پہلی گائیں اگر قربانی کے لئے خریدی تھیں خواہی خواہی قربانی کی جائیں اور ان سے کم قیمت کی ہو نہ بدلی جائیں کہ قصداً خلاف کرے ہرمانہ دینا جاہلست ہے بلکہ خلاف حکم کیا ہی نہ چاہئے، قربانی میں بالخصوص ارشاد ہوا کہ دل کی خوشی سے کہ وہ صراط پر تمہاری ساریاں ہیں، پہلوں کو گراں کچھ کہ جو دوسری خریدیں اور ان میں ایک لگا بھن ہے یا نہیں، بہر حال ان کا تم کو اختیار ہے کہ سرکاری مطالبہ پہلی گائیوں سے متعلق ہو چکا اسی شرط پر کہ آدمی ارادہ سے بچے ہوں کہ جو جانور یہ لائیں قربانی کریں گے نہ اس ارادہ سے کہ دیکھ کر جو مناسب سمجھیں گے کرینگے۔

(۲) قرآن مجید باوضو ہاتھ میں لے کر تلاوت کر سکتا ہے، جبکہ اس کے لئے کوئی وجہ ہو مثلاً داہن ہاتھ خالی

نہیں یا تھک گیا۔ والسلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ مسئلہ امام علی صاحب ازبکینی ۱۹ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو گائیں خریدی گئیں شرکت میں، قیمت جدا جدا کی گئی چودہ حصے کئے گئے، قربانی کے بعد دونوں کا گوشت یکٹی ملا کر بار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، ایک گائے کم قیمت یعنی دس حصوں کی اور دوسری صیغہ کی ان چودہ حصوں میں ہر شخص کا برابر حصہ قیمت و گوشت میں کیا گیا ۱۰ یہ صورت جواز کی ہوئی یا نہیں؟

الجواب

دو نوں مشرکوں کی رضا سے اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۱۳ ار موضع سرسبزیاں ضلع بریلی مرسلہ امیر علی صاحب مورخ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ
(۱) ایک شخص نے قصاب سے گائے منگائی اس نیت سے خرید کر کہ وہ آجائیکے تو جو شریک حصہ ہونگے
شریک سمجھوں گا۔

(۲) ایک جگہ دیکھا کہ فقراء کے گوشت میں آنت، او جھڑی بالکل ذالے تقسیم کرتے ہیں، دوصوں
میں نہیں۔

(۳) ایک جگہ دیکھا ہے کہ سر اور پیر سقے اور حمام کو، اور ایک پارچہ قصاب کو۔

(۴) بعض لوگوں کو دیکھا ہے قربانی یا فقیہ یا سب میں کھانا بھنگی کو دیتے ہیں۔

(۵) قربانی گائے میں نصف ایک شخص ہوا اور نصف میں دو شریک یا تین، درست ہے یا نہیں، اور
نصف میں چار ہو جائیں، یہ کیونکر ہے؟ بیٹو! توجروا

الجواب

(۱) جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ بجا کہتے ہیں، مستحب یہ ہے کہ تہائی حصہ گوشت کا فقیروں کو ملے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سقے، حمام، قصاب کا قربانی میں کوئی حصہ نہیں، دینے کا اختیار ہے، مگر قصاب کی اگر یہ اجرت قرار
پائی تو حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) بہت بُرا کرتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) نصف میں تین تک شریک ہو سکتے ہیں اور نصف گائے ایک کی ۱۰ اور دوسرے میں چار شریک ہوں

تو ان پاکیوں یعنی کسی کی قربانی ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲۲ ار بلگرام شریف ضلع برہم پورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم میاں صاحب
۲۶ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو یا چار یا سات آدمیوں نے ایک گائے قربانی کے
واسطے خرید کی منجملہ ان کے ایک شخص نے قیمت نہ وقت خرید کے ادا کی نہ بعد اور وہ شریک رہا، پس اس
صورت میں کسی کی یا اس کی قربانی میں حرج یا غیر یا تو واقع نہیں ہوا، جواب اس کا بجا عبارت مرحمت
فرمایا جائے کہ ضرورت ہے۔ بیٹو! توجروا

الجواب

29

29

بیع نفیس ایکباب و قبول سے تمام بر صبیح ملک مشتری میں داخل، اور ثمن ذریعہ پلازم ہوتی ہے اور اسے ثمن حصول ملک کے لئے شرط نہیں، اگر نہ دے گا تو بائع کا دیون رہے گا، بیع میں ملک تام ہے،
فی تصویر ذ وجدای لایجاب والقبول، تصویر میں ہے، جب ایکباب و قبول پایا جائے
لزم البیعیہ

اسی میں ہے،

وصیو ثمن حال و موجب الی معلوم یتہ نقد اور ادھار مقرر مدت ہو تو بیع جبائز
ہے (ت)

پس جب شرکائے مشرکین مالک کا دیکھے اور انھوں نے بنیت انھیں قربانی کی، سب کی قربانی راہ ہوگی،
ثمن کا مطالبہ اس شریک پر رہا، اگر بنیت قربانی ہی سے دست بردار ہو کر اصل ذبح نہ چاہتا یا خالی گوشت
وغیرہ امور غیر قربت کی نیت سے ذبح جاستا، اور ایسی حالت میں بقیہ سٹہ کار بنیت قربانی ذبح کر لیتے تو
کسی کی قربانی ادا نہ ہوتی کہ ان میں ایک شریک کی نیت تعرب ہیں،

فی التثویر ان کان شریک المستی نصرا یا او تنویر الابصار میں ہے اگر قربانی کر نیوالے کے ساتھ
میرید ظہم لہ یحز عن واحد و اللہ تعالیٰ باقی چرمیں کوئی نصرائی یا گوشت کے ارادے سے
اعلم۔ شریک ہو تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ در صبیح حب علی طالب علم از جاوہر ۱۴ صفر الظفر ۱۳۳۵ھ

ایک گائے کو چھ شخصوں نے قربانی کی، ایک کے دو حصے نفلی اور پانچ شخصوں کے واجبی، تو کیا دو
حصہ و لاشخص بعد ذبح گائے، قبل تقسیم گوشت کے ایک حصہ میں دوسرے شخص کو شریک کر سکتا ہے یا
نہیں؟ یتنوا قوجروا۔

الجواب

قربانی اراقہ دوم کا کام ہے، اور اب اراقہ دوم ہو گئی، تو دوسرے کی طرف اسس کا اشتغال ناممکن ہے،

سلسلہ درمختار شرح تنویر الابصار	کتاب بیوع	مطبع مجتبائی دہلی	۵/۲
۱۰	"	"	۶/۲
۱۰	کتاب لاضیحة	"	۲۳۳/۲

ہاں اس کا ثواب یا گوشت جسے چاہے دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ از شہر ربلی مدرسہ سطر الاسلام مسئلہ عزیز احمد فرید پوری ۲۵ رذی الحجہ ۱۳۳۴ھ
کیا قربانے میں عکائے دیں اس مسئلہ میں کہ قربانی عید اضحیٰ کے پوست کی قیمت گوشت کی طہرہ میں
حصوں پر تقسیم کی جائے یا تمام و کمال قیمت خیرات کر دی جائے اور کمال کا اپنے صرف میں مانا صاحب قربانی
کے لئے جائز ہے یا نہیں، اور کمال قربانی کی قیمت سید کو دیا جائز ہے یا نہیں، در صورت عدم جواز
کوئی تشریحی حید تحریر فرمائیے۔ یتوا توجروا۔

الجواب

کمال اپنے ایلے صرف میں لا سکتا ہے جس میں کمال باقی رہے، مثلاً مشک، ڈول یا کتاب
کی جلد بنا سکتا ہے۔ کمال اگر اپنے خرچہ میں کئے کی نیت سے دامن کو بیچے تو وہ دام تمام خیرات کرے، یعنی
فقیر محتاج صرف زکوٰۃ کو دے، سید کو نہیں دے سکتا، اور اگر سید کو دینے کی نیت سے بیچے تو وہ دام سید
کو دے، تین حصوں کا حکم گوشت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۲۴ از موضع ذوالہ ویرم تحصیل ضلع آترکسر مسئلہ میاں شمس الدین صاحب حنفی قادری

۲۵ رذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

مولوی غلام قادر صاحب بھیروی نے مسئلہ قربانی اور کتاب اسلام میں لکھا ہے کہ اگر فسی قبل از ایام
عید قربانی خریدے، وہ واجب بالذکر ہو جائے گا، وہ سب گوشت فقرار کو صدقہ کرے آپ نہ کھائے،
ایسے ہی فقیر جس پر قربانی واجب نہیں، لیکن اس نے کتاب کا حوالہ نہ دیا، اس لئے بعض جہلاء احناف
کو تردد ہے، براہ عربانی حوالہ کتب سے ارشاد ہو، اور یہ بھی آپ تحریر فرمائیں کہ کس قریہ میں قربانی قبل
از عید بعد طلوع آفتاب عند الخفیہ جائز ہے، یا باوجود قریہ جامع ہونے کے بھی بعد طلوع قربانی درست ہے
کیونکہ کتب فقہ میں لفظ دیر یعنی گاؤں واقع ہے، اور بعض کتب میں لکھا ہے کہ جس گاؤں میں چند کس
مربالغ اتواء ہوں بعد واجب ہے، جب بعد واجب ہوا تو عید بھی وہاں درست ہوگی، پھر بعد عید
قربانی ہوگی یا بعد طلوع قبل از عید؟ جواب ہر ایسی ڈاک مرمت ہو۔ والسلام

الجواب

فقیر اگر نیست قربانی خریدے اس پر خاص اس جانور کی قربانی واجب ہو جاتی ہے، اگر جانور
اس کی ملک میں تھا اور قربانی کی نیت کر لی یا خرید، مگر خریدتے وقت نیست قربانی نہ تھی، تو اس پر واجب
نہ ہوگا۔ فسی پر ایک اضحیٰ خود واجب ہے، اور اگر اندر بھیغہ نذر کرے گا تو وہ بھی واجب ہوگا، اس

۱۶ ارات میں بھی یہی ہے کہ واجب یا نذر ہو جائے گا میں نذر کئے سے واجب ہو گا نہ کہ حنی پر مجرد خریداری سے۔
در مختار میں ہے:

نذر وہ ہے ما درو فعله شرعا لوجوبها عليه بذلک (مخلص)۔
نذر وہ ہے اور فقیر حسن نے قربانی کی نیت سے خریدا تھا یہ صدقہ کیلئے کیونکہ نذر اور خریدنے کی بنا پر

ان پر واجب ہو گیا تھا (مخلص)۔ (دست)

ردالمحتار میں ہے:

فدوہ۔ فی منکھ صوی ان یصلو بہا، او اشتراها، ولعینو الاضعیة وقت الشراء ثم نوی بعد ذلك لا یحب، لان النیة لہ تعارضت الشراء فلا تعبر، بدائعہ
اگر مری اپنی ملک میں تھی تو نیت کر لی کہ اس کی قربانی کرے گا یا خریدے وقت قربانی کی نیت نہ کی ہو پھر بعد میں قربانی کی نیت کی تو اس سے اس پر قربانی واجب نہ ہوگی، کیونکہ خریدنے وقت ساتھ نیت نہ کی لہذا بعد کی نیت معتبر نہ ہوگی۔ بدائعہ

در مختار میں ہے:

نومات فعلی یعنی غیر ہذا المعین، ولو ضلت او سرقت فشری اخری فظہرت فعلی الفی احداهما وعلی الفقیر کلاهما شمی
اگر بیسے و عی پر دوسرے واجب ہے فقیر پر نہیں، اور اگر گم ہو جائے یا چوری ہو جائے تو دوسری خریدی اور پہلی مل گئی تو فنی پر ایک ہی رسم ہوگی جبکہ فقیر پر دونوں کی قربانی واجب ہوگی، شمی
(دست)

جو شہر نہ ہو اس میں نہ نماز جمعہ ہے نہ نماز عید، سو دوسروں کی آبادی کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ اس میں متعدد محلے ہوں، دائم بازار ہوں، وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاستے ہوں۔ اس میں فصل مقامات پر کوئی ماکم مقرر ہو وہ شہر ہے، جہاں ایسا نہیں صبح سے قربانی جائز ہے، ہوا نسیم الدی علیہ السحقون کہ فی العیة (دی صبح ہے جس پر متقی حضرات میں جیسا کہ علیہ میں ہے۔ تہا والله تعالیٰ اعلم۔

۲۳۲/۴	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الاضعیة	۱۷ در مختار
۲۰۴/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	•	۱۸ ردالمختار
۲۳۳/۶	مطبع مجتہائی دہلی	•	۱۹ در مختار

مسئلہ ۲۲۶ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سات شخصوں نے ایک دوسرے سے قربانی خرید کی، وہ گائے فرار ہو گئی، اس کو ہر چند تلاش کیا سب کا بچی ہاؤس اور اسی شخص کے مکان پر، اور اس کے نواح میں بھی جہاں سے اس کو خریدا تھا، آج وہ گائے بقتلہ تعالیٰ ہاتھ لگئی، اب اس گائے کے واسطے کیا حکم ہے اور کس طرح سے ہم کو ثواب قربانی کا حاصل ہوگا؟

الجواب

ساتوں شخص اس گائے کو زندہ خیرات کر دیں کسی فقیر کو دے ڈالیں۔ بیان سائل سے معلوم ہوا کہ ان میں پانچ شخص صاحب عصاب تھے، ان پانچوں پر واجب تھا کہ اگر وہ گائے گم ہو گئی تھی، اور گائے یا بکریاں لے کر بارہویں تاریخ تک قربانی کر لیتے، اب کو بارہویں گزار دی اور قربانی نہ کی، یہ پانچوں گنہگار ہوئے، ان پر توبہ و استغفار واجب ہے، اور گائے کی نسبت ساتوں پر واجب ہے کہ زندہ خیرات کر دیں۔ رد المحتار میں ہے:

فذكر في البدل الثمان الصحيح انت الشاة
المشترقة للاضحية اذ الموضع بها احق
مضى الوقت يتصدق الموسر بحسب
حاجة كالغنيير بلا خلاف بين اهلنا فان
محمدا قال وهذا قول في حبيبة وابي يوسف
وقولنا الله والله تعالى اعلم.

مائع میں دکر کیا کر صحیح یہ ہے کہ جو قربانی کے لئے خرید شدہ مکاری کی قربانی کر سکا اور وقت گزر گیا تو اسی شخص اس رمد کو ہی صدقہ کرے جیسا کہ فقیر کے لئے یہ حکم بلا خلاف ہمارے اصحاب میں ہے کیونکہ امام محمد نے فرمایا: یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف اور ہمارا قول ہے رحمہم اللہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲۷

۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید پر ویس میں ہے اس کی حاسب سے اس کا کوئی عزیز قربانی کر دے تو فرض زید پر سے اتر جائے گا یا اجازت کی ضرورت ہے؟

الجواب

قربانی و صدقہ فطر عبادت سے اور عبادت میں نیت شرط ہے تو بلا اجازت نافذ ہے، ہاں اجازت کے لئے شرط ہونا ضروری نہیں دلالت کافی سے، مثلاً زید اس کے خیال میں ہے، اس کا کھانا پہننا سب اس کے

پاس سے ہونا ہے، یا یہ اس کا دلیل مطلق ہے، ماس کے کاروبار یہ کیا کرتا ہے، ان صورتوں میں ادا ہو جائیگی۔
در مختار میں ہے،

لا عن ذواته ولعله الكبير العادل، ولو ادعى
عنهما بلا ادن احزنا، استحبنا لذن عداة اى
لوفى عيانه والا فلا قهستانى عن المحيط،
فليحفظ، قلت ومثله القائم باصورة
بامره اظهر وانهر لوجود الا ذمت ولو
فى ضمن العام۔ والله تعالى اعلم۔

یہی اور عاقل بالغ بیٹے کی طرف سے اس پر واجب نہیں، اور اگر ان دونوں کی طرف سے اجازت کے بغیر ادا کر دے تو مستحساناً جائز ہے علوذاً اجازت کی بنا پر، یعنی جب عاقل بالغ بیٹا اسکی عیال میں شامل ہو ورنہ اجازت کے بغیر نہیں، یہ قہستانی نے عیط سے نقل کیا ہے، تو اس کو محفوظ کر لو،

میں کتا ہوں اگر وہ میثا والد کے کام میں مشغول ہو والد کے حکم سے تو پھر یہ مسئلہ زیادہ ظاہر اور بہتر ہے کیونکہ اذن پایا گیا اگرچہ عام کے ضمن میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیا آدمی پر اولاد و صغار کی طرف سے قربانی مثل صدقہ فطر واجب ہے، اپنے مال سے کرے یا ہر شخص اپنی علیحدہ کرے، اور جس قدر چاہے اس قدر کرے۔ بیّنوا توجہروا۔

الجواب

اولاد و صغار کی طرف سے قربانی اپنے مال سے کرنا واجب نہیں، بل مستحب ہے، اور قربانی جس پر واجب ہے اس پر ایک ہی واجب ہے زیادہ نفل ہے، چاہے ہزار جا نور قربانی کرے گا ثواب ہے، نہ کرے گا کچھ مواخذہ نہیں۔

فی الدار المختار تجب التضحية عن نفسه
لا عن طفله علی الصاهر، بخلاف
الفطرة، شاة او سمع بدانة
ام متقط، وفى الحانسية
ف فظ هر السردایة يستحب

در مختار میں ہے قربانی خود اپنی طرف سے واجب ہے، نابالغ اولاد کی طرف سے اس پر واجب نہیں بخلاف فطرانہ کے، قربانی کے لئے بکری یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے اور مطلقاً نور حاتیر میں ہے کہ ظاہر روایت یہ کہ نابالغ کی طرف

ولا یجب بخلاف صدقة افطر، والغتوی
 علی ظہر الروایۃ اذ منحصرا، واللہ
 سے مستحب ہے واجب نہیں بخلاف صدقہ فطر کے
 اور قوی ظاہر روایت پر ہے اہل منحصرا، واللہ
 تعالیٰ علّم۔
 قلمائے اعلم (د)

مسئلہ ۲۲۹ از دیورنیاں ضلع بریلی مسئلہ چیم بخش بروز شنبہ ۱۱ مارچ ۱۳۲۳
 جناب مولوی صاحب قبلہ: بعض اداۓ آداب کے عرض ہے، دیگر احوال یہ ہے، ایک شخص نے ایک
 راس بکری عیداضے کو قربانی کی اور اس کی کلیجی ٹول اور خاصہ میں بانڈھ کر قبر گند میں دفن کیا اور راس مذکور کے
 گوشت سب تقسیم کر دیا، اپنے لئے قلعی میں رکھا، محلہ والوں نے سبب دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ
 مجھ کو اپنے فعل کا اختیار ہے، تحریر فرمائیے کہ یہ قربانی جائز ہے یا کیا قصہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے کوئی
 ٹٹکا کیا ہے، تحریر فرمائیے کہ کیا وجہ ہے؟

الجواب

کلیجی دفن کرنا مال ضائع کرنا ہے اور اضافت مالی ناجائز، اگر اس نے بہ نیت قربانی ہا نور مولاتعالیٰ کیلئے
 ذبح کیا تو قربانی ہوگئی اور بعد کو اس کا یہ فعل منافق قربانی نہیں، اور اگر سرے سے اس کا ذبح ہی کسی ٹٹکے یا غل کیلئے
 تھا نہ بہ نیت اداۓ واجب ہو مانی نہ ہوئی۔ دھتعالیٰ عدد
 مسئلہ ۲۳۰ از موضع بہدور ضلع پٹنہ مرسلہ مولوی عبدالحکیم صاحب ڈاکٹر نہرہہ بروز چار شنبہ
 ۴ رذیقہ ۱۳۲۳

ورثۃ الانبیاء کیا حکم دیتے ہیں اس مسئلہ میں کہ منہاج بیت جو قربانی دی جائے اُس گوشت کو
 کس طرح تقسیم کیا جائے، اس کا رواج ہے کہ ایک حصہ خویش و اقربار اور ایک وقف علی المساکین، اور
 تیسرا حصہ وقف کیا جاتا ہے۔ مع دلیل جواب ارشاد ہو۔ میتوا توجہوا۔

الجواب

اس کے بھی یہی حکم ہیں جو اپنی قربانی کے، کہ کھانے، کھلانے، تصدق، سب کا اختیار ہے، اور مستحب
 تین حصے ہیں، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا۔ ہاں اگر میت کی طرف سے حکم میت کرے، تو وہ
 سب تصدق کی جائے۔ رد المحتار میں ہے،

من ضعی عن البیت یمنہ کہ یمنہ فی اخیخۃ اگر میت کی طرف سے قربانی کی تو صدقہ اور کھانے میں

نفسہ من استصدق و ذلک و الاجر للعبیۃ و
 لعلہ للذات لعلہ لعلہ و بخار انہ ام ہامہ
 العبیت لایا کل صمد و لایا کل من زانیۃ
 وصیت پر قربانی اس کے لئے کی تو خود کھائے و رہ کھائے ، برازیہ (دست)

اور فقیر کا معمول ہے کہ قربانی ہر سال اپنے حضرت والد ماجد خاتم المتقین قدس سرہ العزیز کی طرف سے
 کرتا ہے اور اس کا گوشت پوست سب تصدق کر دیتا ہے اور ایک قربانی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ
 وسلم کی طرف سے کرتا ہے ، اور اس کا گوشت پوست سب نذر حضرات سادات کوام کرتا ہے ، تقبل اللہ
 تعالیٰ مفتی ومن المسلمین (آمین) اللہ تعالیٰ میری طرف اور سب مسلمانوں کی طرف سے قبول فرمائے ، آمین
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱۸: اقصیہ حافظ گنج ضلع بریلی مرسلہ حرم بخش مبارک ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ
 گوشت قربانی کا جو بقرعید میں اہل اسلام میں ہوتا ہے وہ اہل بنود کو دیا جائے یا نہیں ؟ اس مسئلہ کی
 ہم کو خدمت ہے ، جواب سے مطلع فرمائیے گا۔

الجواب

قربانی اگر فقیر نے کی ہو اس کا گوشت کسی کا فر کو دینا جائز نہیں ، اگر دے گا تو اسے گوشت کا تاوان دینا
 لازم ہوگا ، اور اگر غنی نے کی تو ذبح کرنے سے اس کا واجب ادا ہو گیا ، گوشت کا اسے اختیار ہے ، مگر مستحب یہ ہے
 کہ اس کے تین حصے فرے ، ایک حصہ اپنے لئے ، ایک عزیزوں خویشوں کے لئے ، ایک تصدق کے لئے ، یہاں
 کے کفار کو دینا ان تیسوں میں سے خارج ہے ، لہذا انھیں دینا خلاف مستحب ہے ، اور اپنے مسلمان بھائی
 کو چھوڑ کر کافر کو دینا حقیقت ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۳۱۹: از چہرہ گرامہ محلہ چھپیاں مسولہ جمیع مسلمانان گرامہ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا حقیقہ کا گوشت کا فر کو دینا جائز ہے یا
 ناجائز ؟ اسی طرح قربانی کے روده اور آست کا فر کو دینا کیا ، اور اگر کسی نے نہ جانتے کی حالت میں
 گوشت یا روده وغیرہ دلایا تو اس کی قربانی اور بُرائی یا نہیں ؟

الجواب

آت کھائے کی چیز نہیں، پھینک دینے کی چیز ہے۔ وہ اگر کافر لے جائے یا کافر کو دے دی جائے تو حرج نہیں،

لَحِیْثٌ لِّلْحَبِیْثِیْنِ وَ الْحَبِیْثُوْنَ لِلْحَبِیْثِیْنِ۔ یعنی خبیث چیزیں خبیث لوگوں کے لئے اور خبیث لوگ خبیث چیزوں کے لئے۔ (آت)

یہاں نے کافروں کو گوشت دینا جائز نہیں، وہ خاص مسلمانوں کا حق ہے۔
وَاطْبِیْتُ لِّلطَّیِّبِیْنِ وَ لَطِیْمَتٌ بِنَظِیْمَتِہٖ طیب چیزیں طیب لوگوں کے لئے اور طیب لوگ طیب چیزوں کے لئے۔ (آت)

پھر بھی اگر کوئی اپنی جہالت سے دے گا قربانی میں کوئی حرج نہ کرے گا۔ وہو اعدو
مسئلہ ۲۳۳ مسئلہ اکبر باری خاں باری شہزادہ سوداگری محلہ بریلی سوداگر چشمہ بروز جمعہ ۱۱ رذوالقعدہ ۱۳۳۲ھ
ایک شخص نے ایک قربانی تین آدمیوں کے نام جو مر گئے ہیں کیا، وہ فرماتے ہیں قربانی درست ہوتی یا نہیں؟

الجواب

قربانی اللہ عزوجل کے لئے کی اور اس کا ثواب جتنے مسلمانوں کو پہنچا چاہا اگرچہ عام امت مرچا، تو قربانی درست ہوگی اور ثواب سب کو پہنچے گا، اور اگر ان تینوں بچوں نے اپنی طرف سے قربانی کی وصیتیں کی تھیں تو ہر ایک کے مال سے بجا قربانی لازم ہے، ایک قربانی دو کی طرف سے نہیں ہو سکتی اگر کی جائے تو کسی کی طرف سے نہ ہوگی محض گوشت ہوگا۔ واللہ اعلم۔

مسئلہ ۲۳۴ از سیتا پور ڈاکخانہ خیر آباد مدرسہ نیازبہ مدرسہ شکور آباد صاحب
۲۹۔ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زیادہ سے بہت قربانی کی اور عمرو نے حقیقہ کی نیت، جانور واحد میں کر کے جانور سلال کیا، اور دونوں نے آپس میں برابر گوشت تقسیم کر لیا، عمرو کا حقیقہ اور زید کی قربانی صحیح ہوتی یا نہیں،

الجواب

گائے یا اونٹ میں دو سے سات تک شریک ہو سکتے ہیں، اور صحیح یہ ہے کہ کسی طرح باہم
معہ اصل میں بیاض تھی اندازہ سے درست کیا۔

حصہ کرے جبکہ ایک حصہ سے کم نہ ہو جائز ہے، ہاں اگر ایک نے سوا چھ حصے لئے دوسرے نے پون 'توہ جانور
 رگوشت ہو گیا قربانی حقیقتہً کچھ نہ بھا، نہ اس پون والے کا نہ سوا چھ والے کا، کہ ایک حصہ سے کم میں تقرب
 نہیں ہو سکتا، اور جب اس کے ایک جز میں نہ ہو تو کسی جز میں نہ بھا، اللہ عزوجل ہر شریک سے غنی ہے
 یہ نہیں ہو سکتا کہ بعض اُس کے لئے اور بعض غیر کے لئے، جس کا ایک ذرہ غیر کے لئے ہو وہ کل غیر کے لئے ہے،
 یہاں جبکہ دو شخصوں میں گائے نصف نصف ہے تو ہر ایک کے ساڑھے تین حصے ہوتے، ایک حصہ ڈونا ٹکڑا اور سالم
 حصے موجود ہیں، اور قربانی حقیقتہً دونوں مالہ ہی کے لئے ہیں لہذا دونوں صحیح ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۳۹ ۹ رذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکرے دو وطن شخصی کے جاتے ہیں، ایک یہ کہ رئیس کوٹ
 دی جائیں اس میں کوئی عضو کم نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ آلت تراش کر پھینک دی جاتی ہے، اس
 صورت میں ایک عضو کم ہو گیا، آیا ایسے شخصی کی بھی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ بوجہ مذکور مانعت کرتے
 ہیں۔ بیتوا تو حردوا۔

الجواب

جائز ہے کہ اس کی کمی اس میں غیب نہیں آتا بکرو سب زد جاتا ہے کہ شخصی کا گوشت نسبت
 فعل کے زیادہ اچھا ہوتا ہے فی المہندیۃ عن الملاحۃ یجوز المجبوب العاجز عن الجمع (۱) (۲) (۳)
 میں خلاصہ سے منقول ہے کہ ذکر کثا جُفئی کے قابل ذرا وہ قربانی میں جائز ہے الخ۔ (۴) واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۴۰ ۹ رذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گائے کا کان چرا ہوا ہے جیسے گاؤں کے لوگ پھین
 میں کان چرو دیتے ہیں کہ طول یا عرض میں شق ہو جاتا ہے مگر وہ ٹکڑا کان ہی میں لگا رہتا ہے جدا نہیں ہوتا اور
 اس کے سینک جو گھوم کر چہرے پر آئے، اور ایک سینک آنکھ تک آیا جس سے آنکھ کو نقصان پہنچے کا احتمال
 تھا اُس کی نوک تراش دی گئی، ایسی گائے کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیتوا تو حردوا۔

الجواب

بلاشبہ جائز ہے، مگر مستحب یہ ہے کہ کان، آنکھ، دانت و پاؤں بالکل سلامت ہوں،
 فی العتدیرۃ تعری الشرقاء وھـ عالمگیری میں ہے قربانی شرعاً جائز ہے یہ وہ ہے

جس کے کان لمبائی میں چرسے ہوئے ہوں، اور مقابلہ جائز ہے یہ وہ جائز ہے جس کے کان کا انکلا کچھ حصہ گٹا ہو لیکن جہاز نہ ہو ملکہ لٹکا ہوا ہو، اور مدبرہ جائز ہے یہ وہ ہے جس کے کا کچھ حصہ اسی طرح گٹا ہو۔ یہ صفات بکری کی ہیں، اور جو مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرقاء، مقابلہ مدبرہ اور خرقاء کی قربانی سنت میں فرمایا ہے، تو شرقاء، مقابلہ اور مدبرہ میں یہ نہی تنزیہ پر محمول ہے جبکہ کثیر کی حد میں اقوال کا اختلاف ہے، ہاتھ میں یوں ہے۔ (ذت)

مشقوقة الاذن طولاً، والمتابلة ان يقطع من مقدم اذنها شعث ولا يمان بل يترك معلقاً، والمدابرة ان يفعل ذلك بمؤخر الاذن من الشاة، وما روى انت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نهى انت يضحى بالشرقاء والمتابلة والمدابرة والحرق، فالتى فى الشرق، والمتابلة والمدابرة محمول على الندب وفى الحرق، على الكثیر على اختلاف الاقوال فى حد الكثیر كذا فى البدائع

رد المحتار میں ہے،

حمار کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینک پیر لٹکا ہو، اور یوں غلطی بھی جائز ہے یہ وہ ہے جس کے سینک کا کچھ حصہ ٹٹا ہوا ہو، اور غیر میں اگر سینک منجسمیت ٹٹا ہو تو ناجائز ہے، قسمتی اور مداح میں ہے اگر سینک کا ٹٹنا مشاش تک ہو جائے تو ناجائز ہے، اور مشاش یہ ڈی کا ہوا ہے جیسے گھٹنے اور کہنیاں ہیں واللہ تعالیٰ اعلم (ذت)

يضاحى بالجماء، هى تقى لاقرب لب حلقته و كذا العطباء التى ذهب بعض فريها، كسر او غيره فان بلغ الكسر الممخ لم يجز قهتافى، وفى البدائع ان بلغ الكسر المشاش لا يجزى والمشاش هو صاحب العظام مثل الركبتين والمرفقين آله والله تعالى اعلم.

مسئلہ ۲۳

۱۳ جمادی آخرہ ۱۳۶۲ھ

ایک راس عقیقے کے لئے خریدی اس کا سینک ٹٹ گیا، اب دوبارہ پرنکل آیا، یہ راس قابل قربانی ہے یا نہیں؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب

سینگ ٹوٹنا اس وقت قربانی سے مانع ہوتا ہے جبکہ سر کے اندر جڑ تک ٹوٹے، اگر اوپر کا حصہ ٹوٹ جائے تو مانع نہیں،

في رد المحتار يرضح بالجاء وهو التي لا قرب
لها خلقة، وكذا العظام التي ذهب
بعض قرننها بالكسور وغيره، فاعت
بلغة الكسور التي لم يجرز قهستانه، و
في الابدان ان بلغت الكسور المشاش لا يجرز
والمشاش رؤس العظام مثل سر كبتين
والمر فقين الله۔

رد المحتار میں ہے جہاں کی قربانی جائز ہے یہ وہ ہے
کہ جس کے سینگ پیدائشی نہ ہوں، اور یوں عظام
بھی، یہ وہ ہے کہ جس کے سینگ کا کچھ حصہ ٹوٹا ہو،
اور جہاں تک ٹوٹ چکا ہو تو جائز ہے، قسمتانی۔
اور جہاں تک میں ہے اگر یہ ٹوٹ مشاش تک ہو تو جائز
ہے اور مشاش ہڈی کے ہر سے کہتے ہیں جیسے
گھٹنے اور کہنیاں اور۔ (ت)

اور پھر اگر ایسا ہی ٹوٹا تھا کہ مانع ہوتا، مگر اب رخم بھر گیا، عیب جاتا رہا تو حرج نہیں لان البتہ
قد ذان وهذا طاهر (یہ زاریات جانتا، اور یہ ظاہر ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۲۹۹ھ مستور لبروری سنیل میں مسلمہ بنت عطاء مسلمان ہو گئی و جماعت بریں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و معتمدین شرع میں اس مسئلہ میں کہ قربانی کا جانور کس قدر صیح منہ چاہئے
اور کس قدر سینگ جانور کا ٹوٹا ہوا ہو تو قربانی ہو سکتی ہے، اور ہر طرح سے ٹوٹ گیا ہو تو کیا حکم ہے؟ یا تو اتور ہوا

الجواب

آکھ، کان، ہاتھ، پاؤں سب اعضاء سلامت ہونا ضروری ہے، سینگ ٹوٹا ہونا مضائقہ نہیں
رکتا مگر جہاں سے آگاہ ہے اگر وہاں تک ٹوٹا تو جائز ہے۔ رد المحتار میں ہے،

قوله (ويضحى بالجاء) هي التي لا قرب
لها خلقة وكذا العظام التي
ذهب بعض قرننها بالكسور وغيره
ان هذه الكسور التي لم يجرز
قهستانه، وفي الابدان ان بلغت
الكسور المشاش لا يجرز

اس کا قول کہ جہاں کی قربانی جائز ہے، یہ وہ ہے
جس کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں، اور یوں
عظام بھی، جس کے سینگ کا ٹوٹنا وغیرہ کچھ حصہ
میں ہو، اور یہ ٹوٹ جہاں سمیت ہو تو جائز ہے
قسمتانی۔ اور جہاں تک میں ہے اگر ٹوٹنا مشاش

المشاش لا يعجزو والمثاش رؤس العظام
مثل المركبتين والمرقتين آه ، والله تعالى
اعلم -
اعلم - (ت)

مسئلہ ۲۳۹ از چو نیاں صلح لاہور - ار ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ

انجن مذکور کے اشتہار مذکور میں ہے جس جانور کے پیدائشی کان دم نہ ہوں وہ جائز ہے ہمارے
امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ، اور ناجائز ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ۔ مگر چونکہ وہ روایت
اصول ہے اس واسطے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کے اوپر فتویٰ دیتے ہیں کہ جس جانور کے پیدائشی
کان دم نہ ہوں وہ جائز ہے ۔

اب حضرت مولانا صاحب جواب خود تحریر فرماں کہ ایسا مذکورہ بالا جانور واقعی قربانی میں حاز
ہے یا ناجائز ؟ کیونکہ میں نے سمجھا ہے کہ اکثر فتاویٰ میں ایسے جانور کو ناجائز لکھا ہے ، حضرت صاحب
انجن کے اشتہار شائع شدہ میں یہ دونوں مسئلے اسی طرح لکھے ہیں ، آبا یہ دونوں مسئلے درست لکھے ہو
یا کہ نہیں ، مفصل طور پر تحریر فرمائیے بحوالہ کتاب معتہ

الجواب

جس جانور کی اصل پیدائش میں کان اور دم نہ ہوں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کی
قربانی جائز ہے ، اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ناجائز ، اور معتہ قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ، غائبہ میں ہے ۔

مشاة او لم یکن لها اذن ولادنب حلقۃ
یعجز ، وقال محمد رحمہ اللہ لا ینکون
ہذا ، ولو کان لا یعجز ، و ذکر فی الاصل
عن بی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
انہ یعجز ۔
بکری کی اگر پیدائشی طور پر کان اور دم نہ ہو تو جائز ہے
اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ایسا جانور
نہیں ہوتا اگر ہو تو قربانی جائز نہیں ہے ، درمسترد
(اصل) میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
منقول ہے کہ یہ جائز ہے ۔ (ت)

اسی طرح اجناس و ملامد و بزار یہ میں ہے ، غائبہ میں ہے جس پر اشتہار میں اعتبار کیا ، اور

واقع میں وہ قابلِ اعتماد نہ تھا۔

اولاً متون و شروح نے عدم جواز پر جزم کیا اور قول خلاف کا نام نہ لیا، مختصر امام کرخی پھر غایۃ البیان عدد ۱۰۰ اتعانی میں ہے،

قد ثبت مدونات بايوسف عن السكاء التي
لا قرن لها قال تعزى فان لم يكن لها
اذن لا تعزى وهو قول ابى يوسف رحمه الله
تعالى عليه
ہشام نے کہا کہ میں نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ
سے سکاء کے متعلق سوال کیا اور یہ وہ ہے جس کے
پیدائشی طور پر سیٹھاگ نہ ہوں، تو انہوں نے فرمایا
جائز ہے اور اگر کان نہ ہوں تو ناجائز ہے یہ ۱۰۰
ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے (ت)

دہائی میں ہے،

سكاء وهى، لى لا اذن لها خلقة لا تجوز
لان مقطوع اكثر لاذن اذا كانت لا يجوز
فعدم لاذن اولى به
سکاء وہی، لى لا اذن لها خلقة لا تجوز
لان مقطوع اکثر لاذن اذا كانت لا يجوز
فعدم لاذن اولی بہ (ت)

غایۃ وغایۃ البیان و نتائج الاذکار وغیرہا میں اس پر تقریر کی، مسئلہ متوسط میں ہے،
لا يجوز اليدى لا اذن له خلقة اوله اذن
واحد عليه
جس کے پیدائشی کان نہ ہوں یا صرف ایک کان ہر
تو ناجائز ہے (ت)

مسئلہ متوسط میں اس پر تقریر کی، تنزیہ ابصار و درمختار میں ہے،
ولا السكاء لى لا اذن لها خلقة
اور سکاء جس کے پیدائشی کان نہ ہوں، ناجائز
ہے (ت)

طحاوی و شامی میں اس پر تقریر کی، بدائع امام ملک العلماء میں ہے،

لغایۃ البیان

۴۴۶/۴	مطبع یوسفی کھنہ	کتاب الاصحیۃ	کتاب الہدایۃ
ص ۳۰۴	دار کتاب العربی بیروت	باب الہدایۃ	کتاب المسائل المتقطعی فی المسئلۃ المتوسط
۲۳۳/۴	مطبع محتبائی دہلی	کتاب الاصحیۃ	کتاب درمختار

لا تجوز مقطوعة أحد الاذنين بكلمة لها ،
والتي لها اذن واحدة خلقة رية

تبيين احقانی امام زلیخی میں ہے ،
السکاء وهی التي لا اذن لها خلقة لا تجوز
سکاء وہ ہے جس کا پیدائشی کان نہ ہو ، ناجائز
ہے (دست)

مناسک امام کرمانی پھر شلبی علی الزلیخی میں ہے ،
لانه فاست عنه عضو مملک
شرح طحاوی امام سیبانی پھر خزائنہ المفتین میں ہے ،
لا يجوز السکاء وهی التي لا اذن لها
خلقة اولیة لها خلقة رية
اتقانی علی البیاضی میں ہے ،

قال محمد بن عبد الله تعالى في الاصل بلغت
عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
انه قال استشرفوا العين والاذن ، وروى في
السنن عن عن كرم الله وجهه عن رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم ان استشرف العين
والاذن وقد اعتبر رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم بفقاد الاذن فسمعوا منها من
جواز الاضحية ۛ

امام محمد نے فرمایا اصل میں کہ ہمیں حضور علیہ الصلوۃ
والسلام سے روایت پہنچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ
آنکھ اور کان کو بغور دیکھو۔ اور سنیں میں حضرت علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے حضور
علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت فرمایا کہ ہم آنکھ اور کان
کو بغور دیکھیں۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے
کان کہ بقا کا اعتبار فرمایا ہے تو ممدوم ہر جوار قریدی
کے لئے مانع ہو گا۔ (دست)

سہ بدائع الصنائع کتاب الضیاع فصل ما شرکاء امت الواجب ایچ ایم سعید کمپنی کرچی ۵/۵
سہ تبیین الحقائق کتاب الاصلحة المطبعة الکبری الامیریہ بولاق مصر ۶/۶
سہ مائتہ الشلبی علی تبیین الحقائق " " " " ۶/۶
سہ خزائنہ المفتین " " " " ۶/۶
سہ غایۃ البیان " " " " ۶/۶

فتح اللعین میں ہے :

لا یصحی باسکاء، وہی السی لا اذن لها خلفۃ
بخلات صغیرۃ الاذن
مجموعۃ انہر میں ہے :
ولا اسکاء، وہی السی لا اذن لها خلفۃ
اور سکار، جس کے پید نشی کان نہ ہوں، جائز
نہیں۔ (ت)

سراجیہ میں ہے :

لا تجزئ السی لہ یخلق لها اذن یک
جس کے کان پید نہ ہوں جائز نہیں (ت)
ثانیاً یہی قضیۃ حدیث ہے، کما علمت من غایۃ البیان (جیسا کہ تم نے غایۃ البیان سے
معلوم کر لیا ہے۔ ت)

ثالثاً اس کی وجہ ظہر و ازہر ہے کہ علمت من الہدایۃ و مناسک الکرم فی جیسا کہ تم نے
ہدایہ اور مناسک کربانی سے معلوم کر لیا ہے۔ ت، ایراث للقرن من عدم طاری و صل من تعسر قدہ کی
کوئی وجہ ظاہر نہیں۔

رابعاً یہی اکثر کتب میں والعمل ما علیہ الاکثر (عمل الناس پر ہوگا جس پر کثرت ہو۔ ت)
خاصاً یہی احوط ہے، تو بوجہ اسی کو ترجیح، اور اسی پر اکتفا و عمل و فتویٰ واجب۔ واللہ

تعالیٰ اعلم
منہ ۲۴ مکملہ ۹ ذی الحجہ ۱۴۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گائے کی دُم نہائی کے قریب کٹی جاتی ہے اور
ایک کان چرا ہوا ہے مگر حقہ اس کا بڈانہ ہوا کان ہی میں لگا ہے، تو اس صورت میں اس کی قربانی
جائز ہے یا نہیں؟ بیئتوا تو جبروا۔

۳/۲۸۰

۳/۵۲۰

ص ۸۹

ایک ایم سعید کمپنی کراچی
دارالخوار التراث العربی بیروت
فریکسٹور بکھنر

۱۔ فتح اللعین کتاب الاضعیۃ
۲۔ مجمع لانہ شرح منہی الابحر
۳۔ فتاویٰ سراجیہ کتاب الاضاحی

الجواب

جائز ہے،

فی استنباط فیضی بالغ، ولا مقطوع اکثر الاذن
اول الذی یلحق، فی الدر المختار لا اکثر حکم لکل
بقاء و ذہابا، فیکفی بقاء اکثر و علیہ التمسک
فی المہدیة تجزی الشرق، وھی مشقوقة
الادن طولا، و المقابلة ان یقطع من مقدم
الذی یلحق، و لا بیان بل یتلک معلقا
و المدبرة ان یفعل ذلک صوخر الاذن،
وانھی محمول علی السدب کذا فی البدایہ
او مختصرا۔ واللہ تعالی اعلم۔

تزیید پر محمول ہے۔ بدائع میں یوں ہے او مختصرا۔ واللہ تعالی اعلم (ت)

مسئلہ قسبہ کسی کس سے مسترا محلہ بدین، حاتم محمد رمضان پیش امام بروز یک شنبہ

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

قربانی کی کمال سستیہ گویا والدین کو دینا درست ہے یا نہیں، کتاب مالا بدین کے اندر صدقہ فعل مید کو
جائز لکھا ہے، اب یہ امر قابل تحقیق ہے کہ کمال قربانی صدقہ واجب ہے یا نفل ہے، سستیہ قربانی کی کمال
سے یا نہیں؟ اکثر لوگ قربانی کی کمال دے دیا کرتے ہیں، درست ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کمال سادات کرام کو دینا جائز ہے، اپنے ماں باپ اولاد کو بھی دے سکتا ہے، شوہر
زوجہ کو زوجہ شوہر کو دے سکتی ہے، وہ بڑی سستیہ تصدق ہو تو صدقہ نافلہ ہے ورنہ بدیہ، سستیہ کو دینے میں

۲۳۳/۲	مطبع محبتی دہلی	کتاب الاخیۃ	لہ در مختار شرح تئیر الابصار
۲۳۳/۴	"	"	لہ " " "
۲۹۸/۵	قورانی کتب خانہ پشاور	الباب الخامس	لہ فتاویٰ ہندیہ
۵۹ ص	مطبع علوی کھنؤ	کتاب الزکوۃ	لہ مالا بدینہ (فارسی)

بھی خرچ نہیں۔۔۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

30
30

مسئلہ ۲۴۲۔ مسئلہ حاجی الیہا رعاں صاحب صاحب کتب ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۵ھ

قربانی کی کمال کو بہتیت تصدق فروخت کرنا یا اس کی قیمت سے پوری یا وغیرہ خرید کر مسجد میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بقیہ توجہ روا۔

الجواب

جائز ہے کہ تصدق کے لئے بیچا یا مسجد کے صرف میں لانا، دونوں قربت میں، اور یہاں وہی مقصود،
لا عین التصدق ولا تصدق العین (۱) کہ عین التصدق اور عین چیز کا تصدق۔ ت، عالمگیری میں ہے،
لا یبیحہ بالدرہم لیسوق الدرہم علی
فصلہ و عیالہ، ولو باعها بالدرہم لیتصدق
بہا جائز، لانه قربۃ کا تصدق کسدا ف
التبیین لم یصلحنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
اپنے یا اپنی عیال پر خرچ کرنے کے لئے قربانی کی کمال
کو درہم سے فروخت کرے اور اگر درہم کا صدقہ
کرنا ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح عبادت ہے
تبعیہ المتعانی میں یوں ہے اعطفنا۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

ایضاً الجواب اصل یہ کہ ایسی چیزیں، قرآن و تفسیر و غیرہ، جو شکر ہے ان میں قربت مقصودہ
صرف اراۃ دم لوجہ اللہ سے حاصل ہو جاتی ہے، ولہذا ان کے لحم وغیرہ کا تصدق واجب نہ ہوا، اور خود کھانے
کی بھی اجازت عطا فرمائی،

قال تعالیٰ فکلوا منها و طعموا بقدر و المعتد
وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کلوا و اطعموا و ادخروا۔ اخرجہ احمد
والشیخان عن سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا قربانی سے خود کھاؤ اور قناعت
والے اور محتاج کو کھلاؤ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کھاؤ، کھلاؤ اور ذخیرہ
کرو۔ اس کو احمد اور شیخین نے سلمہ بن الاکوع
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور کمال کی کوئی چیز مثل مشکیزہ و غریبالہ و پستین و توشہ دان و فرش و کیک و جلد کتاب وغیرہ

۱۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الاخیۃ الباب السادس نوری کتب خانہ پشاور ۳۰۱/۵

۲۔ القرآن الکریم ۳۶/۲۲

۳۔ صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی تہذیبی کتب خانہ کراچی ۸۳۵/۶

بنا کر اپنے تصرف میں لانا بھی روا،

كما نص عليه في عامة كتب المذهب وعن
ام المؤمنين عائشة رضي الله تعالى عنها
قالت قالوا يا رسول الله ان الناس يتخذون
الاسقية من فضيهم ويحبون فيها
الودك فقال وما ذاك قالوا نهيت اب
توخذ لحوم الاصا حي بعد تلت قال
نهيتكم من اجل لداقة فكلوا وادخروا
وتصدقوا - اخرجه احمد والبخاري و
مسلم -

جیسا کہ اس پر عام کتب مذہب میں تصریح کی ہے
اور حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
نے فرمایا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم نے عرض
کی یا رسول اللہ! لوگ قربانی کے چمڑے سے مشکیزے
بناتے ہیں اور مشکیزوں میں چربی بھر لیتے ہیں تو حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ کیا ہوا، انھوں نے
عرض کی آپ نے یقیناً دن کے بعد قربانی کے گوشت
کھانے سے منع فرمادیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام نے فرمایا میں نے تمہیں ضرورت مندوں کی آمد کی
وجہ سے منع کیا تھا تو اب کھاؤ اور ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ اس کی تخریج امام احمد، بخاری اور مسلم نے کی ہے۔

اسی طرح مذہب صحیح میں جلد و لحم کی تبدیل بھی ایسی اشیاء سے جائز ٹھہری جو اپنی بقائے عین کے
ساتھ استعمال میں آئیں بیت برن کتاب پرٹ

لفظ للهداية يعمل منه آلة تسعمل في
البيت كالنطع والجراب والضرب ل و
نحوه لان الانتفاع به غير محصور
ولا باس بانه يشترى به ما يتقدم
به في البيت بعينه مع بقائه استعمالا
وذلك مثل ما ذكرنا، لان للبدل
حكم البدل، واللحم بمنزلة الجبد
في الصحيح، اه ملخصا -

ذریہ ذخیرہ کتب کثیرہ میں ہے،
ہدیہ کے الفاظ میں ہے اس کمال سے گھر کے
استعمال والے آلات بنائے جائیں مثلاً بچوں،
تھیلہ، غرابال (پھلنی)، جیسی چیزیں، کیونکہ کھانوں
سے استغناء حرام نہیں ہے اور ان سے گھر میں
استعمال کیلئے چیز خریدنا جو بعینہ باقی رہے تو
استحساناً اس میں کوئی حرج نہیں اس کی مثالی ہماری
ذکر کردہ چیزیں ہیں، کیونکہ ہدی کا حکم بدل و لا ہے
اور گوشت حکم میں بمنزلہ کھل کے ہے صحیح مذہب
میں، اہ ملخصا۔

یو جس اغنیاء کو گوشت یا کھال یا اس کی کوئی چیز بنا کر یا اسی قسم کی اسشیاء ان کے عوض فرید کر دے
دینا بھی جائز ہوا

لأنه لما جاز التصرف بنفسه، فجواز الهدية
من باب أولى حكما استدلال في الهداية
لجواز إطلاع الغني بقوله متى صار الكله
وهو غني جاز أن يوصل غنياً
میرنگ جب خود اپنا تصرف جائز ہے تو ہدیہ کا جواز
بطریق اولیٰ ہوگا جیسا کہ ہدیہ میں غنی کو کھلانے کے
جواز پر استدلال فرماتے ہوئے فرمایا جب خود غنی
ہونے کے باوجود کھانا جائز ہے تو کسی غنی کو کھانا
بھی جائز ہے۔ (ت)

ولهذا فقیر کو دینے میں تمیک شرط نہ ہوتی، بلکہ اباحت بھی روا ٹھہری، یعنی دسے نہ ڈالے، بلکہ دسترخوان
پر بٹھا کر کھلا دے۔ شرح نقایہ علامہ برجنیدی میں ہے:

ویوکل ای یطعم من شاء صها عن طریق
الاحاق سوادکان فقیراً او علی، ویذهب
من یشاء علی سبیل التمیث، فقیراً او
غنیاً
قربانی کے ٹولت میں سے جس کو چاہے
دے اباحت کے طور پر، اور پیہ کے
ط پر تمیک کرے فقیر کو خواہ غنی
کو۔ (ت)

شرح باب میں ہے:

کل دمر وجب شکراً، فلصاحبه ان یأکل
منه ماشاء، ویوکل الاغنیاء ولوب لا باحة
والفقراء تمیکاً او اباحۃ ولا یحجب
التصدق به، لاکله، ولا سعة له
بر قربانی پر بطور شکر واجب ہو تو مالک کو اختیار
ہے کتنا چاہے کھائے، اغنیاء کو کھلانے
اباحت کے طور پر خواہ تمیک کے طور پر، فقیر کو خواہ
غنی کو، کل یا بعض گوشت کا صدقہ واجب نہیں
ہے احطفاً۔ (ت)

اور یہ معنی خود آیت وحدیث سے استفادہ کر کے فرمایا نہ کہ اسطوار، البتہ یہ ناجائز ہے کہ اپنے یا

الہدایۃ کتاب الاضیحة
شرح النقایۃ لمرجنیدی
مسک التمسک فی المنسک التوسط مع رشاد الساری باب الہدایۃ فصل فیما لا یجوز من الہدایۃ دار الکتب بیروت ص ۴
مسک صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یوکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲۵/۲
۴۲۸/۲ مطبع دسفی لکھنؤ
۱۹۹/۲ نوکشور لکھنؤ

اپنے اہل و عیال یا اور اغنیاء کے صرف میں ورنے کو گوشت یا کھال یا کسی چیز کو بعض ایسی اشیاء کے فروخت کرے جو استعمالی میں خرچ ہو جائیں اور باقی نہ رہیں جس طرح روپیہ عیسے یا کھانے پینے کی چیزیں یا تیل پھیل وغیرہ کہ ان کے عوض اپنی نیت سے بیچنا قبول ہے، اور نیت اغنیاء مثل اپنی نیت کے ہے، اور یہ جائز جس سے آفات قربت نہ ہوئی، اس قابل نہ رہا کہ اس کے کسی جز سے قبول کیا جائے۔ ہدایہ میں ہے،

لا یشترى به مالا یتفع به الا باستهلاكه کما للخل
والابایز باعتبار ابالیسیہ بالدرهم، والمعنی
فیہ انه تصرف علی قصد التناول
قربانی کی کھال سے ایسی چیز نہ خریدے جس کو ہلاک کر کے نفع اٹھائے جیسے سرکہ یا بیج جس طرح کہ درہم سے نفع بطریق ہلاک ہوتا ہے تو یہ بھی منع ہے منع کی وجہ مال حاصل کرنے کی غرض سے تعریف کرنا ہے۔

علاوہ معنی بنایہ میں فرماتے ہیں،

والمعنی فی عدم شتراء مالا یتفع به
الا بعد استهلاكه انه تصرف علی قصد
التناول، وهو قد خرج عن جهة التناول
ایسی چیز خریدنے کی ممانعت میں وجہ یہ ہے کہ ہلاک کر کے نفع کی صورت میں مال حاصل کرنے کی غرض سے تعریف کرنا ہے حالانکہ قربانی میں تو مال سے خارج کرنا مقصود بنایہ ہے (ت)

بخلاف اس کے کہ اس قسم کی اشیاء سے صرف غیر میں صرف کرنے کو مبادا کرے کہ اس میں معنی ممنوع یعنی تحمل متحقق نہیں، تو اس نیت سے یہ استعمال بھی جائز، و لہذا تبیین میں فرمایا،
لو باعہ بالدرہم لیتصدق بها حازلانہ
قربۃ کا تصدق بکے
اگر درہم سے اس لئے فروخت کیا تاکہ درہم کو صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بھی صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)

خلاصہ یہ کہ بعد قربانی اس کے اجزائے ہر قسم کا تصرف غنی کو حلال ہے، مگر وہ جس میں معنی تناول پائے جائیں، اسی لئے مجمع الانہر شرح ملحق الاجز میں تصریح کی کہ المعنی انه لا یتصرف علی قصد التناول

۲۴۸/۴	مطبع برسنی مکتبہ	کتاب الاضیحة	۱۔ الہدایۃ
۱۹۰/۴	المکتبۃ الادادیۃ مکتبہ المکرمة	•	۲۔ البنایۃ فی شرح الہدایۃ
۹/۶	المطبعة الکبریٰ بولاق مصر	•	۳۔ تبیین الحقائق
۵۲۱/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	•	۴۔ مجمع الانہر شرح ملحق الاجز

(مقصود ہے کہ مال کے حصول کی غرض سے قسوف نہ کرے۔ ت)

اس تحقیق و تنقیح سے واضح ہوا کہ علماء جو ایک شق تصدق کی سمجھتے ہیں اس کے یہ معنی نہیں کہ تصدق عین ضروری ہے یعنی خاص اُسی چیز کو بغیر بدلے خیرات کرے بلکہ مطلقاً ہر شئی کے عوض بچ کر خیرات کرنی جائز ہے خواہ روپے پٹ ہوں یا اشیائے خوردنی یا اعیان باقیمر، نہ عین تصدق ضرور ہے، جس کے حقیقی معنی فقیر کو مالک کرنا،

کافی انزکاة من فتح القدير حقيقة الصدقة جیسا کہ فتح القدير کے زکوٰۃ کے باب میں ہے کہ تملیک، لعینہ۔ صدقہ کی حقیقت فقیر کو مالک بنانا ہے (ت) بلکہ مطلقاً ہر صرف خیر میں صرف کرنا جائز ہے اگرچہ اس میں کسی کی تملیک نہ ہو، جیسے کفن مرقی و نفقہ مسکین وغیر ذلک، ولہذا اہل سنت و ائمہ اربعہ کی عبارت مذکور نے صاف واضح کر دیا کہ قربت پاس ہے خاص تصدق کی کوئی خصوصیت نہیں، اور خود ظاہر ہے کہ جب بے صورت قول اپنے اور اعیان کے صرف میں ٹانار داجوا، اور جانور کا قربت سکے لئے ہونا اس کا مانع نہ ٹھہرے تو مصارف خیر جس میں اصلاً مجتہد قول نہیں اور خود امور قربت میں، بدرجہ اولیٰ جائز ہوں گے۔

اب حکم مسئلہ بحمد اللہ روشن ہو گیا، روایت تصدق دعوں سے ہے، عبارت فتاویٰ ہندیہ سے گزرا اور مسجد کی چٹائی وغیرہ میں صرف کرنا بھی قربت ہے، نہ اپنا قول جو ٹھنڈا ٹھنڈا، پس دونوں صورت مسئلہ سائل کا حکم جواز ہے، یہ بحمد اللہ تعالیٰ وہ تحقیق ہے جس سے اس فصل کی تمام جریات کا حکم نکل سکتا ہے،

فاتقن هذا لئلا تجد بعد الايضاح والتحرير في غير هذا التحرير، ولا عليك من خفاءه على بعض ائمة الزمان المعدين لعلم العزيز، والله سبحانه و تعالیٰ اعلم۔ اس کو مضبوط کر دہو سکتا ہے اس وضاحت اور صفائی سے تمہیں کسی اور تحریر میں نہ ملے اور موجودہ زمانے کے مدین علم پر اس کے غنی ہونے پر تمہیں تعجب نہ ہو۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔ (ت)

عبد مولیٰ رشید احمد گنگوہی

مسئلہ ۲۳۳ از بنارس محلہ گندی ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مسئلہ مولوی حکیم عبد الغفور صاحب
۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی واسطے تعمیر مسجد و اشیائے متعلقہ مسجد مثل
بوریا، بدھن، فرش، شامیانہ وغیرہ یا برائے درستگی قبرستان کے دینا جائز ہے یا نہیں؟ در صورت
عدم جواز کے اگر کوئی شخص مصروف نہ ہو میں صرف کرے، یا ہر پاپہ وغیرہ ہندو کا فرکودے، تو اس کی قربانی درست
ہوگی یا نہیں؟

الجواب

قربانی اراقبہ دم و وجہ امتہ سے ہو جاتی ہے کما نص علیہ العلماء قاطبہ (جیسا کہ تمام علماء نے اس پر نص
فرمائی ہے۔) تناسل اس کے بعد کھاتے، کھلانے، دیتے، دلانے سے اس میں کچھ روق نہیں آتا اگرچہ کسی کو دے، اور
چرم کے باب میں ابھی بیان ہوا کہ ہر قربت روا ہے۔ واللہ تعالیٰ عود۔

مسئلہ ۲۳۴ از موضع کٹرہ ڈاکخانہ ادبہ صلیع گیا مسئلہ مولوی عساکریم رضا صاحب مڑہ جہادی الآفرہ ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی مرمت مسجد اور بوریا دینہ مسجد میں
صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ در غسل حائضہ، پاخانہ و ادرین مسجد کے لئے اس قیمت سے بخرانا جائز ہے
یا نہیں؟ بیتنا التوجہ و ا۔

الجواب

اصل یہ ہے کہ اراقبہ دم سے اقامت واجب کے بعد اجزائے اخیرہ سے صرف قبول منوع ہے خاص
تصدق ضرور نہیں بلکہ جمیع اغراض غیر کہ مثل تصدق قربت میں، سب جائز ہیں، اور بدینہ خود اپنے تصرف میں
لانا دیگر اجاب اختیار نہ کرنا بھی جائز،

کما ظہرت بنقول ذلک کتب المذہب المعتمدہ جیسا کہ تم نے مذہب کی کتب معتدہ سے فائدہ پایا،
ولہ فی خصوص ذلک رسالۃ حافضہ سمینہا اور خاص اس مسئلہ میں ہمارا جامع رسالہ ہے
"الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ" ہم نے اس کا نام "الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود
الاضحیۃ" رکھا ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

حکوا داد خسروا و امت جسدوا کھاؤ اور اٹھا رکھو، اور وہ کام کرو جس سے ثواب

سے سنن ابی داؤد کتاب الضمایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲

و مضائقہ نہیں۔

وذلك لان الطريق في العبادات اما الادخار، واما
الاشتجار، فاذا اعطاه المسجد، او باعها
لامور القرب، واعطى الفقير فيه، فقد
اتى بما ينبغي، اما اذا اياها للمقولي، فقد
خالفت فما حصل خلية، و سبيل الصدق
وانما الصدق قيلت للفقير، اما اذا ملك
فقيرا، فاعطى المسجد فلا حرج، فامس
الصدقة قد بلغت محلها - والله تعالى
اعلم -

یہ اس لئے کہ قربانی کی کھاؤں میں طریق ذخیرہ کرنا یا
اجرو ثواب حاصل کرنا ہے تو جب مسجد کو دیں یا ان کو
فردخت کر کے تقرب والے امور کئے یا ان کی
قیمت ان امور میں خرچ کرنے کے لئے تو اس نے مناسب
عمل پورا کر دیا لیکن اگر مال حاصل کرنے کی غرض سے
فردخت کیا تو خلاف ورزی کی لہذا جو مال بنایا
خلیہ ہوا اس کا راستہ یہی ہے کہ اس کو صدقہ کرے
جبکہ صدقہ فقیر کو مالک بنانا ہے تو فقیر کو مالک بنایا
تو اس نے مسجد کو دے دیا تو کوئی عرج نہیں کیونکہ صدقہ
اپنے محل پہنچ چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ مسئلہ جناب حکیم سراج الہی صاحب، شہداء آباد دروازہ جناب حضرت شاہ محمد اہل صاحب
۵، رذی الحجہ یک شہید ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کا چتر افراد ختم کر کے مسجد
کی جائداد مسجد کی مرمت کرنا اور مسجد میں لگانا، عام اس سے کہ مسجد کی دیوار ہو یا مسجد کا پائخانہ، غسل خانہ
وغیرہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟ بقیہ التوجہ۔

الجواب

قربانی کی کھاؤں ہر اس کام میں صرف کر سکتے ہیں جو قربت و کار خیر و باعث ثواب ہو۔ صریح میں ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قربانی کی نسبت فرماتے ہیں،

کھاد و اخرواد و اشجروا۔ رواہ ابو داؤد عن
نبیہ الہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
کھاد اور اشجار و درخت اور وہ کام کہ جس سے ثواب
(اسے ابو داؤد نے حبشہ بنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا۔ مت)

تمیز المعانی شرح کنز الدقائق میں ہے،

دور۔ عہدائدراہم لیتصدق بہاجاز، لائنہ اگر صدقہ کرنے کی غرض سے دراہم کے بدلے فروخت
قریبہ کا تصدق ہے۔ ہو تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے دت،
مگر فنا سے مسجد میں پائخانہ بنانا قربت نہیں بلکہ ممنوع ہے کہ مسجد کو بوئے بد سے بچانا واجب، اور اس کی
فنا کا ادب بھی اسی کی مانند ہے یہاں تک کہ علامہ نے فنا سے مسجد میں بعد مسجدیت جدیدہ دکان بنانے کی نعت
فرمائی کہ باعث ہجرتی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے،

تیم المسجد لایجوز لہ ان یسفی حوائت فی حد المسجد، او فی فناءہ، لان المسجد
اذا جعل حائوتا و مسکنا تسقط حرمتہ، و هذا لایجوزہ الفناء تبعا المسجد، فیکون
حکمہ حکم المسجد، کذا فی محیط الشریعہ۔ مسجد کے منقلم کو جائز نہیں کہ مسجد کی حدود میں دکانیں
بنائے، کیونکہ مسجد یا فنا سے مسجد کو دکانیں بنایا
تو مسجد کی حرمت ساقط ہوگی اور یہ جائز نہیں ہے
جیکہ فنا سے مسجد بھی مسجد کے تابع ہے تو اس کا
حکم بھی مسجد والا ہوگا، محیط شریعی میں یوں ہے،

ہاں اگر صدقہ و فنا سے مسجد سے دور کوئی پائخانہ مسافروں اور بے گھر نمازیوں کے مستحق مسجد ہے
تو اس کی تعمیر یا مرمت فردی بھی نیت صالحہ سے ضرور قربت و موجب اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مشتملہ مولانا مولوی بشیر بدھ صاحب علی گڑھی بالائے قلعہ مدرسہ اول مدرسہ منظر الاسلام
یوم یک شنبہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کمال قربانی بیچ کر مسجد بنانا
درست ہے یا نہیں؟ اور کوئی عمارت مثل مسافر خانہ، نشست کی چوہالی جس میں مسافریا اپنے
ہم قوم مقیم ہو سکیں۔ بیٹنوا تو جو د

الجواب

مسجد یا لوجه اللہ مسافر خانہ وغیرہ آرام مسلمانان کی عمارت بنانا جس میں اجر ہوا اور حصول اجر
ہی کی نیت ہو، بالکل ہر اس کام میں جو شرعاً قربت ہو، قربانی کی کمال صرف کرنا ہرگز ممنوع نہیں رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اخیہ کی نسبت جیسا قصد قوا فرمایا، صدقہ کرو، یونہی و انت جبردا بھی

۱۔ تبیین الحقائق کتاب الاضحیہ المطبعة الکبریٰ بولاق مصر ۹/۶
۲۔ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الحادی عشر الفصل الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۶۹۲
۳۔ سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳/۳۳

ارشاد فرمایا، وہ کام کرو جس میں ثواب ہو، رواۃ ابوداؤد عن نبیۃ الہدیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 (اسے ابوداؤد نے نبیۃ ہدیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت، امام ذہبی شریح کثر میں فرماتے ہیں:
 لویا عجاہا لدرہم لیتصدق بها جذاکاتہ اگر ان کو درہم کے بدلے فروخت کیا تاکہ درہم کو
 صدقہ کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح
 قربت کا تصدق ہے
 قربت ہے (ت)

معلوم ہوا کہ عین تصدق لازم نہیں، بلکہ قربت ہونا درکار ہے، تصدق بھی اسی لئے مطلوب ہوا کہ
 قربت ہے، توجہ قربت ہو سب کی وسعت ہے، ہاں بنیت قبول اپنے صوف میں لانے کو اس کے دام
 کرنا جائز نہیں، حدیث،

من ماع جدد اضحیۃ فلا اضحیۃ جس نے قربانی کی کھال فروخت کی تو اس کی قربانی
 لہ۔ رواۃ الحاکم والبیہقی عن نہ ہوئی۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ
 ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)
 کا یہی ممل ہے، اور حدیث صحیحین میں مولیٰ علیٰ کرم اللہ وجہہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے
 شتران قربانی حج کی نسبت حکم فرمانا کہ کاکشت پرست تصدق کر دیں جواز تصدق کی دلیل ہے نہ کہ تعین
 تصدق کی، ورنہ اکل و افخار بھی منوع ہو جائے حالانکہ بالاجماع جائز و مخصوص ہے، وہ واقعہ حال ہے،
 اور وقائع حال کے لئے غرم نہیں، اسی حدیث میں ان کی نکلیں اور جھولیں تصدق کر دینے کا بھی حکم ہے تو
 یہ جواد کرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بخشش تھی نہ کہ عام تشریع، ہاں جس نے قبول کے لئے بھی وہ ان دامن
 کو تصدق ہی کرے کہ اول ان کا حصول بروجہ خبیث ہے، اور جو مال یوں حاصل ہو اس کی سبیل تصدق
 ہے عبارت ہدایہ کا یہی مطلب ہے، خود ہدایہ میں فرمایا:

المعنی فیہ انہ تصرف علی قصد القبول یح وجہ یہ ہے کہ اس نے مال بنانے کی غرض سے
 تصرف کیا۔ (ت)

۹/۶	المطبوعۃ المکبریٰ الامیریۃ ولاق مصر	کتاب الاضحیۃ	۱۰ تبیین الحقائق
۲۹۰/۶	دار الفکر بیروت	کتاب التفسیر	۱۱ المستدرک للحاکم
۲۳۲/۱	تقدیمی کتب خانہ کراچی	باب تصدق بکلود الہدیٰ	۱۲ صحیح البخاری
۲۴۸/۶	مطبع یوسفی مکہ	کتاب الاضحیۃ	۱۳ الہدایۃ

اس مسئلہ کی تحقیق تمام مع ازاحت اداہام فقیر کے رسالہ الصافیۃ الموحیۃ لمحوہ جلود الاضحیۃ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۸ ازجیت پور کا تکیا دار مسئلہ مولوی نور محمد عرف بادامیاں بن قاضی محمد ہاشم امام مسجد جامع جیت پور۔
۳ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

بخدمت اقدس عالی جناب فیضیاب علم اہلسنت وجماعت مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ
اعلیٰ حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب اداہام اللہ برکاتکم و مد فیوضکم علینا آمین،
از جناب احقر اعباد نور محمد بن قاضی محمد ہاشم کے، بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے گزارش یہ ہے کہ
قربانی کے چڑوں کو یہاں کے مسلمان اپنے اپنے محلہ کی مسجد میں نہ خیرات دیتے ہیں اور متولیان مسجد ان کو بیچ کر قیمت
جمع رکھتے ہیں، اور حسب ضرورت امام کا پیگار اس رقم میں سے دیتے ہیں۔

پس یہ قربانی کے چڑوں کا مسجد میں خیرات دینا اور اس پیسوں کا امام کو دینا یا دوسرے ضروری خرچ
مسجد ڈول رستی وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں، یتنوا تو حسدوا۔

الجواب

قربانی کے چڑوں کو نہ مسجد میں دے دیا کہ انہیں یا ان کی قیمت کو متولی یا منتقلان مسجد، مسجد کے
کاموں مثلاً ڈول، رستی، چراغ، بجی، فرش، مرمت، تنخواہ مؤذن، تنخواہ امام وغیرہ میں صرف کریں،
بلاشبہ جائز و باعث اجر و کار ثواب ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے: احاذلانی قرۃ کالنقدۃ، (جائز
ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) اسی طرح ہر آید کافی و عالمگیری وغیرہ میں ہے۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اکلووا وادخروا وادعوا
(کھاؤ اور اٹھا رکھو اور وہ کام کرو جس سے ثواب ہو۔ ت) امام اگرچہ مفتی بر اس کی تنخواہ دینے کو متولی یا منتقل
ان چڑوں کو بیچ سکے ہیں یا اپنے سے انہوں نے مصارف مسجد کے لئے دام رکھے ہیں، تو ان میں سے تنخواہ دے
سکتے ہیں۔

فان الجبل قد وصل موضع التقرب
و عطاء وظيفۃ اعمار المسجد ایضا قریۃ،
کیونکہ کمال تقرب کے مقام کو پہنچ گئی، امام مسجد کو
وظیفہ دینا بھی قربت ہے اگرچہ جہن کو لینا قربت نہیں

وان لم یکن اخذها قرۃ للعنف بل مباحا علی
اسفغتی بہ ، فلم یکن فی معنی البیع بالدرہم
لہدیۃ غنی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
بلکہ مفتی بہ قول پر مباح ہے تو غنی کو ہدیہ دینے کی
غرض سے فروخت کے معنی میں نہ ہوئی۔ واللہ
تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ ۲۴۹ مسئلہ حاکم علیہ السلام سے فرمایا کہ صاحب از قصہ نجیب آباد ضلع بجنور علیہ پٹھان ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چرم قربانی امام یا نوادین مسجد کو دینا یا اس کی قیمت
فروخت کر کے دینا جائز ہے یا نہیں ؟ اگر پیش امام تنخواہ پاتے ہیں تو کیا حکم ہے ؟ اور جن کی کوئی تنخواہ بھی مقربہ
نہیں صرف عید کو کچھ بطور ہدیہ چندہ کر کے دے دیا ، حیدر الاضحیٰ کو قربانی کے چرم وغیرہ دے دیئے ، یا محسلہ میں
نکاح خوانی لیں ، اسی پر ان کی گزراوقات ہے ، تو ایسوں کے واسطے چرم قربانی یا اس کی قیمت دینا کیسا ہے
اور کیا حکم ہے ؟ بیتنا تو حورو۔ کاجی دوس کے نیلام کی راس اور عدالت سے کسی شخص کے قرضہ کی
بابت کے نیلام کی راس قربانی کے واسطے علیحدہ علیحدہ کیا حکم رکھتی ہے ؟

الجواب

(۱) امام و مؤذن غیر تنخواہ دار کو طور حالت عام قربانی یا اس کی قیمت دینے میں حرج نہیں ، اور
تنخواہ دار کو بھی جبکہ تنخواہ میں نہ دیں ، یعنی زید نے امام کو نوکر رکھا اور اس کی تنخواہ اس کے ذمہ ہے ، پر
قربانی کی کھال بیچ کر اسے ادا کرے تو اپنا روپیہ بچاتا اور اپنا مطالبہ اس سے ادا کرتا ہے ، اور یہ قول ہے اور
قربانی سے قتل جائز نہیں ، ہاں اگر اہل عمل نے امام و مؤذن کو مسجد کا نوکر رکھا جس کی تنخواہ ذمہ مسجد ہے
تو چرم قربانی یا اس کی قیمت مسجد میں دے کر اس سے تنخواہ ادا کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) کاجی دوس کے نیلام کی راس خریدنا جائز نہیں ، نہ اس کی قربانی ہو سکے کہ وہ فضولی کی بیع ہے ،
یعنی غیر مالک کی بے اجازت مالک ، اور ایسی بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے ، اور بیع موقوف قبل
اجازت مفید مالک نہیں ہوتی ، اور مالک غیر کی قربانی نہیں ہو سکتی ، اسی طرح پھری کا نیلام جبکہ قیمت اس بارے
زائد نہ دی گئی جو جس میں وہ نیلام ہوا ، وہ نیلام بھی بے رضا مالک ہے ، ہاں مثلاً اگر سورہ پہلے کا
مطالبہ تھا اور ایک سو ایک کو نیلام ہوا ، سورہ پہلے ڈگری دار کو دیئے گئے اور باقی روپیہ اصل مالک کو ،
اور وہ اس نے لے لیا ، تو یہ اس بیع کی اجازت ہو گئی ، اب خریدار اس شے کا مالک ہو جائے گا ، اور
اس کی قربانی صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۰ از مرضیہ سید ڈاکٹر سوانہ کلان ضلع میرٹھ مرسلہ مجیدہ خاں ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

حاصل آمد مصدق ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسائل ہذا میں ؟

(۱) کمال قربانی کی اگر ہم لوگ بظاہر عایت کسی استحقاقِ خدا کے واسطے خیال کر کے اگر اپنے امام مسجد کو دیں تو جائز ہو گا یا نہیں؟

(۲) آج ہمارا امام غریب ہے کل کو خدا کے فضل سے صاحبِ نصاب ہو گیا تو کمال قربانی اس صورت میں بھی دینا جائز ہو گا یا نہیں؟

(۳) سید صاحب کو کمال قربانی اور تہِ زکوٰۃ سے مسلک ہوتا جائز ہو گا یا نہیں؟

(۴) صاحبِ قربانی اپنی قربانی کی کمال کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے تو کس کس خرچ میں؟ ڈول، مصل، مشک وغیرہ کے علاوہ تازی سائی وغیرہ بھی جو لا سکتا ہے یا نہیں؟

فیض اللہ خاں، حبیب خاں، حمد و خاں، کالے خاں پسر جنگ باز خاں۔

الجواب

واجبِ اضحیہ ارا قہ دوم سے ہو جاتا ہے، اس کے بعد لحم و جلد اس کی ملک ہیں، اس میں ہر تصرف مانکا نہ کر سکتا ہے صرف تول منوع ہے، تو کمال بعینہ، خواہ اس کا ڈول، مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنوا کر اپنے صرف میں لا سکتا ہے، سید کو بھی دے سکتا ہے، ہر غنی کو دے سکتا ہے تو امام نے کیا قصور کیا ہے، عام ازیں کہ صاحبِ نصاب ہو یا نہ ہو، ہاں اُسے دامنوں سے پہنچنا اس غرض سے کہ وہ دام اپنے یا کسی غنی کے صرف میں لائے جائیں، جائز نہیں، وہ غنی امام ہو یا غیر، یونہی اگر امام اس کا نوکر ہے اور اس کی تنخواہ کے بدلے کمال دی تو ناجائز ہے کہ یہ بھی تول ہو یعنی کمال دے کر مال بچانا، اور اگر کمال اس لئے بچی کہ اس کے دام تصدق کرے تو امام غیر صاحبِ نصاب کو دے سکتا،

وہ کل ذلک مفصل فی فتاویٰ و فتاویٰ
رسالتنا الصافیۃ الموجیۃ لحکمہ جلود

یہ تمام ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ "الصافیۃ
الرویۃ لکرم علوہ الاضیۃ" میں مفصل بیان ہو چکا ہے

(ت)

الاضحیۃ۔

بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، نہ انھیں لینا جائز، نہ ان کے دئے ادا ہو، یہی ظاہر الروایۃ ہے، اور یہی صحیح ہے، کہ بیئنا فی رسالتنا "الراہر الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" (جیسا کہ ہم نے اس کو اپنے رسالہ "الراہر الباسم فی حرمة الزکوٰۃ علی بنی ہاشم" میں بیان کیا ہے۔ ت، ا، ت کے معادض میں بھی چرم قرمانی دینا ایک صورت میں جائز ہے، وہ یہ کہ متولیانِ مسجد یا اہل محلہ نے اسی طرح سے مقرر کیا کہ تم امامت کرو قربانی کی کمالوں سے تمہاری خدمت کی جائے گی، یہ صورت بھی صورتِ تول نہیں، چرم قرمانی جس طرح مذکور ہوا ہے صرف میں مطلقاً لا سکتا ہے، رنگوانے کی شرط بعض رنگ آمیزی حاکم

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۲: مسئلہ محمد حسن علی قاضی، حمید آباد، علاقہ اندور، محلہ جمال پورہ۔ بروز یک شنبہ

تاریخ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھال کیسے شخص کو دینا درست ہے اور جائز ہے، اور اگر قربانی کی کھال صاحب نصاب کو دے دیں تو قربانی اس کی جائز ہوئی یا نہیں، اگر اگر قربانی کی کھال صاحب نصاب کو کر وہ پیش امام بھی مسجد کا ہے، دے دی، تو قربانی اس کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں، اور اگر قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کا حق سمجھ کر اس کو دے دی جائے یا وہ پیش امام ان کھانوں کو اپنا حق سمجھ کر بردارے تو ان کھانوں کا اس شخص کو دینا درست اور جائز ہے یا نہیں، اور قربانی ان لوگوں کی درست اور جائز ہوئی یا نہیں، اگر قربانی کی کھالیں کسی مسجد کی تعمیر کے کام میں لائیں یا ان کو فروخت کر کے مسجد کے جانماز بنالیں، یا مسجد کے اور کام میں لائیں مثلاً مسجد کا استقواء بنوالیں یا مسجد میں اس کی قیمت کا پانی ڈالوائیں تاکہ سب نمازی وضو کریں، یا مسجد میں آفتاب بنائے جائیں تاکہ نمازی وضو کریں، ان سب صورتوں میں قربانی درست اور جائز ہوئی یا نہیں، کوالہ حدیث و آیات کتب معتبرہ تحریر فرمائیں اجر ملے گا دن قیامت کے نزدیک اللہ جل شانہ کے۔

الجواب

قربانی اراقہ دم لوجہ اللہ کا نام ہے، واجب اس قدر سے ادا ہو جاتا ہے، پھر اس کے گوشت پوست کے لئے تین صورتیں ارشاد ہوئی ہیں بعینہ اپنے صرف میں لایا جائے یا وقت حاجت کے لئے ذخیرہ رکھا جائے، یا اس سے ثواب کا کام کیا جائے،

مکلواد احسرواد استجرواد۔ کھاد اور اٹھا رکھو اور ہر وہ کام کرو جس سے

ثواب ہو۔ (ت)

ثواب میں وہ مسجد کے سب کام داخل ہیں جو سوال میں مذکور ہوتے ہیں۔ اسے اخیر سے صرف قبول منوع ہے کہ اس کے دام کر کے اپنے کام میں لئے جائیں،

من باع جلد اضحیتہ فلا اضحیتہ لہ فیہ جس نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی اس کی قربانی نہ ہوئی۔ (ت)

لے سنی ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لہم الاضاحی آفتاب عالم پریس ۳۳/۲
لے المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت ۲۹۰/۲

کمال کی جس طرح جاننا یا کتابوں کی جلدیں یا مشکیزہ اپنے لئے بڑا سکتا ہے یہ بھی کسی غنی کو بھی ہدیہ دے سکتا ہے اگرچہ وہ غنی امام ہو، جبکہ اس کو خواہ میں نہ دی جائے، اور اگر خواہ میں دے تو امام اگر اس کا نوکر ہے جس کی خواہ اسے اپنے مال سے دینی جوتی ہے تو دینا جائز، کہ یہ وہی قول ہوا جو منوع ہے، اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے جس کی خواہ مسجد دیتی ہے تو جائز ہے کہ یہ مسجد میں دے دے اور مسجد کی طرف سے امام کی خواہ میں دی جائے، قربانی کی کھالوں میں امام کا کوئی حق نہیں اور اسے جبرائیلنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا تأکلوا أموالکم بیسئکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے مالوں کو آپس میں حل طریقہ باب طہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سے نہ کھاؤ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶ از کتبہ کبیرہ اذکما نہ بازپور ضلع غنی مال مرسلہ عبد الجبہ صاحب دارالافتاء ۳۳۵ ہ اس علاقہ میں یہ رسم ہے کہ بقرعید کی قربانی کی کھال مسجد کے پیش امام کو دیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کھال امام مسجد کو دینا جائز ہے اگر وہ فقیر ہو اور بطور صدقہ دیں، یا غنی ہو اور بطور ہدیہ دیں، لیکن اگر اس کی اُجرت اور تحوہ میں دیں تو اس کی دھوریں ہیں اگر وہ پنا نوکر ہے تو اس کی خواہ میں دینا جائز نہیں، اور اگر وہ مسجد کا نوکر ہے اور کھال ہتم مسجد کو مسجد کے لئے دے دی اس نے مسجد کی طرف امام کی خواہ میں دے دی تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۵۷ محمد عبد الحافظ صاحب، مبین سنگھی مدرس مدرسہ یاد سرپرست لکھیا ضلع حیرن سنگھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی جلد سے مسجد بنانا اور مسجد کے چرنا لگانا اور مرمت کرنا اور چٹائی و فرش خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ بدلائل کتب صافیہ و عبارات صحیحہ سے بیان فرمایا جائے، فقط۔

الجواب

جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ابوداؤد عن نسیئة الہمدانی رحمہ اللہ کھاؤ اور اٹھا رکھو اور ثواب کے کاموں میں خیر کرو (۱ سے ابوداؤد نے نبیؐ بدلی رضی اللہ

سۃ القرآن المکرم ۲۹/م

لے سنن ابی داؤد کتاب النضای باب جس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۶

تعالیٰ عنہ۔

تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

تبيين الحقائق و فتاوی عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔

لو باعها بالدراسم لم یصدق بها حبانہ اگر در اسم کے بدلے فروخت کیا تاکہ در اسم کا صدقہ کے

کامہ قربہ کا تصدق نہ ہو۔ قجارت ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے (ت)

ثابت ہوا کہ خاص تصدق ضرور نہیں بلکہ برقریرت، ہاں اس سے اپنا قول منوع ہے کہ اپنے خرچ

کے لئے روپوں یا کسی ایسی ہی چیز سے بدلے جو خرچ ہو جاتی ہے۔ بنایہ شرح ہدایہ امام اعینی میں ہے۔

المعنی فی عدم اشتراط ما لا یختلف بہ الا کمال کے بدلے ایسی چیز نہ خریدنا جس کو ہٹا کر

لعدم استہداکہ انہ تصرف عن قصد التمولیٰ کے عدم انتفاع حاصل کی ممانعت کا مطلب مال

و هو قد خرج عن جهة التمولیٰ حاصل کرنے کی غرض سے تصرف مراد ہے جبکہ

اس صورت میں تول کی جہت خارج ہو گیا (ت)

ظاہر ہے کہ مسجد میں صرف کرنا تول سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا بلکہ تصرف باطل ہے، کوئی ذی شعور

ایسا نہیں کہہ سکتا، نہ ذی علم، اُن مدعیوں پر فرض ہے کہ اولاً شرح مطہر سے اس کا ثبوت دیں کہ جس مسجد کی

مرمت پوست قربانی سے ہوتی ہے اس میں مال ہے۔ یہ وہ ثبوت دینے کا ارادہ کریں گے

اُن پر کھل جائے گا کہ ان کی دونوں باتیں محض بے اصل و باطل تھیں، اُن پر تو یہ فرض ہے کہ شرح مطہر پر اقرا

بہت سخت چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق خیر دے، آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵۸ھ از رنگون گونی اسٹریٹ، یونانی ڈسپنسری (یونانی شفا خانہ) مسئلہ حکیم محمد ابراہیم داندیری

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ

اس بستی میں دستور ہے کہ قربانی کی کھالیں مسجد کے پیش امام کو دے دیتے ہیں، اگر نہ دی جائے تو

بھگڑا بھی ہوتا ہے اور پیش امام صاحب بھی یوں فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھالوں کا میں حقدار ہوں، ضرور مجھے

دی جائیں، اور اہل جماعت یوں کہتے ہیں کہ پیش امام صاحب کو قربانی کی کھالیں تبرعا دیسا جائز ہیں نہ کہ جبراً،

عنہ فی الاصل حکم الصدق من قلم الناصح والصحیح بلکہ اس کو تول کہنا تصرف باطل ہے ۱۲ عبد المنان الاعظمی

۹/۶	المطبعة الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر	کتاب الاخیۃ	تے تبیین الحقائق
۱۹۰/۴	الملکیتۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ	۰	لے البانیۃ فی شرح البدایۃ

11

جب تبرعاً دینا جائز ہے تو کچھ حقہ قیمت چرم قربانی کا امام صاحب کو دینے، اور کچھ حقہ دیگر مساکین کو دیا جائے تو زیادہ افضلی ہے، پس اختلاف طرفین کی جانب سے ایک مولوی صاحب منصف قرار دیئے، منصف مولوی صاحب نے یوں حکم دیا کہ قربانی کی کمال سبب کی سبب مسجد کے پیش امام صاحب کو دے دو اور کسی دیگر مسکین کو نہ دو، اس واسطے کہ وہ لوگ تمہاری حیات و موات کے حق دار نہیں، اور پیش امام صاحب پر جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں، اور گناہ واقع ہو تو میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ حشر کے دن اُس گناہ کی جزا سزا میں نے لی، تم لوگ بے خوف قربانی کے سبب چڑھے پیش امام صاحب کو دے دو۔

حاضرین محفل میں سے کسی صاحب نے ان مولوی صاحب سے یہ عرض کیا کہ میں نے ایک گائے کی قربانی کی، اور دو مسکینوں نے ایک ساتھ چرمانا نکا اُن کو دیا جاسے یا نہیں؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ایک چڑھے کی قیمت یا چرہ دو مسکینوں کو دینا مکروہ و منع ہے، اُس نے پھر کہا کہ دوسرا مسکین بھی تو سائل ہے، مولوی صاحب نے کہا کہ دوسرے سائل کا سوال اُس کی دُور میں جاتے دو۔

اب سوال یہ ہے کہ:

- (۱) اس طرح جبراً قربانی کی کمال پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) اگر جبراً لے لیا تو اس پیش امام کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؟
- (۳) اور اسی طرح جو شخص جبراً لینے والے کی مدد کرے، اس مددگار کے حق میں کیا حکم ہے؟
- (۴) اگر کوئی شخص اس خیال سے کہ امام صاحب کو تنخواہ ملتی ہے، قربانی کی کمال نہ دے تو اس شخص پر امام صاحب کو حاضرین مجلس کے ساتھ غضب خدا پڑنے کی بددعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۵) اُس منصف مولوی صاحب کے حق میں جس نے حشر کے دن مواخذہ خداوندی کی ضمانت لے لی ہے، کیا حکم ہے، نیز منصف مولوی صاحب ایک مسجد کے پیش امام ہیں، اُن کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

(۶) جو شخص حق کو باطل کرے اس کے حق میں حکم شرعی کیا ہے؟

(۷) ایک کمال کئی مسکینوں کو صدقہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس شخص نے جھوٹ کہا کہ قربانی کی کمالیں اُس کا حق ہیں، شریعت مطہرہ نے کھالوں میں اتنے اختیار دئے ہیں، وہ صورت کرے کہ بعینہ ان کو باقی رکھ کر استعمال میں لائی جائیں، مثلاً مشک یا

ڈول یا کتابوں کی جلیں بنوائے، یا کسی ایسی ہی چیز سے جو باقی رکھی جاتی ہے بدل لے، مثلاً اُن کے بدلے برتن یا کتاب خرید لے، یا بعینہ کھال اپنے عزیزوں، قریبوں خواہ کسی غنی کو دے دے، یا مسجد یا مدرسہ دینی میں دے دی جائے، یا اُسے تقرب الی اللہ کے لئے بیچ کر اُس کے دام فقرا مساکین طلبہ و غیسر ہم مصارف خیر کو دیتے جائیں، خواہ ایک کو یا سو کو، یہ جو اس شخص نے کھا کہ ایک چمڑے کی قیمت یا ایک چمڑا دو کو دینا منع ہے، محض جھوٹ کہا، اور شریعت مطہرہ پر افتراء کیا، اور اس کا یہ کہنا کہ پیش امام کو جبراً لینے سے بھی گناہ نہیں، شریعت پر اس کا دوسرا افتراء اور ظلم کو عازر کرنا ہے، اور اس پر وہ سخت جرات کہ اُس پر جو ہذا ہو وہ اپنے ذمہ داری، عذاب الہی کو ہلکا سمجھنا اور معاذ اللہ کفر ہے، اس کی امامت جائز نہیں درہم پیش امام اگر کھالیں لینے پر جبر کرے اور اس سے باز نہ رہے تو یہ بھی فاسق ملعون ہے، اور اس کا امام بنانا گناہ، اور اس جبراً لینے میں جو اس کی مدد کرے وہ سخت شریک گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، حدیث میں ہے،

من مشى مع ظالم لم یغفر له وهو یعلم انه ظالم فقد جرد انفسه ظالم کی مدد کو چلا وہ اسلام سے نکل
خروج من الاسلام

گیا۔ (د ت)

اور جو شخص امام کو کھال نہیں دیتے خواہ وہ خواہ پاتا ہو یا نہ پاتا ہو اس میں ان پر کوئی شرعی الزام نہیں کہ امام کو دینا شرع سے واجب نہ کیا ہے، اگر کھال دے گا تو حق بھی دے گا، حق تکلفی ہوتی، اس پر جو امام نے اُس مسلمان کو وہ سخت بد دعا دی کہ وہ خود ہی مستحق غضب ہوا، العیاذ باللہ تعالیٰ کہ اس نے مسلمان کو ناحق ایذا دی، اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ بئہ جس نے بلا وجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے
مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے

اللہ عز وجل کو ایذا دی۔ (د ت)

والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵ از سنبل محلہ رحمن سرائے مدرسہ احمد علی صاحب ۹ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین اس مسئلہ میں کہ قربانی کے جانور کی کھال کے دام صاحب قربانی اپنے صرف میں
وے یا نہیں؟ اور قربانی کا گوشت کس طرح تقسیم کرے؟ اور قربانی کے چمڑے کو کتنی پیش امام دے یا نہیں؟

اور مسجد میں صرف کوسے یا در سز علم قرآن و حدیث میں، اور بڑی قربانی کی حجام اپنا حق کچھ کر سکتے تو دوسے یا نہیں؟

الجواب

قربانی کی کمال کے دام صاحب قربانی اپنے صفت میں نہیں دے سکتے۔ حدیث میں ہے،
 من باع حبلہ اضحیۃ فلا اضحیۃ لہ۔ جو اپنی قربانی کی کمال بیچے اس کی قربانی نہ چوتی۔
 مستحب یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے، ایک حصہ اپنا، ایک احباب کا، ایک مسکین کا۔
 پیش امام کا اس میں کوئی حق نہیں، دو تو اختیار ہے، لیکن اگر وہ اس کا نوکر ہے تو تنخواہ میں نہیں دے سکتا۔
 مسجد اور مدرسہ وغیرہ دونوں میں صرف کرنا جائز۔ حجام کا اس میں کوئی حق نہیں، دینے کا حقدار ہے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از موضع میوندی بزرگ ضلع بریلی مسئلہ سید امیر عالم حسین صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۴۷ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ قیمت جلود قربانی مسجد میں لگانا
 درست ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ فرش و چھت میں لگانا درست نہیں، یعنی جس جگہ سجدہ کیا جائے وہ
 جگہ قیمت جلود قربانی سے نہ بنانی جائے کہ وہ قیمت صدقہ سے اس جگہ سجدہ کرنا عام ہے، ہاں اس قیمت
 سے حدود و دیوار مسجد یا فسطاط وغیرہ بنایا جائے تو درست ہے، اور جس لئے ہیں کہ گناہ وغیرہ بنادیا جائے
 تو کچھ عرج نہیں نولہ مسجد میں جو یا اور کہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ گناہ بھی نہ بنایا جائے کہ وہ قیمت صدقات
 سے ہے کہ اس کے پانی سے وضو جائز نہ ہوگا اور نہ اس کا پانی پینے کے قابل ہوگا، تو جناب قبلہ سے امیدوار
 ہیں کہ اس کا ثبوت علامان کو کیوں نہ دیا جائے کہ قیمت جلود قربانی کس کام میں صرف کی جائے، آیا مسجد یا
 کنوئیں وغیرہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر قربانی کی کمال مسجد میں دے دی تو متولی کو اختیار ہے کہ اسے مسجد کے جس صفت میں چاہے صرف
 کرے، اور اگر مسجد میں دینے کی نیت سے خود اس کے دام کے تو وہ دام بھی مسجد کے سرکام میں صرف
 ہو سکے ہیں، ہاں اگر اپنے خرچ لاسنے کی نیت سے کمال بیچے تو یہ دام خبیث ہیں، مسجد میں نہ دے، نہ مسجد
 کے کسی کام میں صرف ہوں، بلکہ فقیر مسلمان پر صدقہ کئے جائیں و تحقیق السندۃ فی رسالت الصافیۃ
 السوچیۃ لحکمہ جلود الاضحیۃ (اس مسئلہ کی تحقیق ہمارے رسالہ الصافیۃ المویۃ لحکمہ جلود الاضحیۃ)

میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از جر میرہ ضلع فرید پور ڈاک خانہ خاص مرسلہ مولوی مفیض الدین صاحب قاضی

ارز فی قصہ ۱۳۳۷ھ

ما قولکم ونظر المسلمین بعدو مکرو حکمکم اللہ تعالیٰ انذیریں کہ تعمیر مسجد از چرم اخیجہ جائز است یا نہ، و تصدق بچرم اخیجہ از قبیل تطوعات است یا از واجبات، و در ادائے صدقہ واجبہ تملیک مشروط است، لہذا در ادائے صدقہ نافذہ تملیک مشروط است یا نہ؟

الجواب

صدقہ باطلاق عام در گرو تملیک نیست کہ لفظت بہ الاحادیث، لکثیرۃ و حقیقۃ فی قیادنا منہا قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اطعمت روجتک فهو لک صدقۃ، و ما اطعمت و لست لک فهو لک صدقۃ، و ما اطعمت حاتمک فهو لک صدقۃ، و ما اطعمت حاتمک و نظار و یحییٰ غرہ واجب است، و شک نیست کہ از قسم صدقہ است، و لہذا فقی را روا نیست، معہذا تملیک لازم مکررہ اند، اباحت دارد کہما مضوا عبہ قاطبۃ بر چرم اخیجہ رأساً، بیچ و قلیفہ از شرع معین نیست، رواست کہ باستعمال خود دارد یا بفقیری ہدیہ کند، پس اوجہی

مطلق صدقہ تملیک کا پانہ نہیں ہے جیسا کہ کثیر احادیث اس پر ناظر ہیں اور اس کی تحقیق بر آئے ہیں، ای میں کی ہے، ایک حدیث یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جو قرآن اپنی بیوی کو کھلایا صدقہ ہے اور جو قرآن اپنی اولاد کو کھلایا ہے وہ تیرا صدقہ ہے اور جو قرآن اپنے خادم کو کھلایا ہے وہ تیرا صدقہ ہے۔ بلکہ کفارہ صوم ظہار اور قسم واجب ہے اور شک نہیں کہ از قسم صدقہ ہے اسی لئے فقی کہ کھانا جائز نہیں اس کے باوجود تملیک لازمی نہیں ہے بطور اباحت دینا جائز ہے جیسا کہ تمام فقہار نے اس پر نص فرمائی ہے چرم قربانی پر تو کوئی شرعی حکم معین نہیں ہے خود استعمال کرنا جائز ہے یا کسی غنی کو ہدیہ کرنے تو شرعی مطالبہ کے

مطالعہ شرعیہ، صلہ صدقہ نیست، نہ واجب، نہ نافلہ،
 نہ عامہ نہ خاصہ، پس شرط تملیک فقیر زیادست
 بر شرع است، آری اگر بفقیر غنیہ صدقہ حاصل نافلہ
 شود، و ای معنی موجب آن نبود کہ چیزی کار آنجا
 بیجا روانیست، نہ ہی کہ زرے کہ بہ بنائے مسجد
 یا تکفین میت صرفت کنی، اگر بفقیر سے دہی، نیز
 صدقہ حاصل نافلہ بود، و ای معنی منع نہ کند از صرف
 زر در کار خود یا در کار غیر، بلکہ آنجا خود مطالعہ
 شرعیہ بود کہ بنائے مسجد محل حاجت، و تکفین میت
 ہر دو واجب است، و بصرف اضحی یا حرم او بکار
 دیگر اصلاً مطالعہ نیست تا گویند کہ مطلوب شرع صدقہ
 او بہست مضر قہر جو عمل میکند بہ صدقہ اش زنیار از
 شرع مطالعہ نیست، بلکہ ای جا سہ کار فرمودہ اند
 کلوا وادخروا وادعوا غریبہ، و براستہ
 حاجت بردارید، و بکار ثواب صرف کنید، و وادع
 ابوداؤد عن نبیۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 ایس سوّم خود جمیع میراث و مشروبات را شامل است،
 تعمیر مسجد نیز از ان است، پس بالیقین رواست
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

طوری ہرگز صدقہ نہیں ہے نہ واجب، نہ ہی نفلی،
 اور نہ عام نہ خاص، پس اس میں تملیک فقیر کی شرط
 کرنا شرع پر زیادتی ہے ہاں اگر فقیر کو دے گا تو
 خاص نفلی صدقہ ہوگا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقیر
 کے بغیر کسی کے لئے روا نہیں، دیکھئے جو زر آپ نے
 مسجد کی تعمیر پر کیا یا میت کے کفن پر خرچ کیا اگر فقیر
 کو دیتا تو وہ بھی خاص نفلی صدقہ ہو جاتا بلکہ وہ اس
 پھر کو مانع نہیں کہ آپ خود اپنے صرف میں یا کسی بھی
 کار غیر میں صرف کریں بلکہ مسجد کی تعمیر فروری ہو یا کفن
 دینے کی حاجت جو تو شرعی مطالعہ ہے اور یہ دونوں
 واجب ہو جاتے ہیں حالانکہ حرم قربانی کو کسی کام پر
 خرچ کرنے کا شرعاً کوئی مطالعہ نہیں ہے تاکہ یہ کہا جاسکے
 کہ اس کو صدقہ رہا شرعاً غلوب ہے، اس
 صدقہ کا مصرف تملیک کے بغیر نہیں ہو سکتا بلکہ شرع
 نے اس کو صرف کرنے کا کوئی بھی حکم نہیں دیا، ابوداؤد
 نے حضرت نبیۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
 کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کھاؤ
 ذخیرہ کرو اور ادا کرو، یہ قین کام کرنے کا حکم فرمایا
 جبکہ قیسرا حکم تمام نیکیوں اور ثواب والے مقامات
 کو شامل ہے اور مسجد کی تعمیر بھی نیکی کا کام ہے

لہذا اس کا مصرف تعمیر مسجد کے لئے بالیقین جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷۲ از ملا محمد اسماعیل ابن محمد رمضان در مسجد رگریزاں پالی تاریخ ۱۱ محرم ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ہم لوگ سب محلہ قربانی کی کھالیں ہمارے محلہ کی مسجد
 میں دیتے ہیں تاکہ مسجد کی ڈول، رسی و چراغ و حتیٰ میں امداد پہنچے، اور اگر سوائے ہماری مسجد کے اور جگہ ان

سے سنسن اپنی واؤد کتاب انضایا باب جس لحوم الاصحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۳

کی۔ وضاحت کر دے، تو اس کو ہم محمد سے خارج کر دیتے ہیں، عند الشرح ایسا کرنا کس حکم میں داخل ہے؟

الجواب

مسجد میں چم قربانی صرف کر دینا جائز ہے مگر واجب نہیں، دوسرا اگر اور کسی جائز صرف میں خرچ کرے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں، اس بنا پر اسے محلہ سے خارج کر دیا ظلم سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۳ از انبیٹہ تحصیل کنوڑ ضلع سہارنپور مسؤل سید مظفر صاحب ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹

علامہ ذی شان مسئلہ محررہ ذیل میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) زید پوست قربانی بعینہ مسجد میں دینے کو اور اس کی ضروریات میں خرچ کرنے کو جو وہ تنہا، مؤذن ہو یا دیگر جو کچھ مسجد، جائز کہتا ہے، اور نیز قربانی کرنے والے کو اپنے استعمال میں لانا، عاہ ذول با کر یا دیگر کسی طریقہ سے معتدا اپنے لئے تیار کرانے کو شرعاً حرام نہ کہنا، تو اسی ذول کو جو اس نے اپنے استعمال کے لئے تیار کر لیا تھا مسجد میں اگر دے دے تو زید کہہ کر اس کو جائز رکھتا ہے اور نہ ان دونوں امر کو ناجائز کہتا ہے، اور استدلال ہر دو کا کتب فقہ مثل ہدایہ و شامی کی جہات سے جیسا کہ عبارت پر یہ مفسر جمع المطابع صفحہ ۴۴ میں ہے،

و یصدق بعد هذا لانه جبراً علی ادیعوس
 وہ کہتے تسمیٰ فی البیت کا النعم والجواب
 یا اس کو غولام میں لاکر گھر میں خون یا تحصیل یا
 چھلنی وغیرہ بنائے الخواتم

زید کہتا ہے جبکہ پوست قربانی کی اشیاء قربانی کرنے والا اپنی ذات کے لئے تیار کر کر استعمال کر سکتا ہے، تو وہ ان کو مسجد میں دے دے تو کیا حرج ہے، مرد کہتا ہے کہ صدقہ فطر کے معنی تملیک بلا عرض ہے، تو مسجد میں پوست قربانی دینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ مسجد تملیک کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی، ایسے ہی شارع علیہ السلام نے پوست قربانی کی اشیاء تیار شدہ کو اپنے نفس کے لئے اپنے گھر میں استعمال کرنے کے لئے حکم فرمایا نہ کہ مسجد میں اسی شئی کو اپنی طرف سے دے دینے کو۔

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر کسی گائے وغیرہ کے سینک کے اوپر کا حصہ نیچے تک ڈٹا ہو تو ہاتھ میں تو مطلقاً مکسورۃ القرن کو جائز نہ کہتا ہے، اور شامی میں تفصیل اس طرز کو اگر کسر خیمک پہنچی تو ناجائز ہے، و نیز متاشش یعنی ردس عظام تک اگر کسر پہنچے تو ناجائز۔ تو جس جائز کا اوپر والا حصہ نیچے تک

اگر گیارہ جائز ہو گیا یا جائز ہوگا؟ یہ بتواتر ہوگا۔

الجواب

(۱) زید کا قول صحیح ہے، بیشک اسے امور بر و خیر میں صرف کر سکتے ہیں اور اپنے لئے ایسی چیز جو باقی رکھ کر استعمال کی جائے جیسے ڈول، مشک، کتاب کی جلد وغیرہ بنا سکتے ہیں اور اسے بدرجہ اولیٰ مسجد میں دے سکتے ہیں، تصدق جس میں تمبیک فقیر ضرور ہے، صدقات و اجر مثل زکوٰۃ میں ہے ہر صدقہ واجبہ میں بھی نہیں، جیسے کھار و حیام و ظہار و میمنہ کہ ان کے طعام میں تمبیک فقیر کی حاجت نہیں اباحت بھی کافی ہے، کمافی فتاویٰ القدر و عین عامۃ الکتب (فتح القدر وغیرہ عام کتب میں جیسا کہ موجود ہے)۔ چرم تر بانی کا تصدق اصل واجب نہیں، ایک صدقہ نافذ ہے، اس میں اشترط تمبیک کہاں سے کیا بلکہ ہر قربت جائز ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حکلو وادخروا وامتجروا۔ لکھا اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔
کیا مسجد میں دینا ثواب کا کام نہیں، امام زلیحی تبیین الحقائق میں فرماتے ہیں: ولانہ قدسہ کا تصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت سے ت) کیا مسجد میں دینا قربت نہیں، اور عجیب منطق یہ ہے کہ مسجد میں دینا تو جائز ہے کہ تمبیک فقیر ہوگی، اگر نہ ہو تو اپنے سرب میں رکھنا جائز اس میں تمبیک فقیر ہوگی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قرن اوپر ہی کے متھے کو کہتے ہیں، جو ظاہر ہوتا ہے وہ اگر کل ٹوٹ گیا حرج نہیں دلسنا چاہیے میں کسورۃ القرن کو جائز فرمایا، ہاں اگر اندر سے اس کی جزائفل آئی کہ سر میں جگہ خالی ہوگی، تو ناجائز ہے۔ رد المحتار کا یہی مفاد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۴۵ از تلمذ صلیع شاہ پھانپور محلہ ہندو پٹی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب

۲۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

مفتیان کرام ذوی الاحترام کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے، زید کہتا ہے کہ جلد قربانی و حقیقہ مسجد و مدرسہ کے صرف میں آسکتی ہے، مگر کا قول ہے کسی فقیر کو دی جائے وہ خرچ کر سکتا ہے

۱۔ فتح القدر کتاب الزکوٰۃ باب من یجوز دفع الصدق الی مکتبہ فوریرہ رضویہ سکھر ۲۰۹/۲
۲۔ سنن ابی داؤد کتاب الصغایا باب حبس لحم الاضانی آفتاب عام پریس لاہور ۳۳۲
۳۔ تبیین الحقائق کتاب الاشیئۃ المطبوعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۹۶

فکروادادخرواداشتخرد آ۔ مہوا
ایودادوغیرہ عن نبشۃ الہدی رضی اللہ
کھاؤ اور ادھار کھاؤ اور ثواب کا کام کر دو۔ اسے
ایوداد وغیرہ نے حضرت نبشۃ الہدی رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

مسجد و مدرسہ وغیرہ طہنت میں دینا بھی ثواب کا کام مثل اطعام اور اسی اثباجروا کے حکم میں
داخل ہے، ہاں اگر کوئی شخص اس کی جگہ اپنے صرف میں دینے کی نیت سے روپوں پیسوں کو بیچے تو بیشک
قیمت اس کے حق میں خبیث ہوگی،

لانہ جزء من القبول کما نصوا عنیہ و فی
حدیث المستدرک من باع جلد اضعیجۃ
کیونکہ یہ مالہ اری کا جزء ہے جیسا کہ انھوں نے نص
فرمائی ہے، اور مستدرک کی حدیث میں ہے، جس
نے اپنی قربانی کی کھال فروخت کی تو اس کی قربانی
نہیں (ت)

وہ قیمت و مسجد میں دے نہ مدرسہ میں فان اللہ طیب لا یقبل الا الطیب (اللہ تعالیٰ طیب ہے وہ فحش
طیب کو قبول فرماتا ہے۔ ت) بلکہ فقہاء پر تفسیر اہ تصدیق کرے کما هو حکم مال الطیب (جیسا کہ
ناپاک مال کا حکم ہے۔ ت) اور اگر وہ اپنے لئے بلکہ مدرسہ یا کسی خیر کی کو دینے کیلئے روپوں پیسوں
کو بیچے، خود یہ خواہ متولی مسجد و مدرسہ وکیل فقیر، بہر صورت جائز ہے، اور وہ دام مدرسہ و مسجد میں
صرف ہو سکتے ہیں کہ منوع قبول ہے نہ کہ قرب

وقد مر عن التبعین انہ قربۃ کالتصدقۃ و
تمامہ التحقیق فی رسالتنا الصافیۃ الموجیۃ
لحکم جلود الاصحیۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
تبیین سے گزرا کہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ بلکہ
تحقیق ہمارے رسالہ الصافیۃ الموجیۃ لحکم جلود
الاصحیۃ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

۲۰۹۶ھ انجمن اسلامیہ رانا دارڈ کاٹھیاوار

۲۰۹۶ھ مجتہد دہلوی امام اہلسنت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی! بعد تسلیم

۲۳/۲	۱۰ سنن ابی داؤد کتاب النضایا باب حبس لحم الاضامی آفتاب عالم پریس لاہور
۳۹۰/۲	۱۱ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر دار الفکر بیروت
۲۱۸/۲	۱۲ مسند امام احمد بن حنبل مسند البیہرہ المکتب الاسلامی بیروت
۹/۶	۱۳ تبیین الحقائق کتاب الاضحیۃ المکتبۃ الامیریۃ بولاق مصر

بعد تکرم و قد ہوئی عرض یہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) قربانی کے چمڑے کے پیسے جو معلم کہ مدرسہ کی دینی اور دنیاوی تعلیم پر مقرر کئے گئے ہیں آیا ان کو بطور مایانہ تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) قربانی کے چمڑے کے پیسے سے غریب اور تو نگر کے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے مدرسہ کیلئے عمارت بنانے کے کام میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) قربانی کے چمڑے کی آمد سے عمارت بنانا اس کا سود یا کرایہ کہ آئے، اس کے بچوں کی تعلیم میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) قربانی کے چمڑے کی آمد سے غریب یا تو نگر طلباء کو کتاب دے سکتے ہیں یا نہیں، منہ قرآن شریف وغیرہ بیٹنوا تو جسدوا۔

الجواب

اقول وبالله التوفیق ان فیما رجوا یم غریب قربانی کرتے ہیں کہ ابتداءً شرع معہ نے ان پر واجب فرمائی اس کی کمال میں یہ احکام ہیں:

(۱) وہ اسے باقی رکھ کر اپنے استعمال میں دینے میں شکیں نہ ہوں کہ شکیں نہ ہوں یا کتابوں کی حبس میں بنائیں بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وادخروا (سورہ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ "اور ذخیرہ کرو"۔ ت)

(۲) اپنے استعمال کے لئے اس سے وہ چیزیں خرید سکتے ہیں جو باقی رکھ کر استعمال ہوتی ہیں، جیسے برتن، کتابیں وغیرہ یا فاقہ البذل کی قیام البذل سے (بدل کا قیام بدل کے قیام کی طرح ہے۔ ت)، درمختار میں ہے:

یتصدق بحدھا، او یعمل منہ نحو غریبال کمال کا صدقہ کرے یا خود غریبال، تھیلہ، مشکیزہ، و حراب و قربة و صفرۃ و دلو او یدلہ بما خواں یا دلو بنائے یا ایسی چیز سے تبادلہ کرے جس کو باقی رکھ کر وضع حاصل کرتا رہے، جیسا کہ ینتقم بہ یا قیا کما مر۔

گزرا۔ (ت)

(۴) اسے اپنے لئے دامن کو نہیں بیچ سکتے، اگر بھیجیں تصدق کریں کہ اسے سبیل میں حصص

لے سنن ابی داؤد کتاب البیہاب باب حبس لحوم الضعیفہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۳
لے درمختار کتاب الاضحیہ مطبع مجتہدانی دہلی ۲/۲۳۳

دوجہ نجیث (نجیث طریقہ سے حاصل شدہ کا یہی حکم ہے۔) رد المحتار میں ہے ،
 تصدق بالدمماہم فیما لو امدلہ بہت اگر اسے درہم سے بدلا تو درہم کو صدقہ کرے (ت)
 یہاں تک کہ اگر داموں کو بیچے پھر چاہے کوئی داموں سے کوئی چیز ایسی خریدے جس کی خرید جائز
 تھی ، جیسے برتن وغیرہ ، تو اب اس کا اختیار نہیں ، وہ دام تصدق ہی کرنے ہوں گے۔ غلطادی علی الدر المختار
 میں ہے ،

قولہ بسانتفع بعینہ ، غلط ہے ، لایجوز بیعہ بدراہم ثم یشتري بها ما ذکر فیہ اس کا ظاہر یہ ہے کہ کھال کو درہم کے عوض
 فروخت کر کے پھر درہم کے ساتھ کوئی چیز خریدنا جن کو ذکر کیا ، جائز نہیں (ت)
 رد المحتار میں ہے ،

وینفیدہ ما ذکرہ عن البدائع فیہ اس کا فائدہ دے گا جو ہم بدائع کے حوالہ سے
 ذکر کریں گے۔ (ت)

(۴) یوں ہی اپنے لئے کسی ایسی چیز سے بیچیں جو خرچ ہو کر کام میں آتی ہے ، جیسے کھانے پینے
 کی چیزیں ، یہ ناجائز ہے ، اور ان کی قیمت تصدق کر لی ہوگی۔ در مختار میں عبارت مذکورہ ہے ،
 لا یستھلک کھنڈی و نعم و نحوه کدرہم ہلاک ہونے والی چیز کے عوض نہیں جیسے سرکہ گوشت
 ذن میع اللحم او الجلد یہ اعلم بستمھلاک وغیرہ مثلاً درہم ، تو اگر گوشت یا کھال کو ایسی
 امداد راہم تصدق بشمنہ ینک ہلاک ہونے والی چیز سے یا درہم کے عوض فروخت
 کیا تو اس کی قیمت صدقہ کرے۔ (ت)

(۵) اسے باقی رکھ کر یا باقی رہنے والی چیز سے بدل کر اسے کرائے پر نہیں دے سکتے ، مثلاً کھال
 کی مشک بنائی یا اس سے کوئی برتن فرمایا ، اور اس مشک یا برتن کو کرایہ پر دیا ، یہ ناجائز ہے ، اس
 کو اسے کو تصدق کرنا ہوگا۔ در مختار میں ہے ،

۲۰۹/۵	داراجیاء التراث العربی بیروت	کتاب الاضیحة	رد المحتار
۱۶۲/۴	دار المعرفۃ بیروت	کتاب الاضیحة	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار
۲۰۱/۵	داراجیاء التراث العربی بیروت	"	رد المحتار
۲۳۴/۲	مطبع مجتہدائی دہلی	"	رد مختار

لَا يُؤْجِرُهُ قَاتٌ فَفَعَلَ تَصَدَّقَ بِالْأَجْرَةِ يَلْ
 عَادَى الْقَاوِي، قَاوِي ظَهِيرِي، پھر در تہمت، پھر رد المختار میں ہے،
 وَفَعَلَ الْجَدُّ جَرَاءً وَاجْرَهُ لَمْ يَجْزْ، اگر کمال کو تھیلانا یا اور اجرت پر دیا تو اجرت کو
 وَعَلَيْهِ التَّصَدَّقُ بِالْأَجْرَةِ يَلْ صدقہ کرے، اجرت لینا جائز نہیں۔ (ت)
 (۶) اپنے اوپر کسی آتے ہوئے کے بدلے میں، مثلاً فخر کی خواہ یا کسی کام کی اجرت میں نہیں دے سکتے
 فَإِنَّهُ إِضَافِي مَعْنَى الْبَيْعِ لِلتَّمَوَلِ (کیونکہ یہ بھی تمول کے معنی میں ہے۔ ت، رد مختار میں ہے،
 لَا يُعْطَى أَجْرُ الْجَزَارِ مِنْهَا لِأَنَّهُ كَبَيْعٍ يَلْ قصاب کو اجرت میں نہ دے کہ کیونکہ یہ بیع کی طرح
 ہے۔ (ت)

کفایہ، پھر رد المختار میں ہے،

لَا تَكْلَامُ مِنْهَا مَعَاوِضَةٌ لِأَنَّهُ إِذَا عُلِيَ الْجَزَارُ
 بِمُقَابَلَةِ جَزَرَةٍ، وَالْبَيْعُ مَكْرُوهٌ فَكُلُّ مَا فِي
 مَعْنَاهُ۔ کیونکہ یہ دونوں معاوضہ ہیں کیونکہ قصاب کو اس
 کی مزدوری کے عوض دے گا، اور بیع مکروہ ہے
 تو اس کا ہم معنی بھی مکروہ ہے۔ (ت)

(۷) پوشی اپنی زکوٰۃ کی نیت سے فقیر کو نہیں دے سکتے لہذا یہاں معنی البیوع بالدرہم
 (کیونکہ یہ بھی درہم کے بدلے بیع کے معنی میں ہے۔ ت) اور اگر دیں گے فقیر اس کا مالک ہو جائیگا
 اور زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ فقیر پر شرح نقایہ قسمتانی پھر ابن عابدین علی اللہ میں ہے،
 إِذَا دَنَعَ الْحَمِيمُ إِلَى فَقِيرٍ بِنِيَّةِ الزَّكَاةِ لَا يَحْسَبُ جب فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے گوشت تو فی ہر الروایۃ
 عَنْهَا فِي ظَاهِرِ السُّوَيْتَةِ میں زکوٰۃ نہ ہوگی۔ (ت)

(۸) فقراء کو دینے کی نیت سے دامنوں کو بھی بیچ سکتے ہیں کہ یہ اپنے لئے تمول نہیں، تبیین الحقائق
 پھر غلگیریہ میں ہے،

۲۲۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	کتاب الاضحية	سکھ در مختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سکھ رد المختار
۲۳۲/۲	مطبع مجتہائی دہلی	"	سکھ در مختار
۲۰۹/۵	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	سکھ رد المختار
۲۰۹/۵	"	"	سکھ رد المختار

لا یبغیه بالدرہم لیفق الدرہم علی نفسه و عیالہ ، ولو باعہا بالدرہم لیتصدق بہا جائز لانہ قریۃ کا تصدق

درہم کے عوض اپنے یا اپنے عیال پر خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اگر درہم کے عوض فروخت کیا درہم کو صدقہ کرنے کے لئے، تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ (ت)

(۹) غنی کو بیہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنا تمول نہیں، پھر اس غنی کو اختیار ہے چاہے دامنوں کو بیچ کر اپنے خرچ میں لائے چاہے کسی کی اجرت یا تنخواہ میں دے چاہے اپنی زکوٰۃ میں دے، اور اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کہ اب حکم اضمحیہ منقطع ہو گیا، وہ اس کی ملک ہے جو چاہے کرے،

فقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہولہا صدقۃ ولنا ہدیۃ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ اس کے لئے صدقہ اور ہمارے لئے ہدیہ ہے۔ (ت)

فقہ پیر جامع الرموز پھر رد المحتار میں عبارت مذکورہ ہے،

لکن اذا دفع لغنی ثم دفع الیہ نیتہا یحب ہ ای دفع المہرب لہ منیۃ الزکوٰۃ جائز واجزا۔

لیکن اگر غنی کو دیا اور غنی نے اپنی زکوٰۃ میں دیا تو زکوٰۃ شمار ہوگی، یعنی مہرب لہ اپنی زکوٰۃ کی نیت سے دے تو جائز ہے۔ (ت)

(۱۰) مسجد میں دے سکتے ہیں،

فقلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و انتجروا ردۃ ابو داؤد عن نبیۃ الہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر کہ اجر کماؤ۔ اس کو ابو داؤد نے حضرت ہذیل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

پھر مہتممان مسجد کو اختیار ہے کہ اسے بیچ کر مسجد کے جس کام میں چاہیں لائیں اگرچہ امام یا مؤذن یا فراش کی تنخواہ میں،

لانہ صار ملک للمسجد کمسألة الغنی المذكور فی نقطہ حکم الاضحیۃ۔

کیونکہ مسجد کی ملک ہو گئی جس طرح غنی والا مذکور مسئلہ، تو قربانی کا حکم ختم ہو گیا۔ (ت)

سے تبیین الحقائق کتاب الاضیحة ۶ و فتاویٰ ہدیۃ کتاب الاضیحة الباب السادس ۵/۳۰

سے صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقة علی موالی ازواج النبی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰۲

سے رد المحتار باب الاضیحة دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۰۹

سے سنن ابی داؤد کتاب الاضیحة باب حبس لحوم الاضاحی کفتاب عالم پریس لاہور ۴/۳۳

(۱) مدرسہ دینی میں مذہبی کہ وہ قربت نہیں، اور مدرسہ سنی مدرسہ دینی اگر اس کے فکر ہیں جن کی تنخواہ اس پر واجب ہوتی ہے اس میں نہیں دے سکتا کہ یہ اس پر آتا ہے، ورنہ محکم مدرسہ کو دے دے وہ تنخواہ میں دے، یا جس کار دینی مدرسہ دینی میں چاہے صرف کرے۔

(۲) مدرسہ دینی کی عمارت میں خرچ کر سکتا ہے کہ قربت ہے۔

(۳) لا الہ الا اللہ سود حرام قطعی ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ سود کھانا شتر بار اپنی ماں سے زنا کرنے سے بدتر ہے۔ ہاں جو عمارت کا ذخیرہ تعلیم علم دین کے لئے وقف کریں کہ اس کے گمراہ سے وہ کار خیر جاری ہو، اس کی تعمیر میں صرف کر سکتا ہے۔

(۴) اسے کتابوں سے بدل کر طلبہ کو دے سکتے ہیں، اگرچہ وہ طلبہ غنی ہوں کہ کتاب باقی رہ کر کام آتی ہے اور ایسی چیز کے عوض اپنے لئے بیچا جائز ہے، طلبہ کے لئے بدرجہ اولیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۰ مدرسہ حافظ محمد حسین صاحب مدرس تلمیذ مولوی رشید احمد صاحب گسگوہی

ہفتم ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت پوست قربانی کو تنخواہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ بیتنا وجہروا۔

الجواب

جو مدرسہ تعلیم علوم دینیہ کے لئے چندہ سے مقرر ہوا اس میں قربانی کی کمال خواہ بیچ کر اس کی قیمت بھیجنا کہ مصارف مدرسہ مثل تنخواہ مدرسین و خوراک طلباء وغیرہ میں صرف کی جائے، مذہب صحیح پر جائز ہے کہ ایسے مدارس کی اعانت قربت ہے، اور قربات میں صرف کرنے کے لئے گوشت پوست قربانی بیچنے کی مطلقاً اجازت ہے،

بنیہ میں ہے کہ اپنے اور اپنے خیال پر درہم خرچ کرنے کے لئے فروخت نہ کرے اور گوشت بمنزلہ کمال ہے صحیح قول میں، اور درہم فقیر کو صدقہ کرنے کی غرض سے فروخت کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ یوں تبیین

فی الہدیۃ لا یمنع بالدرہم لیتفق
الدائم عن نصفه وخیالہ، والحمد
بمنزلۃ الجلد فی الصحیح، ولو ہما
بالدرہم لیتصدق بہا حیث کہامہ
قربۃ کالتصدق، کذا فی التبیین

معنی لاعانہ علم الدین میں قربت ہونے کے منافی نہیں، جیسے سقائے سقاہ و تودائی مسجد کی اجرت؛
 وقد فصل القول فیہا قیاساً فی
 المسئلة رسالة كامة كامة سبیتھا
 "الصافية الموجية لحكم حلود الاضحية"
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

(اعلم۔ دت)

مسئلہ ۲۸۶ از طالب پور ضلع مرشد آباد کوٹھی راجہ صاحب مسئلہ محمد جان صاحب محمد
 ۶ رمضان مبارک

پچھے فرمایند علمائے شریعت غزالی اور ابن مسعود
 کہ اگر چرم اصحابی بتویان مدارس دینیہ تبلیغ
 دارہ شود و ایساں بصوابہ خود یا باشارہ
 استشارة و ہند گان چرم اور دارہ ضروریات مدرسہ
 صرف نمایندگے از جواز دار دیانہ؟ بیتسوا
 توجروا۔

روشن شریعت کے علماء کیا فرماتے ہیں اس
 مسئلہ میں اگر چرم قربانی دارسی کے متولیوں کو تملیک
 کر دی جائیں اور وہ اپنی صوابدید پر یا دینے والوں
 کے مشورہ سے مدرسہ کی ضروریات میں صرف
 کریں تو جواز کی صورت ہے یا نہیں۔ بیان
 کرد اجہر پاد۔ لٹ،

الجواب

در جواز بعد اراقبہ دم و اقامت قربت صورت
 مذکورہ جائے سخن نیست، متویان اگر فقراء
 باشند این تملیک تصدق باشد ورنہ ہر یہ،
 و بیچک ازینہا در اجزائے اضحیہ ممنوع نیست،
 فی النقیۃ و شرحہا للبرجندی
 یہب من یشاء علی سبیل التعلیق
 فقیرا و غنیاً، آنچه کہ ممنوع و مکروہ است
 بیع بر وجہ تمول ست لحدیث
 من باع اصحیتہ فلا

قربانی کے خون بہا دینے اور قربت قائم کر دینے
 کے بعد مذکورہ صورت کے جواز میں کوئی شبہہ
 نہیں ہے، متولی حضرات اگر خود فقیر ہوں تو ان پر
 صدقہ ہو گا ورنہ ہر یہ ہو گا، ان میں سے کوئی بھی
 قربانی کے اجزاء میں ممنوع نہیں ہے۔ نعیاد اور
 اس کی شرح برجندی میں ہے جس کو چاہے دے کہ
 مالک بنا کر فقیر کو خواہ غنی کو اور منع صرف تمول کے
 طور پر فروخت کرنا ہے اس حدیث کی بناء پر
 کہ جس نے قربانی کی کھال فروخت کی اس کی

الضحیۃ للہ۔ رواہ المحاکم فی المستدرک و
 البیہقی فی السنن عن بنی ہریرۃ رضى الله
 تعالى عنه عن النبی صلی الله تعالى
 علیه وسلم، و پیداہت کہ ہریرہ از بیج حنیفہ
 نباشد، بالجملہ ایں مبنی خود در حکم اضحیہ رواست،
 و جلد بالاتراز و نیست، بالاتفاق، و فی الہدایۃ
 و الکافی و التبیین و غیرہ اللحم
 بمنزلۃ الجبد فی الصحیحہ، باز
 آن گاہ کہ جلد بتلیک مضعی در ملک متولی آمد،
 حکم اضحیہ ختمی شد، متولیان را ہرگز نہ
 تعرف و در روا باشد لحصول المطلق
 و انتہاء الحاجز، و ذلک قولہ
 صلی الله تعالى علیہ وسلم
 فی اللحم المتصدق بہ علی بیویرۃ
 مرضی الله تعالى عنہا ہولہما
 صدقۃ و لنا ہدیۃ، رواہ البخاری
 عن امر المؤمنین مرضی الله تعالى
 عنہا، ازینجا سست کہ اگر کسے لحم اضحیہ
 خودش بہ نیست زکوۃ بر فقیر تصدق کند
 زکوۃ ادا نشود، و اگر بغنی ہریرہ داد و ادا از
 زکوۃ خویش بہ دست فقیر نہاد زکوۃش ادا شود،
 زیرا کہ حکم اضحیہ بآن ہریرہ پایاں رسید، حال ایں چہ

ملہ المستدرک

کتاب التفسیر

ملہ الہدایۃ

کتاب الاضحیۃ

ملہ صحیح البخاری

کتاب الزکوۃ باب الصدقۃ علی موالی از دلج النبی

تہذیب کتب خانہ کراچی

قربانی نہیں، اسس کو حکم نے مستدرک میں اور بیہقی
 نے اپنی نسخی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ سے اور انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 سے روایت کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ ہریرہ فروخت
 کی قسم نہیں ہے، خلاصہ یہ کہ قربانی کے گوشت میں
 بھی یہ معنی موجود ہے جبکہ کمال اسس سے ام نہیں
 ہے بالاتفاق، اور ہریرہ، کافی اور تبیین وغیرہ میں
 ہے کہ گوشت کمال کے حکم میں ہے صحیح قول میں،
 پھر جب کمال قربانی دینے والے کی طرف سے
 متولی کی ملک کر دی گئی تو قربانی کا حکم تام ہو گیا، متولی
 حضرات کتب ہر طرح اسس میں تصرف کا اختیار ہے
 مخالفت ہونے اور اجازت پانے جانے کی وجہ سے
 اور یہ اسس طرح کہ حصہ علیہ الصدقۃ والسلام کا
 ارشاد اس گوشت کے متعلق جو حضرت ہریرہ رضی اللہ
 تعالیٰ عنہا کو صدقہ ملا کہ وہ اس پر صدقہ ہے اور
 ہمارے لئے ہریرہ ہے اس شیعہ کو بخاری نے حضرت
 ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
 کیا ہے اسی سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ اگر قربانی کا
 گوشت فقیر کو زکوۃ میں دے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی اور
 اگر غنی کو ہریرہ کے طور پر دیا اور اسس نے وہ زکوۃ میں
 دے دیا تو زکوۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ غنی کو ہریرہ دینے
 سے قربانی کا حکم تام ہو گیا اور اب غنی کے لئے یہ حلو کہ

۳۹۰/۲

دار الفکر بیروت

۳۳۸/۴

مطبع یوسفی مکہ

۲۰۲/۱

ست از آن آن غنی در رنگ سائر مخلوقات او کہ با آنها
ہر چہ خواہ کند فی رد المحتار اذا دفع اللحم الى
فقير بنية الزکوة لا يحسب عنہا فی ظاہر
الروایۃ، لکن اذا دفعه لہ فی ثم دفع الیہ بنیتہا
یحسب۔ پس اگر ایشان در بی صورت قرب استہلاک
کردندے، بیع مانع نبودے کہ آنکہ قبول کرد مضی
نبود، و آنکہ مضی بود قبول نہ کرد، کما اذا تصدق
به علی فقیر فباعه مدسراہم لتعقته، ایں جا
کہ صرف ہم یا مور قربت ست، و قربت خود یکے از
مصارف اضحیہ است لقولہ صلی اللہ تعالی علیہ
وسلم و انت حروا، رواہ ابو داؤد عن نبی
یہذلی رضی اللہ تعالی عنہ، و من فقیر
در فتاویٰ خود بقدر کفایت در رسد
"الضامیۃ الوجیۃ حکم حدود الاصلیۃ"
بما لا مزید علیہ تحقیق نمودام کہ اگر مضی بخودی خود
بے تکلیف تملیک بدیگر سے جلد اضافی یا بچو امور قربت
صرف نماید مخدور سے نیاید، لا حرم ایں صورت
اولیٰ بکار است کما لا یحیی علی اولیٰ النہی،
و اللہ سبحنہ و تعالی اعلم۔

قرار پائی۔ رد المحتار میں ہے جب قربانی کا گوشت
فقیر کو زکوٰۃ کی نیت سے دیا تو ظاہر الروایۃ میں زکوٰۃ
میں شمار نہ ہوگا، لیکن جب غنی کو دیا اور غنی نے فقیر
کو اپنی زکوٰۃ میں دیا تو غنی کی زکوٰۃ ادا ہوگی، اگر
قربانی واسلہ کمال کو قربت کے علاوہ بھی صرف کریں
تو کوئی مانع نہیں ہے کیونکہ قربانی والا قبول نہیں سنا
اور قبول واسلہ نے قربانی نہ بنائی مثلاً جب فقیر پر صدقہ
کیا اور فقیر نے دراہم کے عوض فروخت کر دی قربان
کمالی قربت میں صرف ہوئی جبکہ قربت لود احکام قربانی
سے ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسس
ارشاد کی بنا پر کہ ثواب کماؤ، اس کو آپو داؤد نے
حضرت نبی الہندی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت
نہ ہے اور ک غیر نے اپنے فتاویٰ میں بقدر
کفایت اور رسالہ "الضامیۃ الوجیۃ حکم حدود الاصلیۃ"
میں انتہائی بیان کر دیا ہے کہ اگر قربانی والا خود بلا واسطہ
تملیک دوسرے کو خود صرف کرے تو کوئی حرج
نہیں ہے تو یہ صورت بطریق اولیٰ جائز ہوگی،
جیسا کہ صاحب فہم پر مخفی نہیں ہے۔ واللہ
سبحنہ و تعالی اعلم (د)

مسئلہ ۲۸۳۳ از سہرام ضلع مرسلہ حکیم سراج الدین احمد صاحب ۲، جمادی الآخرہ ۱۳۲۶ھ
قیمت کمال قربانی جو پہلے سے بیوہ و بیس، یتیم و بے بس، مسکین سکناے جبار و اقریبے دیار
پر تقسیم ہوتی، و مساجد کے فرش، جاماز، روشنی، ڈول، رشتی و جھاڑو وغیرہ کے مصارف میں صرف،

سے رد المحتار کتاب الاضحیۃ وادایار التراث العربی بیروت ۲۰۹/۵
سے سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲/۲

ہوا کرتی تھی جس کو اہلیانِ مدرسہ ناجائز مشہر کرا کے اب مسلم کھان یا نکل قیمت باعوانِ اہلیانِ مدرسہ باعوانِ بیانِ واعظین داخل مدرسہ ہو جاتی ہے، اور مسکینانِ محروم رہتے ہیں، ستم ہے یا نہیں؟ اور اہلیانِ و مہتممانِ مدرسہ کو اس رقم کا لینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حرمِ قربانی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اسے بغیر بیع اپنے کسی صرف میں لائے تو لا سکتا ہے، مثلاً کتابوں کی جلدیں سائے یا مشک، ڈول بنواسے، اور ایسے ہی کاموں کے لئے کسی غنی کو ہدیہ بھی دے سکتا ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اسے مصارفِ خیر میں صرف کرے، مثلاً یتامی و یرکاک و مساکین کو دیں یا مساجد کے مصارفِ مستقبہ میں صرف کرنا یا سستی مدارس وغیرہ میں امدادِ علم دین کے لئے دینا، یہ سب صورتیں جائز ہیں لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کلاوا وادخروا وادعوا وادعوا (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی بنا پر کہ کھاؤ، ذخیرہ بناؤ اور ثواب کماؤ۔) ان میں سے جن میں زیادہ مناسب اور حاجتِ وقت کے ملائم جانے صرف کرے، کسی صورت کو ظلم نہیں کہہ سکتے، ہاں قیوں اور موادوں در مسکینوں کو دینا ناجائز بتائے وہ ظلم کرتا ہے کہ یہ اس کا شریعتِ مطہرہ پر افتراء ہے، یونہی اگر کچھ دے اپنے یہاں کی کھالیں حاجتمند قیوں، یراؤں، مسکینوں کو دین چاہیں گراں کی صورت میں، وائی یہی ہوا اسے کوئی وعظ یا مدد داروں کو کہ مدرسہ کسے لئے ہے تو یہ اس کا ظلم ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۸۰۰۰ بقعدہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علامہ دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک غریب شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوئی، وہ اس قابل نہیں ہے کہ حقیقہ کرے ساتھ قربانی کے، مگر بسبب سنت ادا ہونے کے اس کو کسی شخص نے کچھ عطیہ کیا تھا اس کو فروخت کر کے اس نے قربانی کی، اور اس کے پاس کسی طرح کا مقدور نہیں ہے، اور اس قربانی کی کمال کے دام اپنے خرچ میں لانا جائز ہے یا ناجائز؟ جینواتر جروا۔

الجواب

حقیقہ کے احکام مثل اضمحیہ میں، اس سے بھی مثل اضمحیہ تقرب الی اللہ عزوجل مقصود ہوتا ہے، اور جو چیز تقرب کے لئے رکھی گئی وہ قولی یعنی اپنا مال بنانے سے محفوظ رکھنا چاہئے، کھال بھی جائز کا جزو ہے، تو داموں کو بیچ کر اپنے صرف میں لایا جیسا کہ اضمحیہ میں ناجائز ہے، یہاں بھی ضرورتاً مانع سبب ہونا چاہئے

کو رجوع عن التقرب نہ ہو، ہاں اُس سے کتاب کی جملہ یا مشک، ڈول بنا کر اپنے صرف میں لاسکتا ہے یا اسے کسی محتاج کو دے دے، پھر اس سے خفیف قیمت کو اس کی مرضی سے خرید کر دوسرے کے ہاتھ پوری قیمت کو بیچے۔ ہذا ما ظہری (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۸۵ از تکرر، محلہ بند و پٹی، ضلع شاہجہاں پور۔ مرسلہ مولانا مولوی ضیاء الدین صاحب مدظلہ
۲۵ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قیمت جلد قرآنی یا عقیقہ براہ راست مسجد یا مدرسہ دینیہ میں صرف کی جاسکتی ہے، یا تمہیک مسکین کی ضرورت واقع ہوگی، بیتوا بالذلیل و قو حیسودا بالاجرا الجذیل (ذیل کے ساتھ بیان کرو اور کثیر اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

ہاں جلد براہ راست صرف کی جاسکتی ہے۔

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لما فرما: وان تجسدوا۔ احمد وثواب حاصل کرو۔ (ت)

اور اگر مسجد و مدرسہ میں دینے والے دوسروں کو روخت کی قوم بھی براہ راست صرف کئے جاسکتے ہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے، لانه قربة كالتصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) ان صورتوں میں تمہیک مسکین ضروری جاننا شرع مطہر میں زیادت کرنا ہے جس پر کوئی دلیل نہیں، تو اپنی طرف سے ایجاد ایجاب ہوا، ما انزل الله بها من سلطان (اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نہ فرمائی۔ ت) ہاں اپنے خرچ میں لانے کے لئے دامنوں کو نیچے تو اس کی سبیل تصدق ہے کہ ملک خبیث ہے بڑبڑا ہوا مدرسہ مسجد میں نہ دے، فان الله طيب لا يقبل الا الطيب (میشک اللہ تعالیٰ طیب ہے اور صرف طیب کو قبول فرماتا ہے۔ ت) اس سوال کا جواب پہلے فتویٰ میں نظر نہ آنا عجیب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۔ سنن ابی داؤد کتاب الصلوات باب حبس لحوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۶

۲۔ تبیین الحقائق کتاب الاضاحی المطبعة الکبری الامیریہ بلاق مصر ۹/۶

۳۔ القرآن الحکیم ۲۳/۵۲

۴۔ مسند امام احمد بن حنبل عیابی ہر روز رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۷۸/۶

مسئلہ ۲۸۶ از کانپور مرسلہ مولوی سلیمان صاحب

قربانی کے چڑا کاروپہ مسکینوں کو نہ دے بلکہ اس روپیہ سے فوائد عوام کے واسطے کتب خانہ میں قرآن شریف و کتب عربیہ و فارسیہ و انگریزی و ہنگلہ وغیرہ خرید کر کے رکھا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے جبکہ وہ دینی کتابیں ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۷ از بارہنگی مسئلہ ریاض حسین ناظم انجمن نور الاسلام ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی کی کھان کی قیمت ایک ایسی انجمن میں جس کے اغراض و مقاصد دستور العمل غلطک سے واضح رائے عالی ہونگے، صرف ہو سکتی ہے؟

الجواب

مقاصد کے عام الفاظ ہمیشہ دل خوش کن ہوتے ہیں، اعتبار واقع کا ہے، اگر یہ انجمن حقیقتہً اہلسنت کی ہے، جن کے مقاصد و بائیت و دیوبندیت وغیرہ ماضیات سے پاک ہیں اور بچوں کو اسی مذہب حق کے مطابق تعلیم ہوتی ہے، تو بیشک حرم قربانی اس میں صرف کرنے کو دیا جاسکتا ہے، اور اس کے معارف کے لئے بیچ کر قیمت بھی اس میں دی جاسکتی ہے۔ تبیں المتقین امام زلیحی میں ہے، لکنہ قربانہ کالتصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرف قربت ہے۔) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۸ از چٹانہ سبستی، اشرف منزل مرسلہ سید محمد فرید الدین صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر ٹٹنہ میں ایک انجمن جس کا نام صفا المساجد ہے قائم ہوئی ہے، اس کا مقصد محض مرمت مساجد و تعمیر مہندم مسجدوں کی ہے، اس انجمن میں تمام ائمہ و غریبار علی قدر مراتب واسے در سے امداد کرتے ہیں، اب یہ انجمن چاہتی ہے کہ حرم قربانی عید الاضحیٰ بھی اس کی مدد میں شامل کیا جائے اگر حرم قربانی عید الاضحیٰ یا قیمت حرم اس انجمن میں دیا جائے تو جائز ہے یا ناجائز؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے، قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و انت جبرؤا ر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نرمی و عالمگیری میں ہے، لاہ قریۃ کا تصدق (کیونکہ یہ صدقہ کی طرح قربت ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۸۹ از قصبہ کٹرہ، تحصیل کٹرہ، ضلع شاہجہانپور محلہ مرغی، مسلسل عہدہ افتخار خان

۱۵، ربیع الاول شریف ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں نے اگلے سال گائے قربانی کی تھی، اس کی کھان فروخت کر کے اور وہ درجہ میں نے نہ کی راہ میں اس لاج پر خیرات کیا کہ کھانا پکایا اور بھوکوں کو تقسیم کیا اور بھوکوں کو عزم میں چھٹی ملی، اور ادھر ادھر نہیں ملی، تو مجھ سے دو چار لوگوں نے کہا یہ بیچارہ خرچ کیا، اس کا عذاب تا قیامت تجھ کو ہوگا، اس واسطے کہ تم نے عزم میں اماموں کو خیرات دی، تم کو چاہئے کہ مسجد میں یا اسلامیہ مدرسہ میں خرش دے دے، یا یہاں ایک فقیر صاحب ایک پرکار عرس کرتے ہیں ان کو دیا ہوتا، تو تم کو تا قیامت ثواب ہوتا، اور تم عذاب میں داخل ہو گئے یا حضرات کو یہ جواب دے ہوئے تو ثواب ہوتا۔

جناب! یہاں اسلامیہ مدرسہ میں سرکاری انتظام ہے، اور مسجد میں بھی بہت خرش تھے، اس وجہ سے بھوکوں کو کھلا دیا میں نے اچھا کچھ کر، اور آپ کا حال نہیں معلوم تھا کہ جناب کو کٹرہ والے روپیہ روانہ کر دیا کرتے ہیں، خیر مجھ سے خطا ہوئی، اب جو حضرت ارشاد فرمائیں وہ فدویہ کر سے، یا تو اگلے سال کا خرچہ دے یا اس سال کا بھی دیتے ہی چپ کر دے۔ مجھ کو کٹرہ میں چپ ہو گی۔ بیٹھنا تو جبرودا

الجواب (فدویہ مدرسہ نسواں اسلامیہ کٹرہ)

آپ نے بہت اچھا کیا کہ مساکین کو کھانا کھلوا دیا، یہ بہت بڑے ثواب کی بات ہے نہ کہ عذاب کی، ان لوگوں کا کتنا محض غلط ہے، خیرات مولیٰ تعالیٰ کے نام پر ہوتی ہے اور اس کا ثواب اماموں کی اور بچ پاک کو پہنچا سکتے ہیں، اور وہ ان پر تصدق نہیں بلکہ ان کی نذر ہے، یہ فقیر بفضل تعالیٰ غنی ہے اموال خیرات نہیں لے سکتا، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اجاب اچھے مصارف میں صرف کرنے کیلئے زکوٰۃ و صدقات کے اموال بھی بھیجتے ہیں کہ اپنی راستے سے مصارف خیر میں صرف کروں، اور وہ بفضل تعالیٰ صرف کر دے جاتے ہیں، زکوٰۃ اُس کی جگہ اور دیگر صدقات ان کی جگہ یوں یہ فقیر بھی ان اجناس کا شریک ثواب ہو جاتا ہے کہ صدقہ اگر سو یا تین سو پانچ لاکھ کا سب کو ثواب ملے گا، ایک روٹی کا ٹکڑا کہ زید کے مال سے پکا، اور زید کی بی بی نے خادمہ کے ہاتھ دروازہ کے سسائی کو بھیجا، تو زید جس کا مال ہے، اور بی بی جس نے بھیجا، اور خادمہ جس نے جا کر فقیر کو دیا تینوں یکساں شریک ثواب ہیں، اور مولیٰ تعالیٰ کا فضل

ہست بڑا ہے ۔ وہو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹ کہ فرماتے ہیں ملائے دین و مصلحت شرع میں اس مسئلہ میں کہ سلطان روم کے ساتھ اور حیر قوم
 ملک جو لڑ رہا ہے ، یہ انظر من الشمس ہے اور اس لڑائی کے خراج کے بابت اس دیار کے بڑے بڑے آدمی مل کر
 مجلس کر رہا ہے کہ اس سال قربانی کا چمڑا کی قیمت جتنا ہوگا وہ سب وہاں بھیجا ہوگا ، اور وہاں بھیجنے سے ہم لوگوں
 کا ثواب بہت ہوگا اور جہاد کا رتبہ ملے گا ، اور ہم لوگ وہاں جا کر سلطان کی لشکر کے ساتھ ہمارا ہونے کا کچھ تو
 سرانجام نہیں رکھتا ہوں یہ ہی ہم لوگوں کے واسطے پس ہے ، بعد اس کے کہ اس دیار کا فقر اور غریب
 لوگ یہ کہہ رہا ہے کہ اس برس سلطان کی جہت سے ہر لوگ سب کے سب شاید مارا جاوے گا ، یہ سب
 آدمی و زاری انہوں کا سن کے کون عیسارہ تھوڑا ہی کچھ ٹل رہا تھا ، وہ اپنی زبان سے یہ کلام باہر کیا کہ یہ جو بچے
 آدمی اور بعض دو عالم ، سلطان کی خیر خواہی کے واسطے جو کھینچا گیا ہے شاید یہ خیر خواہی نہ ہوگا بلکہ یہ بد خواہی ہوگا
 کیونکہ ہر سال جو یہاں کا فقر اور غریب مساکین لوگ یہ سب ہمارا قیمت اپنے دو وزن و فرائض سے خوشی سے
 اوقات بسر کرتے ، اس سال وہ لوگ غم میں دو اوقات بسر کرتے ہیں ، اور یہ سب روپیہ اچھا نہیں ہے کیونکہ
 یہ فقیروں کا حق ہے ، اور مجھ کو خوف ہے کہ میرے سلطان المعظم کو کچھ نقصان آجائے ، اب بڑے
 دو آدمیوں کو اور بڑے دو عاموں کو جھون لے یہ واقعہ کیا ہے یہ بڑا دار ہے کہ لاؤں بگاؤں مجلس کر کے ہر ایک
 مسلمان سے دو طاقت کے مطابق کچھ چندہ وغیرہ مقرر کر کے سب کو مل کر وہاں بھیجنے سے اولیٰ ہوگا ، اور وہ مسکین
 لوگ اپنا حصہ پا کر اگر خوشی سے دیو سے تو بہن بہتر ہوگا ، جیسے کہ اور جگہ کے فقیروں کو دے رہا ہے ، اور یہ بھی
 بہتر ہوگا کہ اس میں ہم لوگوں کو اپنے دو حصہ کے مطابق فقیروں کو اور غریبوں کو کچھ نلہ دیوں ، اور بواسطہ
 اس کے میرے سلطان بظلمہ اللہ کے لئے خدا عزوجل سے مدد چاہوں ، یہ بات اُن بیچارے کا
 کوئی بڑے آدمی سننے ہے ، وہ بیچارے کو لعن طعن کر رہا ہے ، احقر حضور سے یہ امید کرتا ہے کہ کون
 حق پر ہے ، اور اگر وہ آدمی ناحق پر ہے تو اس کا کیا حکم ہے ؟

الجواب

قربانی کا چمڑا کچھ خاص حق فقر اور نہیں ، ہر کار ثواب میں صرف ہو سکتا ہے ، حدیث میں فرمایا ،
 كلوا وادخروا وادعوا (کھاؤ ، ذخیرہ کرو اور ثواب کا دعوہ کرو) اور واقعی جہاں تک معلوم ہے

عہدہ سوال میں بگڑ جگہ دو کا لفظ سائل کا تکیہ کلام ہے ۱۲ عبد المنان

لے سنسن ابی داؤد کتاب الصلایا باب حبس لجوم الاضاحی آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳/۶

مجددین کو اس وقت امداد کی بہت ضرورت ہے اور اس میں دین کی بڑی منفعت ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور اُسی جگہ حکم ہے کہ وہی کام اختیار کریں جس کی حاجت شدید ہو، اور شک نہیں کہ وہاں کی حاجت شدید ہے فقر کی خبر گیری جہاں تک شرعاً ضروری ہے اہل مال پر لازم ہے وہ اگر نہ کریں ان کی بے سعادتی ہے، مگر یہ کھالیں جن میں شرع نے فقراء کا کوئی حق معین نہ فرمایا، یہ اگر نہ دی جائیں دوسرے کارِ اہم میں صرف کی جائیں تو اس پر ان کی ناراضی کی کوئی وجہ نہیں، نہ اس پر ان کا رزق موقوف ہے، نہ عام طور پر یہ کھالیں ان کو دی جاتی تھیں بلکہ مدارس کو دی جاتی تھیں اور شریعت میں ضرر عام کا لحاظ ضرر خاص سے زیادہ اہم ہے، یہاں تک کہ ضرر عام کے دفع کے لئے ضرر خاص کا تحمل کیا جاتا ہے کما فی الاستبہاء والنظائر وغیرہ (جیسا کہ الاستبہاء والنظائر وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۱ مسئلہ عنایت بیگ میجر کارخانہ چکاب کمپنی، سکندرہ راؤ، ضلع علی گڑھ
بروز شنبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ناظران شرع متین کہ ہمارے قصبہ سکندرہ داؤ میں مدرسہ اسلامیہ ہے اس میں قرآن شریف، اردو، انگریزی پڑھائی جاتی ہے، اس کی امداد کے لئے حرم قربانی دینا موجب ثواب ہے یا نہیں، بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں انگریزی کی تعلیم ہے اس لئے اس کی امداد ٹھیک نہیں ہے۔

الجواب

صرف قربانی میں تین باتیں حدیث میں ارشاد ہوئی ہیں کلو اداء خیر و اداء جہاد کھاؤ اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کا کام کرو۔ انگریزی پڑھنا بیشک کوئی بات ثواب کی نہیں، اگر یہ احتیاط ہو سکے کہ اس کے دام صرف قرآن مجید و علم دین کی تعلیم میں صرف کئے جائیں تو دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۲ از شہ جہانپور تاج خیل افضل الدار اس مسئلہ مولوی محمد الدین صاحب
۴ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

”راج العلماء افضل العباد حضرت ایہ استغفار نہایت ضروری ہے، مخالفین کا مقابلہ ہے بہت جلد جواب سے مطلع فرمایا گا۔“

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ بعض جگہ دستور ہے چند گائے حج کر لی گئیں، اور ان میں سے مقرر کر دیئے، اور مالک حصص سے کہہ دیا کہ یہ گائے تمہاری طرف سے لایا جاتی ہے اس شرط پر کہ یہ چاروں در سر میں دینا ہوگا، فلاں کام میں صرف کرنا حرام۔ اس قسم کے شرائط و الشرط جائز ہیں یا ناجائز؟ یا بیقیناً تو جسد

الجواب

جبکہ کوئی شخص ان میں کسی سعیدین گائے کا ایک حصہ یا چہ حصص خریدے اور ان دو گوں کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے اور یہ شرط ٹھہرے کہ اس کی کھالی در سر وغیرہ یا فلاں نیک کام میں صرف کرنا ہوگا تو یہ جائز ہے، اس میں عرج ہیں

وهو ان كان ميعا لشرط فليس شرطا فيه
ففع احد المتعاقدين او الموقوف عليه
الصالح للاستحقاق ، والله تعالى اعلم .

یہ اگرچہ بیع با شرط ہے لیکن اس شرط میں عاقدين
اور موقوفہ علیہ میں سے کسی کا نفع نہیں ہے موقوفہ علیہ
نفع کے استحقاق کا اہل نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ

اعلم . (د ت)

الْصَّافِيَةُ الْمَوْجِيَّةُ لِحُكْمِ جُلُودِ الْأَصْحِيَّةِ ۱۲

(چرمہائے قربانی کے حکم کی طرف اشارہ کرنیوالی صفاستھری کتاب)

مسئلہ ۲۹۳

خلاصۃ الصافیۃ الموجیۃ لحکم جلود الاصحیۃ
مسئلہ اعلیٰ دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں
کہ قربانی کی کمال توراہ ثواب میں خرچ کرنے کیلئے
یہ بچا جیسے دار کس اسلامیہ کی اعانت یا مسجد کیلئے
چٹائی، روشنی وغیرہ کا ثواب جس میں کسی خاص
فقیہ کو مالک نہیں بناتے، جائز ہے یا ناجائز؟ اور
ایسا پیران معارف میں صرف ہو سکتا ہے یا وہ
صرف واجب ہے اور اس کا فقیہ کو مالک بنانا غرور
ہے۔ بیٹو اتوجروا۔

جواب اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف۔ یہ اور ہم
اسی سے مدد مانگتے ہیں، درود و سلام سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب پر،

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ و نصلی علی
رسولہ الکریم ما قولکم دام فضلک فیم یباع
جلود اصحیتہ لیصرف ثمنہ فی ذلک القربۃ
للاعانة اعدائک الاسلامیۃ و شراء حصص
المساجد و زیت قنادیلہ و غیر ذلک، صحت
القبول بات الحق لا تملیک فیہا، فہل ہو
جائز، و الصروف الی الذلک الذلک ما فہم ام لا،
بل یكون صدقة واجبة لا یصرف الا فی مصارفہا
افید و نام حکم اللہ تعالیٰ۔

اچھو اسب اللہ مدد و بہ نستعین، و انقلو
والسلام علی سید المرسلین محمد و
آلہ و صحبہ اجمعین، ما تقرب

ان الله تعالى بالقرا بين ، نعم اذا باعه
بالدرهم لئلا يمتول ، اور بيع
يتحصل ، بل ليصرفه الى وجه القرب
ومرضات السرب ، جازله ذلك
وامن لم يوجد تملك هنا لك
فان المطلوب في الاضاحي مطلق التقرب
دون خصوص تملك من الفقير ولذا
جازت الاباحة ولو لفظي .

والمعنى المانع في البيم انما هو
المصرف على قصد التمول كما نص عليه
الائمة لاعلام . قال في الهداية لا يشترى
به ما لا يشتقه به الا باستهلاكه كالخل
والاباضير اعتبارا بالبيع بالدرهم
والمعنى فيه انه تصرف على
قصد التمول ثم وفي مجمع الانهر
شرح على التقي الا بصر لا يبيع
بالدرهم لئلا يمتول الدرهم
على نفسه وحياله والمعنى
انه لا يتصرف على قصد التمول ثم
ومثله في البناءية شروح
الهداية للعلامة البدار وغيره
من اسفار العلماء الفسرة .

جب تک لوگ خدا کے لئے قربانی کرتے رہیں ۔
قربانی کی کمال کو تمول کی غرض سے نہ بچا ہو ،
بلکہ کارِ ثواب میں صرف کرنے کی غرض سے بچا ہو ،
تو یہ بھی جائز ہے اور اسی معارف میں اس کا ضرب
کرنا بھی جائز ہے ، اگرچہ وہاں فقیر کو مالک بنایا گیا
ہو ، کیونکہ قربانی کا مقصد مطلق کارِ ثواب ہی ہے ،
فقیر کو مالک بنانا نہیں ، اسی لئے قربانی کا گوشت
وغیرہ مالدار کو دینا بھی جائز ہے ۔

اسل میں قربانی کی کمال کہ بیچ اس وقت منع
ہے جب اس کو اپنی ذات کے تمول کے لئے بچا ہو
اسی کی علماء اعلام کے کلام میں تصریح ہے صاحب
فرماتے ہیں :

”سند کے برعکس قربانی کی کمال سے ایسی
چیز نہ خریدے جس کو فنا کے بغیر اس سے فائدہ
نہ اٹھایا جاسکے جیسے سرکہ یا فلد سے بدن (کران کو
ختم کر کے ہی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے) ، درہم
کے ساتھ بیع کرنے کی ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے
کہ اس نے کارِ ثواب کی چیز کو اپنی ذات کے بیع
اور مالدار کے لئے برتا۔“

مجمع الانهر شرح طحطاوی ابکر میں ہے ، ترمذیہ
کے بدلے بچپا اس وقت منع ہے کہ وہ درہم
اپنے اور بال بچوں پر صرف کرے کہ یہی ”تصرف علی

لے الهدایة
مجمع لانهر شرح طحطاوی و بحر
کتاب الاضحية

مطبع روضی بکھنو
دار احیاء التراث العربی بیروت
۴۴۵/۲
۵۲۱/۲

وملاهرات البیوع للقرب ليس من التمول
فی ثقی فلا وجه لمنعه ببل هو
قربة لكونه فعل لا جمل قربة
فیكون اقامة لسلوب الشرعی لا دخلا
فی الوجه المنهی، الا تعرب الی ما قال
لاما من العلامه فتذ والحدیث
الزیلعی فی تبیین المحقق شرح
کنز الدقائق لوباعها بالدرهم
لیتصدق بها جاز لا منه قربة
کاقتصادی امر فانما علل الجواز
بكونه قربة، وما نحن فیہ ایضا
کذلك، فیکون مثله فی حکم المحوان،
ویالیت شعری من ایمن یحکم
بوجوب التصدق مع الله لیرکن
معینا فی القربان، سادکلا حدث
آخر ما یوجبہ عینا بخلاف ما اذا
باع بالدرهم لیتفقوا علی نفسه
وعیالہ حیث یجب التصدق
لمحدث التمول المنهی عنه اقول
والسرف ذلک ما یتفاد
من کلمات العلماء افکرام ان
اصل القربة فی الاضحیة انما
تقوم بأماقة الدم لوجه الله

وجه التمول ہے۔

یہی بات بتایہ وغیرہ کتب کبار میں ہے، تو ثابت
ہوا کہ کمال کی وہی بیع منع ہے جو اپنی ذات کے نفع
کے لئے داریہ یا برتنے سے ختم ہو جانے والی چیز کے
بدلے میں ہو، اور یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ کار ثواب
کے لئے بیچنے کا اس سے کچھ علاقہ نہیں، تو ایسی بیع
منوع ہونے کی کیا وجہ ہے، بلکہ یہ تو اسی مقصد کے
حصول کا ذریعہ ہے جس کے لئے قربانی ہوتی، تو
اس کو تو بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

علامہ غزالی نے اپنی شرح کنز میں فرماتے
ہیں، اگر کماں کو صدقہ کرنے کی نیت سے بیچ تو
جائز ہے، اگر نہ کہ کار ثواب ہے، جیسے گوشت
ہی صدقہ کر دیتا۔

آپام زلی نے اپنے کلام میں بیع لدرہم کے
جواز کی وجہ مطلقاً کار ثواب بتایا، بیع مسئلہ بھی کار ثواب
کے لئے ہی ہے، پھر اس کے ناجائز ہونے کی کیا
وجہ ہے، یہ بلاشبہ جائز ہے۔

ایسے پیسوں کا صدقہ واجب قرار دینا بالکل
بے اصل بات ہے، جب خود قربانی کے گوشت
اور کمال کا صدقہ کرنا واجب نہیں، تو اس کے دام کا
صدقہ کس طرح واجب ہوگا، بلکہ صدقہ کرنا جب
کوئی نہ ہو تو نئی بات پیدا بھی نہ ہوئی۔

ہاں وہ بیع بالدرہم جو اپنی ذات کے

تعالیٰ فمالہ یرق لایجوز الا انتفاع بشئ
 منه حتی انصرف واللہ بہ وغیر ذلک
 لانه فوی اقامۃ القسربۃ
 بحمیمہ اجزائہا فاذا اقیمت وحصل
 المقصود ساع لا انتفاع علی جمیعہ
 الوجوہ ، میدانہ لما کانت شیئا
 تقرب بہ الحب المولف بہنہ
 وتعالیٰ ، والتقرب والتمول ہمدان متیان
 لیلئشان ، فقد حرج بذلک عن
 جہۃ التمول بحیث لا عود الیہ
 ابدا فاذا قصد بشئ منہ التمول
 فقد خالف واورث ذلک خبث فی
 البدل ، وایما مال حصل بوجہ
 خبث فسیلہ التصدق ، اما
 القربات فلا تنافی المتحاب
 بل تحققہ ولا تورث خبثا بل
 تزہقہ فمن امن تصدقہ
 وتجب تصدقہ ، قال
 الامام العین فی البینایۃ
 المعرفۃ اشتراء ما لا ینتزم
 بہ الا بعد استہلاکہ انہ
 تصرف علی قصد التمول
 وهو قد خرج عن جہۃ
 التمول فاذا تمولتہ بالبیع
 وجب انتفاعہ لانت هذا

انتفاع کے لئے ہو، وہ ضرور بیع منہی غنہ ہے کہ
 اس بیع کا مقصد مال حاصل کرنا ہے، اور یہ شرعاً
 منع ہے، اس کا بھید یہ ہے کہ قربانی پر حاصل
 کار ثواب اللہ کے لئے خون کا بہانا ہے، اسی لئے
 جب تک جانور سے یہ اصل غرض حاصل نہیں
 ہوتی اس سے ہر قسم کا انتفاع مطلقاً منع ہے، اور
 یہ ہے کہ اونی اور دودھ سے بھی انتفاع جائز نہیں،
 نہ قربانی کرنے والے کو نہ غیر کو، اور جب اصل غرض
 حاصل ہوگئی تو اس کے تمام اجزاء اس سے ہر قسم کا انتفاع
 جائز ہوگیا، لیکن قربانی شدہ جانور کو کھانا یا بدنشا
 کسبِ ثواب کے لئے پھینکا، اس کو قربانت اور
 کارِ ثواب سمجھ کر دنیا کی طرف موڑ دینا ہے،
 اور کارِ ثواب اور حصولِ ثواب میں منافات ہے،
 اس لئے اس طرح بیع ناجائز اور منہی ہوگی، اور
 جو روپیہ اس طرح حاصل ہوگا وہ مالِ خبیث
 ہوگا اور مالِ خبیث کا شرعی حکم صدقہ کرنا ہی ہے،
 اور صدقہ کی غرض سے بچنے اور قربانی میں کوئی
 منافات نہیں کہ یہ بھی کارِ ثواب اور وہ بھی کارِ ثواب
 تو یہ ایک طرح سے اسی کی تکمیل ہے، تو اس سے
 حاصل شدہ رقم خبیث نہ ہوگی، لہذا یہ بیع بھی
 حرام نہ ہوگی۔ اسی بات کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ
 نے بنائے میں ارشاد فرمایا، ”جس چیز سے انتفاع
 اس کے فنا کے بغیر نہ حاصل ہوا ایسی چیز، بیع
 حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قربانی کے
 جانور میں تمول کی غرض سے تصرف ہوا حالانکہ وہ جانور

الشن حصل بفعل مكره فيكون خيئاً
 فيجب التصديق له وبه تبين
 وان كانت بينا نفسه ان ليس
 كل تبدل مستهلك تمولا والا لما جاز
 البيع بالدرهم بنية التصديق
 ايضا التصديق التمول عليه حينئذ
 فيكون تصرف مسموعا بحديث وهو
 خلاف المنصوص عليه ويكون
 التصديق اذالك لانزاله الخبث
 والمخروج عن المآثم لا لاكتساب
 الثواب والتقرب الى رب الاسباب
 ولا يجوز له فيه رجاء القبول ،
 فان الله طيب لا يقبل الا طيباً ،
 ولو رجاء لسا باثم على اثم فالت
 ارتجاع القول في مال خبيث
 اثم بعياله كما هو حوايه
 وهذا صكه باطل بالبداهة

عن فان نفس لفظ التمول يدل بعبارته
 على المال وبهيشاته على تحصيله
 لنفسه كما لا يخفى ۱۲ متہ قدس سرہ

قول کی جت سے کل کر بھیشہ کے لئے قرب کی جت
 میں داخل ہو گیا ہے، تو جب اس سے بیع کر کے کسب
 کیا اس کا صدقہ واجب ہوا، اس لئے کہ یہ
 قیمت فعل مکروہ سے حاصل ہوئی، تو وہ خبیث
 ہوئی، اور اس کا صدقہ واجب ہو گیا۔

سوال و جواب یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات تر
 سب کے نزدیک مستم ہے کہ کمال کی بیع بطور
 قول ناجائز ہے، اور حاصل ہونے والی قیمت
 خبیث ہے، ہمارا یہ کہنا ہے کہ کسی ایسی چیز
 کے بدلے بیچنا جو برتنے سے ختم ہو جائے یہ
 بھی بیع بطور قول ہے، ترکار ثواب کے لئے
 بھی اس حاجت محسوس بطور قول ہوا، جس کو ناجائز
 ہونا چاہئے، اور قیمت کا صدقہ واجب ہونا چاہئے۔
 جواب یہ ہے کہ اس خیال کی تردید امام عینی
 کا کلام کر رہا ہے کہ اگر انھوں نے تصدیق کے لئے
 مستهلك سے بھی بیع کو جائز قرار دیا، جب لانکہ
 اس پر بقول آپ کے بیع برائے قول صادق آنا

کیونکہ قول اپنے لفظ کے اعتبار سے
 مال پر اور صورت کے اعتبار سے اپنی
 ذات کے لئے تحصیل پر دلالت کرتا ہے ۱۲ متہ
 قدس سرہ

فثبت ان ليس كل تبدل بمثل تلك تمولا و
ان السميع للتصدق خارج عنه فكذا السائر
القرب اذ لا فارق يقضى يكون هدا تمولا
وذلك غيرا ومن ادعاء فليات مبرهان على
دعواه ولم يقدر عليه ان شاء الله -

پھر بھی امام عینی نے اس کو جائز قرار دیا، تو ثابت ہو گیا کہ مستهلك سے بیع مطلقاً قول کے لئے نہیں ہوتی
فان قال قائل انما جازم السميع
للتصدق لان للوسائل حكم المقاصد
والسميع للتصدق مثل التصدق و
التصدق جازم فكذا السميع له -

قات كذا لك السميع للتقرب
مثل التقرب والتقرب هو ترك
له بل يلزم عليه جواز السميع
للاكل ايضاً لحرر الاكل بنص القراء
العظيم فالحق في التعليل ما قدمنا
عن الامام الزيدى من انه قربة،
وحيث لا بد من كلية الكبرى
مقابلة مات كل قربة تجوز ههنا
ينتج ان السميع للتصدق يجوز
ههنا وبه يتضح جواز سائر
القرب ووضوح الشمس في
رابعة النهار وهذا وللعبس
الضعيف لطف به القوى اللطيف

ہائے اور اس کو حرام ہونا چاہئے، اور اس کا تصدق
بلا نیت ثواب ضروری ہونا چاہئے جو مال خبیث کا
حکم ہے اس سے ثواب کی امید رکھنا گناہ باطلے گناہ
ہونا چاہئے، اور یہ سب باطل ہے، کیونکہ یہاں
تصدق اور طلب ثواب کی نیت سے یہ بیع ہوتی،
ایک اور سوال و جواب اگر کوئی یہ کہے کہ صدقہ کی
عرض سے بیع جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیع صدقہ
کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور جو حکم مستعد کا ہوتا ہے
وہ وسیلہ کا بھی ہوتا ہے صدقہ جائز ہے تو اس کا وسیلہ
بیع بھی جائز ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تاویل بعینہ دیگر
کار ثواب میں بھی جاری ہے کہ یہ سائے کا ثواب
جائز ہیں، تو اس کے لئے بیع بھی جائز ہونا چاہئے
بلکہ اس توجہ سے تو اشیائے مستهلكہ کے عرض بیعنا
بھی جائز ہونا چاہئے، مثلاً غلہ کے عرض کھال بھی
اور غلہ کو اپٹے استعمال میں لائیں کہ قربانی کو کھانا
جائز اور بیع اس کے حصول کا ذریعہ، اور جو حکم
مقصد کا وہی ذریعہ کا، تو یہ بیع بھی جائز، حالانکہ
اسی بیع کے ناجائز ہونے کا جریہ کلام ائمہ میں
موجود ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اصل علت جواز یہ نہیں کہ
وسیلہ مقاصد کے حکم میں ہے بلکہ اصل علت وہی ہے

تقریر آخر اشمل واظهر لیان الفرق
تطهر به المسائل جمیع ان شاء
الله تعالیٰ۔

(اس لئے کہ یہ کارِ ثواب ہے، اور منہج کی زبان میں یہ قول قیاس کا صغریٰ ہوا، اور نتیجہ دینے کے لئے
کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے جو اس طرح ہوگا ہر قربت جائز ہے تو بات نصف النہار کی طرح واضح
ہوگئی کہ ہر قربت اور کارِ ثواب کے لئے بیجا جائز ہے، ولہذا الحمد۔

فی قولہ و بالله التوفیق الجہات
ثلث، الاکل والادخار والاشتجار وهو
طلب الاجریای وجہ کامن فقد
اخرج ابو داؤد فی سننہ بسند صحیح
مرواتہ حکمہم من رجال الصحیحین
ما حلا مسندہ و افشۃ حافظ منہ
شیوخ البخاری عن نبیۃ الخیر
الہذلی عن محمد بن عبد اللہ بن علی
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انا کنا سببکم عن لحو مہا
ان تاكلوها فوق ثلث لکی تسعکم
جاء اللہ بالسعة فکلوا وادخروا و
تحدوا الا و ان ہذا الا یا ما یا ما احکل و
شریب و ذکر اللہ عز و جل آم والاشتجار
بافلا قد یثقل التصدد و ب شوجہ التقرب
کہ لا یخفی فان قسره مفسر یا تصدق
فلیکن تصدق فی کلامہ بالمعنی الاعم علی
ما سیأتیک تحقیقہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک دوسری تقریر شرعاً قربانی کے مصرف کی تین
جہتیں ہیں، اکل (کھانا)، ادخار (حبس کرنا)،
اشتجار (کارِ ثواب) میں صرف کرنا چاہیے کون سا بھی
کارِ ثواب ہو، جیسا کہ ابو داؤد نے ایک ایسی سند
سے جس کے تمام راوی بخاری اور مسلم کے رواۃ
میں ہیں، ایک صاحب حضرت مسد و ایسے نہیں
تو وہ ثقہ ہیں، حافظ ہیں، اور امام بخاری کے
اساتذہ میں ہیں، الغرض یہ حدیث صحیح حضرت نبی
ہذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم کو قربانی کا
گوشت نہیں دن سے زائد روکنے سے منع کرتے
تھے، اس کا مقصد مسکینوں پر آسانی تھی، اب
اللہ تعالیٰ نے کسارگی فرمادی، تو اب کھاؤ، جمع
کرد اور کارِ ثواب میں صرف کرد۔ سنو یہ دن
ہی کھانے بیٹے اور ذکر الہی کے دن ہیں۔
قرآن حدیث سے مطلقاً ہر کارِ ثواب کیلئے
بیجا جائز ہوا۔

فان قلت الوارد في حديث احمد
والبخاري ومسلم وغيرهم عن
ام المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى
عنها قوله صلى الله تعالى عليه
وسلم كلوا وادخروا وصدقوا ،
عليكم عمل الانتجار على الصدق
الاتحاد المحكم والمحادثة .

قلت كلا قامت الامر ههنا
ليس للوجوب باجماع عامة علماء
الامة ، منهم ساداتنا الائمة الاربعة
رضي الله تعالى عنهم ، وقد نصوا
في غير ما كتاب امت لو اكله كله
ولم يتصدق بشئ منه لاشئ عليه
ومعلوم ان الترخيص والترغيب في مقيد
لا ينافي الترغيب والترخيص في مطلق ،
فلا معنى للحمل ولاداعي اليه .

وسر الصغار ان الحمل مفيدنا
ضروري لا يضر ابيه الا ضرورة وهو
ان يتناحبا بحيث لا يمكن العمل بهما
اما حديث لا تافع فتحن نجري المطلق
عن اطلاقه حملا لفظ على
ظاهرة وعملا بالدليل بتناحه ، قال
المولى المحقق على الاطلاق

سوال وجواب اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کار ثواب سے
مراد وہی فقرا پر صدقہ کرنا ہے ، تو ہمیں امر ہے کہ
حدیث شریف کا لفظ انتجار تمام امور خیر کو عام ہے
اس کو تملیک فقرا واسلے صدقہ میں منحصر کرنا حکم ہے
ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب حدیث عام کو صدقہ
خاص پر محمول کرنے کی یہ دلیل دیں ، بخاری و مسلم
وغیرہ کتب احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس
میں انتجار کے بجائے تصدق کا لفظ ہے ، تو
ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے کیوں نہ ہم
لفظ انتجار (کار ثواب) کو صدقہ پر محمول کریں کیونکہ
اصول کا مسئلہ یہ ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہو
تو ہم کو اس پر محمول کیا جاتا ہے ، اور یہاں پر
ایسا ہی ہے کہ واقعہ دونوں حدیثوں میں قربانی کے
جانور کا ہے اور حکم بھی دونوں بیکہ ایک ہی ہے ،
بس فرق یہ ہے کہ اتوداد شریف کی حدیث میں
صدقہ عام کا حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں
صدقہ خاص کا ، لہذا یہاں انتجار سے مراد صدقہ
ہی ہے ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ
جب حکم اور واقعہ ایک ہی ہو تو عام کو خاص پر
محمول کیا جائے گا ، لیکن یہ حکم عمومی نہیں کہ ہر وقت
مستحب کو عام ہو ، بلکہ صرف حکم وجوبی کے ساتھ

محمد بن الہمام قدس سرہ فی فتح القدیر
اجیب عنایانا انما نحمل فی الحادثة الواحدة
للمرورة لم وقال فی تشیید هذا الجواب
تحقیقه ان العمل لما یحب الال للضرورة
وهی اعمارة بین المطلق والمقید الخ
فانما طعمه التنقیح هو التماثل
دون الاتحاد المحکم والحادثة.

خاص ہے کہ احکام واجبہ میں، اتحاد حکم و واقعہ کے
وقت عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا، اور قربانی
کے معرّف کے سلسلہ میں جو حکم ہے استیجابی ہے،
اس بات پر چاروں اماموں کا اجماع ہے الہذا
مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید رکھا جائے گا، ایک
کو دوسرے پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، تو جس
حدیث میں تصدق کا لفظ ہے اس سے وہی مراد
لیں گے، اور جس میں مطلقاً کا رثاب کا لفظ ہے اس سے جمیع وجوہ خیر مراد لیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے باری باری دونوں ہی امور کی طرف رغبت دلائی۔

اس کا رمزیہ ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بدرجہ مجبوری ہے،
یعنی جب مطلق اور مقید دونوں کو اپنے اپنے عمل پر حمل کرنا ممکن نہ ہو، اور جہاں ایسا ممکن ہو حمل کرنے کی
بائکل ضرورت نہیں۔ امام ابن ہمام فرماتے ہیں "حادثة واحدة میں مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بضرورت
ہے، جب مطلق اور مقید کے اسم میں تعارض ہو تو "شق کو" تیس پر تنبیہ یا سنے کو مجبوری ہے۔"
تو ثابت ہو کہ اصل مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا سبب مطلقاً اتحاد حکم و حادثہ نہیں، بلکہ دونوں
حکموں کا تعارض اور منافاة ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ہم کلام علماء سے چند
مثالیں پیش کرتے ہیں،
(۱) اللہ تعالیٰ وغیرہ میں ہے "مطلق اور مقید
اگر اسباب کے بیان میں وارد ہوں تو مطلق کو
مقید پر حمل نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ یک شئی
کے چند اسباب ہو سکتے ہیں، تو تعارض نہیں، تو
حمل کی ضرورت نہیں۔"

يجزى هذا، من عارض عراض فغافس
جاء انهم فقد حكموا ان لا يحمل ان
ومراد الى السبب اذ لا تجاذب في الاسباب
ولا ان كان متعين لا مكان الجمع
بلا متناع مطلقا، وانه يحسب الحمل
ان اتيا في حكمين مختلفين
يوجب احدهما تقييد الآخر

بمقتضى لانه، وذلك كانت ضغف
المقيد لانه اطلاق المطلق فينتفى
بانتفائه فينتفى لا محالة كما
في اعتقاده سرقبة ولا تملك
سرقبة كاسرة فانت التمس عنه
تميز كاسرة يعنى جواز اعتناقتها
عنه، اذ لا اعتناق عنه بدون
ملكه عنه.

وقد اجابوا القائلين بالحمل
في الاسباب واختلاف المحادث
بعد التماسه كما في
التدويج وغيره، وعندها وحسب
الحمل عند الاتحاد بالمتن
الحجم مثله، له بقوله تعالى
فصيام ثلثة ايام مع قسرة
اجت مسعود رضى الله تعالى عنه
بريدة متابعات، قالوا فان
المطلق يوجب احز، غير المتتابع
والمقيد يوجب عدم اجزائه كما
في التوصية وغيره فقداى دوان
لحمل حاصل بالايجاب دون
الجواز والاستحباب، وهذا

(ج) توہیح میں اسباب متعدد اور اختلاف حداثہ
کی صورت میں بھی مطلق کو مقید پر حمل کرنے والوں کو
جواب دیتے ہوئے فرمایا: ”اگر ایک ہی حادثہ
میں ایک ملک میں مطلق کی نفی ہو، اور دوسرے میں
مقید کی نفی، تو مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائیگا
کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اصل مراد
دونوں کی نفی ہے۔

ہاں وہ ایسے مغلط حکام میں مطلق کو مقید
پر محمول کیا جائے گا، جہاں ایک حکم دوسرے کی
تفسیر کو مستلزم ہو جیسے کسی نے کسی سے کہا باری
طرف سے ایک غلام آزاد کرو، اور مجھے کسی مشرک
غلام کا مالک بنانا، ایسی صورت میں آمر کی
غلام سے صرف مسلمان خرید کر ہی آزاد کیا جائیگا
اگرچہ حکم مطلقاً آزاد کرنے کا ہے، لیکن مشرک غلام
کی ملکیت کی نفی نے تمیز کو صرف مسلم غلام
بیم خاص رکھا، اور اسے مالک بنانے بغیر
اس کی طرف سے آزاد نہیں ہو سکتا، تو جس کا
مالک بنا سکتا ہے یعنی مسلمان کا، اُسی کو
آزاد بھی کرے گا، آزادی کا حکم لاکھ عام ہوگا۔

(ج) توضیح وغیرہ میں تعارض کے وقت مطلق کے
مقید پر محمول ہونے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا،
”اللہ تعالیٰ نے کفارہ میں مطلقاً تین روزے

سُورَةُ الْاَنْكَاثِ ۱۰۹

سُورَةُ الْاَنْكَاثِ ۱۰۹
فصل فی ذکر المطلق والمقید

رہے یا حکم دیا۔ مشرق طور پر ہوا مسلسل، اس سے
کچھ تعرض نہیں کیا صیام ثلثیہ آیات (تین روزہ کا
روزہ) لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی قرأت ثلثیہ آیہ مُتَتَّابَات مسلسل
تین دن، آیات یہاں ایک حادثہ میں دو متعارض
حکم واجب کئے گئے، کیونکہ آیت کا تقاضا یہ ہے
کہ متفرق طور پر بھی روزہ رکھئے تو کفارہ کے لئے
کافی ہوگا، اور متتبعاً نہ کا تقاضا یہ ہے
کہ مسلسل رکھنا واجب ہے، اس سے یہاں
مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے گا۔

تو ان علماء نے تعارض والی صورت کو درج
کے ساتھ خاص فرمایا۔

(د) یہ بات نیز علی بن ابی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے فرائع الرحمۃ میں فرمائی، "مصنف کی
عبارت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلق کو مقید پر
حمل کرنا احکام واجبہ کے ساتھ خاص ہے، احکام
مستحبہ اور مباحہ کے ساتھ نہیں، اس لئے کہ مطلق
اور مقید دونوں کے مباح ہونے میں کوئی تعارض
نہیں، البتہ احکام واجبہ میں تعارض ہے کہ مقید کا
تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے قید پر حمل چھوڑ دیا، مجرم ہوا
اور مطلق کا تقاضا یہ ہوگا کہ کوئی جرم نہیں کیا، اس
تعارض کو دفع کرنے کی ضرورت ہے، مطلق کو

قال المولى بحر العلوم ملك العلماء
عبد العلي اللكنوى قدس سره في فوائده
الرحموت شره مسلم الثبوت، فيه
اشارة الى ان الحمل انما هو اذا كان
الحكم الايجاب دون التذنب او الاباحه
اذ لا تعارض في اباحه المطلق و
المقيد بخلاف الايجاب فان
ايجاب المقيد يقتضي ثبوت
المؤخذة بترك القيد و ايجاب
المطلق اجزاء مطلقاً، قول
الامام السفناقي في النهاية على
ما نقله في البحر مقراً عليه بل
متمسكاً به من ان الاصل انه لا يحوز
حمل المطلق على المقيد، لاقادمة ولا حادثه حتى
جوز الوحيفة رضی اللہ تعالیٰ عنہ
التیسم بجمیع اجزاء الامر فی حدیث
جعلت فی الامر من مستحباً و
طهوراً و لم یحمل هذا المطلق
على المقيد وهو حدیث المترايب
طهوراً و لم یقله امره ان فی من هم من
منهم ان مذهب اصحابنا رضی اللہ
تعالیٰ عنہم وجوب الحمل عند اتحاد

۱۔ فوائذ الرحمۃ شرح سلم الثبوت، ذیل المستصفی فصل المطلق، ادلی علی فرد غشور، الشریف (رضی اللہ عنہ) ایران ۳۶۲
۲۔ بحر الرائی کتاب النبیج فصل فی غل البناء والعایج فی بیع الدار ایک م سہ مہی کراچی ۲۹۹/۵

العادة مطلقا ، فافاد ان ليس هذا ۵۲

من الساطع في شئ بل لا يجوز في حادثة
ايضا اي ما لم يتمنا نعا فيضطر اليه لدفع
التعارض ، الا ترى ان امامنا الاعظم
رضي الله تعالى عنه لو يحمل الامر
على التراب مع اتحاد الحادثة وعلى هذا
التقرير لا يتجه ما اورد عليه العلامة المحقق
محمد بن عابد بن الشامي قدس سره الشامي
في رد المحتار كما اوضحته فيما علقته
عليه وطلبنا الصعيف ههنا بحث شريف
لولا غواية المقام لاتي به .

ہی تیم جائز قرار دیا ، اگرچہ حادثہ ایک ہی ہے ۔

اس عبارت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ امام سنغاتی ان لوگوں کو جواب دے رہے ہیں جو یہ کہتے ہیں
کہ حنفیوں کے نزدیک اتحاد حادثہ وحکم ہو مطلق کو مقید پر محمول یا جائے کا حالانکہ دار مد ار حسب حادثہ
واحدہ یا متعددہ پر نہیں ، تعارض پر ہے ، اور اسی مجبوری سے عام کو خاص پر یا مطلق کو مقید پر محمول
کیا جاتا ہے ، اور اسی سے ہمارے امام اعظم نے ایک حادثہ میں بھی عام کو خاص پر محمول نہیں کیا کہ ان
دو محمولوں میں کوئی تعارض نہیں ۔

(یہاں امام شامی کا ایک اعتراض ہے جس کا جواب ہم نے ان کی کتاب پر لکھے ہوئے اپنے
حاشیہ میں دیا ہے)

على ان لقائل ان يقول ان الاثر رطب
لو حمل على التصديق لكونه معه كالمطلق
مع المقيد فكذلك يجب حمل الاطعام
النوارق وعند احمد والشيخين وغيرهم في
حديث سلمة بن الاكوع رضي الله تعالى عنه
مكوا واطعموا وادخروا . و

ایک اور دلیل یہی حدیث حضرت سلمہ بن الاکوع
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد و شیخین نے اس طرح
روایت کیا ،

(۱) کلو (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) ادخروا (رجوع کرو)
اور امام احمد ، مسلم ، ترمذی نے حضرت
بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کی ،

سہ صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب ما یؤکل من لحوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۴/۸۳۵

مقیدان لیا جاتا ہے ۔

(۲) امام سنغاتی نے ہمایہ میں فرمایا اور صاحب
بحر الرائق نے ان کے قول کو سند کے طور پر ذکر کیا ،
”صحیح یہی ہے کہ حادثہ چاہے ایک ہو چاہے چند
مطلق کو مقید پر محمول نہیں کیا جائے گا ، دیکھو حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ،
شاری رد کے زمین میرے لئے ظہور بنائی گئی ،
یہ مطلق ہے ۔ دوسری حدیث میں فرمایا ، التراب
ظہور“ (مٹی پاک ہے) ، یہ خاص اور مقید ہے
ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے عام کو خاص پر
محمول نہیں کیا ، اور اس کے سارے اجزاء سے

عبد احمد و مسلم و الترمذی من
حدیث بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کلوا ما بقاءکم و اطعموا و ادخروا
وعند مسلم و غیرہ من روایۃ
ابی سعید الخدری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کلوا و اطعموا و احبسوا
و ادخروا ، فان الاطعام الصامع
التصدق کالاتجار مع انہ باجماع
العلماء علی اطلاقہ جاسر لاتفاق علی
اباحۃ ، لابیاحۃ و عند فقہ الامم
علی التلیک ، فافہم و المتأمل الموفق
اذا نظر حدیث أمنا رضی اللہ تعالیٰ عنہا
مع هذه الأحادیث اذ رجمت الخ
فی مروه انت المراد ثمہ
بالتصدق المعنی الاعم الشامل
لجميع انواع القرب السالیه

عنه ای احادیث نبیثہ و سلمیہ و بریدۃ
و ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲ حصہ
قدس سرہ ۔

عَنْ ظَلَمِي أَنَّهُ لَا يَدْخُلُهُمَا مِنْ لَفْظٍ عَلَيْهِ
(ای یجب حمل الاطعام الواسعۃ فی
الاحادیث علی التصدیق)

(۲) کلوا ما بقاءکم (متناجی ہے کہ) و اطعموا
(کھلاؤ) و ادخروا (جمع کرو)
اور امام مسلم و غیرہ کے یہاں ان الفاظ میں مروی ہے ،
(۳) کلوا (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) احبسوا
(روک رکھو) و ادخروا (جمع کرو)

حضرت بیٹشہ بذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس
کے ساتھ طالی جائے ، تو ان چاروں حدیثوں میں "کلوا"
اور "ادخروا" کا لفظ مشترک ہے ، صرف حضرت
بیٹشہ بذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں تیسرا لفظ
"ایتخروا" طلب الخیر یعنی کار ثواب کرو ہے
اور بقیہ تین حدیثوں میں "ایتخروا" کے بجائے غاصوا
ہے ، اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں
سب مقام برکت ہو ہے ، گویا ان حدیثوں میں
تیسری چیز کو تین لفظوں سے تعبیر کیا ، ایتخروا ،
اطعموا ، تصدقوا اب اگر سب چھوڑ کر ہم یہ تسلیم
کر لیں کہ حضرت بیٹشہ بذی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

یعنی حضرت بیٹشہ ، سلمہ ، بریدہ اور ابی سعید
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث ۱۲ حصہ
قدس سرہ ۔ (ت)

میرا گمان ہے کہ یہاں "علیہ" کا لفظ ضروری
ہے یعنی حدیث میں وارد اطعام کو صدقہ پر
محمول کیا جائے ۔ (ت)

سے جامع الترمذی ابواب الاصحاح باب فی الرخصة فی اکلها بعد ثلاث ایس کمپنی دہلی ۱/۸۲
سے صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من النہی عن کل لوم للانسان فی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰

کہ سیرد علیک تحقیقہ
 امت شاء اللہ تعالیٰ کیا ملے
 وترد موسیٰ واداحدا ، و
 الاحادیث یفسر بعضها بعضا
 وباللہ التوفیق

حدیث کا لفظ "ایتجدوا" عام نہیں بلکہ حضرت
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث کی طرح
 اس سے مراد خاص صدقہ تملیکی ہے (یعنی جس
 میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہوتا ہے) تو سوال
 یہ اٹھتا ہے کہ بقیہ تینوں حدیثوں میں لفظ "ایتجدوا"
 کے بجائے لفظ "اطعموا" ہے۔ تو اس کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث "تصدقوا"
 سے وہی نسبت ہوئی جو یہ تجدد کا ہے، تو لازم ہوگا کہ اطعام کو بھی تصدقوا پر محمول کیا جائے اور
 اطعام میں بھی اہمیت کافی نہ ہو تمہیک ضروری ہو۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی شخص کسی کو قربانی کا
 گوشت اپنے دستہ خزانہ یا بیٹھا کر کھلا دے تو یہ ناجائز ہوگا تب تک کہ فقیر کو اس کا مالک نہ کرے جبکہ
 تمام علماء کا اجماع ہے کہ آدمی قربانی کا گوشت جس طرح دوسروں کو دے سکتا ہے اسی طرح بطور
 امانت دھرت بھی کر سکتا ہے اور اگر حدیث کے لفظ اطعام کو تصدق پر محمول نہیں کرتے تو بخارہ کو کیسے
 محمول کرتے ہیں۔

اعرض ان سب حدیثوں پر متنازعہ کیا جائے گا یہ شیفت کسے کی کہ تصدقوا سے مراد
 صدقہ خاص نہیں بلکہ عام طور پر ہر کارِ ثواب مراد ہے چاہے اس میں تمہیک ہو یا نہ ہو۔

وناہیک قول الامام الجلیل
 صاحب النہایۃ فیہا یتحب امت
 لا ینقص الصدقۃ عن الثلث لانت
 الجہات ثلثۃ الاحکام والادعایہ کہ
 مروینا والاطعام لقولہ تعالیٰ
 واطعموا الناعم والمعتر ، فانقسم
 علیہا اثلثا اام ، ومعلوم ان
 الاطعام لا یقتصر علی التملیک لافۃ
 ولا شرعا وقد اجمعوا انہنا علی

تائید مزید اور انصاف پسندوں کے لئے تو
 صاحب بدایہ رتہ اللہ علیہ کی عبارت ہی کافی ہے
 جس میں وہ لفظ اطعام کی تفسیر منہوم صدقہ
 سے کرتے ہیں، عبارت ان کی یہ ہے "مستحب
 یہ ہے کہ صدقہ والا حصہ ایک ثلث سے کم نہ ہو"
 کیونکہ جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، دو چیزیں تو حدیث
 سے ثابت ہیں، کھانا اور جمع کرنا، اور تیسری چیز
 اطعام، یہ قرآن سے ثابت ہے، ارشاد الہی
 ہے: اطعموا العانہ والمعتو (کھلاؤ صابر اور مانگنے

جواز الاباحۃ بل فهو ان كل ما شمرع
بنفط الاطعام جاز فيه الاباحۃ لما سیأتی
فایں تعیین التمیك تدعون ، ثم رأیت العلامة
الاتعافی فی غایة البیان قال فی شرح هذا
الكلام وذلك لان الایة والخبر تضمن جواز
الاكل والتصدق والادخار فكانت الجهات
ثلثا فانقسمت علیها اثلاثا ۛ و معلوم ان
لیس فی الایة الا لفظ لا طعام المجمع علی
شموله للاباحۃ ، وقد عبر عنه بالتصدق
فعلوان التصدیق المذكور ههنا هو
المحمول علی الانتحار دون العكس
والله الموفق۔

والے فقہروں کو، تو جب جہتیں تین ہیں تو گوشہ
بھی تین حصہ کر لیا جائے۔

اس عبارت کے شروع میں جس کو صدقہ والا
حصہ کہا ہے یہ وہی ہے کہ بعد دلی عبارت
میں لفظ اطعام سے بیان کرتے ہیں، اور یہ
بات تو سب جانتے ہیں کہ اطعام کے سے تمیک
ضروری نہیں، نہ شرعاً نہ لغویاً، بلکہ سب سے بالاتر
اطعام میں اباحت کو جائز رکھی، بلکہ یہ تصریح کی کہ
یہاں لفظ اطعام آئے وہاں اباحت مراد ہوگی،
انام اتعافی اسی عبارت کی شرت میں فرماتے ہیں،
"قرآن وحدیث نے جب کھانا، صدقہ اور
جمع کرنا جائز قرار دیا، تو جہتیں تین ہوئیں، اسلئے
گوشہ کہ بھی تین حصہ کرنا چاہئے۔"

ہمارا کہنا ہے کہ آیت میں صدقہ کا لفظ بھی نہیں اطعام کا لفظ ہے جس کے لفظ میں اباحت داخل
ہے، اور اسی کو یہ طاء لفظ تصدیق سے تفسیر کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اس موقع پر لفظ تصدیق ہی عام معنی
میں مستعمل ہے اور اس سے ہر قسم کا کار خبر مراد ہے۔

ایک شہید اور اس کا جواب، امام باقرؑ نے اپنی
مسند رک میں سورۃ حج کی تفسیر میں ابوہریرہؓ سے روایت
عندہ کے واسطے سے ایک روایت نقل کی ہے،
امام بیہقی نے بھی سنن کبریٰ میں اسے نقل کیا، حاکم
نے اس حدیث کو صحیح الاسناد پایا، لیکن انام
ذہبی نے تحقیق میں اس پر عرج کی، جو کچھ بھی ہو یہ

ثم ان الحاکم ردی فی تفسیر سورة الحج
من مستدرک بطریق مزید الجواب عن
عبدالله بن عیاش المصری عن الاعرج
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
من باع جلد اصبغته فلا اصبغۃ لہ

لہ غایۃ البیان

لہ مستدرک علیہم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج

دار الفکر بیروت

۲۹۰/۲

حدیث علمائے اسلام میں مقبول و متداول ہے،
اور یہ چیز ضعیف حدیث کو قوی بنادیتی ہے،
الفاظ حدیث کے یہ ہیں،

من باع جلدًا ضعیفة فلا ضعیفة له.
(جس نے قربانی کی کھال بھی اس کی قربانی نہیں)
اس حدیث سے اگر کسی کو مشبہ ہو کہ اور غیر
کے لئے بھی اس حدیث کی رو سے ناجائز ہوئی۔
قراس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے حلقہ پر
نہیں جس کے خارجی، داخلی اور شرعی سبھی قسم کے
شواہد ہیں۔

خارجی دلیل تو یہ ہے کہ سارے علماء اس
پر متفق ہیں کہ صدقہ کے لئے کھال کی بیع جائز ہے
اور حاس علمائے اصناف قربانی رہنے والی چیز
کے بدلہ میں بھی اس کی بیع جائز قرار دیتے ہیں، اور
ظاہر ہے کہ سب علماء حدیث کے خلاف اتفاق
نہیں کر سکتے، اس لئے لا محالہ سب کے نزدیک
یہ حدیث مطلق نہیں ہوئی بلکہ مؤول ہے۔

شرعی شہادت یہ ہے کہ شریعت نے قربانی
کے گوشت وغیرہ کے جو مقاصد قرار دیے ہیں
ان میں صدقہ بنیادی مقصد ہے، اور ان روئے
شرع بدل پر وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو مبدل کا تھا
چنانچہ زکوٰۃ و فطرہ میں جس طرح اصل (غلہ، چاندی
سونہ وغیرہ) ادا کرنا جائز ہے، اسی طرح انکی

ورواہ البیہقی ایضاً فی سننہ الکبریٰ،
قال الحاكم صحیح الاسناد ولم یخرجاه
قلت وهداوان سرحد الذہبی فی
التخصیص فقد تلقا العلماء بالقول، و
بهذا یتقوی الحدیث وان ضعیف سنداً،
بید انہم کماتری لایحرون علی اطلاقہ، فقد
اتفقوا علی جواز البیع للتصدق، ونصب
اثمتنا فی الصحیح عندہم علی جواز البیع
بما یتقن، فکان السان فی تنقیح معنی الحدیث
وانا اقول وبالله التوفیق من تأمل
نظم الحدیث وامع النظر فی القواعد
الفقہیة، الجاہ ذلک لی الحزم۔
مراد یہ ہے کہ من لا مطلق التبدل فیہما
کان، کیہ وان استصدق من مقاصد
لاصحیة المأذون فیہا شرعاً، وان تبدل
حکم امید وقد ثبت شرعاً جواز دفع القيمة
فی سکوۃ و فطرۃ و نذر و کفارة کما نص
علیہ فی الہدایۃ والکافی والکسر
والتویر وغیرہا عامۃ کتب المذہب
فاذا جاز ہذا، والصدقا مست
وجبة، فلان یحوز وہی ناقلة
ادنی فاحہم، ما عدا جواز ذلک
فی الہدایۃ والضمحایا بان لایریق الدم

ويعطى القيم ، فان القرية فيها بالاراقة
 دون التصديق ، وهم خير معقولة .
 فلا تستبدل ولا تتقوم ، كما افساده
 في الهداية والبحر وغيرهما
 ثم انا نجد الجزاء اي فلا اضحية
 لئلا اعظم شاهد على عدم
 الاطلاق ، فامتنعت من بيع
 للتصدق فقد اقب بما كانت
 مندوبا اليه في الاضاحي ،
 فكيف يجازى بانتفاء قرينة مع
 انه لم يزد على القرينة الا
 قرينة مطلوبة في خصوص
 المحلل ، وقضية الجزاء ترتيبه
 على فعل يتنافى التضحية و
 ينفي الاضحية على ما فيه من
 التويل لكونه في معنى المرجوح
 عن القرينة ، فلا يمكن ان يكون
 من باب القرينة ، بل ولا من
 باب الاحتل والادخار فان
 الشرع قد رخص فيهما ايضا
 مثل الاشتجار ، ولو كان فيهما ما يتنافى
 الاضاحي ويصح ان يترتب عليه نفق
 الاضحية ، لما اذن فيهما ، فعند

قيمت بھی ، تو قربانی میں بھی یہی ہونا چاہئے کہ جس طرح
 گوشت اور کھال کا صدقہ جائز ہے اسکی قیمت
 کا صدقہ بھی جائز ہو۔

ایک ذیل شبہہ اور اس کا جواب | اصل قربانی
 میں تو ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی شخص قربانی کے
 بجائے اسکی قیمت صدقہ کرنا چاہے تو شہدائے
 جائز نہیں ، قربانی ہی کرنی ہوگی ، اس کا جواب یہ
 ہے کہ قربانی میں اصل مقصد خون بہانا ہوتا ہے
 جو قیمت صدقہ کرنے سے حاصل نہیں ہوتا ، اور
 چونکہ قربانی کا حکم خلاف قیاس ہے ، اس لئے اس
 میں اپنی عقل سے بدلہ مقرر کرنا صحیح نہیں ، جیسا کہ
 تھوہ باریہ وغیرہ میں اسکی تصریح ہے اور گوشت
 اور کھن کا مقصد صدقہ ہے ، اس لئے قیمت سے
 بھی ادا ہو جاتا ہے۔

داخلی شہادت یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک بطور
 شرط و جزاء وارد ہوئی ، شرط یہ جملہ ہے ، جس نے
 قربانی کی کھال بھی " اور جزا یہ ہے " اسکی
 قربانی نہیں ہوئی "۔

پس اس جزا کا تعاضیہ ہے کہ شرط ایسی
 چیز ہو جس پر قربانی کی نفی مرتب ہو سکے اور قربانی
 قربانی نہ جائے ، نہ کہ وہ چیز جس سے قربانی کا
 مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو ، یعنی شرط ایسی بیع
 ہوگی جو ثواب کے لئے نہ ہو ، اور وہ بیع جو حصول ثواب

ذلك من ائتنا ان المراد هو البيع بحيث يخرج
عن جميع ما رخص له الشرع فيه، وما هو
الا البيع يستهلك لا كالتجارة
الى قربة فانت الاكل وهو الانتفاع
به عاجلا قبل ذهب بنفس
التبدل، والا دخار لكونه
لا نفع به ببقائه، والا لتجارة
بعد من التقرب فخرج عن الوجوه
الثلاثة الشرعية، فكان هو المملوك
بالنهي المورث للخبث الموجب
للتصدق، اما اذا باع ما ينتفع به
بقيا فالاكل وامت فقد والا لتجارة و
الا، لم يكن فالادخار باق، لا
البدل ينوب البدل وهو مبقر
فيكون مديخرا، وكذا اذا باع
مستهلك لقربة فالاكل والا دخار
وامت ذهب ما لا تجار حاصل
وهو افضل الوجوه فلا معنى
للمنع وبه ظهرات مانع
فيه اولاً بالحواش من البيع
بباق وهو مصرح بجوانبه
في عامة كتب المنهاج

عن الادخار والا لتجارة كلاهما بالنصب عطفاً
على الاكل ۱۲ من قدر من سورة -

کی غرض سے ہو، یا وہ بیع جو باقی رہنے والی چیز
سے ہو، یا اس کو کھالیا جائے، تو یہ افعال
لا اضحية له (اس کی قربانی نہیں) کی شرط
نہیں بن سکتے، کیونکہ ان کی تو خود حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے اجازت دی ہے، تو لامحالہ شرط میں وہی
بیع مراد ہوگی جس کی کمال یا گوشت کو قبول کیلتے
پہچا گیا ہو کیونکہ ایسی بیع سے قربانی کے مقاصد
ثلث فوت ہو گئے، بیع کی صورت میں کھانا مفتی
ہو گیا، یہ ظاہر ہے، ادخار (جمع کرنا) اس لئے
مفتی ہو گیا کہ ایسی چیز کے عوض جب جو باقی رہنے
والی نہیں ہے کہ کھالیا جائے کہ بدل اصل کا قائم مقام
ہے، اور طلب ثواب اس لئے مفتی ہو گیا کہ یہ بیع
قبول اور کسب زر کی طرغ سے ہوئی تو ایسی
بیع کی صورت میں قربانی کے تینوں مقاصد مفتی
ہو گئے، اور یہ کہنا مائل چسپاں ہو گیا کہ لا اضحية
له (اس کی قربانی نہیں) اور اس بیع سے جو
قیمت حاصل ہوئی نصیب ہوئی، تو اس کا صدقہ
واحسب ہو گیا۔

برخلاف اس کے اگر باقی رہنے والی چیز
سے بدلاتہ اکل و ثواب تو ضرور مفتی ہوا، مگر
ادخار باقی رہا کہ بدل کا باقی رہنا اصل کا باقی
رہنا ہے، اور ہلاک ہونی والی چیز سے بکے ثواب

ادخار اور تجارت دونوں نصب کے ساتھ ہیں لفظ
اکل پر عطف کی بنا پر ۱۲ من قدر من سورة (ت)

فانكار حدائث هذا امر ليس تحكمي
فماذا ، وانت اذا تأملت ما القيت
عليك ، واخذت العطاشة
سديك وجعلت الانصاف بين
عينيك ، لعلمت ان هذا هو الغنى
المفهوم من الحديث ، في اول النظر
حكم بعد الطلب الحديث فامس
المبادر من سياق اللفظ انه يكون
سببه للامتناع لانه عقد موضوع

بہا نرا اکل وادخار تو ضرور مفتی ہو ، لیکن طلب
نواب اب بھی باقی ہے ، اور یہ ان وجوہ ثلثہ
میں سب سے افضل ہے ، تو یہ جائز ہوگا ،
اور اس کا انکار زیادتی اور زبردستی ہے ۔

ایک آسان بات | یہ طبی اور دقیق بحث ترک
بھی کر دیں اپنے تو یہ ایک آسان اور سائنس
بات ہے کہ لفظ بینہ انتفاع کے لئے پہلے پرست
کرتا ہے ، کیونکہ عقد بینہ کی وضع ہی اسی غرض کیلئے
ہوتی ہے اور یہی لفظ بینہ مالہ اہم کی طرف بھی اشارہ

عن ثم بعد ثم ان لما من المولى سبحانه
وتعالى على بشراء غايمة اليبس للعلامة
الاتقاني رأيت نقل عن الامام رشيده
الاسلام بكل ما يشيرون الى هذا الذبح
نحوه اليه حيث قال قال شيخ الاسلام
خواهر زاد رحمه الله تعالى في مبسوطه
اما اللحم فالجواب فيه كالجواب في الجبد
ان باعه بالدرهم تصدق بثمانه واما
باعه بشئ اخر ينتفع به جاز كما في
المجلد وانما ذكر محمد رحمه الله تعالى
لبيع في حق المجلد دون اللحم لانه
شئ الامر على ما هو الغالب وفي الغالب
كما ينتفع بعين المجلد بما ع بشئ اخر
ينتفع به وفي اللحم في الغالب ينتفع به

پھر کچھ زمانہ بعد جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان فرمایا ،
عالم راتحانی کی نایہ زیب ترین خرید لینے کا ، اسے
نے دیکھا کہ انھوں نے امام شیخ الاسلام سے
وہ سب کچھ نقل فرمایا جس کی طرف میں نے اشارہ
کیا ہے جہاں انھوں نے فرمایا کہ شیخ الاسلام
خواہر زادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبسوطہ میں
فرمایا کہ گوشت کی بابت حکم وہی ہے جو کمال
میں ہے کہ اگر دراہم سے فروخت کی تو صدقہ
کوڑے اور اگر کسی اور نفع اور چیز سے فروخت کی
جائز ہے جیسا کہ کمال کا حکم ہے امام محمد رحمہ اللہ
تعالیٰ نے صرف کمال کے متعلق بیع کا حکم
اس لئے ذکر کیا کہ انھوں نے غالب رواج
پر بنا کرتے ہوئے فرمایا کیونکہ غالب طور پر
جلد کو نفع یا نفع مند کے بدلے فروخت
(باقی بر صفحہ آئندہ)

لذلك وهو الغالب فيه وان يكون بالدراهم
لانه البيع المطلق ، والبيع من كل
وجه اما المقايضة فتستوي فيه جهتا
البيع والشراء ، اما سائر المستهلكات
فهي حكم الدرهم ، ولذا جعلها في
الهداية هي الاصل ، وقاد في سائر هـ
اعتبار ، بالبيع بالدرهم هذا كله
ما خطر بالبال مستعجلا ، فانعم الفكر
مصنفا متأملا ، فان وجدت شيئا يعرف
وينكر فهو آل جهدا في اتباع العرس من
أئمة النظر ، والله الهادي الى صوابي
الفكر.

کرتا ہے کیونکہ بیع کی یہی صورت اصل ہے ، اور
اشیاء سے تبادلہ میں تو بدین پر قیمت اور بین
دووں ہونے کا احتمال رہتا ہے ، اس لئے صرف
لفظ باع بھی اس مقصد پر دلالت کرنے کے لئے
کافی ہے کہ حدیث میں لفظ ”من باع“ سے
خاص وہی بیع مراد ہے جو درہم کے بدلے اپنی ذات
کے قول و انتفاع کے لئے ہو۔

مشبہہ اور اس کا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ دیگر
مستملکات سے بھی تو بقول آپ کے بیچنا منع ہے
تو آپ کے اس قول کا کیا وزن رہا کہ لفظ بیع پر
نور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بیع منحوع با درہم
ہے ، اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر مستملکات کے
ساتھ بیع کی ممانعت درہم کے ہی تابع ہو کر ہے ، اصل
قرار دیا ، اور فقہ کو اسی پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ، اعتبارا بالبیع بالدرہم (درہم کی بیع پر قیاس
کرتے ہوئے)۔

(فقہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ولا يباح له فاشا من المأد بالبيع هو
الذي يقصد به الاستماع ۱۲ من قدس
سورة .

کیا جاتا ہے اور گوشت میں غالب یہی ہے کہ
اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اسے
فروخت نہیں کیا جاتا اور ، تو اس سے اشارہ ہوا
کہ بیع سے مراد صرف وہ ہے جس سے انتفاع
مقصود ہو ۱۲ من قدس سورة۔ (مت)

عبارت ہدایہ کی تشریح ہماری اس تحقیق سے
ہدایہ کے مندرجہ ذیل قول کے معنی باطل ہو گئے
اور ماعین کا استدلال باطل ہو گیا، اگر جلد یا
گوشت کو دراجم یا ایسی چیزوں کے ساتھ بیچا شخص
ختم کے بغیر ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو اس کی
قیمت صدقہ کر دے۔

(۱) اس عبارت میں بیچنے سے مراد اپنی ذات کیلئے
بیچنا ہے، مطلقاً نہیں۔ کیونکہ پہلے انہوں نے یہ
فرمایا کہ کھال سے گھڑ کا کام کئے کوئی سامان
بنایا جاسکتا ہے، پھر کہا ایسی چیز جسے باقی رکھ کر
اس سے غائدہ اٹھایا جائے۔

اس سے بدل بھی سکتے ہیں، تو ان دو
مسئلوں میں انتفاع ذاتی ہی کا بیان ہے اس
کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسی چیز سے نہ بدلیں جو استعمال
میں خرچ ہو جائے، تو یہ ممانعت بھی ذاتی استعمال میں
ہی بیع کے لئے ہوئی، اب اسی بیع کی ممانعت کی
علت بیان فرماتے ہیں کہ یہ بیع بالدراجم کی طرح
ہے، تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی بیع بالدراجم
مراد ہوگی، جو منوع ہے، صدقہ کے لئے تو دراجم
کے عوض بیعت جائز ہی ہے، اور آگے اسی
کے لئے فرماتے ہیں کہ اس میں معنی قبول ہے، تو
یہ کلام ابتداء سے انتہاء تک پیکار پکار کر اعلان
کودہ ہے کہ اس بیع سے مراد ذاتی انتفاع

(تمثیلہ نفیس) اقول وبہذا التحقیق
استبان والحمد لله معنی قول الہدایۃ
لو باع العبد او اللحم بالدراجم او بما
لا ینتفع بہ الا بعد استهلاكه تصدق
بشمہ اذ فانما معناه اذا باع بہا
لاجل الانتفاع بالبیع بہا مطلقاً
فانہ ما حرمہ اللہ تعالیٰ ونفعنا ببرکاتہ
فی الاول والآخری قال اولاً ینزل منہ
آلۃ تستعمل فی البیت، ثم قال ولا باس
بان یشتری بہ ما ینتفع بہ فی البیت
بعینہ مع بقائہ، ثم قال ولا یشتری
بہ ما لا ینتفع بہ الا بعد استهلاكہ
وقال فی تعیینہ اعتباراً بالبیع
بالدراجم، قال والمعنی فیہ انہ
تصرف عن قصد التمول، ثم قال
ولو باع العبد او اللحم الخ فکلامہ
کلہ، بدوہ وشناوہ وفتحہ واشقاوہ
فی البیع لاجل الانتفاء لا مطلق
البیع، کیف ولو اريد المطلق لساخ
قوله ولا یشتری بہ ما لا ینتفع بہ الخ
فانما شواء ذلک لاجل التصدق
جائز قطعاً ولما صح قولہ
اعتباراً بالبیع بالدراجم لمثل ما بینا

وبطل تعليله بانه "تصرف على قصد التمول"
 فليس حكم بيع بالدرهم مما يصدق
 عليه ذلك كما استنفنا تحقيقه، وقوله
 "ولو باع الجدد ام" انما هو متفرع على
 تلك المسئلة فلا يراد به الاما اما يريد
 بها، كانه لما بيعت عند رجوانه نشاء
 السؤال ف قيل اذ السمع يحجز هذا،
 فان فعله فاعل فماذا عليه، فاجاب
 بانه يتصدق بشتمه ثم نشاء
 السؤال بان قولكم هذا يفيد صحة
 البيع فكيف بعد بث من باع جلد
 اضحيت فلا الضحية له فاجاب بانه الحديث
 اسما يفيد كراهة البيع اما بيع جبس
 يقبض الملك والقدره على التسميم
 وهذا دليل اخر على ان
 ليس الكلام في مطلق البيع بالدرهم،
 فانه البيع بها لا اجل التصديق
 لا يكره اصلا، وقد بينت هذا،
 فاني من هنا موكل بالعلامة العلائي
 صاحب الدرر الحديث قال بعد قول
 النووي الغزوي رحمهما الله تعالى
 "تصدق بشتمه" اه مفاده صحة البيع

والی بیع ہے مطلقاً بیع نہیں، ورنہ حضرت کی ان
 عبارتوں کے کوئی معنی نہ ہوں گے "فلا یرسقم مبه"
 (جس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے، اعتباراً بالبیع
 بالدرہم) (بیع بالدرہم پر قیاس کرتے ہوئے،
 وانہ تصرف على قصد التمول (یہ قول کی نیت
 سے تصرف ہوا) اور اسی کے بعد صاحب ہدایہ
 کی یہ متنازع عبارت "اگر جلد اور گوشت الخ"
 تو اس کا مطلب مطلقاً بیع کیسے ہو سکتا ہے،
 یہ تو اسی حکم پر متفرع ہے، تو یہ کسی نے پوچھا کہ
 ذاتی اغراض کے لئے جریع بالدرہم ہوتی وہ تو
 نامائز ہوتی، اب جو بیع اس سے حاصل ہوا کیا
 کیا جائے تو دبا دہ مال خبیث ہے، اس کا
 صدمہ واجب ہے، اس پر گویا پھر کسی نے پوچھا
 آپ کے حکم پر مال خبیث ہے اسے یہ پتہ چلتا ہے
 کہ بیع ہوئی مگر فاسد، اور حدیث بہرک لا اصبیۃ
 لہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیع باطل ہے،
 تو اس کا جواب اس طرح دیا کہ "الحدیث بیث
 انما یفید الکراہۃ" یعنی حدیث سے بھی بطلان
 ثابت نہیں، مراد کراہت ہی ہے، کیونکہ بیع کے
 تو تمام ارکان پاسہ گئے کہ جانور بیچنے والے کی
 ملک ہے، اور مشتری کو اس پر قبضہ بھی لا سکتا ہے
 اس لئے بیع تو ہو گئی، مگر قصد تمول اور عدم تقاضے ل

مع الكراهة، وعن المتألف باطل لانه
كالوقت مجتبیٰ ثم فقد نص اب
قول التنویر كالهدایة تصدق
شمسه "یعید کراهة السیم،
فمحال ان یکون الکلام فی
مطلق السیم بالدرهم، بل فی
الصورة المکروهة فقط، وهی
السامرة فی قوله "لا یشتری به
ما لا یشفع به" الی قوله
"تصرف علی قصد التمول"
ومب اوضح الدلائل علی ذلك
ایضا تعلیل الکاف شرح، یوجب
لمسئلة الهدایة بقوله لانت معی
لتمول سقطت الاصحیة فاذا
تمولها بالسیم انتقلت القربیة
الی ببدله فوجب التصدیق
فاضافت الکلام انما هو فی
صورة التمول لا غیر، ولذا
جاء تصویر المسئلة فی التبعین
ومجموع الاظهر و غیرهما من
الاسفار الغریب لفظه "لا یبیعه

کی وجہ سے فاسد ہوئی۔

(۲) صاحب ہدایہ کا یہ بعد والا کلام بھی اس بات
کی دلیل ہے کہ بیع سے ان کی مراد مطلقاً بیع
بالدرہم نہیں کیونکہ تصدیق کے لئے بیچنے کو تو
کبھی جائز کہتے ہیں۔

(۳) یہیں سے صاحب درمختار کے کلام کا
مطلب بھی واضح ہو گیا جراثمخول نے امام غری کے
قول تصدیق بشمسہ کی شرت میں فرمایا ہے
اس کا معاد یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے مگر فاسد ہے
المرقاۃ فی ابیوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس جاور
کو وقت کی طرح قرار دے کر اس کی بیع کو باطل
قرار دیا۔ اس عبارت میں اس بات کی مراعت
ہے کہ تنویر کا نفع تصدیق شمسہ یا سکہ ہدیہ کی
عبارت تصدیق شمسہ کی طرح ہے، جو مطلب اس
ہے وہی تنویر کی عبارت کا بھی ہے، تو ایسی صورت
میں محال ہے کہ اس عبارت میں مطلق بیع مراد ہو
بلکہ وہی مراد ہے جو ہدایہ کی عبارت "لا یشتری به
ما لا یشفع" سے قصد علی قصد التمول تک میں
مراد ہے۔

(۴) اس تصدیق پر اس سے بھی واضح دلالت
کافی شرح والی کی ہے، وہ فرماتے ہیں،

بالدراہم علی نفسه و عیالہ ، فقد اوضحوا
 المرام ، و انہ احوال الودھام ، و هذا دلیل
 من علی ما ذکرنا ، و الخاص الموت و الله
 یحب الموت ، ان نقل کلام التبيين فی
 المہندیۃ ثم قال " و هذا فی الهدایۃ و
 الکافی " اولاً فقد اصبح ملائمہ اب معنی
 کلام التبيين و الهدایۃ واحد ۔

کتبوں میں اس طرح بیان کیا گیا " کمال کو اپنے اور بال بچوں کے لئے درام کے عوض نہ بیچے " تو انہوں نے
 تو تفسیر ہی لگانے چھوڑا یہ پڑھتی دلیل ہوئی ۔

(۵) اور پانچویں صاحب تہذیب کا یہ کلام کو انہوں نے صاحب تبیین کے کلام کو نقل کر کے فرمایا " یہ
 مسئلہ اسی طرح ہدایہ اور کافی وغیرہ میں ہے " تو انہوں نے تو مرہ بھر کر گواہی دے دی کہ صاحب تبیین اور
 ہدایہ کی عبارت کا مطلب ایک ہی ہے ۔

ثم بعد زمان لما من مبغضه و تعالیٰ علی
 عبده الصعيف بشرى غاية البیان
 شرح الهدایۃ للعلامة الاتقانی رحمہ اللہ
 تعالیٰ ، مرآۃ شرح کلامہ بما لم یبق للوہم
 مجالاً ، حیث قال یوید بہ امت القویۃ
 فانت عن اللحد باباعہ و لکن الاضحیۃ
 ساقط عنہا معنی التمول ، فلما باعہ
 بالمدراہم وجب علیہ التصدیق بہا ،
 فلا ینزہ التمول بشئ من الاضحیۃ او یدلہا
 قافاً ذالکافی وغیرہ ان المسئلۃ

اس کے بعد غایۃ البیان علامہ اتقانی رحمۃ اللہ علیہ
 دیکھے کی قرینت ہوئی تو انہوں نے تو ادغام کے
 سارے بادلوں کا صفایا کر دیا فرماتے ہیں : ہدایہ
 کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کمال کی بیع کے بعد
 اس سے قربت اور ثواب ہونے کے معنی ختم ہو گئے
 حالانکہ قربانی سے کسب زرا اور حصول زرا کی غرضاً قاطب
 ہے ، تو جب درام سے اس کو بیچ دیا ، تو اس کا
 صدقہ واجب ہے تاکہ قربانی یا اس کے معارضہ سے
 کسی قسم کا تمول نہ لازم آئے ۔

تو انہوں نے بھی کافی کی طرح یہ بات صاف

المطبوعۃ الکبریٰ الامیریۃ ببلق مصر ۶/۹
 نورانی کتب خانہ پشاور ۳۰۱/۵

سے تبیین الحقانی
 کے فتاویٰ حنفیہ
 کتاب الاضحیۃ
 الباب السادس

مکہ غایۃ البیان

کر دی کہ ہدایہ کی عبارت سے مراد وہ بیع ہے جو
تحرول کے لئے ہو، اور اتنا اضافہ فرمایا کہ یہ وہ بیع
ہے جس سے کارِ ثواب اور قربت ہونے کی سی ہوتی
ہے، تو وہ بیع اس حکم کا نفع سے خارج ہو گئی
جو اسے قربت اور حصولِ ثواب کے لئے ہو،
والحمد للہ رب العالمین۔

تو یہ امر واضح ہو گیا کہ ممنوع مطلقاً بالدرہم نہیں
بلکہ سب تحرول کے طریقہ پر یہی مدلی میں بحث پسند
کرتی ہے، اور کسی سے تصدیق واجب ہوتا ہے
اور کارِ ثواب کے لئے بیچنے پر تحرول مرنے نہیں رہتا
وہ کارِ ثواب کسی قسم کا ہو

میں لے مارا کسی قدر دیا اور اس موضوع
پر ایک سال قریب ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ کو لکھا،
اور دوسرا مجلہ فتویٰ تہ سال ذی القعدہ میں
دیا یہ دونوں فتاویٰ میرے فتاویٰ کی جو تھی حسد
میں ہیں تو میرے ان فتوؤں کی مخالفت ہمدیوں کی
ایک جماعت سے شروع کی جن میں اکثر وہابیہ ہیں
ان کا خیال ہے کہ کمال کی بیع درہم کے ساتھ
مطلقاً ناجائز ہے، خواہ نیت کارِ ثواب کی ہی
کیوں نہ ہو، ان کا صدقہ کرنا واجب ہے، وہ بھی
اسی طرح کہ فقیر کو اس کا، تک بنا دے، کسی بھی

ہو اللہ علیہ وسلم، وزاد ان اس راہ بیع
یقوت لقریة وخرج البیوع لا قامة قریة،
قائم لا یوتھا بل یحصلھا وهو تقرب
لا تمول، فانضج الصواب وراہ الارقیاب،
والحمد للہ فی کل باب، ہکذا ینبغی التحقیق
اذا ساعد التوفیق، ومن التوفیق تعالیٰ ہدایة
الطریق، فقد بان بعمدة اللہ جل وعلا ان
البیع بالدرہم لیس ممنوع مطلقاً بل
اذا کان علی جهة التمول، وهو الذی یورث
المنع وعلیہ یتفرع وحوب التصدیق، اما
اذا باع بہا لیسوفھا فی القرب، وذلك ما لا
وساثر وحوۃ القرب مطلقة حیث لا تحجر
فی ثقیلہا

بذلك اکتبت غیر مرة وکتبت
فیہ فتویٰ مفصلاً اذا منعت عن نفسه
بقین من ذی العیلة عام الف، ثلثمائة
وخمیس من ہجرة من لولا ما، علییت
الخص، ولا لاء، قمر ولا برغت شمس،
ولا اقل غد ولا ادبر اسر علیہ وعلی الہ
الفر، لکرام افضل صلاۃ واکمل سلام
وآخری مجملۃ الذورد علی السوال
اسبع خلون من ذی القعدۃ الحرام
فی العام الذی یلیب ذلك العام

وهما مثبتتان في المجدد الرابع صحت
مجموعة فتاوى المباركة ان شاء الله تعالى
المنقحة بالعطايا لموسى في الفتاوى النصرية
جمها الله نافعة للمسلمين ومقبولة لدى
العالمين وحجة لعبد يوم الدين آمين
الله الحق آمين۔

فصل في ما ينبغي شرفه من
الهدايا اكثرهم من الوهية المبطلين
نراعيهم ان البيم بالدم اهم مطلقا
ولوللقرابة يوجب التصديق حتى لا يجوز
له الصرف الى مانوى من لقرب بل لا يحرم
من العهد الا بالاداء الى الفتيار على وجه
التحكيم ، واحتج الاصا غرضهم عود ذلك
بعبارتي الهداية والدار المذكورتين
وقد بينا ما هو المراد بهما واشتبا عن شر التحقيق
على انه لا مصادم لشي منهما من عموم القوم
فانما ياذنك عن الاسترسال صرة اخسرى
في مذكلامهم ، فانه لشدة وهن نفسه
غنى عن ايرون عبره ، قلن سألتهم
هل اسكلامهما اعني في قول الهداية
والدار في سيم بكرة لافي عبره ، ليقولن
نعم ، ولئن سألتهم هل الميع بالدم
يكرو مطلقا ليقولن لا ، قل فاني تدعون
ولئن قالوا في الاول لا ، نقضت عندهم
حجتهم لقها بالخطا والجهالة ولئن

دوسرے مصروف میں خواہ مصروف خیر ہی کیوں نہ ہو صرف
کرنا جائز نہیں ، اصاف نے تو ہایہ اور درختار کی
انہیں دونوں عبارتوں سے سستہ پڑی جس کا فصل
بیان اور گزرا ، تو ہم کو دوبارہ ان کی تردید کرنی ضروری
نہ تھی ، ان کی بات حد درجہ کمزور ہے ، کیونکہ ان سے
خود پوچھ دیکھو کہ ہایہ اور درختار کی عبارت بیع
مکروہ کے بیان میں ہے ، یا کسی دوسری کے
بیان کے لئے تو کہیں گے بیع مکروہ کے لئے پھر
ان سے پوچھو کیا کماں کی بیع مطلقا مکروہ ہے تو
کہیں گے نہیں ، قراب فیصلہ کے لئے کیا باقی
رہ گیا ہے ، اور اگر ادل میں پلٹ کر جواب دیں
کہ صرف بیع مکروہ کی نہیں ، تو ان کا نفس انہیں
حد درجہ کمزور کر دے گا ، مثال میں اگر کہیں ہوں ، تو
ان کی بات خود انہیں کو جھٹلار ہی ہے کیونکہ وہ بھی
صدقہ کے لئے بیع جائز قرار دیتے ہیں ، اور اگر
وہ اس بیع کے جواز کا انکار کریں گے تو ہم ان کو
نصوحی علماء کے لشکروں سے آسودہ کر دیں گے۔

قالوا في الاخر نعم ، فكل ما هم انفسهم
مناد عليهم بالهت والبطالة ، فانهم
ايها معترفون بجواز البسيم للتصدق من
دون كراهه ، وان لم يعترفوا لاني انا هم بخير
منصوص ، لا قبل لهم بها فانها
بهذا القدر متبعها لهم ، ومزيله لوهم
عمر بن الخطاب .

ولكن اقول لا غرو من نفي
قاصرين لا يكادون يعمدون بين العبد
واسمين ولرئيس واثين والمدين والصين
والشمال واليمين ، انما الذهب من غيرهم
الكلو هي البدو طول الداع وعصم الدراع
على ما فيه من انوع لا سدا ع حيد
مناد عداوة على الاتباع واحذ يتشبه
بما قد مناجباري العلي والكاكي انه نفي
على قصد التمول " اني قوله " فيكون خبيثا

اگر یہ جوڑنے کی غلطی میں پڑ گئے جو موٹے اور ڈبے
سستے اور موٹے ، اور دائیں بائیں کی تیز نہیں
رکھتے تو تعجب کی بات نہ تھی ، تعجب تو اس بات پر ہے
کہ ان سب کے امام گنگوہی صاحب جو طول باغ
وسعت اطلاع کے مدعی ہیں انہوں نے کیسے یہ
فراموش کیا اور پی سب بدگوہیوں میں اصفافہ کریا
اور سند میں عیسیٰ اور کافی کی عبارت پیش کی ہادیہ
اور دور کی عبارت ہی ان کے خلاف محبت تھیں ،
لیکن عیسیٰ اور کافی کی عبارتیں تو ان کا صریح رد ہیں

یہ حکم تو اس کے حال سابق پر تھا پھر
حکمرانی اور خلافت میں اس کے حال مزید
ترقی کر گیا پس وہ کفر ظاہر میں جا پڑا اور ارتداد
صریح کو اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو اختیار
کیا ، سم طاقت و بربادی سے اللہ تعالیٰ
کی پناہ مانگتے ہیں لاجل ولا قوۃ لا باست
العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس سرہ (ت)

عن هذا كان اذ ذاك ثم توفى به الحال
في الغواية والضلال فوقع في الكفر
البراج واختار الارتداد الصراح
واستحب العلي على الهدى فوف
بالله من الهلاك والهدى ولا حول و
لا قوة الا بالله العلي العزيز الحکيم ۱۲ قدس
سورة العزیز .

مخصوصاً بدایہ کی عبارت میں تو تصدق کی علت خست
کو قرار دیا ہے، اور خست کی وجہ بیع کی کراہت کو
تسلیم کیا ہے، اور بیع کی کراہت کی وجہ قبول کو
گردا سب تو کیا یہ آدمی درام کے ساتھ بیع کو مطلقاً
بیع قبول گردانتا ہے، یا قبول اور تقرب کا فرق
نہیں جانتا، یا ضد کو ضد پر قیاس کرنے کو درخیش
کو طیب پر محمول کرنے کو اور بیع منہی عنہ کو بیع جائز
پر اعتبار کرنے کو قرار دیتا ہے، یہ کتنی شنیع بات ہے
ہر مذہبی اس سے بناوٹ سمجھ رہا ہے۔

یہ وہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو مذہب اہلسنت و جماعت
کی ہدایت دے۔ اس نے کہا، قربانی کر نیلے نے
جب جلد درام کے عوض بیع ہی تو قبول (کسب نہ)
کی ریت ہو یا صدقہ کی اس کے دام کا صدقہ کرنا واجب
ہو گیا جیسے تدر کا صدقہ واجب ہوتا ہے، یعنی نے
شرع جاری میں کہا یہ قصد قبول پر تصرف ہے اور قربانی
کسب نہ کا ذریعہ ہونے سے غلط جکی ہے، تو جب
بیع کر کسب نہ کیا تو صدقہ واجب ہو گیا کیونکہ یہ ثمن فعل
مکروہ سے حاصل کیا تو بیعت ہو گا اور صدقہ واجب
اور کافی میں ہے جب اس سے قبول کیا تو قربت کمال
سے منتقل ہو کر اس کے بدل میں چلی گئی تو اس کا تصدق
واجب ہوا۔

اس کلام سے تم از ہم یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ شخص

فیجب التصدق، وانه اذا اتولها بالبیمع
الی قوله وجب التصدق فان کلامی الهدایة
والدر، وانه کانا حجتین علیہم لالہم،
لکن لا کما تین اصحتین بامت الکلام فی
صورة التمول لامطلق التبدل، لاسیما
کلام الاحام المذہبیین کالیدر، انت
وجوب التصدق لاحل الخبث و الخبث
لکراهة البیمع، وکراهة البیمع لقصد التمول،
فیالیت شعری فیظن الرجل ان کل تبدل
بمستهلک تمول، ویکرم لکراهة البیمع به
مطلق، ام لا یدری الفرق بین التمول
والتقرب حتی یحتج علی الصد بالصد، ام
یحیز قیاس البیان علی السیاق، و الخبث
علی الطیب، و المسمی عنہ علی السأؤوث
فیہ، بل السندوب الیہ فهل هذا الاثن
نکرا، وامر امرا، وایا ما کان قال اللہ
الضراعة لمنح البراعة ومنع التناعة۔

قال الرجل هذا اللہ تعالیٰ الی مسک
اهل السنة و الجماعت، ادامع المضحی
جید اصحیت، بالدر اہم سواء کان البیمع
للتمول او بذیة التصدق تعین تصدق ثمنہ
کالتذرو هذا هو معنی الصدقة الواجبة۔

قال العيني في شرح الهداية انه تصرف على قصد التمول وقد خرج عن جهة التمول فاذا قلنا بالبيع وجب التصديق لان هذا الثمن حصل بفعل مكروه ، فيكون خبيثا فيجب التصديق له وفي الكافي اذا قلنا تمولها بالبيع اشغلت القربة الى بدله فوجب التصديق اثره بما ملخصا۔

اقول دلنا كلامك هذا على تعيين الشق لاحير من الشقوق الثلاثة المبارة في قولي ، ياليت شعري فعرفنا بترديدك ان ليس كل بيع يستهلك تسولا عندك وانك ما تزيين التمول وغيره ، وان بدلت التقرب بالتصدق جهلا منك ، او تحاهلا مع عندك ان الكلام في سائر القرب دون التصديق هاذن لا اجد لاحتجاجك بكلام السكا في مثلاً ، الا كنت ادعي ان من حصل اثم سواء كانت صلواته لله تعالى او لغيره وحتب عليه بقوله عمر وحل قل يا ايها النكمر دن لا اعيد ما تعبدون ۝ فان كان الدلائل يتم بان يكون اخس من المدعا مع عدم الساس بالجزء المقصود منه امتناع فيه اصلاً ، فلا رى احداً من

قول اور تقرب کے فرق سے آگاہ ہے تبھی تو بیع قول اور بیع تقرب کو دو علیحدہ قسمیں قرار دے کر حرف تردید سے بیان کیا کہ قولی ہو یا صدقہ کی نیت و اہم کا صدقہ واجب ہو گیا ، ہاں لا علمی یا تجاہل عارفانہ میں لفظ تقرب کو تصدیق سے بدل دیا کیونکہ کلام تو مطلقاً کا ثواب کے لئے بیع کرنے سے متعلق ہے ۔

الفرض اس کلام سے اب سمجھ میں آیا کہ بات دوسری آخری ہے کہ اس شخص کے نزدیک ضد مخالف سے استدلال بائز ہے ، اس استدلال کی کیفیت ایسی ہی ہے جیسے کوئی کئے عبادت خدا کی ہو یا غیر خدا کی کسب ناجائز ہے ۔ دلیل اس کی قرآن عظیم میں ہے ، لا تعبدوا ما تصدون ، تو ما تعبدون دیکھا ہی نہیں لا تعبد سے استدلال کر دیا ۔ اسی طرح صاحب کافی کی عبارت تو بیع قول کی مخالفت میں ہے اور آپ نے مطلقاً بیع حرام کر دی یہ تو عبارت کافی سے استدلال کا حال ہے اور عینی سے استدلال کی حالت تو اور ردی ہے ۔ اس لئے کہ وہ نص کرتے ہیں کہ اس کا تصدیق اس لئے واجب ہے کہ مال خبیث ہے ۔ اور یہ صورت بیع قول کے سوا اور کسی صورت میں ہو ہی نہیں سکتی ۔ تو آپ کا اس عبارت سے استدلال اندھیری بات

کے ثبوت میں سورج پیش کرنے کے مرادف ہے اس شخص نے کہا، کافی اور عینی کی عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ اس کمال کے دام لا تصدق واجب ہے تو وہ صدقہ واجبہ ہوا۔ اور اس کا مصروف وہی ہے جو صدقہ واجبہ کا مصروف ہے، تو اسے مسجد یا مدارس کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے۔

”فہی معجب لی اس عبارت کا اگر یہ مطلب ہے کہ ان عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ یہ قول کے لئے ہے تو قیمت کا صدقہ واجب ہے۔ تو یہ بات صحیح ہے، مشکاک اگر بقصد قول صحیح کی تر اس کا تصدق واجب ہے، اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی کار ثواب کی غرض سے مع کیا تب بھی تصدق واجب ہے، تو یہ بات ان دونوں عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں، اور اگر آپ کے استدلال کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عبارت میں صدقہ واجبہ کا لفظ مل جائے، چاہے جس باب اور جس بیان میں ہرگز

المبطلین یعجز عن إقامة الدلیل علی دعوائہم احتیجنا بحکما کافی، اما التمسک بکلام الیدرفیرألمک اللہ من ان تنقص درجۃ ممن یدعی وجود اللیل البہیم فی سبیل الاستار یحتج علیہ بوجود الشمس فی وسط السماء بانرغۃ تبہر الانصار۔

قال فقد اتضح مہاتین الرواۃین وجوب التصدق واذا وجب الصدقة فکونہ صدق واجبۃ وانہم شقہ فلا یكون مصرفا الا مصرف الصدقة الواجبة کما هو ظاهر، فلا یجوز صرفہ الی ساء الساجد والمدارس من أمم المتقریب۔

اقول ان امرین الوجوب عند التمول فہم، ولا کلام فیہ، او عند التقرب فلا ولا کلامہ وای اثرہ فی دلیلک فما ثبت بہما لا نزاع فیہ، وما فیہ النزاع لم یحل بہما، وان کان محسک ان یقع فی کلام الاصحاب لفظ وجوب التصدق فی ای مسئلۃ من اق باب، فہم لدعوائک فی کل کتاب، ولانہ عند الرہل والتقرب۔

قال والصدقة مطلقا لا بد فیہا من تملیک سوا کان اباحۃ او تملیک تاما۔

اقول يا ليتك اذ لو تهتد الى الصواب
 قنعت ، بما من قبل صنعت ، ونفسك حق
 الاسترسال صنعت ، ولكنك اجبت ان تزيد
 في الطور نفعة ، وفي الشط ونج نفعة ،
 فابتدعت القول بامث الاباحة من
 التملك ، وانما تحرى في الصدقة
 مطلق ، فجعلت التسميم قسماً ،
 والعقد لدا من ان كلمات العلماء في مسائل
 الاباحة غير قليلة ولا خفية ، بل دواصة في
 كثير من ابواب الفقه ، منها الطهارات ،
 ومنها الزكوة ، ومنها الطلاق ، ومنها
 النكاح ، ومنها النية ، ومنها الكراهية
 وغير ذلك وهذا شرح الوقاية للامام
 الجليل صدر الشريعة اول كتاب
 نتداسسه في الفقه ، اعاد فيه
 رحمه الله تعالى في اول
 كتاب الطهارات من باب
 التسميم ، ان القدرة ثبت بطريق
 الاباحة ، وبطريق التملك ، فان قال
 صاحب الہاد لجماعة من المتيسمين
 ليتوصوا بهذا الماء ايكو شاء ، والساء
 يكتفى بكل واحد منفي ، اي ينقض تسميم
 كل واحد لثبوت القدرة لكل واحد
 عنی الامراد ، اما اذا قال هذا ساء بكم
 وقبضوا لا ينقض تسميم لانه يتفق

یہ دونوں عبارتیں ہی کیا ہیں ، سر کتاب میں آپ کے
 مدعا پر سیکڑوں دلیلیں موجود ہیں۔ اس شخص نے کہا
 نقد قر میں مطلقہ تملک واجب ہے عام ازیں کہ
 بطور ایاست ہو یا بطور تملک

آدمی کو صحیح بات نہ معلوم ہو تو جتنا ہو چکا اسی پر
 صبر کرنا چاہتے اور دراز لسانی سے پرہیز کرنا چاہتے ،
 لیکن آپ نے تو ایک نئے ٹر کا اضا ذکر کرنا چاہا ،
 اور شرطی کے کھیل میں گدھے کو بھی داخل کر دیا کیونکہ
 یہ بات بالکل غلط ہے کہ اباست بھی تملک کا
 ایک حصہ ہے ، اور صدقہ واجتہ تملک میں بھی اباست
 سے کام چل جائے گا ، افسوس کہ اس کلام میں قسم
 کو قسم اور صدقہ کو شریک بنا دیا گیا حالانکہ ان دونوں کی
 تقریر کے بیان میں تباروں کے ابواب بھرے پڑے
 ہیں ، ابواب طلاق و نكاح و ہبہ و کراہیہ وغیرہ میں
 کثرت سے یہ مسائل ہیں۔

ہر لوگ فتنہ میں حراول کتاب امام صدر الشریعہ
 کی شرح وقایہ پڑھاتے ہیں اس میں کتاب الطہارۃ کی
 ابتداء میں ہی لکھتے ہیں ، پانی پر قدرت امانت سے
 بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تملک سے بھی ، تو پانی کے
 سنے ایک پوری جماعت سے اگر یہ نام میں سے جو
 چاہے اس پانی سے وضو کرے ، اور پانی کسی
 ایک کے وضو بھرتا ، پوری جماعت کا وضو ٹوٹ
 جائے گا ، کیونکہ علی سبیل التفراد سب کی قدرت
 ثامت ہو گئی۔ اور اگر یوں کہا کہ اس پانی پر تم سب
 قبضہ کرو ، تو تم نہ ٹوٹے گا ، کیونکہ تمنا پانی حب

سب کو ہر کیا اور تقسیم نہیں کیا ترہیہ مشاع ہونے کی وجہ سے وہ ہر باطل ہوا، اور کسی کے لئے اباحت ثابت نہ ہوئی۔ ایسا ہی فتح اور بحر وغیرہ میں ہے۔ تملیک اور اباحت کا فرق اس عبارت سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ پہلی صورت میں اباحت ثابت فرماتے ہیں، اور دوسری صورت جو ہر اور تملیک کی طرح ہے، اس میں اباحت کی نفی فرماتے ہیں، اگر دونوں ایک ہی ہوتے تو ایک کا ثبوت اور دوسرے کی نفی کیسے ہوتی۔ تو اور فتح الہام میں ایک مشہور و معروف ضابطہ مصرح ہے "امام نے کسی کمانے کی چیز کی اجازت لفظ "الطعام" سے دی کہ اسے فلاں کو کھلا دے" تو اس میں اباحت کافی ہے۔ درجس کو "ایمان" سے اجازت دے کہ اسے فلاں کو دے دو" تو اس میں تملیک ضروری ہے۔ تو آنکھ کھولی کر دیکھ لیجئے کہ تملیک و اباحت

امام غزی نے فرمایا: "الزکوٰۃ تملیک و زکوٰۃ میں فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔" علامہ علائی فرماتے ہیں: "اس سے اباحت نکل گئی۔"

۱۰۵-۰۹/	المکتبۃ الرشیدیہ دہلی
۲۵۱/۱	مطبع مجتہائی دہلی
۴۵۳/۱	دار احیاء التراث العربی بیروت
۱۲۹/۱	مطبع مجتہائی دہلی
۱۲۹/۱	"
۳۷	فصل منظر الزکوٰۃ فور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

على ملك الواهب ولم تثبت الاباحه لانها با بطل الهبة بطل ما في ضمنها من مملوخصاً ونحوه في الفتح والمحرر وغيرهما، فانظر كيف يسيرون بينهما، واسمع كيف اثبتوا الاباحه لكل منعهما يقول المالك ليتوضأ به ايك من شاء، مع بداهة انه لا تثبت بقوله هذا شيء من الملك لكل منهم، ولا لاحد من امكنه درست هذا، او ما دريت ولا وجهيت ضابطا لهم، انت ما شرع بلفظ اطعام وطعام حاز فيه الاباحه، وما شرع بلفظ ايتاه واداء شرط فيه التملك، حكما في ظاهر الدلالة ومجمدة الانهر وغيرهما فافتح العين، هل هما قسيما، او احدهما قسم من الآخر كرايس فلاں كودے دو" تو اس میں تملیک ضروری آپس میں قیم میں، یا ایک دوسرے کی قسم!

أوما علمت ان مولی الغزی لما قال ان الزکوٰۃ تملیک ان قال المحقق العلانی خیرہ الاباحه، او ما عرفت ان الامام مصدر الشریعة لما قال فی النقایة تصیرت تملیکاً له شرع الوقایة

کتاب الطهارة

باب كفارة الطهارة

مجمع الانهر شرح مفتی الابحر

باب الطهارة

کتاب الزکوٰۃ

" " " " " "

هے مختصر الوقایة فی مسائل البدایة

امام صدر الشریعہ نے فرمایا (الزکوٰۃ) تصرف
تدبیراً "زکوٰۃ تدبیر کے طور پر خرچ کی جائے گی۔
علامہ شمس محمد نے اس کی شرح میں کہا، اس میں اشارہ
ہے کہ زکوٰۃ کو کسی کے لئے مباح کیا تو زکوٰۃ ادا
نہ ہوگی۔

اسی طرح علماء کی تصریح ہے "تجزیہ مباح کی
وہ مباح کرنے والے کی ملک پر باقی رہتی ہے جس
کے لئے مباح کی گئی، اس کو اس کی ملک سے کوئی
تعلق نہیں رہتا۔" وہ تو یہاں تک فرماتے
ہیں، مالک کی ملک زائل ہو جائے تب بھی ضروری
نہیں کہ مباح لڑکی ملک ثابت ہو۔

مولانا زین بن نجیم شہید گز میں فرماتے ہیں،
مباح کو مباح رہ جانے والے کی ملک پر بھی ختم
کرنا ہے، یا وہ چیز خود اپنی ہی ملک پر برتی ہے کوئی
اس کا مالک نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب مباح لڑنے اس چیز کو
کھالیا، تو وہ چیز مباح کرنے والے کی ملک سے نکل
گئی۔ اور کسی کی ملک میں داخل نہیں ہوئی، حتیٰ کہ
کھانے والے کی ملک بھی نہ ہوئی، یہی مطلب ہے
حک فقہ کا۔ ان کا یہ قول ظاہر قاری نے اپنی کتاب
حاشیہ در میں پیش کیا، الغرض اگر میں نقل کرنے پر

کتبہ اسلامیہ کتبہ قاموس ایران ۳۲۸/۲
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵۸/۵
دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۱-۲۲۰
ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۹/۴

یعنی الزکوٰۃ قال العلامة الشمس محمد
فی شرحہا فیہ اشارة الی انہ
لا یجوز صرف الاباحۃ الخ او مدخلت
ما اذا العلامة البحر فی لفظ
البحر، اذ قال انما فسرنا الانتفاع
بالملك لانه یسب المراد الانتفاع
بدونہ كالاباحۃ، او ما وقعت علی
قول السید الشافعی فی لفظ رد المختار ان
التصرف علی وجه التملك احتراز عن
التصرف بطریق الاباحۃ علی ملک
صاحبہا الخ او ما سمعت العلماء یصرحون فی
غیر ما موضح ان المباح له، انما یتصرف علی
ملك المبیع لاحاطہ من التملك اصلاً، حتی
لم یشتو به ملک بعد روال ملک المالك، ایضا
قال اصولی زین بن نجیم فی شرح الکفران قیل
الباح یتملكه الماح له، علی ملک المبیع او
عن ملک نفسه، قلت اذا صار مالک لانا مالک
المبیع عنه، ولو یدخل فی ملک احد الخ واثرة
عنه علامة الطحاوی فی حاشیة الدر،
هذا وکم اسود لك یا هذا من نقول
الاسفار، وھم فی الخور والاستکثار

سہ جامع الرموز کتاب الزکوٰۃ معرفۃ الزکوٰۃ
لے بحر الرائی کتاب القبط
سہ رد المحتار
لے بحر الرائی باب النہار فصل فی الکفارة

اوں تو ایسی نعوص کا انبار لگ جائے جو تمہیک
اور اباحت کے فرق کا اعلان کر رہی ہیں۔

اسی طرح اس کلام کا یہ ٹکڑا کہ صدقات میں
مطلعا اباحت کافی ہے یہ بھی غلط ہے، اتنی بات
تو ہر آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں بحت
کافی نہیں، ہم نے اس بات کے جزئیات تنویر اور
در سے پہلے نقل کئے، اور در کا ضابطہ بھی
نقل کیا، آئندہ مزید تفصیل کریں گے، تو
اس قال کا کلام از تاپا محمد دوش ہی مخدوش ہے
اور ہمیں مزید زد کی ضرورت نہیں۔

ما تنترقی دوت نقلہ الامار، وانا بحمد الله
عالم بسا ط غطك، ومشار لعصك، وما أسبغك
عليه عن قريب، انشاء المولى القريب
المجيب، واما ما ادعيت من اجراء الاباحة
في الصدقات مطلقا، فواضح السطون عند
كل من يعلم ان الزكاة وصدقة العطر
لا تعنى فيهما الاباحة على المذهب الصحيح
المفتي به، وقد قدما نعوص النقاية و
التنوير والدر، وضابط الدر و شروح
متنقى الابحر، وسيأتى تزيادة على ذلك
ان شاء الملك۔

والمجملہ کلام الرجل کلام محمد عروش
من قرنه الى قدمه مخدوش، ومخون اذ
قد اوضحنا المرام وانما حنا الادها مرستوفين
مر باب الملک الاعلام، فلا علیتنا ان نقصر اعلام
ونظری بسا ط الراد والایرام والمحمد لله
ولی الاعمار۔

ایک سنی عالم کا فتویٰ البتہ علمائے اہلسنت
میں سے بھی ایک بزرگ نے اسی قسم کی بات کہی
جو گنگوہی صاحب سے مذکور ہوئی، ان کا کلام یہ ہے،
”قربانی کی کمال کا حکم یہ ہے کہ اس کا صدقہ کیا جائے
یا اس کو خرد استعمال کیا جائے، یا اس کو باقی رہنے
والی چیز سے بدلہ جائے، جیسے چھلنی، مصلیٰ وغیرہ، تو
صدقہ کی صورت میں تمہیک ضروری ہے۔“
انہوں نے اپنے کلام سے مذکور ثابت کیا کہ

تذیل بجلیل، قال العبد الذلیل بعد
هذا، وقفت على تحریر اخر لبعض حیلہ
العصر من اعاضل اهل السنة صح فيه بحر
ما صح ولہذا القوم، وحکوا ان لا بد لهما
من التمیك متمسکا بما تعریبه حکم جلود
الاضاحی ان یتصدق بما اذیتعہ بما یتغصہ
اولیست لہا بما یتغص بہ مع بقا۔
کاغیر لوالسجدة وغیرہ، حتی صوریۃ

کیاں کا صدقہ صدقہ واجبہ ہے، نہ یہ ثابت کیا کہ اس کو کسی اور کارِ ثواب میں نہیں لگایا جاسکتا۔ حالانکہ یہی دلیل کا صغریٰ ہے، جبکہ اس کے ثبوت کے دلیل ہی بیکار ہے، ان بزرگ کی غلطی کی بہت بے رحمی کہ انہوں نے یہ کہا کہ قرآنی کی کمال صدقہ کرنے بعینہ اس سے انتفاع حاصل کرتے یا باقی رہنے والی چیز سے استبدال میں منحصر ہے، اور جب بعینہ انتفاع اور استبدال با باقی کی صورت نہ پائی گئی تو تصدیق معین ہو گیا، اور اس میں تملیک ضروری ہے (اللہ تعالیٰ انہیں اپنے لطف سے واسطی یہ ان کے کلام کا انتہائی توجیہ ہے۔

لیکن قابلِ فوراً مر یہ ہے کہ شرع میں صدقہ کا اطلاق متحد چیزوں پر ہوتا ہے، (۱) تمليك المال من العقیقہ اس صورت میں عاریتہ، اباحت، ہدیہ، قرض وغیرہ سب صدقہ سے نکل گئے، اور صدقہ فطر اور زکوٰۃ میں لفظ صدقہ سے ہی مراد ہوتی ہے اور اسی صدقہ کے لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں تملیک ضروری ہے، تو صدقہ کفارہ اگرچہ صدقہ واجبہ ہے، لیکن اس معنی

الصدق لا بد من التملیک ثم حاصلہ معرباً۔
اقول هذا کلام کما تری لایکادیرجع الی طائل، فان لزوم التملیک فی الصدق لایستلزم لزومه فی التقرب، ولم یلزم کلامک بما یجیب الصدق ہنہما عینا ونفی سائر وجوہ التقرب شینا فالصغری المطویۃ ہی التوب کانت محتاجہ الی البیان وقد طویتوہا و طویتم، نکشتم من یہ ما ختل السراہن و کانت ملحظ ہذا، تفاضل ومحیط بظہر ان حکم المخلو اد کان دأراً بین الاشیاء الثلاثۃ، بالسیمع بالدرہم ولولا جمل التقرب استفی الاخیران، فتعین الاول، وهو لاسد قیہ من التملیک ہذا عایۃ ما یقال فی تفسیر کلامہ، علی حسب صرامہ ہتأہ مر بہ بلطمہ واکرامہ فالآن۔

اقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق، اہل ان لصدقہ اطلاقاً الاول احق بہ تمليك لہا من العقیقہ مجاباً، فخرج الاعاۃ، ولا ماحۃ و ہدیۃ الغنی والقرص و ہذا هو المراد فی الزکوۃ و صدقۃ الفطر، وبہذا اللہ فی یقال ان الصدقۃ لا بد فیہا من التملیک و حیث نہ لا تدخل فیہا الکفاسات لجوار الاناحۃ

یہاں قطعاً، ولد اقال فی ظہار التویر، صحت
الاباحۃ فی طعام الکفارات والغذیۃ دون
الصدقات والعشر اھ قال السیدان الفاضل
احمد الطحطاوی ومحمد الشامی (قولہ دون
الصدقات) ای، من کوة وصدقة الفطر اھ
فی نظر کیف اخرج الکفارات من الصدقات۔
الثانی تمکین الفقیر من المال مجانا،
وهذا یقتضی النظر عن التملیک ویکتفی

میں وہ صدقہ نہیں کیونکہ اس میں اباحت بھی جائز ہے
تویر میں ہے،
"گذرہ اور قدر کے صدقہ میں اباحت جائز ہے
صدقات اور عشر میں نہیں۔"
لفظ صدقہ کی تفسیر میں شامی اور طحطاوی نے
کہا، "صدقات سے مراد زکوٰۃ اور صدقہ فطر ہے۔"
یہاں کفار و مکہ واجب ہونے کے باوجود صدقات سے خارج ہے۔
(۲) فقیر کو مال پر قابو دے دینا یہاں تملیک سے
قطع نظر ہوتا ہے، اور یہ انتفاع، معرفت اور

عقد ای فی نوع الطعام منھا اما الکسوة فی
کفارة، یعنی فلا یتکفی فیها الاباحۃ کما فی
اسحر ونیرۃ فی حفظ هذا السراد، وانما
اقول خروج الکسوة ضروری فان الاباحۃ انما
تکون ما ینتفع بہ باستهلاك کمالہا کولات و
المشروبات، و نکسوة لیس ہکذا کما لا ینفخ
والحاصل ان غرضی فرقاً بیت الاباحۃ
والاعارة مطلقاً، واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ
قدس سرہ العزیز۔

یعنی ان اقسام میں سے طعام میں اباحت ہے
لیکن کفارہ ہمیں میں لباس میں اباحت کافی
ہیں ہے لیکن جیسا کہ بحر وغیرہ میں ہے تو اس
مراد کو محض ظار کہہ اقول (اور میں کہتا ہوں)
لباس کا خروج یہاں ضروری ہے کیونکہ اباحت
صرف ایسی چیز میں ہو سکتی ہے جس کو ہلاک
کر کے انتفاع حاصل کیا جائے جیسے مکولات
مشروبات جبکہ لباس ایسی چیز نہیں ہے جیسا کہ
معنی نہیں ہے، حاصل یہ کہ میرے نزدیک اباحت
اور عاریتہ دینے میں فرق ہے، واللہ تعالیٰ اعلم
۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

۲۵۱/۱	مطبع مجتبیٰ دہلی	کتاب الطلاق باب الکفارة	لے درمختار شرح تویر الالبصار
۵۸۲/۲	دار احیاء التراث العربی بیروت	"	لے درمختار علی اور المختار
۲۰۲/۲	دار المعرفۃ بیروت	"	حاشیہ الطحاوی

بإطلاق الاستفاح ، والتصرف والاستهلاك
 الصادق به وبالإباحة وبهذا المعنى تشمل
 الكفارات فتعد من الصدقات الواجبة كما
 قال القسستاني والشامي وغيرهما في مصروف
 الزكاة أنه هو مصروف الصلوة والصدقة الفطر
 والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات
 الواجبة لله وبه علم امت هذين
 المعنيين لا يتعد هب الواجب من الصدقات
 والمخلط بينهما كانه هو الذي حدد ذلك
 الرجل الوهابي فان جعل الإباحة من
 التملك ، وذلك انه رأى في الفتاوى ما يقصر
 الصدقة على التملك وسأى في رد المحتار
 ما نقلنا أنفا وهو يفيد ان الكفارة ايضاً
 من الصدقات ، وقد نقل العبارتين
 في فتاواه فأطن انه نظم منها شكلاً و
 استنتج منه ان الكفارة لا بد فيها من
 التملك ، وكانت داسيان الإباحة تسوخ
 فيها ، فلم يتأكد نفسه ان حكم يكون الإباحة
 قسماً من التملك لانه اضطربت لديه
 لأقوال ، وضاق عليه ميدان الجبال
 ولم يدرك أقصى عن الاشكال الاباء
 هذا الحال ، ولم يعرف المسكين فرق
 الحال ، وان تعير الادسطة بهذا الاستكمال

استكمال کبھی صورتوں کو شامل ہوتا ہے جو تملیک اور
 اباحت دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے ، صدقہ اس
 معنی میں کفارہ پر ہوا جاتا ہے جو صدقہ واجبہ سے ہے
 اسی کو لینے کا اہل وہی ہے جو زکوٰۃ کا اہل ہے ،
 چنانچہ قسستانی و شامی وغیرہ نے کہا ،
 "جو فقیر مصروف زکوٰۃ ہے وہی صدقہ فطر ، کفارات
 اور نذر وغیرہ کا مصروف ہے ۔"

صدقہ کے یہ دونوں معنی صدقات واجبہ میں ہی
 متضمن ہونگے ، شاید اسی بات نے اس واپائی آدمی
 کو یہ حرات دلائی کہ اس نے اباحت کو بھی تملیک
 میں شمار کیا کہ انھوں نے فتح القدیر میں دیکھا صدقہ
 کے لئے تملیک ضروری ہے اور رد المحتار کی بھی
 نقل شدہ عبارت میں دیکھا کہ کفارہ بھی صدقات
 میں سے ہے ۔ یہ دونوں عبارتیں اسی نے اپنے
 فتویٰ میں نقل کی ہیں اور اس سے قیاس ترتیب
 دے کے یہ نتیجہ نکالا کہ کفارہ کے لئے بھی تملیک ضروری
 ہے ، اور یہ جان ہی رہے تھے کہ کفارہ میں اباحت
 تو اس فیصلہ میں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکے کہ اباحت
 بھی تملیک کا ہی ایک حصہ ہے کیونکہ اقوال نہیں
 مضطرب نظر آئے اور ان میں تطبیق دے نہ پاسکے
 تو یہ محال بات بول دی اور قیاس ترتیب دینے پر
 انھیں یہ پتہ نہ چلا کہ حد وسط مکرر نہ ہونے سے نتیجہ
 عطل ہوتا ہے فتح القدیر کی عبارت "الصدقۃ

يجب فيه التملك " من صدقة سے مراد صدقہ خاص
بمعنی اولیٰ ہے، اور " الکفارات نجوس فیہ
الاباحۃ " کا صدقہ ہونا بمعنی ثانی ہے، حالانکہ
تمستانی ان کی راہ کشادہ کر چکے تھے، وہ فرماتے ہیں
" انہ تصرفت بملیکاستثنیٰ منہ الکفارات "۔
صدقات واجبہ میں تملیک ضروری ہے لیکن کفارہ
اس سے مستثنیٰ ہے۔

فان النیٰ يجب فیما، تملیک ہی الصدقة بالمعنی
الاخص الوارد فیہا لفظ الیتاء او الاداء او
ما یؤدی مؤداہما، والکفارات لیست من
الصدقات سہذا المعنی عدا شکل ولا اشکال
والحمد لله المہیمن المتعال، علی انہ ان
قطع النطر عن ہذا التحقیق العیس الایس
الدریق، فکان السیل ان یتل یا ستثناء
الکفارات من حکمہ جوب التملیک کما
فعل الفاضل القمستانی حیث قال
تحت قول السقایۃ تصرف تملیکاً یستثنی
منہ اباحۃ کفارة "۔ لان یرتب شدک
ہذا الحال، وبالله العصمة من السزل
الضلال ہذا ما وعی ناک سعد الی شرح
اطلاقات الصدقة۔

(۳) صدقہ کا ایک اطلاق یہ ہے کہ تملیک بہ مت
اور فقیر و فنی " دونوں کو عام ہو، توسط شریح
ابوداؤد میں ہے،

" صدقہ یہ ہے کہ فقیر دل کو دیا جائے (مطلب
یہ کہ صدقہ میں غمنا یہ ہوتا ہے) ورنہ صدقہ ہائے
نزدیک مالداروں کو بھی دینا جائز ہے۔"

الثالث ویسما یقطع النطر عن الفقر
ایضا، فتشمل التملیک والاباحۃ للتقیر
والغنی، قال فی التوسط شرح سنن ابی داؤد
الصدقۃ ما تصدقت بہ علی الفقراء ای غالب
انواعہا کذلک فانہا علی الغنی حارۃ
عندنا یشاہ بہ بلا خلاف ثم و قال فی

رد المحتار میں بحر الرائق سے منقول ہے۔ صدقہ مالداروں پر بھی ہوتا ہے کہ مجازاً بہرہ کو صدقہ کہتے ہیں، اور ذخیرہ میں تشریح ہے کہ مالدار کا صدقہ فقیروں کے صدقہ سے کم ثواب والا ہوتا ہے۔ احمد و طبرانی نے کبیر میں مقدم ابن سعد یکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بیوی کو کھلایا تو صدقہ، جو اولاد کو کھلایا تو صدقہ، جو خادم کو کھلایا تو صدقہ۔

طبرانی میں ابوالامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آدمی اپنے گھر میں جو کچھ اہل عیال اور خادموں پر خرچ کرتا ہے وہ سب صدقہ ہے۔

(۴) اس اطلاق میں نہ تمییز ہے نہ اباحت، یا ایک قسم کا تصرف مالی ہے جس سے مسلمانوں کو نفع پہنچا، مقصود ہوتا ہے، جیسے گناہ بنانا، نہری تیار کرنا، مسافر خانے اور پل بنانا، مساجد اور مدرسوں کی تعمیر کرنا، اور انھیں امور خیر میں صرف کرنے کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں، اور اوقاف کو کسی معنی میں صدقہ مودہ کہا جاتا ہے، حدیث شریف میں ہے، "مصور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

رد المحتار عن البحر الرائق الصدقة تكون على الاغنياء الضواوان كانت مجازاً تحت الجهة عند بعضهم وصريح في الذخيرة بان في الصدق على العتي نوع قرينة دون قرينة الفقير، وروى احمد والطبراني في الكبير عن المقدام بن معد يكرب رضي الله تعالى عنه، قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انك ما اطعمت زوجتك فهو لك صدقة وما اطعمت ولدك فهو لك صدقة وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة، وروى فيه عن ابی امامة البہلی رضي الله تعالى عنه عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما انفق الرجل فی بیته واولاده فهو صدقة، الرابع ربما تطبق حيث لا تميلك ولا باحة اصلا وانما هو تصرف مالي تصدي به نفع المسلمين كحفر الابار وكروى الانهار وبناء الربط والجسور والصاحب والبداسر وغير ذلك، وعنت هذا نقول انها صدقات، جاریة، ومن ذلك قولهم فی الاوقات صدقة مؤبدة، وعنه جاء قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رد المحتار	کتاب الوقف	دار احیاء التراث العربی بیروت	۲۵۴/۴
شہ المعجم الکبیر	حدیث ۶۳۴	المکتبۃ الغیصلیۃ بیروت	۲۹۸/۲۰
کے	۷۴۶	" " "	۱۱۲/۸

اذا اناك سعد بن عبادة رضى الله تعالى عنه
فقال يا رسول الله احي ماتت فاتي الصدقة
افضل؟ قال سقي الماء، فحضر بئرا، و
قال هذه زكاة سعد، كما اخرج احمد
وابوداؤد والنسائي وابن ماجه
وابن حبان والمحاكم عن سعد
والويلعلى عن ابنت عباس رضى الله
عنه فقد سقى الماء بحفر البئر
صدقة، ومعلوم ان لا تمليك
فيه ولا اباحة، فان من شرطها ان
يكون الماء في ملك المبيع كما لا يحق على احد
وقد قال صدر الشريعة ائمه لما لم يذكر
لا تصح باحتهم اؤد وقد نص علما لنا
ان ماء البئر غير مملوك لصاحبها، ففي
الهداية البئر ونحوها
ما وضع للاسوار ولا يملك
المباح بدونه، وفي فتاوى
لعلامة خير السديد الرضوي

حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض
کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں کا انتقال
ہو گیا ہے تو کون سا صدقہ اسے مفید ہو گا؟ حضور نے
فرمایا، لوگوں کو پانی سے سیراب کرنا۔ انھوں نے ایک
گنواں کھدوا دیا اور اعلان کر دیا کہ یہ مسجد کی ماں
کے لئے ہے۔ (احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ،
حاکم، ابن حبان عن ابی یعلیٰ عن ابن عباس)

تو اس حدیث میں پانی کی سیرابی کو صدقہ قرار دینا
جس میں نہ تملیک ہے نہ اباحت، کیونکہ اباحت
کے لئے شرط یہ ہے کہ شے مباح، مباح کر نیوالے
کی ملک ہو۔ صدر الشریعہ فرماتے ہیں: جب مال
موقوف پر مالکوں کی ملک نہ رہی تو ان کی طرف سے
اباحت بھی درست نہیں۔

اس طرح علما نے تصریح فرمائی کہ کنویں کا پانی
کنویں والے کی ملک نہیں۔

آئیے میں ہے: گنواں اور اس کے مثل
جو چیزیں میں قبضہ کر کے نہیں رکھی گئیں، اور قبضہ کے
بغیر مباح پر ملک ثابت نہیں ہوتی۔

۱/ ۲۳۶ سنن ابوداؤد کتاب الزکوۃ باب فضل سقی الماء آفتاب عالم پریس لاہور
سنن النسائي کتاب الوصايا فضل الصدقة عن الميت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۲
مسند احمد بن حنبل حدیث سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۸۵ و ۶/ ۴
موارد الطالبان الی نوائذ ابن حبان کتاب الزکوۃ باب سقی الماء المطبعة السلفية مکة المكرمة ص ۲۱۸

کے

۱/ ۲۸۳ سنن البیہقی کتاب ایثار الرزق فصل فی المیاء مطبع یوسفی لکھنؤ

فی الولوالجیة وکثیر من الکتاب لو نزع ماء
بئرس جل بعیرا دانه حتی یبست لاشع
علیه لان صاحب البئر غیر مالک للما واد
فادن لایکون الا تقربا الی الله تعالی بتصرف
فی ماله لنفع المسلمین وعلی هذا سائر
القرب البانیة سواء فی دخولها فی معنی
الصدقة۔

وقد قال الامام فقیہ النعمان
قاصی خان فی الحامیة قریة فیها مؤسوطیة
بالأحوص حرت القریة ، والقرض اهلها
وقرب هذه القریة قریة اخروی
فیها حوض یحتاج الی الماء الا حرجا سادوا
ان ینقلوا الأجر من القریة القرب
خربت و یجعلوها فی هذا الحوض ،
قالوا ان حوت بانی تلك البئر لا یجوز صرف
الأجر الا بانه ، لانه عاد الی مکة و امت
له یعرف البانی قالو الطريق فی ذلك ان

عنه قلت ای لا ضمان لان الاتلاف صادف
مباحا غیر مملوک لحد اما التصزیر
فیبقی ان یکون فیما ینظر اذ افعله لمحض
الاضرار ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام۔

فتاویٰ خیریہ ، دلول الجیرہ وغیرہ بہت سی کتابوں
میں ہے : ” اگر کسی نے کسی کے کنویں کا پانی نکال کر
کنوئیں خشک کر دیا تو سکاٹنے والے پر کوئی تاوان
نہیں اس لئے کہ کنویں والا پانی کا مالک نہیں۔“
تو یہ صدقہ اسی معنی پر ہے کہ اللہ کے تقرب
کے لئے اپنا مال مسلمانوں کے نفع کے خاطر صرف
کر رہا ہے ، اور اس معنی میں سائے مالی کا بغیر صدقہ
قرار دینے بائنے میں برابر ہیں۔

اطلاق نمبر ۳ کی دوسری مثال امام فقیہ النعمان
قاصی خان فرماتے ہیں : ” ایک دیہات میں پختہ
کنوئیں تھیں ، دیہات اُجڑ گیا اور کنوئیں معطل ہو گئیں
اس کے قریب دوسرے دیہات والوں نے
اس کی اینٹیں اپنے حوض میں لگانی چاہیں ، اگر
کنوئیں کا بنانے والا موجود ہے تو اس سے اجازت
یعنی ضروری ہے کیونکہ تعطل کے بعد اینٹیں بانی کی
ملک ہو گئیں ، اور بانی کا پتہ نہ پڑے تو وہ اینٹیں فقیر
کو دے دی جائیں اور وہ اپنی طرف سے اس کو
حوض میں لگا دے ، کیونکہ وہ اینٹیں اب لفظ

میں کتابوں یعنی ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی مباح چیز
کا اتلاف ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن تعزیر
مناسب ہوگی جبکہ وہ بطور ضرر و زانی ایسا کرے کیونکہ
اسلام میں ضرر و ضرار کی ممانعت ہے ۱۲ منہ (ت)

یتصدق بها على فقير، ثم ذلك الفقير
يسقطها في ذلك الحوض، لانه بمنزلة
اللقطة والاولف ان ينفق القاضى
في هذا الحوض، ولا حاجة فيه الى
التصدق على الفقير، وفي الهندية
عن الوقفات الحامية، فيها اذا لم يعلم
العارس، الحكم في ذلك الى القاضى ان
سأى سبها وصرف تمسها الى عمارة المقبرة
فله ذلك، وان قال في احامية قلة بيت
الاشجار بعد اتخاذ الارض مقبرة فان
علم عارسها كانت للغاسم وان لم
يعلم فاسأى للقاضى ان سأل ان يبيع
الاشجار وتصرف تمسها الى عمارة مقبرة
فله ذلك، وتكون في الحكم كانهما وقف
قلت اى في انه مال معروف الى
وجود المبر، اما الوقف فلا لما في الحامية
ايضا، سأل جعل ارضه مقبرة، وفيها
اشجار عظيمة، قال انه فيه الوجه
رحمه الله تعالى وقف
لاشجار لا يصح، فتكون
الاشجار الوقفت، ولو رشت

درگري پڑی چیز کے حکم میں ہے، اور زیادہ بہتر
یہ ہے کہ قاضی اپنے حکم سے اسے حوض میں لگا دے
اس طرح فقیر کو دینے والے جلد سے نجات
مل جائے گی۔

عامگیری اور واقعات حسامیہ میں ہے :
اگر قبرستان میں درخت لگانے والے کا پستہ
نہ چلے تو قاضی اپنی صوابدید پر اس کو بیج کر اس کی
قیمت قبرستان کی درستگی میں صرف کر سکتا ہے۔
خانیہ میں ہے : زمین کو مقبرہ بنانے کے بعد
اس میں درخت لگ آئے، لگانے والا معلوم نہ ہو
تو وہ اسی کا ہے، اور لگانے والا معلوم نہ ہو
تو رائے قاضی کی ہے اسے بیج کر قبرستان کی
مرست میں لگا سکتا ہے، اس کا حکم وقف ہی
کا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح وقف ایک ایسا
مال ہے جو مصارف غیر کے لئے ہی ہے اسی طرح
اس درخت کا مصروف بھی مصارف غیر میں، وہ
درخت خود وقف نہیں ہو جاتا۔ اسی خانیہ میں ہے :
"ایک آدمی نے زمین مقبرہ کے لئے وقف کی جس میں
درخت ہیں، فقیر ابو جعفر کا دربان ہے کہ چونکہ
درختوں کا وقف صحیح نہیں اس لئے وہ درخت وقف کے

۷۵/م	نوٹشور لکھنؤ	کتاب الوقف	فصل فی الوقف المنقول	۷۵/م	۷۵/م
۴۴/۲	فرائی کتب خانہ پشاور	باب الثانی عشر		۴۴/۲	۴۴/۲
۷۲/م	نوٹشور لکھنؤ	فصل فی الاشجار		۷۲/م	۷۲/م

ہوں گے، اور وہ مر گیا تو اس کے ورثہ کی ملک
ہوں گے، اور یہی حکم اس مکرہ کا ہے جو ایسے ار
میں جو جس کو مقبرہ کر دیا گیا ہو:

رحمانیہ کا جزیرہ ہے، مسجد ویران ہو گئی جس
کے بانی کا پتہ نہیں، اور لوگوں نے دوسری مسجد
بنائی، پھر ان کی رائے بدلتی گئی ویران مسجد بیچ کر
اُس کی قیمت اس مسجد میں لگائیں، تو امام محمد کے
نزدیک اس میں حرج نہیں، اور قاضی ابویوسف
کے نزدیک وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ ہمیشہ مسجد
ہی رہے گی۔

سراجیہ میں ہے: پرانی مسجد جس کے بانی کا
پتہ نہیں وہ ویران ہو گئی، لوگوں نے اسی کے قریب
دوسری مسجد بنائی تو قاضی ابویوسف کے نزدیک
ویران مسجد کا بیچ کر آنا مسجد میں نہیں
لگا سکتے، اور امام محمد کو اس میں اختلاف ہے،
اور فتویٰ قاضی ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول
پر ہے:

اس کی وجہ دی ہے کہ مسجد جب ڈھے کر
ناقابل استعمال ہو گئی اور لوگ مستغنی ہو گئے، تو
امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا ملک بانی
ہو جاتا ہے، اور جب بانی کا پتہ نہ پیلے تو وہ نقد ہو گئی
اور امام محمد رحمہ اللہ علیہ اس کو دوسری مسجد کی تعمیر

ان عامات، و کذا البیت فی الدار التي جعلها
مقبرة لله، ومعلوم ان حکم اللقطة هو
التصدق الا ان يكون الملتقط فقيرا، فيصرفه
الى نفسه، وهو ايضا من باب التصديق من
المالك، بل قال في الدار المختار عن الصدقة
وجد لقطة وعرفها ولم ير ربها فاستقر بها
لعقره ثم يسري حب عليه، ان يتصدق
بثلثة اہم وان كان لغيره اخلاص كما في
البحر والنور، عن الولوالجية والهمدية
وجامع الرموز عن الظهيرية قلت لا ت
لصدقة اعمامت محتملها فلا تتغير بتغير
حاله تعقير احد اسر كوة ثم السورس عليه
سردف، وبالجملۃ الحكم هما يتصدق
وقد نصوا على جواز صرفه الى عبادة
لمقبرة واصلاح الحوض، ومن ذلك
ما في الرحمانية عن الاجناس، اذا خرب
مسجد ولا يعرف بانيه ومنى اهل المسجد
مسجد آخر ثم اجتمعوا على بيعه، واستعانوا
بشئنه في ثمن المسجد الا خوف فلا بأس به،
وهذا قول محمد حلالا لابی يوسف فانه
مسجد ابدا عند الله، وفي السراجیہ مسجد
عقین لا یعرف، نیه حرمت فاتخذ بجنبہ

سہ ناوی قاضی حاکم کتاب الوقت فصل فی المقابر والرمات نوکشتور لکھنؤ ۴/۲۵
کے درمختار کتاب اللقطة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱

کے رحمانیہ

مسجد آخر، ليس لأهل المسجد ان
يبيعوه وليستعينوا بتمنه في مسجد
آخر، عند ابن يوسف خلافاً لمحمد
وعليه الفتوى۔

وذلك ان المسجد اذا خرب
والعياذ بالله واستغنى عنه يعود
عند محمد الى ملك الباقى،
كما فى التنوير وغيره فاد الله يعرف
بأنه صار لقطعة، وقد قال
لامام محمد بن عوف
مسجد اخر فعلم ان الصدق
الماوربه فى اللقطه هو بهذا
المعنى الرابع الداخلى فيه المرف
الى المقابر والميادين والمساجد
وهذه الاطلاقات كلها فقهية
كما ترى۔

حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، عوف اور مسجد میں
صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ یہاں تکلیف ہے نہ امانت، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کر یہ سارے
اطلاقات فقہیہ ہیں۔

الخاص قد يتوسع فيقطع النظر
عن قيد المال ايضاً، ويطلق على
كل نفع للغير، يصل الى الخير او دفع
الضرر، كيهنا كان ومن ذلك حديث تكرار

میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔
توجیب، چوتھے معنی میں اس کا حکم لفظ کا ہر توجیہ
بات صاف ہو گئی کہ اس کا حکم صدقہ کرنا ہے، ہاں
پانے والا فقیر ہو تو اپنے اوپر خرچ کرے کہ یہ بھی صدقہ
ہے بلکہ درختار میں عمدہ سے نقل کیا کہ فقیر سے لفظ
پایا اور اس کو اپنے اوپر خرچ کیا، پھر مالدار ہو گیا
تو اس کا صدقہ کرے، اگرچہ فقیر اس کے خلاف
ہے (بحر و نہر عن الاول الجید و جامع الرموز من
الطبرہ)

میں کہتا ہوں قرین قیاس بھی یہی ہے کہ
صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا، تو حالت کے بدلنے سے
اس کا حکم نہیں بدلے گا، جیسے فقیر مال زکوٰۃ کھاتا رہا
اب مالدار ہو گیا، تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ فقیر زکوٰۃ
کھاتی سب واپس کر اور فقیروں پر صدقہ کر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے مال کا حکم صدقہ کا ہے
اور اسی کو ثمارت بقبرہ اور اصلاح عوف میں صرف کا
حکم دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، عوف اور مسجد میں
صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ یہاں تکلیف ہے نہ امانت، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کر یہ سارے
اطلاقات فقہیہ ہیں۔

(۵) کبھی صدقہ سے مالی ہونے کی قید بھی ختم کر دی جاتی
ہے، اور مطلقاً غیر کو نفع پہنچانے، اور اس سے
ضرر دفع کرنے کو صدقہ کہا جاتا ہے، اس کی شان
وہ حدیث ہے کہ منفرد کے ساتھ مل کر جماعت

الحاجة المروى في جامع الترمذي وغيره
 لا رجل يتصدق على هذا فيصل معه وقوله
 صلى الله تعالى عليه وسلم كل سلافي من الناس
 عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس تعدل
 بين الاثنين صدقة بينهما ، وتعين الرجل
 على دبتة فتحمل عليها ، او ترفع له عليها
 مناعه صدقة ، والكلمة الطيبة صدقة و دل
 الطريق صدقة و تبيط الادي عن الطريق
 صدقة ، اخبره احمد والشيخان عن
 ابى هريرة رضي الله تعالى عنه ، وقوله
 صلى الله تعالى عليه وسلم ما من رجل صلوا
 يصاب بشئ في جسده فيتصدق به الارتفاع
 الله به درجة وخطاهه حسنة ، اخبره
 احمد والترمذي و بن ماجه عن ابى الدرداء
 واحمد و نفياء نحوه عن عبادة رضى الله
 تعالى عنه باسناد صحيح .

کرنے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ
 میں حکم دیا ،
 "الاجل يتصدق على هذا فيصل معه
 کوئی اس پر صدقہ کرے اس کے ساتھ مل کر نماز
 پڑھے ،
 یوں ہی سرکار نے فرمایا ، "آدمی کے ہر جوڑ پر
 ہر دن صدقہ ہے ، تو دو آدمیوں کے بیچ نصف دینا
 صدقہ ہے ، آدمی کو باہر پر سوار ہونے میں مدد دینا
 صدقہ ہے ، اس کا جوڑ دینا صدقہ ہے ، اچھی
 بات صدقہ ہے ، راستہ بتانا صدقہ ہے ، راستے
 کوڑا کرکٹ ڈور کر دینا صدقہ ہے (احمد و مسلم و
 بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)
 یہ آئی یہ حدیث شریفہ ، آدمی کے جسم میں تکلیف ہو
 تو جو اس پر صدقہ کرے اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ
 اس کا اجر بخشنے کرے گا اور گناہ معاف کرے گا (احمد)
 ترمذی ، ابن ماجہ ابی الدرداء احمد و بن ماجہ
 باسناد صحیح

- ۸۵/۱ سنن الدرداء کتاب الصلوٰۃ باب فی الجمع فی المسجد مرتین آفتاب عالم پریس لاہور
 جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الجماعۃ فی مسجدہ امین کمپنی دہلی
 ۳۱۹/۱ صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اخذ بالکتاب ونحوہ قدیمی کتب خانہ کراچی
 صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان ان اسم الصدقة یقع علی کل نفع من المعروف قدیمی کتب خانہ کراچی
 ۳۱۹/۲ مسند احمد بن حنبل مسند ابو ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت
 ۱۶۵/ سنن جامع الترمذی ابواب الایات باب ماجاء فی العفو امین کمپنی دہلی
 سنن ابن ماجہ باب العفو فی العفاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
 مسند احمد بن حنبل بقرہ حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت

ذکرة، وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة^۱،
اتقن هذا فعلك لا تجد بياض تلك
الاطلاقات الا في هذه الوریقات، والله یخونه
واهب العلیات.

ثم ان المراد بالتصدق في قولهم
في الاضاحی تصدق بالثلث وقولهم
یندب ان لا ینقص الصدقة عن الثلث
لیس هو المعنی الاخص الاول، کیفت و
قد اجمعوا علی اباحة الاباحة فی القربان
فلا یکن تعین الاخص المنحصر فی
التعیك، ویتمنع ذلك فی قول جملة الانهر
وغیرة الجهات ثلث الاكل و ۵۵۵ و
استصدق ۵۵۵ فایس الاطعمه العام العیر
لخصوص یا تمیلک المنصوص علیه فی
قوله عز و محدة و اطعموا القانم والمعتز
وقد استدلی فی الهدایة بالایة علی قول
ابدية یشحب ان لا ینقص الصدقة عن
ثلث، ق تلان الجهات ثلث الاصل و
الادجار لها رویاء الاطعم من لقوله تعالی و
اطعموا القانم والمعتز و تقسم علیہا اثلثة

سلسلہ میں جس صدقہ کا ذکر آیا ہے وہ ان اطلاقا
میں سے کس اطلاق کے تحت آیا ہے، تو یہ طے ہے
کہ تبرادل مراد نہیں، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ
قربانی کے گوشت کو بطور اباحت کھلا سکتے ہیں تو اس
معنی پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا جس میں تنہیک ضروری
ہے، اور یہ بات مجمع الانہر وغیرہ کے قول کے
کھانے سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے، چنانچہ
صاحب مجمع فرماتے ہیں، "قربانی کے مصرف کی تین
حیثیت ہے، کھانا، جمع کرنا، صدقہ کرنا"
حالانکہ قرآن شریف میں کھانے کا صریح ذکر ہے
تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا جس میں اباحت کافی ہوتی ہے
صاحب مجمع نے لفظ صدقہ کہہ کر اس کو بھی مراد
لیا ہے۔

اسی طرح صاحب ہدایہ نے صاحب ہدایہ کے
اس قول کی دلیل دی، "صدقہ ثلث سے کم نہ ہونا
چاہئے۔"

صاحب ہدایہ کہتے ہیں، "اس لئے کہ جتنیں تین ہیں
کھانا، جمع کرنا، یہ تو حدیث سے ثابت ہے، اور
کھانا، یہ قرآن سے ثابت ہے کہ محتج کو کھادو،
تو تینوں کے لئے ایک ایک ثلث رکھا گیا"

على ان قد بينا ان معنى المنع
ليس ترك الصدق المأمور به
فانه غير المأمور به ههنا، اما
بل المعنى قصد التمول للنهي عنه
فكل ما تقرب به الى المولى
سبحنه وتعالى، وهو لا يتحقق
في شئ من القرب، فلا يضرنا
عند التحقيق ايراد شئ من المعاني
اصلا، كما لا يخفى على من رزق العقل
السليم والفهم المستقيم، والله سبحانه كل
شئ عليم، هذا وجه في الجواب عن احتياج
هذا الفاضل المستطاب.

اقول ثانيا مبنيا على حصر السائر
في الوجه الثلثة، ولا دليل يدل على الحصر،
وعدم الذكرك ليس ذكر العدم، وهذا
الامام القندري مقتصر في محضرة على
تبيين الصدق وعمل آلة حيث قال
ويتصدق بجلودها او يعمل منه آلة
تستعمل في البيت ثم فترك التبدل ما سبق
ايضا، ايطن كلامه هذا معارضا بكلام من
ثلث، وهذا المحقق المحلي قال في ملتقاء،
وهو من متون المذهب المعتمدة كما
نص عليه العلامة الشامي، يا حكل من

حدیث حضرت نبیشہ ہذا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
میں ایثار (کارِ ثواب) کا لفظ آیا ہے جو تمام کارِ خیر
کو عام ہے، تو چوتھے معنی جو عام طور سے صدقات
نقلیہ مراد ہوتے ہیں وہی مراد لینا صحیح ہو گا۔

علاوہ ازیں ہمارا کہنا ہے کہ قربانی میں قصبر
صدق کی ممانعت ہے، نہیں قصد قبول کی ممانعت
ہے، تو جس قسم کے صدقہ کی نیت کرے قصد قبولی میں
پایا جائے گا اور صدقہ جائز ہو گا، اس لئے صدقہ
کی جو قسم بھی مراد لے لو ہمیں کوئی ضرر نہ ہو گا۔

مزید توضیح [جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس
عالم اہلسنت کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے
یہ سمجھا کہ مصارف قربانی کی صرف تین جہتیں ہیں ملائکہ
اس پر کوئی دلیل نہیں، اگر کسی مصنف نے صرف
تین ہی ذکر کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زادہ نہیں
کہ عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں، امام
قندوری نے تو اپنی محضریں دو ہی جہت کا ذکر کیا،
”کمال کا صدقہ کر دیا جائے یا گھر پر استعنا کئے گئے
کوئی پیر بنائی جائے“ تو انہوں نے باقی رہنے والی
چیز سے استبدال والی شق چھوڑ دی، تو کیا ان کے
کلام کو تین شق ذکر کرنے والوں کے کلام کے معارض
سمجھا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی
کا گوشت کھائے اور مالدار اور فقیر جس کو چاہے
کھلائے، اور صدقہ تھائی حقہ سے کم نہ کرے۔“

لحم أصحيته ويطعم من شاء من غني و
فقير، وندب أن لا يقص الصدقة تحت
الثلاث ثم فلم يذكر التبدل بالباقي في مسألة
اللحم مع جوسه قطعا على المذهب الصحيح
وإن احتير ما صححه في الظهيرية وغيرها
من حواش تبدل الباכול بالباכול كاللحم
بالحبيب واسبوب وغيره بغيره كالجلد بالكتب
والجواب لا عكسه في الصورتين، فقد ترك
هذا الوجه في اللحم، وعلى كل علم يحط بكل
ما هو سائغ، ويطأ ثوبك إن تبعته أعيانك
عدها أكثر، والداحض فلامع لأن يقال
إذا سقى الأخيران تعين الأول وقد لوحنا
ببعض من هذا في مط دي كلاما في الوجه
السابق.

واقول في شأن البيت إلا الحصر
فبشوني أفلا يحوز الهداء عني، و
ليس من الثلثة، أولا يجوز الإحارة من
فقير أو ملي وليس منها ولا يجوز البسيع
بالدراهم للتصدق وليس البسيع للتصدق
عين التصدق، فاد بقت هذه فليكن البسيع
بها لاجل التقرب أيضا من البواقي:

وبالجملة فلا دليل يظهر على عدم جواز
لبس لاجل التقرب ولا على وجوب التملك

توانحوس نے بھی تبدیل بالباقی والی ثقی چھوڑ دی حالانکہ
مذہب صحیح پر یہ جائز ہے، اور فقیر یہ میں تو گوشت
کو ماکولات جیسے غلہ اور مغزیات کے ساتھ بدلے کی
بھی اجازت دی، اور حلقہ کو کتاب اور چڑھے کی بھی
کے ساتھ، اس کا دل نہیں، تو ایک یہ صورت بھی
متروک ہو گئی، تو قربانی میں جن جن امور کی اجازت ہے
سب کا احاطہ میں کیا گیا ہے، اور جب محض احاطہ
نہیں تو یہ کتب صحیح ہیں کہ سب دو قسمیں متحقق نہ ہوئیں تو
تیسری متعین ہے۔

اسی طرح بالدار کو بدیہ کرنا جائز اور فقیر کو عاریۃ
دینا جائز ہے، یہ دونوں صورتیں بھی توان میں
میں شامل نہیں، کہ اصدقہ کی نیت سے درہم کے
بدلے بیع جاری ہیں حالانکہ بیع کرنا اصدقہ کرنا نہیں
ہے، تو جب اس کا بر ثواب کے لئے بیع جائز
تو دوسرے کا بر ثواب کیلئے کیوں جائز نہ ہوگی۔

المختصر کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے کار ثواب
کے لئے بیع منع ہو، اور اس کا اصدقہ طور تمیز

ہونا ثابت ہو، اور جس چیز کو مخالفت پر دلیل قائم ہے، وہ یسع نقصد قول ہے، اور ان دونوں میں ہونے کا بعد ہے۔ اور قربانی کے اجزاء سے قصد قربت ہوتا ہے، اور یہ یسع اسی لئے ہے، اس لئے اس کے عازر ہونے میں شبہ نہیں۔

اب ہم اسی پر بس کرتے ہیں، اور ابتدا و ابتدا میں اپنے رب کی حمد کرتے ہیں، میں اپنے نفس کو غلط و لغزش سے بری نہیں گردانتا، اور خلل ظاہر ہونے کے بعد میں اپنی رائے پر اصرار بھی نہیں کرتا، سبحان اللہ! میں کیا اور میری رائے کیا، نقصان ہی میری پونجی ہے اور غلطی میں ہر گز۔ لعلی میری صفت اور عاجزی میرا نشان، اگر یہ ٹھیک ہو تو میرے رب کی توفیق سے ہے، اور اسی کے لئے ہر دم تعریف، اور غلط ہو تو میرے گناہوں کی بُرائی، میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی حمد بجالاتا ہوں اور اسی کی حمد پر یہ رسالہ ختم ہوا۔

اس کا ایک لطیف نام (جس سے میرے طرہیت کے مطابق کتاب کا سنہ تالیف بھی ظاہر ہو) کی تلاش ہوئی تو اس کا نام الصافیۃ الصوحیۃ لحسنہ جلود الاصحیۃ رکھا، اور یہ پینچشنبہ کے روز چاشت کے وقت ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۰۰ء میں ہوا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے

اذا فعل ذلك، بل الى ليل ناطق بخلافه فان الله نعم انما هو قصد القول وهذا بحسب ل عنه، والمسوغ كما تبين بكلامه التبیین قصد القرية وهذا، فليقتصر على هذا القدر، حامدين لربنا في الورد والصدور هذا ما ظهر لفهمي لغاصر وفكري العاقر ومعاذ الله ان ابرئ نفسي من الخطا والزل واصر على سائى بعد وصرح الخلل وسجن الله اليش انا واليش راى، واما النقص لضعف والمخطا صنعته، والجهل ضعفى، والجهل سمتى، فان اصبحت مستوفيق ربى، وله الحمد فى كل ان وحسن، واث خطات عشوم ذنبى، واسأل التوبة ارحم الراحمين، والحمد لله العزيز الوهاب، والصلاة والسلام على النبى الاواب وآله وصحبه خير آل واصحاب، واذا انتهت الرسالة بحمد ذى الجلالة وددت ان اسيرها بعلوم لطيف، يكون علما على عامر التيف، كما هو دأبى فى جميع التصانيف وقد جاءت بعد الله تعالى محصورة، ومع الاختصار مطهرة مطهرة تناسب ان اسميها "اصافية الموحية لحسن جلود الاصحية" وكان ذلك وضمومة الخميس سيلة لقيت من دى القعدة الحرام سنة الف، وثلاثمائة وسبع من

هجرة المولى سيد الانام بمقتضى صلاة و
 اكمل سلام واجمل تحية عن ائمة السعاف
 عبيد و عن آله وصحبه الكرام على مراليلالي
 و لا يامر، والحمد لله دى الجلال و الكرام
 كتبه العبد المذنب احمد رضا البهلولوى
 على عمه سحبد المصطفى النبى الاقى

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مسئلہ ۲۹۲ ار ریاست راجپور مدرسہ مطیع العلوم، مدرسہ محمد انام الدین صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۶ھ

دیہات میں قبل صلوة العید قربانی کرنا یا مرغ وغیرہ ذبح کرنا درست ہے یا نہیں، اور ہزار بغیر پوست کٹ
 کو قربانی کے چمڑے کی قیمت مل سکتی ہے یا نہیں، اور میاں جی اور شاگرد جی بغیر طالب علم اس چمڑے کی قیمت کے
 مصروف ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور اس کی قیمت کو مدرسہ و مسجد وغیرہ کے اسباب میں صرف کرنا درست ہے یا
 نہیں، اور قربانی کرنے والا اپنے ہاتھ سے مال یعنی چمڑے کی قیمت تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

مرغ کی قربانی مکروہ و تشبہ بالجوس ہے، نہ اس سے واجب اضحیہ ادا ہو سکتا ہے، اور جائز
 قربانی شرعی وہ صبح ہی کر سکتے ہیں کہ ان پر نماز عید نہیں، اجرت جزا میں اس کی قیمت دینا جائز نہیں کہ
 تحمل ہے اور قربانی سے تحمل جائز، اس چمڑے کا یہی حکم ہے جو اصل کا، کہ ادخار و ایثار دونوں جائز
 ہیں، خواہ اس کی مشک بخرالے یا کتابوں کی جلیں، یا اسے مسجد یا مدرسہ وغیرہ طہنت میں دے دے، یا
 بہنیت مصارف خیر بیچ کر اس کی قیمت مصروف خیر میں صرف کرے خواہ اپنے ہاتھوں سے یا اور کے ہاتھوں
 سے، یا اگر اپنے لئے اسی داموں سے بچا تو وہ دام خیریت ہیں، اور ان کی سبیل تصدق۔ واقعہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۵ از سٹون صلیح رائے بریل مدرسہ محمد طہ صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا ارشاد ہے علمائے کرام کا اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قربانی کی رتی و جھولی صدقہ کرنا چاہیے
 و حسب ذیل حوالہ پیش کرتا ہے (۱) شرح وقایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الاحصاء، بیان احکام الہدی
 (۲) عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ (۳) در مختار جلد اول، باب الہدی

۴، ہدایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الہدی (۵) قدوری، باب الہدی (۶) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری

بجہر کہتا ہے کہ قربانی کی رتی و جھول صدقہ کرنے کی کتب فقہ میں کوئی دلیل نہیں، اور زید کے پیش کردہ
 حوالوں پر حسب ذیل اعتراض کرتا ہے:

اولیٰ شرح و قایمہ آید وغیرہ میں مسئلہ بخونٹ حذو کو باب الہدیٰ میں بیان کیا ہے ، حالانکہ یہ مسئلہ باب الاضغیہ سے تعلق رکھتا ہے ، اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے :

دوم علیٰ طریق التثزیل یہ ثابت بھی ہو جائے تو لفظ خظام جس سے زید نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے ، تو کیا اس کے معنی کسی نفوی نے گراؤں یعنی رتھی کے بیان کئے ہیں ، ابی اثیر ابو عبیدہ کسی نے تصریح کی ہے خظام کے معنی گراؤں کے ہیں ۔

سوم کتاب حذو الرماہ نے خظام کے تصدیق کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کی ہے ، اور کہا کہ اس حدیث کی بخاری اور مسلم نے تخریج کی ہے ، تو کیا اس روایت سے خظام کے تصدیق کا حکم ثابت ہوتا ہے ؟ فقط نام ہوا کلام کج کا ، پس دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں ؟ اور کج کے اقترانات کے جوتائے کیا ہیں ؟

الجواب

انقیاد شتر کے لئے دو طریقے معمول ہیں ، ایک یہ کہ وسط بینی کے گوشت یا ایک طرف کے سٹنے میں سوراخ کر کے تانبے ، چاندی ، سونے کا حلقہ یا لکڑی یا باہوں کا بنا ہوا چھٹا ڈالیں ، اور مضبوط ڈور کا سرا اس میں اور دوسرے سر سے میں رتھی یا غوا اس میں رتھی باندھیں ، اس حلقے کو بڑھ بھنم موصوفہ و فتح رائے محفوظ ، اور لکڑی کو خشاش بالکسر اور دوسری میں فہار بالفتح ، اور بالوں کے تیلے کو عربی میں خزامہ ، اور سب کو زمام بالکسر ، نیز اس ڈور کو زمام اور اس رتھی کو کہ اس میں باندھی جاتی ہے مقود بالکسر ، یا راستہ جی عربی دن رتھی میں زمام و جہار اور جوتا کو جنہی میں نکیل کہتے ہیں یہ اس کے انقیاد کا اکمل طریقہ ہے ، اور اکثر ناقہا کے سواری میں بھی مستعمل ہے کہ بے اس کے انقیاد نام نہیں ہوتا ، اگر ادیتہ کا احتمال رہتا ہے ، دوسرا یہ کہ رتھی کا حلقہ اس کے گلے میں قریب گوش بار کی طرح ڈالی کر منہ پر ناک کے قریب اس کا چھتا دیتے ہیں ، عربی میں اسے خظام بالکسر ، اور ہندی میں ٹھیر کہتے ہیں ، نیز زمام معنی سوم بلکہ دوم بلکہ کبھی تول کہ بھی خظام کہتے ہیں ، تو خظام کے چار اطلاق آجوتے ، مگر وہ رتھی کہ گائے بھیس بکری کے گلے میں باندھی جاتی ہے ، اسے خظام کوئی نہیں کہتا ، نہ مادہ خظام اس کی مساعدت کرتا ہے کہ وہ خضم یعنی بینی سے ماخوذ ہے ۔ نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار میں ہے :

خطم البعیر ان یوحذ جبل من لیف او شعر
او قطن فیجعل فی احد طرفیہ حلقة ، ثم
یشد فیہ ، بطرف الاخر حتی
یصلیرکالحلقة ثم یقلد
البعیر ثم یثقی علی
محطمه ، واما ما یجعل
اونٹ کی خظام یہ ہے کہ کجور کی چھال یا بالوں یا کائی
سے رتھی بنا کر اس کے ایک طرف حلقہ بنایا جائے
پھر اس میں دوسرا کنارہ باندھا جائے تاکہ وہ حلقہ
کی شکل ہو جائے ، پھر اسے اونٹ کے گلے میں
بار کی طرح ڈالا جائے پھر اس کو اونٹ کی ناک
پر لپیٹ دیا جائے ، اور وہ باریک رتھی جو

فی الافق دقیقہ هو الزمان

ناک میں ڈال جاتی ہے وہ زما ہے۔ (ت)

فقہ باب ۲۳ فصل ۳۶ میں ہے،

خطامہ اسجل يجعل فی طرفه حلقة ويقعد
البعير ثم يثني على مخطمه

خطامہ وہ رسی ہے جس کے ایک طرف حلقہ بنا کر
اونٹ کے گلے میں ڈال کر طرح ڈال جاتا ہے۔ پھر
اس کو اونٹ کی ناک پر لپیٹا جاتا ہے۔ (ت)

مصباح المنیر میں ہے،

خطامہ البعير معروف وسعی بذات لسانه
يقعد على خطمه

اونٹ کی مہار معروف چیز ہے اس کو خطامہ اس
نے کہتے ہیں کہ اس کی ناک پر لٹکائی جاتی ہے (ت)

تاج العروس میں ہے،

قال ابن شميل هو كل حين يعتق في حق البعير
ثم يعتد على انفه كان من جلد او صوف
اوليف او قنب

ابن شميل نے کہا خطامہ ہر اس رسی کو کہتے ہیں جسے
اونٹ کے گلے میں لٹکایا جاتا ہے پھر اس کی ناک
پر گرہ لگا دی جاتی ہے یا ہے وہ رسی ٹڑے کی ہر
بادن کی ہو یا کجور کی پھال کی ہو یا سن کی ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے،

(خطامہ) هو جبل يجعل في عني البعير
ويثني على انفه

(اس کی خطامہ) وہ رسی ہے جس کو اونٹ کی
گردن میں ڈال کر اس کی ناک پر لپیٹ دیا جاتا ہے (ت)

قاموس میں ہے،

الخطم من السداة مقدم المها وفمها

چار پائے کا خطم اس کی ناک اور منہ کے اگلے حصے کو

۱۔ مجمع بحار الانوار باب الخمار مع الطار تحت لفظ خطم مکتبہ دارالایمان المدینۃ المنورۃ ۵۱/۲
النهاية لابن اثیر باب الخمار مکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہ ریاض ۵۰/۲

۲۔ المصباح المنیر الخمار مع الطار تحت لفظ خطم مکتبۃ البابا مصر ۱۸۶/۱
۳۔ تاج العروس فصل الخمار من باب الخیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۸۲/۸
۴۔ جامع الرموز کتاب الحج فصل الاحصار مکتبۃ اسلامیۃ گنبد قاموس ایران ۴۳۸/۱

والخطام کل ما وضع فی الف البعیر لیتقاد بہ یث

کہتے ہیں، اور خطام اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ

کی ناک میں ڈالی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے

اونٹ کو کھینچا جاسکے۔ (ت)

تاج میں ہے، کذا فی المحکمہ (محکم میں یوں ہی ہے۔ ت)۔ بحر الرائق میں ہے،

الخطام هو الزمام وهو ما يجعل فی

خطام زمام ہی ہے اور یہ اس شے کو کہتے ہیں جو

اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ (ت)

الف البعیر

در خمین میں ہے،

الخطام الجبل الہدی یقاد بہ البعیر

خطام وہ رستی ہے جس کے ذریعے سے اونٹ کو

چلایا جاتا ہے۔ (ت)

مجمع البحار میں کہانی ہے،

یخطامہ او بزمامہ وہا سمعی، والشک

یادس کی زمام دونوں ہم معنی ہیں، شک اس کی

تسمین میں ہے، اور خطام خار کے کمرے کے

فی تعینہ وہو یکسر خار

خیط یشد فیہ الحنفہ السماء

عنه ای فی حدیث البخاری فی کتاب العلم عن

یعنی امام بخاری نے کتاب العلم میں ابو بکر سے

حدیث بیان کی ہے انہوں نے ذکر فرمایا ہے

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر

بیٹھے اور ایک آدمی نے اونٹ کی تکمیل کو تھا

رکھا تھا، الحدیث، ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

ابی بکرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر النبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم قعد علی بعیرہ وامسک النسان

یخطامہ او بزمامہ۔ الحدیث ۱۲ منہ قدس

سرہ العزیز۔

۱۰۹/م مصنف ابوبانی مصر فصل الخار من باب الخیم

۲۸۴/۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰۰

۶۲/۲ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی کتاب الحج باب الہدی

۱۶/۱ قدیمی کتب خانہ کراچی صحیح البخاری کتاب العلم باب من قعد حیث یشئ بہ المجلس

بالبرۃ، ویشد فی طرفہ المقودۃ

ساتھ اس دھاگے کو کتے ہیں جس میں برہ نامی حلقے کو
باندھا جاتا ہے اور اس کے کنارے میں رستی باندھا جاتی ہے۔

تہا یر نیز تجھ میں ہے،

البرۃ حلقة تجعل فی لحم الانف ، و ربما
كانت من شعریك

برہ وہ حلقہ ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے
اور ایسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے۔ (ت)

اس میں شرح جامع الاحوال مصنف سے ہے ،
حلقة يشد بها الزمام

وہ ایک حلقہ ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے۔

نیز امام نووی سے ہے ،

الزمام ما يجعل فی انف البعير ديقا و قلیل
ما يشد به رؤسها من جبل وسيرك

زمام اس باریک رستی کو کتے ہیں جو اونٹ کی
ناک میں ڈالی جاتی ہے ، اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک
ایسی رستی یا قسم ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

مصباح تیسرے میں ہے ،

قال بعضهم الزمام فی الاصل الجهد الذي
يشد فی البرۃ او فی الخشاش ثم يشد
اليه المقود ثم سمي به المقود لفضه

ان میں سے بعض نے کہا زمام اصل میں اس ڈوری
کو کتے ہیں جسے برہ (حلقہ) یا لکڑی میں باندھا
جاتا ہے پھر اس میں مقود (رستی) کو باندھا جاتا
ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے۔ (ت)

تاج العروس میں ہے ،

الزمام هو اصل الذي يجعل فی البرۃ
والخشبة قال الجوهري او فی الخشاش

زمام اس رستی کو کتے ہیں جس کو حلقہ یا لکڑی میں ڈالا
جاتا ہے ، جو ہری نے کہا یا اس کو خشاش (لکڑی)

۶۲/۲	کتبہ دارالایمان المینۃ المنورۃ	باب النمار مع الظار	سہ مجمع بحار الانوار
۱۸۴/۱	" "	باب الجار مع الرا	" "
۱۸۴/۱	" "	" "	" "
۲۲۰/۲	" "	باب الزاد مع المیم	" "
۲۴۴/۱	مصطفیٰ البانی مصر	الزاد مع المیم تحت الزمام	شہ الصباح المنیر

ثم يشد في طرفه المقود وقد لسي المقود
نرماسا
میں ڈالا جاتا ہے پھر اس کے کنارے میں دستی
باندھی جاتی ہے اور کبھی اس کی کانام نرم (ت)

صراح میں ہے :

خشايش بالکسر چوب کہ در بنی شتر کنند و ہر چ از
مس باشد آن را برہ گویند ، و آنچه از نو سے آن
را خز امر کہے

اسی میں ہے ، غلام بالکسر مہار (غلام کسر کے ساتھ مہار ۔ ت) ، اسی میں ہے ،
نرم بالکسر مہار اور شتر کہ در چوب میں شتر بندہ
برٹے مہار بندہ

نام کسر کے ساتھ مہار اور وہ دھاگہ جو اونٹ کی
ناک میں ڈالی ہوئی لکڑی کے ساتھ باندھتے ہیں
اور اس پر مہار باندھتے ہیں (ت)

بربان میں ہے :

مہار بالفتح چوبیکہ در بنی شتر کنند و ریسوں برس بندہ
اونٹ کی ناک میں ڈال کر اس پر ڈوری باندھتے ہیں (ت)

قاموس میں ہے ، الخزامۃ کلکتابۃ للحرۃ (خزامہ بروزن کتابتہ حلقہ کو کہتے ہیں ۔ ت)
تاج میں ہے ،

وهی حقیقة من شعر تجعل فی دسترة
انفہ يشد بہا الزمام کما فی
اور وہ (خزامہ) بالوں کے اس حلقہ کو کہتے ہیں جس کو
اونٹ کی ناک کے بانسہ میں ڈال کر اس کے ساتھ

۳۷۸/۸	دار احیاء التراث العربی بیروت	فصل الزمار من باب المیم	تاج العربی
۲۵۷	مطبع مجیدی کانپور	فصل الخیر	تاج العربی من الصحاح باب الخیر
۲۶۸	" "	فصل الزمار	" " باب المیم
۴۴۵	" "	" "	" " " "

شہ بربان

۱۰۶/۴	مصطفیٰ البابی مصر	فصل الخیر	تاج العربی من الصحاح باب المیم
-------	-------------------	-----------	--------------------------------

الصباح، وقال النبی ان کانت من صفر
فهي برة و ان کانت من شعر فمهر
حرمة

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اھدی عامر الحدیبیۃ فی ہدی رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جبلا کانت
لا بی جھد فی راسہ، برة من فضة،
وفی رواية من ذهب یغیظ سذاک
المشرکین۔

جیشک نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیبیہ
والے سال قربانی کے لئے جو اونٹ روانہ
فرمائے ان میں ایک اونٹ ابو جہل کا تھا جس کے
سر (ناک) میں چاندی کا ایک پھلہ تھا، ایک
روایت ہے کہ سونے کا پھلہ تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مشرکوں کو بھانسنے کے لئے ایسا
کیا تھا۔ (ت)

مرقاۃ میں ہے،

(فی راسہ) ای الفہ فان اسرة حقة
من صفر و نھوۃ تجعل فی لحم
انف النعیر، وقال الاصمعی فی احد
جانہی الشخیرین لکن لما کان الانف من
البرس قال فی راسہ علی الاتع یث

اس کے سر میں، یہی اس ناک میں، کیونکہ برہ
چمیل یا اس جیسی کسی شے کے ایسے حلقہ کو کہتے
ہیں جو اونٹ کی ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے
اور اٹھتی ہے کہ وہ اونٹ کے نتھنوں کے
ایک طرف ڈالا جاتا ہے لیکن ناک چونکہ سر ہی کا
حصہ ہے اس لئے راوی حدیث نے بطور مجاز کہا کہ اس کے سر میں ملتا تھا (ت)
فجہ البہار میں طیبی سے ہے، جعلہ فی الرأس اقتبعا (اس حلقہ کو سر میں فترار دینا
بطور مجاز ہے۔ ت) سلمہ بن حکیم کی حدیث میں ہے،

لے تاج العروس فصل الناز من باب الیم دار احیاء الموات العربی بیروت ۴۳/۸ - ۴۴
۲۳۴/۱ سنن ابی داؤد کتاب الناسک باب فی الہدی آفتاب عالم پریس لاہور
۵۲۸/۵ لے مرقاۃ المفاتیح الفصل الثانی المکتبۃ المجلدیہ کوئٹہ
۱۴۸/۱ لے مجمع بحار الانوار باب البہار مع الار مکتبۃ دار الایمان الدینۃ المنورۃ

اور دوسروں سے مثل لفظ سوم بخاری و تہاد فی المساکین (یہ لفظ زیادہ کئے کہ مسکینوں میں تقسیم کروں ۔ ت) ان میں کہیں ذکر ختام نہیں ، یہ مضمون صحیحین پر پیش ہے ، اور نسبت ان الفاظ میں غلطی یہ کہ صیغہ امر جس طرح علامۃ الزماریہ میں مذکور تھیں بلکہ کتب متداولہ حدیث میں کہیں نہیں ، جیسا کہ لامع و ارشاد الساری و شرح مؤطا سے ظاہر ۔ علامۃ قسطلانی سے فرمایا :

قال صاحب الکواکب وفيه انه لا يجوز بيعة
الجلال ولا جود الهدايا والضحايا كما
هو ظاهر الحديث اذا الامر حقيقة في الوجوب
اح ، و تعقبه في اللامع فقال فيه نظر
فذلك صيغة افعَل لا لفظ امر .
صاحبہ کو اکب نے کہا اس میں یہ ہے کہ قربانی
کے جانوروں کی جُلوں اور کھالوں کی بیع جائز نہیں
جیسا کہ حدیث کا ظاہر ہے کیونکہ امر حقیقتاً وجوب
کے لئے ہے اح ۔ اور لامع میں اس کا تعاقب
کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں نظر ہے اس لئے
کہ جو امر وجوب میں حقیقت ہے وہ صیغہ افعَل ہے
نہ کہ لفظ امر ۔ (ت)

شرح علامہ زرقاتی میں ہے ،

فيه استحباب التجليل والتصدق بذلك
الجلل ، و لفظ امر لا يقتضي الوجوب لان
ذلك في صيغة افعَل لا لفظ امر اح ، و
مرأيتي كتبت على هامش الارشاد ما نصه ،
اقول ليس قوله امر الاحكاية امره صلي
الله تعالى عليه وسلم الا ان يقال
يمكن ان يكون حكاية من مثل عليك
استصدق ۔

ممکن ہے یہ حکایت ہو عليك بالتصدق (تجھ پر صدقہ لازم ہے ۔ ت) جیسے الفاظ سے (ت)

- ۱/ ۴۴۳ لے صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة بطوم الهدایا و جلود یا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲/ ۲۲۲ لے ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب الجلال للبدن دار الکتاب العربی بیروت
۳/ ۴۴۴ لے شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک کتاب الحج المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ القاہرہ

ذکر نظام کیلئے فقیر نے جتنی کتب حدیث اپنے پاس ہیں سب کی مراجعت چاہی، بارہ کتابیں دیکھی تھیں، پھر خیال آیا کہ درایہ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی دیکھی جائے، اس میں ضرور اس سے تعرض فرمایا ہوگا، اسے دیکھا تو انہوں نے صاف فرمایا،

لما فی شئ من طرقہ ذکر الخط بہ میں نے اس حدیث کے کسی طریق میں ذکر خطام نہ دیکھا۔

بالجملہ تصحیح کی طرف اس کی نسبت نقد و معنی ہر طرح غلط ہے، ہاں ہدایہ باب الہدی میں حدیث، بغیر الفاظ سے مذکور، اور کتاب الاضیغہ میں بلغۃ۔

قصداً بحلالہ وحط منہ ولا تحرجوا حیواناً قربانی کے جانوروں کی جھٹوں اور ہانگوں کو صدقہ کرادنا صحت شیعہ۔ اس میں سے کچھ بھی تصاب کو بطور ہجرت مت لے،

اسی طرح کافی امام نسفی باب الہدی میں یہی لفظ دوم ہیں، الا لفظ الاحتر (سوائے لفظ آجر کے۔ ت)، نیز بدائع امام ملک العلماء کتاب الاضیغہ میں، الا لفظ شیط (سوائے لفظ شیطا کے۔ ت)۔

اقول تو حدیث ضرور نہیں مروی ہوئی، اور حافظ (ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) کا اسے نہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں، امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں دو حدیثیں مذکور مشائخ ذکر کر کے فرمایا، قصور نظرون احفادہم عنائہ ہماری نظر کے قاصر ہونے نے ان دونوں کو ہم سے مخفی رکھا۔ (ت)

یونہی حافظ الشان نے باد صفت اس وسعت اطلاع کے نفی نہ فرماتی، یہ ائمہ کے ساتھ علماء کے کوام کا ادب ہے بخلاف جہاں زمانہ یعنی غیر مقلدیں کہ کر ملک سنگ سے بڑھ کر وقوف نہیں، اور ائمہ پر سلب مطلق کے دعوے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سہ الدریۃ فی تخریج احادیث الہدیۃ کتاب الحج باب الہدی المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۵۴/۲

سہ الہدیۃ کتاب الاضیغہ مطبعہ یوسفی کھنؤ ۴۴۸/۲

سہ الکافی شرح الوافی

سہ بدائع الصنائع کتاب التخصیص فصل واما بیان ما یستحب الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۱/۵

شہ فتح القدیر

توصیث مذکور میں صدقہ غلام کا عند اللہ حکم ہے مگر وہ حدیثاً و فقہاً صرف جلال و غلام شتران ہدی کے بارے میں ہے، قربانی کی گائے بکریوں کی جھوڑی اور ان کے گلے کی رسیوں کا ذکر درکنار جہاں تک نفسہ کی جاتی ہے شتران اضمحیہ کے جلال و غلام کا بھی کہیں ذکر نہیں، اب رہا قیاس، وہ مجتہد سے خاص، اس کا کہنے اختیار اور دلالت النص اقول اس کی بھی گنجائش نہیں، اذ اضمحیہ کی کل الوجہ معنی ہدی میں ہے نہ یہ جھولیں ان جلال سے نہ گلے کی رسیاں اس غلام کے مثل۔

اوپر تو ظاہر کہ ہدی کے لئے عمل خاص ہے یعنی حرم محترم اس کے غیر میں ہدی کو ذبح و نحو نہیں کر سکتے۔

قل اللہ تعالیٰ شر محلّھا فی البیت الصبیح
وقل تعالیٰ ہدیّا یا نذر لکعبۃ یث
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ان ہدی کے جانوروں کا پہنچا ہے اس آزاد گھر تک۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدی جو کعبہ تک پہنچے۔ (مت)
اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، تو ہدی میں بہ نسبت اضمحیہ خصوصیت خاصہ ہے اگرچہ اصل مقصود یعنی تقرب باری تعالیٰ و م میں مساوی ہیں، لہذا کیا مستبعد کہ اصل اجزائے متقرب یعنی لحم و جلد میں حکم یکساں ہو اور زوائد و مضائق کی طرف جو سرایت صاحب فہرست میں مونی، اضافی میں رہو، و لہذا یہ ان و ہدیہ و کافی و تفسیر ہا میں حدیث ہدی سے دربارہ لحم و جلد اضمحیہ استناد کیا، اور جلال و غلام اضمحیہ کا کسی نے ذکر نہ کیا، حالانکہ حدیث ہدی میں چاروں حکم موجود تھے، اضمحیہ میں ان دو پر اقتدار اور ان دو کا ترک، اور اس ترک و اقتدار پر اتفاق کتب اسخر کس لئے۔

دوم یہ کہ وہ جھولیں معمول سردی وغیرہ کی جھولیں نہ تھیں جو اپنے موسم پر ہر پالے ہوئے جانور کیلئے بنائی جاتی ہیں اگرچہ وہ گاڑی میں جوڑنے کے یل ہوں۔ وہ خاص شتران ہدی کے لئے بنتیں، اور زوائد کی حرم کے وقت ان پر ڈالی جاتی ہیں اور ان کے لئے ان کا بنانا سنت ہے، تعلیہ و اشعار کی طرح شعائر اللہ ہدی کی علامت ہوتی ہے، بد نہ ہدی کے گلے میں نعلین وغیرہ بٹے ہوئے طلاوسے ڈالتے اور بالخصوص اونٹوں پر طلاوسے کے ساتھ جھولیں بھی ڈالتے، اور ان کے کوبان میں خفیف نیزہ مار کر خون نکالتے، یہ ان کے ہدی ہونے کی علامتیں تھیں۔

علمائے کرام نے فرمایا: ان جھوٹوں کا اپنی حیثیت قبولی کے مناسب ہونا مستحب ہے، ہر کی بجھنے والا جیسی استطاعت رکھتا ہو ویسی ہی بیش قیمت جھولیں بنائے کہ مساکین کا زیادہ فسخ اور شعائر کی زیادہ تعظیم ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان پر بیش ہا کپڑوں کی جھولیں ڈالتے اور بدینہ طیبہ سے باہر نکل کر آثار کر کے رکھ چھوڑتے، عرفہ کے دن پھر پہناتے اور بعد نماز انھیں کعبہ معظمہ کا غلاف کرتے، جب سے بیت مکرم کا غلاف مستقل تیار ہونے لگا انھیں مساکین پر تصدق کرتے۔

علماء فرماتے ہیں کہ راتوں کو یہ جھولیں آثار کر رکھ لی جائیں کہ کانٹوں سے ان میں کھوٹا نہ لگے، ان میں سے کوئی ساحت قربانی کی معمول جھولوں پر حقائق ہے کہ یہ ان کے معنی میں ہوں۔
امام اہل ابو زکریا نووی قدس سرہ شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

اس حدیث میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں قربانی کے جانور کو روانہ کرنے کا استجاب اور یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت، کپڑوں اور ٹھکڑوں کو صدقہ کیا جائے، اور یہ کہ ای جانوروں کو کھل پھل پائی جائے، اور مشائخ نے اس بات کو مستحب قرار دیا کہ وہ بھل عمدہ ہو۔ حاضی نے کہا کہ کھل پھل پانا سنت ہے۔ اور علماء کے نزدیک وہ اونٹوں کے ساتھ مختص ہے، اور یہ اسلاف کا مشہور عمل ہے۔ مشائخ نے کہا کہ اشعار یعنی کوبان میں نیزہ مار کر خون نکالنے کے بعد بھل پھل پائی جائے تاکہ وہ خون میں لغز نہ جائے، نیز انھوں نے کہا کہ کھل کا قیمت و عمدگی میں قربانی روانہ کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا مستحب ہے۔ بعض اسلاف منقش کپڑوں، بعض یعنی چادروں، بعض مصر کے بنے ہوئے قیمتی کپڑوں، لفافوں اور عمدہ چادروں کی جھولیں پھل پائی کرتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا: جھولوں کو رات

فی هذا الحديث فوائد كثيرة، منها استحباب سوق الهدى وأنه يتصدق بلحمها وجلودها وجلالها وانها تجللواستحبوا ان يكون جلا حمتا، قال القاضى التجليل سنة وهو عند العلماء مختص بالابل وهو ما اشتهر من عمل السلف قالوا ان يكون بعد الاشعار لئلا يتلطخ بالسدم قالوا ويستحب ان تكون قيمتها ونفاستها بحسب حال المهدى، وكان بعض السلف يجلل بالوشى وبعضهم بالمحبرة وبعضهم بالقباطى والملاحف والآخر، قال مالك اما الجلل فتزوع في الليل لئلا يخرقها الشوك، قال واستحب ان

كانت الجلال مرتفعة ان لا يجعلها حق
يغد والى عرفات ان كانت بشمون يسير
فمن حين يحرم يجعل (لغنا)
قبل نه پنا کے اور اگر وہ کم قیمت والی ہوں تو اعرام باندھے وقت ہی پنا دے (لغنا)۔ ۱۰
امام علامہ عینی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،

الجلال جمع جہ وهو الذی یطرح علی
ظہر الحيوان من الابل والغنم والحصار
والبغل، وهذا من حيث العرف، و
لكن العلماء قالوا ان التجليل مختص
بالابل من كساده ونحوها، قال ابن
بطال كان مالک وابو حنيفة والشافعي
يرون تحليل البكرك يتبع
جلال جبل کی جمع ہے، اور وہ اس شے کو کہتے ہیں جو
اونٹ، گھڑے، گدھے اور بچر وغیرہ جانوروں کی
پشت پر ڈالی جاتی ہے، یہ عرف کے اعتبار سے
ہے، لیکن علماء نے فرمایا کہ کپڑے وغیرہ جبیل
پنا نام صرف اونٹ کے ساتھ مختص ہے، ابن بطال
نے کہا کہ امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی
رحمہم اللہ تعالیٰ ہر ایک کے جانوروں پر جبل ڈالنے
کو جائز کہتے تھے۔ (د)

امام جلیل ابراہیم کات فسفی کافی شرح والی میں فرماتے ہیں،

فان كانت بدنة قلدھا بمزادة او نعل
والثقیل احب من التجلیل لان الثقیل
ذکر فی القرآن قال الله تعالى ولا تقلد
ولا ذکر للتجلیل فیہ، وان كان كلاهما
ثابتاً بالسنة لان هدايا رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم كانت مقلدة
مجللة، ولانه قد تجلل البدنة لاعلى وجه
التقريب بخلاف الثقیل

کے ہر ایک کے جانوروں کو بار اور جبل پنا سے کہتے تھے، اور اس سے بھی کہ جبل کبھی بلائیت قرب
سے شرح صحیح مسلم ہندی صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة بطوم الہدایا القیدی مکتب خانہ کراچی ۲۲۲-۲۲۳
عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجمال عبیدن ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۲۵۴/۲۵۵
سکافی شرح الواقی

پہنائے جاتے ہیں خلافت ہار پہنانے کے (ذکر بنیت اقرب ہی ہوتا ہے)۔ (ت)
 موطا شریف میں ہے،

ما لک عن نافع ان عبد الله بن عمر رضي الله
 تعالى عنها كان يحلل بدنه القباط و
 الانماط و الجلال ، ثم يبعث بها الى الكعبة
 فيكسوها اياها ، ما لک ابن سنان عبد الله
 بن دينار ما كان عبد الله بن عمر يصنع
 بجلال مدنه حين كسيت الكعبة من
 الكسوة ، فان كان يتصدق بها
 جاسه لكاؤ حضرت عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنه اپنے قربانی کے جائزوں کی جملوں کو کیا کرتے تھے،
 تراغصوں نے کہا وہ ان کو صدقہ کر دیتے تھے۔ (ت)

ابن المنذر نے بطریق سارہ بیان کیا ہے روایت کی،

عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما ما كان يحلل
 مدنه الانماط والسجود والعبج وحق
 يخرج من المدينة يبعثها فيطويها ،
 حتى يكون يوم عرفة
 فيلبسها اياها حتى ينحوها
 ثم يتصدق بها ، قال
 نافع و ربما دفعها الى
 بني شيبه .
 بیشک حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ہر
 کے جائزوں کو اونی کپڑوں ، دھاری دار اور
 منقش یعنی چادروں کی جھلیں پہناتے تھے یہاں تک
 کہ وہ جائز جب ہی نہ تھرہ سے نکلتے تو آپ ان
 جملوں کو اتار لیتے اور لپیٹ کر رکھ دیتے ، جب
 عرفہ کا دن آتا پھر وہ جھلیں جائزوں کو پہنا دیتے،
 جب انھیں ذبح فرماتے پھر جھلیں اتار لیتے، بعد ازاں
 ان کو صدقہ کر دیتے۔ حضرت نافع نے کہا کہ بعض
 اوقات بنی شیبہ کی طرف بھیج دیتے (ت)

اقول اور اس پر ایک دلیل واضح یہ ہے کہ حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حج التذلل شریف

لے موطا الامام مالک کتاب الحج باب العمل في الدي من يساق ميرحمه كتب خانہ کراچی ص ۲۰۰

لے شرح الزرقانی علی الموطا بحوالہ ابن المنذر " " " " دار المعرفۃ بیروت ۲۲۶/۲

فتح الباری بحوالہ ابن المنذر کتاب الناسک باب الجلال جلد ۱ " " " " ۴۳۹/۳

میں سزاؤ نہ دہی بھیجے، ان پر جو لوگ تھیں کہ حکمِ اقدس بعدِ نحر تصدق کی گئیں کما تقدیر عن صحیحہ اسداری (جیسا کہ صحیح بخاری سے گزرا — ست) حجۃ الوداع شریف کھل ہمارے موسمِ یرمنا، فقیر نے حساب کیا ۹ رزی الحجۃ سلمہ ہجریہ روز جمعہ کو چھٹی مارچ ۱۳۲۶ھ تھی، ولہذا علماء ایسے نہ توکل حمل میں بتاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں خطبہ حجۃ الوداع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہم ذی الحجہ کو ارشاد فرمایا،

اسمان قد استدار کھینفتہ یوم خلق اللہ السموات والارض ، وفيہ قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلموا شہوہذا قلنا اللہ ورسولہ اعلموا قال الیسب ذوالحجۃ ، قال فاعلم یومہذا ، قلنا اللہ ورسولہ اعلموا قال الیسب یوم النحر

ترجمہ: اس دن کی حیثیت پر روشنی کر رہا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا، اسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد وہی ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے، ہم (صحابہ) نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ کون سا دن ہے، ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا یہ یوم النحر نہیں ہے؟

امام ابن حجر نے فتح الباری کتاب بد الخلق میں، پھر امام قسطلانی نے ارشادِ اساری میں نقل کیا کہ یہ ارشاد اقدس تحریرِ حل کے مہینے میں تھا۔

حیث قال نعم یوسف بن عبد الملک فی کتابہ تفضیل الازمانہ میں کہ اسے بیشک رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ گفتگو، مارچ کے مہینے میں صادر ہوئی جس کا نام رومی میں آدار اور

المقالۃ صدرت من النسیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی شہر مارس، وهو ادا

عہ یعنی اس وقت کی تعبیر میں، ورنہ آغاز سن عیسوی کے حساب دوسرا مارچ تھی جیسا کہ ہم نے اپنے یہ رسالہ متعلقہ تحقیق سال عیسوی میں ثابت کیا ۱۲۱۷ھ قدس سرہ

مردمیه و هو بر مہات بالقطیۃ و فیہ
 یستوی اللیل والنہار عند حلول الشمس
 برج الحمل
 قبلی میں برہمات ہے، اور اس میں میں سورج
 کے برج حمل میں طویل کرنے کے وقت رات اور دن
 برابر ہوتے ہیں۔ (دست)

اقول مراد یہ ہے کہ اُس میں میں توکل حل ہوتی ہے نہ کہ اس میں توکل حل تھی، ہم نے ذیل کے آئے بیگی سلطانی

عن مطلوب سنہ کی تقویم ہے، لہذا جدول سالہائے مبسوطہ ناقصہ سے دو سال تلاش کیا کہ ۱۰ کم کر کے ۲۰ پر صبح
 منقسم ہو وہ سنہ تھا، طول ہر قدر مختار طول حرم محرم حرم سے مابین طویلین السحب او حاصل
 تفریق ۸۰ م

بازار سنہ ہنزئی آں ازیں	بہر غہ سنہ	+ ادوی اکھ ایوم ناقص مابین	طویلین	+ تعدیل الايام	+ تعدیل المركز	+ ادج	تقویم
۹۰۰	۲۲۰						
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۲۴
۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰	۳۱	۳۲
۳۳	۳۴	۳۵	۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰
۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵	۴۶	۴۷	۴۸
۴۹	۵۰	۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵	۵۶
۵۷	۵۸	۵۹	۶۰	۶۱	۶۲	۶۳	۶۴
۶۵	۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰	۷۱	۷۲
۷۳	۷۴	۷۵	۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰
۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵	۸۶	۸۷	۸۸
۸۹	۹۰	۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵	۹۶
۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰	۱۰۱	۱۰۲	۱۰۳	۱۰۴
۱۰۵	۱۰۶	۱۰۷	۱۰۸	۱۰۹	۱۱۰	۱۱۱	۱۱۲
۱۱۳	۱۱۴	۱۱۵	۱۱۶	۱۱۷	۱۱۸	۱۱۹	۱۲۰
۱۲۱	۱۲۲	۱۲۳	۱۲۴	۱۲۵	۱۲۶	۱۲۷	۱۲۸
۱۲۹	۱۳۰	۱۳۱	۱۳۲	۱۳۳	۱۳۴	۱۳۵	۱۳۶
۱۳۷	۱۳۸	۱۳۹	۱۴۰	۱۴۱	۱۴۲	۱۴۳	۱۴۴
۱۴۵	۱۴۶	۱۴۷	۱۴۸	۱۴۹	۱۵۰	۱۵۱	۱۵۲
۱۵۳	۱۵۴	۱۵۵	۱۵۶	۱۵۷	۱۵۸	۱۵۹	۱۶۰
۱۶۱	۱۶۲	۱۶۳	۱۶۴	۱۶۵	۱۶۶	۱۶۷	۱۶۸
۱۶۹	۱۷۰	۱۷۱	۱۷۲	۱۷۳	۱۷۴	۱۷۵	۱۷۶
۱۷۷	۱۷۸	۱۷۹	۱۸۰	۱۸۱	۱۸۲	۱۸۳	۱۸۴
۱۸۵	۱۸۶	۱۸۷	۱۸۸	۱۸۹	۱۹۰	۱۹۱	۱۹۲
۱۹۳	۱۹۴	۱۹۵	۱۹۶	۱۹۷	۱۹۸	۱۹۹	۲۰۰

لے فتح الباری شرح صحیح البخاری کتاب بد الخلق باب ما جاء فی سبع ارضین دار المعرفۃ بیروت ۲۱۱/۶
 ارشاد الساری ~ ~ ~ ~ ~ دار الکتاب العربی بیروت ۲۵۵/۵

اور نیرنگ اجدہا و خانی، دو زیگوں سے نصف النہار حقیقی مکہ معظمہ و ہم دی الحجہ سنہ ۱۲۳۰ مطابق ۱۲۹۰ ذی الحجہ
 وسطیہ روز شنبہ کی تقویم شمس نکالی، و دونوں سے حوت کے اکیسویں درجے میں آئی اوں سے حوت کے
 بیس درجے سینتیس و قیقے انا لیس ثانیہ، دوم سے بیس درجے چھتیس و قیقے پچاس ثانیہ، بلاشبہ
 اس تقویم کا موسم ان ملکوں خصوصاً مکہ معظمہ اور اس کے قریب العرض شہروں میں نہایت معتدل
 موسم ہوتا ہے، نہ رات کو برف نہ دن کو فو، نہ برسات کی لکھیاں، تو جن حاجات کے لئے جو لیں گے یہی

عہدہ ۱۲۵۱ - ۱۰ - ۱۲۴۱ فاضل برتھانیف سی ۱۱ و تصانیف ۱۲۳۰ + ۳۰ = ۱۲۶۰

بازار اسے ۱۲۰۰		وسط		بازار اسے ۱۲۰۰	
۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰	۶۰
بازار اس سال تصانیف	بازار اس سال تصانیف	بازار اس سال تصانیف	بازار اس سال تصانیف	بازار اس سال تصانیف	بازار اس سال تصانیف
بتفریق آن ازیں بہرہ	بتفریق آن ازیں بہرہ	بتفریق آن ازیں بہرہ	بتفریق آن ازیں بہرہ	بتفریق آن ازیں بہرہ	بتفریق آن ازیں بہرہ
سنہ	سنہ	سنہ	سنہ	سنہ	سنہ
+ ذی الحجہ	+ ذی الحجہ	+ ذی الحجہ	+ ذی الحجہ	+ ذی الحجہ	+ ذی الحجہ
+ ایوم ناقص	+ ایوم ناقص	+ ایوم ناقص	+ ایوم ناقص	+ ایوم ناقص	+ ایوم ناقص
بازار سرت مذہب	بازار سرت مذہب	بازار سرت مذہب	بازار سرت مذہب	بازار سرت مذہب	بازار سرت مذہب
بازار اس وقت قیام ایک وقت	بازار اس وقت قیام ایک وقت	بازار اس وقت قیام ایک وقت	بازار اس وقت قیام ایک وقت	بازار اس وقت قیام ایک وقت	بازار اس وقت قیام ایک وقت
حصہ اش ار وسط لوند	حصہ اش ار وسط لوند	حصہ اش ار وسط لوند	حصہ اش ار وسط لوند	حصہ اش ار وسط لوند	حصہ اش ار وسط لوند
+ حصہ قیام ایام زائد	+ حصہ قیام ایام زائد	+ حصہ قیام ایام زائد	+ حصہ قیام ایام زائد	+ حصہ قیام ایام زائد	+ حصہ قیام ایام زائد
تعدیل المركز	تعدیل المركز	تعدیل المركز	تعدیل المركز	تعدیل المركز	تعدیل المركز
وسط	وسط	وسط	وسط	وسط	وسط
تقسیم	تقسیم	تقسیم	تقسیم	تقسیم	تقسیم

عہد خیالی اب ہی تھا کہ اس مہینہ میں تاریخ وسطی ہلال سے ایک مقدم ہے استخراج تقویات کے بعد دیکھا تو نہ مہینہ
 مطابقت پر آیا، قریہ تقویم ۱۱ ذی الحجہ کی ہوئی، بہر حال مطلوب حاصل ہے کہ ۱۱ کی تقویم ایک درجہ کم
 حوت کے بیسویں ہی درجہ میں رہی - منہ قدس سرہ

حالانکہ غزوہ وقت نحر یہ فوں کے بدی پر تھیں، بلکہ وہی طریقہ مسنونہ نحر کی ضامن ہوئیں۔
صحیحین میں زیادہ بن جبیر سے ہے،

سأیت ابن عمر بن قی علی سجد قد انساخ
بدنہ یحوال بعثما قیاما مقیدۃ سنة محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا آپ ایک
ایسے مرد کے پاس آئے جو اپنے اذن کو بٹھا کر
نحر کر رہا تھا، انھوں نے فرمایا اس کو کھڑا کر کے
باندھو یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
سنت ہے۔ (مت)

عمدة القاری میں ہے،

مقیدۃ معناه معذولة برجل وهي قسمة
علی الثلاث
بالمجملہ اگر کوئی اپنا گھر تصدق کر دے اور اس پر قادر ہو، عانت نہیں، طام اس میں سے
کہ قربانی کی جھولیں دسیاں تصدق کرنے کا حکم ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں، نہ حدیث میں نہ فقہ میں،
ومن ادعی فعلیہ الیہ۔ جو کہ دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ اس کا حکم ہے۔ (مت) ولہذا آج تک
مسلمانوں میں کہیں اس کا رواج سموع نہیں، البتہ اگر کوئی شخص تعظیم ضحایا کے لئے ان پر جھولیں ڈالے
اور انھیں حسب حیثیت مزین و بیش بہا کرے، اور اس سے شعار اسلام کی زینت اور فقرائے مسکین
کی منفعت چاہے تو ضرور اسے ان جھولوں کے تصدق کا حکم دیا جائے گا، اور اس سے باز رہنا اسے
شیعہ ہو گا کہ اللہ عزوجل سے وعدہ کر کے رجوع نہ ہو، کسا بیت فی فتاؤنا وباللہ التوفیق (جیسا کہ
ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا اور توفیق اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ مت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۔ صحیح البخاری کتاب الناسک باب نحر الابل المقیة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۱/۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب نحر الابل قیاما معقولة ۲۲۲/۱
۲۔ عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب الحج باب نحر الابل المقیة ادارة الطباعة المنيرة بیروت ۵۰/۱

باب العقیقہ

(عقیقہ کا بیان)

مسئلہ ۲۹۶ از بریلی مسطورہ مسموعی سلطان احمد بن صاحب ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ
 اگر شخص عقیقہ دو یا زیادہ طفلان خود ادا کند پس بوقت ذکر شاة نیت ہر عمر کافی ہو یا برائے ہر اک جانور علیحدہ پایہ .
 اگر کوئی شخص دو یا اس سے زیادہ بچوں کا عقیقہ کیسے کرے
 تو کیا ایک بکری ذبح کرے وقت تمام کی طرف سے
 نیت کر لینا کافی ہے یا ہر ایک کی طرف سے میسر
 جانور ہونا چاہئے . (ت)

الجواب

گاہ و شتر از ہفت بچہ بسندہ کند و بز دو گو سفند
 جز یک را لغایت نیست ، کما فی الاصحیۃ .
 کائے اور اونٹ سات بچوں کی طرف سے کافی ہے
 جبکہ بھیڑ اور بکری ایک سے زیادہ بچوں کے لئے
 لغایت نہیں کرتیں . جیسا کہ آئندہ میں ہے .
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۷ از چنڈ گڑھ اودسے پوڑیوار مرسلہ نور محمد ولد عبد الحکیم چھینہ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عقیقہ کیا اور اس کے
 بچڑے کی قیمت کر کے قبل وصول قیمت اتنے ہی روپے کا اپنے پاس سے سامان منگوا کر کھانا پکا کر کچھ کھانا اہل

اپنے مکان پر فقرا اور مسکین پر اور کچھ تملیک ان پر صرف کر دیا، نیز قیمت چمڑہ کے علاوہ اسی گوشت میں زائد سامان شامل کر کے گھروالوں نے بھی کھایا، اور بڑا عتیقار یعنی فقیر ایسے خلیش واقارب کو بھی کھلایا، حالانکہ فقیہ کے چمڑے کے داموں کا فروخت کرنا، یا اشیائے مستملکہ کے ساتھ مبادلہ کرنا اپنے تصرف میں لانے کے لئے ناجائز ہے، تو اس شخص نے قیمت کی اشیائے مستملکہ خریدیں، وہ مسکین پر تصدق کیں، اس کے بعد جب اس نے چمڑے کا دام لے کر اس کا تصرف کرنا ناجائز سا تو ابھی تک کو چمڑہ کے دام نہیں لئے تھے، اسی روز یہ چمڑہ فسخ کر کے قیمت سے انکار اور اس کے مبادلہ میں اشیائے غیر مستملکہ از قسم پارچہ یا لادٹ لیا مقرر کیا۔ اندر میں صورت، اس شخص کا چمڑہ کی قیمت کر کے بلا اخذ نمى اپنے داموں سے لگا کر، پکوا کر مسکین پر تصدق کرنا، اور اس میں زائد سامان پکوا کر خلیش واقارب کو کھلانا، اور اس کے بعد اس کے ناجائز ہونے کے خیال سے یہ فسخ کر کے، اب اس کا مبادلہ کرنا جائز ہوا کہ نہیں، بیشوا السنہ لکتاب توجہروا بعد منہ یوم الحساب۔

الجواب

حرم قربانی سے متول منوع ہے، لہذا قربت منوع میں

لقلولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکموا
واخذوا واداءت حروا
سبحا الزم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسس
ارتداء کی وجہ سے کہ کھاؤ، ذخیرہ کرد اور صدقہ
کر و ردت۔

تجسین الحقائق میں ہے: لامہ قربۃ کا تصدیق (کیونکہ یہ صدقہ کرے کی مثل قربت ہے۔ ت) وہ اگر فقرا کے لئے بیچا اور اسی قیمت میں اور دام ڈال کر کھانا فقرا اور گھروالوں کے لئے پکاتا تو بڑا کر تا کہ تصدیق و متول کا خلاف تیز تھا، لیکن وہ قیمت ہنوز نہ لی تھی، اپنے ذہن سے اس کے بدلے دو روپیہ لے کر اس کا معاوضہ کھنا، یہ اس کی جہالت تھی، لیکن اس سے اس کھانے میں کوئی خبیث نہ آیا اور نہ گھروالوں کے کھانے میں کچھ حرج ہوا، وہ دونوں اس کے خاص اپنے مال تھے، اسے اختیار تھا جہاں چاہے صرف کرے، مگر وہ نیت کہ قیمت حرم قربانی میں فقرا کے لئے یہ کھانا اس کا عوض نہیں ہو سکتا، اگر وہ اپنے کے عوض بیچتا وہ روپے امر، تقرب میں ہی صرف کرنے ہوتے۔ اب کہ وہ بیچ فسخ کر دی، اور اشیائے باقیہ

بلا۔ اس تبدیلی سے ثواب و فساد جو حاصل کئے، مباح الا استعمال میں مگر تصدق کی نیت سے عدول ہو
اور یہ مکرہ ہے، لہذا مناسب یہ ہے کہ اسے قربات و فقرات ہی پر صرف کر دے۔

غایۃ البیان علامہ انصاری شریح ہدایہ میں شرح مختصر الکرخی للامام اقصیری رحمہ اللہ نقل ہے،
جو رکاشراء بعد الشراء الا ضیحة محمول علی ان منکھ لا یزول بالشراء الا انہ
یکون لانه قد وعد وعدا فلا ینبغی ان
یرجع فیہ واللہ تعالیٰ اعلم۔
قربانی کے لئے جانور خریدنے کے بعد اس میں دوسرے
کو شریک کرنے کا جائز ہونا اس بات پر مجہول ہے
کہ خریداری کے سبب سے اس کی ملکیت بذاتیں
ہوتی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، کیونکہ اس نے ایک
وعدہ دیا ہے جس رجوع کرنا مناسب نہیں۔ واللہ
تعالیٰ اعلم دست،

مسئلہ ۲۹۹
۱۳ جمادی الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید کے بیٹے کے لئے دو راسیں خریدیں، بالغ کہتا ہے میرے قیاس میں پیر میں ساٹھ دس
مہینے کی ہے، دوسری میں بھی شبہ ہے، مگر دوسری میں ان کی مشترک پانی درست ہے
یا نہیں؟

(۲) قصاب سے بیٹے کے لئے ایک بکری خریدی، وہ کہتا ہے سال بھر کی ہے، مگر دیکھنے سے اس کی
حالت اس قابل نہیں، سال بھر کا بچہ جو نہ توڑتا ہے وہ اس نے ابھی نہ توڑے، تو اس
صورت میں اس کا حقیقہ کیا جائے یا نہیں؟ بیعتنا اوجد۔

الجواب

(۱) سال بھر سے کم کی بکری حقیقہ یا قربانی میں نہیں ہو سکتی، اگر مشکوک حالت ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے
کہ سال بھر کی نہ ہونا معلوم ہو کہ ان عددہ العلم متحقق الشرط کعلم العدد (کیونکہ
شرط کے متحقق ہونے کا عدم علم اس کے عدم تحقق کے ظن کی طرح ہے۔ مثلاً خصوصاً یا مع کا
سیاق کہ وہ اس سے زیادہ آگاہ ہے، اور سال بھر سے کم کی بکری بکرے میں اس کا کوئی نفع
نہیں بلکہ اس کا عکس موقع ہے کہ جب مشتری اپنے مطلب کی نہ جانے گا نہ لے گا۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

(۲) جبکہ سال بھر کامل ہونے میں شک ہے تو اس کا حقیقہ ذکر کریں، اور قصاب کا قول یہاں کافی نہیں کہ چکنے میں اس کا نفع ہے اور حالت ظاہرہ اس کی بات کو دفع کر رہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۱۰ کیا حکم ہے شریعہ مطہرہ کا دربارہ حقیقہ کے؟

(۱) جانور دہک گئے جائیں، ان کی عمر کیا ہونا چاہئے، اور اگر کسی عضو میں نقصان رکھتے ہوں وہ کام میں آسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) گوشت کی تقسیم کس طرح کی جائے، کیا کھانا پکا کر کھلانا، افضل ہے یا گوشت کا تقسیم کر دینا،

(۳) گوشت میں کوئی حصہ والدین کا بھی ہے یا نہیں؟

(۴) دایہ کسی عضو کی سستی ہے اور حجام و سفد و عاروب، دھوبی وغیرہ؟

(۵) پوست کے دام قیمت جانور میں محراب کرنا اور سانگی خرچ میں ملنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا طریقتہ افضل ہے؟

(۶) اور جانور کو دہک کس کو کنا یا سنے؟ اور دعائے حقیقہ کس طرح اور کس کو پڑھنا چاہئے؟

(۷) بڈیاں توڑنا چاہئے یا نہیں اور دہک کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۸) مدت اور روزہ حقیقہ کیا ہونا چاہئے؟

(۹) لڑکے اور لڑکی کے حقیقہ میں تعداد جانوروں کی دوہ ایک ہونی چاہئے یا ایک ایک؟

(۱۰) اجرت قصاب کی داموں میں محراب ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۱۱) اگر دو جانور ہوں تو ان کی سری و پائے ایک حجام کو، ایک سفد کو دی جا سکتی ہے یا دونوں حجام کو؟ بیعتوا توجسروا۔

الجواب

(۱) ان امور میں احکام حقیقہ مثل قربانی ہیں، اعضا سلاست ہوں، بکرا بکری ایک سال سے کم کی جائز نہیں، بھیڑ، ہینڈھا چھ ہینڈ کا بھی ہو سکتا ہے جبکہ آسانا زہ و فرہ ہو کہ سال بھر والوں میں ملا دیں تو دور سے متمیز نہ ہو۔

(۲) گوشت بھی مثل قربانی میں حصے کرنا مستحب ہے، ایک اپنا، ایک اقارب، ایک مساکین کا۔ اور چاہے تو سب کھالے خواہ سب بانٹ دے، جیسے قربانی۔ اور پکا کر کھلانا کچا تقسیم کرنے سے افضل ہے۔

(۳) حصہ ضروری کسی کا بھی نہیں، استہبابی حصہ میں تہائی اپنا رکھا گیا ہے، والدین کھا سکتے ہیں، اس کی ممانعت جو مشہور ہے، صحیح نہیں۔

(۴) والی یعنی سائی کو ایک ران دی جائے جبکہ وہ مسلمان ہو، جاہلوں میں جو ہندو سائیاں یا مس ڈاکٹریں بلال جاتی ہیں، یہ حرام ہے۔ حجام، مستقا، حاک، رُہب، وحوہل کا کوئی خاص حق نہیں۔

(۵) پوست دامن کو بیچ کر اپنے صرف میں لانا منع ہے، اور قیمت میں فُجرا کرنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جانور پہلے خرید کر ذبح کر لیا، اب پوست تھاب نے تول لے لیا، اس کے آتے سے دامن میں یہ دام وضع کر لے، یوں اپنے صرف کے لئے بیچا گنا دہوا گنا جانور کی خریداری میں حلال رہے، یا دوسرے یہ کہ خریدتے وقت شرط کر لی کہ کمال اتنے کو تجھے لیں ہوگی، یہ سب سے جانور کی خریداری ہی کو حرام و فاسد کر دے گا، اُن پر فرض ہو گا کہ اُس عقد کو صبح کو دیں، پھر از سر نو عقد صحیح سے اسے خرید کر عقیقہ میں ذبح کرے، ہاں بعینہ پوست کی جلد یا ذول یا با نماز وغیرہ بنا کر اپنے صرف میں دے سکتا ہے یوں ہی رتن کپڑے وغیرہ اُن اشیاء کے ضمن بیچ سکتا ہے جو قائم رکھ کر استعمال میں آتی ہیں، رد دم یا مانع وغیرہ جن کا استعمال اُن کو بنا کرنے سے ہوتا ہے، اور کادھر میں دے دینا اپنے صرف میں لانے سے افضل ہے۔

(۶) باپ اگر حاضر اور ذبح پر قادر ہو تو اسی کا ذبح کرنا بہتر ہے کہ یہ شکر نعمت ہے، جس پر نعمت ہوئی وہی اپنے ہاتھ سے شکر ادا کرے، وہ نہ ہو یا ذبح نہ کر سکے تو دوسرے کو قائم کرے یا کیا جائے، اور جو ذبح کرے وہی دعا پڑھے، عقیقہ پھر یہ کہ باپ ذبح کرے وعا یوں پڑھے:

اے اللہ! میرے فلاں بیٹے کا عقیقہ ہے اس کا	اَللّٰهُمَّ هِدْهُ عَقِيْقَةً اِجْبِ فُلَانٌ ذَمَّهَا
خون اس کے خون اس کا گوشت اس کے گوشت	يَذْمِيْهِ وَ اَلْحَمْلُهَا يَذْمِيْهِ وَ عَطْلُهَا
اس کی مٹی اس کی پٹی، اس کا چڑا اس کے	اَلْعَطْيُهَا وَ جَنْدُهَا يَجْعِلُهَا وَ شَعْرُهَا
چمڑے اور اس کے بال اس کے بال کے بدلے	يُغْفِرُهَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا جَدًا اَوْ
میں ہیں۔ اے اللہ! اس کو میرے بیٹے کے لئے	لِاِبْنِيْ مِنْ التَّارِكِ فَسَبِّحْ اَللّٰهَ
جسم کی آگ سے فدیہ بنا دے، اللہ تعالیٰ کے	اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

نام سے، اذہ بہت بڑا ہے۔ (ت)

فلاں کی جگہ لپس کا جو نام رکھا ہو، لے، دختر جو تو دونوں جگہ، نبی کی جگہ بیٹی، ویر پانچوں جگہ
ن کی جگہ گھ کے اور دوسرا شخص ذبح کرے تو دونوں جگہ اسی فلاں یا سنی فلاں کی جگہ

فُلَانٍ اَوْ فُلَانٍ يَا فُلَانَتِهٖ بِسْمِ اللَّهِ كَلِمَةً - بچے کو اس کے باپ کی طرف منست کرے۔

(۷) ہڈیاں توڑنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر، اور دفن کر دینا افضل۔

(۸) عقیقہ ساتویں دن افضل ہے،۔۔۔ بوسے تو چودھویں، ورنہ اکیسویں، ورنہ نہ مگر بھر میں جب کبھی بڑا وقت دن کا ہو، رات کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(۹) تم سے کم ایک تو ہے ہی، اور پسر کے لئے دو افضل ہیں، استطاعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے۔

(۱۰) گوشت بنانے کی اجرت دعوں میں نچرا کر سکتا ہے۔

(۱۱) سرے پاسے خود کھائے خود اقربا رسا کہیں جسے چاہے، خواہ سب حجام یا سب شفا کو دے دے۔

شرع مطہر نے اُن کا کوئی خاص حق اس میں مقرر نہ فرمایا، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ اگر چھوٹھی صلح گیا ڈاکخانہ اکبر پور مستر سید محمد ولی عالم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ،

۱۔ چلو کے اندر عقیقہ کرنا جائز ہے یا تاخیر؟

۲۔ ایک خستی سے عقیقہ ہو گا یا نہیں؟

۳۔ گوشت عقیقہ کا آداب و اجزاء کو کیا چاہئے یا نہیں؟

۴۔ ہڈی بوج کی توڑنا جائز ہے یا نہیں، بیتنا تو جودا۔

الجواب

(۱) عقیقہ ولادت کے ساتویں روز سنت ہے، اور یہی افضل ہے، اور نہ چودھویں، ورنہ اکیسویں دن۔

(۲) خستی عقیقہ اور قربانی میں افضل ہے۔

(۳) عقیقہ کا گوشت، بار و اہل واد بھی کھا سکتے ہیں، مثل قربانی اس میں بھی تین حصے کرنا مستحب ہے۔

(۴) اس کی ہڈی توڑنے کی ممانعت میں علماء تفاوت ہے توڑنا بہتر جانتے ہیں، پسر کے عقیقہ میں دو جا فور

انل یز اور ایک بھی کی ہے اگر خستی نہ ہو۔ حقوق الدیہ میں ہے،

قال فی السراج الوہج ص ۱۵۱ اس دامت

یعق عن الولد ید بہ عن العلام شاتین

و عن الحارثیۃ ش ۵، ولودہ عن العلام

ش ۵۴ ج ۱ ص ۱۵۱ النبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم عوف عن الحسن

السرراج الوداج میں فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی واد

کا عقیقہ کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں

اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرے اگر لڑکے

کی طرف سے ایک بکری ذبح کی تب بھی جائز ہے کہ لڑکے

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت، امام حسن

و بحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کبشا
 کبشا اولوقدم الدبع قبل یومہ اسابع
 او، حرمہ جار الا ان یوم الدبع افضل
 والمستحب ان یفصل لخمہا ولا یکسر
 عظمہا تعاولا، سلامة اعضاء الولد،
 ویاکل ویطعم ویصدق
 اور پڑیوں کو توڑ نہ جائے، حرد کھائے، دوسروں کو کھلوے اور صدقہ کرے۔ (ت)

اسی میں ہے، وحکمہا لاحکام الاضحیۃ (حقیقہ کا حکم قربانی کے احکام کی طرح ہے۔ ت)
 رد المحتار میں ہے ا

فی ابدانہ افضل، ان یکون
 کبشا اصلہ اقرب موجودہ۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔
 جامع میں ہے افضل قربانی یہ ہے کہ یزید ٹھاپا چنگر
 سینگوں والا اور غصی جو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۱۔ مسئلہ آخر شاہ خاں از موضع نگریا سادات صلی بریل
 حیدر اللہ کے روز حقیقہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۔ از سرسینا تھانہ جہاں آباد ضلع پٹی بھیت مرسلہ شیخ متا زحمین صاحب
 ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۴۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں، زید نے اپنے لڑکے کا حقیقہ کیا۔ سر کے بال منڈوا کر
 چاندی وزن کر کے جام کو دے دی، مسکین کو دینی چاہئے تھی اور بکری کا سر جام کو، اور ایک زن
 بھنگی کو اکروہی داتی تھی، اس طرح حقیقہ ہو یا نہیں، جوانی یا بڑھاپے میں حقیقہ کر سکتا ہے یا

کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲۳۲ و ۲۳۳
 کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۲/۲
 رد المحتار کتاب الاضحیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۳۲/۲

نہیں، بیتوا تو حردا۔

الجواب

بہنگن یا کسی کافر کو جنائی بنانا سخت حرام ہے، نہ کافر کو ران دی جائے، اور بانوں کی چاندی مسکین کا حق ہے، نائی مسکین کو تو مضائقہ نہیں، اصل حکم یہ ہے کہ پھر جس سے اس کے خلاف کیا بہنگن کو ران، یعنی نائی کو چاندی دی تو بڑا کیا، مگر عقیقہ ہو گیا، بری کے بارے میں کوئی حاشیہ نہیں جسے چاہے دے، جس کا عقیقہ نہ ہو ہو وہ جو انی بڑھا ہے میں بھی اپنا عقیقہ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۱۹۱
میں از موضع خورد سو ڈاک خانہ بدو سرائے ضلع بارہ بکلی مرسلہ صفدر علی صاحب

۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ

(۱) حکم ہے کہ عقیقہ میں سر نائی کو اور ران دائی جنائی کو دی جائے، فی زمانہ جنائی اکثر چارن یا ڈومن ہوتی ہے اور ان کا ذہب ظاہر ہے تو کیا ان مذکور بوجہ حکم جنائی کو چارن ہے یا ڈومن ہے دی جائے۔

(۲) گوشت عقیقہ کا صاحب عقیقہ یا اس کے والد کے لحاظ کی سبب اکثر بزرگ تحریر فرماتے ہیں کہ درست ہے، اور بعض بزرگ تجویز فرماتے ہیں کہ مکروہ ہے اور یہ کھانا النسب ہے تو اب قطعی حکم معلوم ہونا چاہئے، کیا کیا جائے، جو طریقہ وسنت ہو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو۔

(۳) اکثر دیکھا گیا کہ لوگ بکرا منگا کر اور اس کو لڑکے یا لڑکی کے نام ذبح کر کے کچھ گوشت چیل، کوتا کو کھلاتے ہیں، اور کچھ فقر، کو تقسیم کرتے ہیں، یہ فعل کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب

(۱) سر نائی کو دینے کا نہ کہیں حکم نہ ممانعت، ایک روایت ہے، جنائی کو ران دینے کا حکم البتہ حدیث ہے، مگر کافر سے یہ کام لینا حرام ہے، کافر سے مسلمان عورت کو ایسے پردے کا حکم ہے جیسے مرد سے کہ سوا منہ کی نکلی اور ہتھیلیوں اور تلووں کے کچھ نہ دکھائے، نہ کہ خاص جنائی کا کام۔

مجتبے شرح قدوری و تنویر لاہصار و در مختار میں ہے،

الذمیۃ کالرجس الا جمعی فی الاصل فلا تنظر الی
ملان المسلمۃ علیہ

اصح قول کے مطابق ذمیر عورت اجنبی مرد کی طرح ہے لہذا وہ مسلمان عورت کے بدن کو نہ دیکھتے،

سے در مختار شرح تنویر لاہصار بحوالہ مجتبے کتاب المحظورات باب آخر فصل فی النظر مطبع مجتہائی دہلی ۲۳۲/۲

(۳) مساکین کو دیں، چلی، کتوں کو کھانا کوئی معنی نہیں رکھتا، یہ فاسق ہیں، ورتوں کی دعوت
 رحمہم بنور۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۰ ۲۹ ربیع الاول شریعت ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ عقیقہ کے جانور کی استخوان توڑنا اور گوشت کے
 ساتھ پکانے کو عدم جواز کہتے ہیں، اور جواز کی دلیل چاہتے ہیں، اور استخوان اور پوست زمین میں دفن کرنا جائز
 ہے یا نہیں، یتقوا وجہہ۔

الجواب

ہڈیاں توڑنے میں کوئی حرج نہیں، ناجائز کئے والا دلیل بیان کرے، کہاں سے ناجائز کہتا ہے،
 یہ شافعیہ کے یہاں ہے، وہ بھی مستحب طور پر نہ کہ واجب کہ توڑنا ناجائز ہو، خود بلا دلیل ناجائز کہہ دینا اور
 جواز پر دلیل مانگنا حماقت ہے، اور استخوان خالی دفن کریں، پوست دفن کرنا گناہ ہے کہ مال کو
 ضائع کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۲۱ از شہر پونہ جامع مسجد مسئلہ محمد ابراہیم صاحب بروز شنبہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۳ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و صاحب نشہ یحییٰ بن محمد کہ بچے کا عقیقہ کیا جائے، لاکے کے مال باپ
 نانا نانی دادا، ماموں وغیرہ گوشت عقیقہ کا کائیں یا نہیں؟

الجواب

سب کھا سکتے ہیں، یہ مسئلہ لوگوں میں غلط مشہور ہے کھانا نعمت خدا و انجودا کھانا، حد ذکر و
 اور اس کی رت، عقود الدیرہ میں ہے، احکامہا احکام الاضحیۃ (عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو
 قربانی کے ہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۲۲ از کیمپ میرٹھ ہال کرنی بازار بنگلہ سول سارجن مرسلہ شیخ احمد بخش ملازم کرنل
 ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ میں جانور کی ہڈی توڑنا جائز ہے یا نہیں،
 یتقوا وجہہ۔

۱۵۸/۲	۱۵۸/۲	۱۵۸/۲	۱۵۸/۲
۳۳/۲	۳۳/۲	۳۳/۲	۳۳/۲
۲۲۳/۲	۲۲۳/۲	۲۲۳/۲	۲۲۳/۲

الجواب

تورنے میں حرج نہیں، اور نہ توڑنا بہتر ہے،

قال الشيخ المحقق في شرح المشكوة انه
مذهب الامام مالك، والكسر مذهب الامام
شافعي، قلت وقد صرح علما ان مذهب
عالمه ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه قد ب الى
مذهبنا ويصار اليه حيث لا نص من اصحابنا
حكما في رد المحتار وفتح العيون، قلت
لا سيما في مثل ما نحن فيه، قال، كسر
لا ينبغي عند مالك، ولو لم يحكس
لعمري لقيه شافعي رضي الله عن الامنة
اجمعين - والله تعالى اعلم

نہیں، اور اگر نہ توڑے تو امام شافعی اس پر متاب نہیں فرماتے، اللہ تعالیٰ ہمارے تمام کاموں پر
راضی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عقیقہ کا گوشت دالین کو کھانا حرام ہے
یا ناجائز؟ یقیناً توجہ دوا۔

الجواب

جائز ہے اگر سب آپ ہی کھالیں جب بھی حرج نہیں بقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکموا
وادخروا (نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ کھاؤ اور ذخیرہ کرو۔ ت)
ہاں بہتر یہ ہے کہ لا اقل بقدر ثلث (کم از کم تہائی نو۔ ت) خیرات کر دے، اور ایک دان
دانی کا حق ہے، ایک ثلث مسکینوں میں تقسیم کریں، ایک ثلث اپنے کھانے کے لئے،

بدنہ ورد الحدیث و ما جواس الاکل اس پر حدیث وارد ہے، لیکن کھانے کا جواز
فان الله انما لقوم باساقفة الله

والتصدق بالندم خارج عن كالأصحية والندم
 دمر شكر لا حذر، وقد صرحوا العلماء كالشيخ في
 النعمات وغيره في غير هذه الحقيقة كالأصحية
 في جميع الشرائط والأحكام، ومعلوم أن
 الأصح حتى تقسم لمومها اتلات ثلاث طعمه و
 ثلاث هدية وثلاث صدقة وهذا أيضا على
 وجه الاستعجاب دون الوجوب، حتى لو اكل
 الكل جاز فكد الحقيقة، والله تعالى اعلم.
 خود کھانے کے لئے، دوسرا حصہ پیر و تحفہ کے لئے اور تیسرا حصہ صدقہ کے لئے، اور ایسا کرنا بھی مستحب ہے
 نہ کہ واجب، یہاں تک کہ اگر تمام گوشت خود کھالے تب بھی جائز ہے، لہذا ایسا ہی معاملہ عقیقہ میں ہوگا۔
 واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۳۲۴^{۳۲۵} شیخ احمد حسین صاحب از مقام سیالپور، ڈکنہ دیر گئے، ضلع بدایوں
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ،

- (۱) مردہ کے نام پر عقیقہ دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض عالم یہ کہتے ہیں کہ مردہ کے نام پر قربانی کرنا درست ہے لہذا عقیقہ بھی درست ہے، اگرچہ پیدائش ہو کر سات دن سے پہلے مرے تو کی حکم ہے؟
- (۲) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکی کا عقیقہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

- (۱) مردہ کی طرف سے قربانی بلا شہد جائز ہے اور عقیقہ شکر نعمت ہے، بعد از ال نعمت اس کا عمل نہیں، لہذا اموات بلکہ ان کی طرف سے جواب تک پیدار ہونے سے قربانی ثابت ہے، اور عقیقہ بعد موت کہیں ثابت نہیں، جو بچہ سات دن سے پہلے مر گیا عقیقہ نہ کرنے سے جو الزام آتا کہ وہ شفیع ہو گا، یہاں نہ ہو گا کہ شرع نے جو اس کا وقت مقرر فرمایا اس سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا، اور سات دن بعد اور عقیقہ کیا اور استطاعت تھی تو اس کی شفاعت کا استحقاق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
- (۲) دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۲۴^{۳۲۵} از شہر بریلی مدرسہ اہلسنت بمسئلہ بروی سیرالین بنگالی کے اور طلباء مدرسہ مذکور ۲۴ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ
 بچہ نہایت اگر قبیل عقیقہ کے مر جائے تو بعد مرنے کے اگر عقیقہ کیا جائے تو ثواب عقیقہ کا ملے گا یا

نہیں؟ اور یہ حقیقت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بچہ کی موت کے بعد حقیقت نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۳۲۴ مسئلہ مسلولہ محمد یعقوب علی خاں از مقام کٹہری ضلع گودا گودی ڈاکٹر ذہینہ اسٹیشن حائل
بتاریخ ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ

جو بچہ پیدا ہوا اور کسی سبب سے اس کی زندگی میں حقیقت نہ ہوا تو بعد مرنے کے اس کے نام سے حقیقت کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب

حقیقت بعد موت پس نہیں کہ وہ مشککہ ولادت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۳۲۵ از بریلی محلہ سوداگران مسلولہ سردار احمد صاحب ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۸ھ
۳۲۹ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں؟

(۱) مُردے کے نام سے حقیقت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور بعض عالم کہتے ہیں کہ مُردے کے نام پر قربانی کرنا درست ہے نہ حقیقت بھی درست ہے اگرچہ یہ ہر کے سات دن کے پہلے مرے تو کیا حکم ہے اور سات دن کے بعد مرے تو کیا حکم ہے؟ اور زنی بکرا لڑکے کے لئے خاص ہے یا نہیں؟

(۲) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکے کا حقیقت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایک گائے کے گوشت سے دو حصے کو ایک لڑکے کا حقیقت دیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) مُردے کا حقیقت نہیں کہ وہ مشککہ ولادت ہے بخلاف قربانی کہ ایصالِ ثواب ہے، سات دن سے پہلے مر گیا تو ابھی حقیقت کا وقت ہی نہ آیا تھا اور بعد کو مرنا تو حقیقت گیا، اس بچے کی شفاعت کا مستحق نہ ہوگا اگر بلا وجہ یا وصف استطاعت نہ کیا۔ افضل یہ ہے کہ پسر کے لئے دو نہ ہوں اور دختر کے لئے ایک مادہ کہ اس میں مقابلہ اعضا محمل ہے اور اگر زو مادہ میں عکس ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایک گائے میں ایک سے سات تک کا حقیقت ہو سکتا ہے اگر حقیقت کے سوا دوسرا حصہ ایک یا دو یا کتنا ہی خفیف غیر قربت مثلاً اپنے کھانے کی نیت کو رکھا تو حقیقت ادا نہ ہوگا، ہاں اگر وہ حصے

بھی قربت کے ہوں، مثلاً ایک حدیث حقیقہ، ایک حدیث قربانی عید الخضر توجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ ۲۳۳۔ پادی حسین صاحب از شہر بریلی محلہ ذخیرہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ء

علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید و ہندہ کے آپس میں ناجائز تعلق تھا، ہندہ کو اس
 ناجائز تعلق کی وجہ سے حمل رہا، افغانیے راز کے باعث زید و ہندہ کا باہم نکاح کر دیا، اب ہندہ نے وضع حمل
 کیا، زید اس کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے، آیا یہ عقیقہ درست ہوگا، اور گوشت یا طعام عزیز و اقربا کو کھانا مباح
 ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح زید و ہندہ مستورہ میں صحیح ہے یا نہیں؟ علاوہ انہیں زید کوئی کام بھی آئندہ اس مولود کا
 مثل جنتہ و کتب وغیرہ کے کرے، اس میں شرکت دینا اور شیرینی اور طعام دعوت ان امور کی لینا اور کھانا اعزاء کو
 جائز ہے یا نہیں، میتوا توجسروا۔

الجواب

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ حدیث کنواری تھی، اور بچہ نکاح کے کوئی دو عینیہ بعد پیدا ہوا، ایسی صورت
 میں زید اگر جانتا ہے کہ واقع میں یہ حمل نکاح سے پہلے کا ہے تو اسے اس کا عقیقہ کرنے کے کوئی معنی نہیں کہ
 عقیقہ شکر نعمت ولادت سے اور بچہ کی ولادت زانی کے لئے نہیں مرقی ملاحضات ماں کے لئے۔

قل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعناہم
 سید کریم سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا زانی کیلئے
 الحشر: پتھر ہیں (دست)

اس کا عقیقہ اگر کرے تو اس کی ماں کرے، اسی میں شرکت میں حرج نہ ہوگا، اور جنتہ اور شادی اگر زید بھی کرے
 تو حرج نہیں، اور شرکت بھی جائز ہوئی جبکہ کوئی محذور شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۱۔ مستولہ مولوی رحیم بخش صاحب حنفی قادری رضوی از آراء شاہ آباد مدرس فیض الغریب
 ۳۳۲۔ بروز پنجشنبہ بتاریخ ۱۲ ربيع الاول شریعت ۱۳۴۲ء

(۱) قیاس عقیقہ قربانی پر صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو ان دونوں کا جامع علت مشترکہ کیا ہے؟

(۲) قربانی کی طرح عقیقہ میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

(۳) سات لڑکیوں یا تین لڑکے اور ایک لڑکی کے نام سے ایک حاکمے عقیقہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۱۰۰۶/۲	صحیح البخاری کتاب الممانین باب لعناہم الخ	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۰۶۵/۲	کتاب الاحکام باب من قضی لہ بکئی اخیر	" " "
۴۷۱ و ۲۶۰/۱	صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الولد للفرش الخ	" " "

الجواب

عقیدہ میں بھی شرکت اسی طرح جائز ہے جیسے قربانی میں جبکہ سب کی نیت خالص لوجہ اللہ ہو، اگر ایک کی نیت بھی قربت کی نہ ہوگی اور باقی سب تقرب چاہیں گے، کسی کی قربت ادا نہ ہوگی کہ وہ سب گوشت ہو گیا، لان اللہ تعالیٰ لا یقبل الشریکۃ و اعفی الاعمیہ، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ شرکت کو قبول نہیں فرماتا اور عن الشریکۃ لہ و لغیرہ فکلہ لعیرہ۔ وہ تمام اغنیاء شرکت سے بڑا غنی ہے اور جو اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک) ہو تو وہ سب اس کے غیر کے لئے ہے۔ (د ت)

عقیدہ اور قربانی دونوں اراقتِ دم لوجہ اللہ ہیں اور اسی کلیہ میں داخل کہ،

ماکان لہ و لغیرہ فہو لغیرہ، و ما کانت
خالصا لہ فہو لہ، و ان تعددت الوجود،
ولما جاز الصدق علی فقیرین بالاشترک
و لا مشع، لان المقصود وجہ اللہ تعالیٰ
و هو واحد، بخلاف النہیۃ۔
جو کچھ اس کے لئے اور اس کے غیر کے لئے (مشترک)
ہے تو وہ اس کے غیر کے لئے ہے اور جو خالص اس
کی رضا کے لئے ہے تو وہ اس کے لئے ہے اگرچہ
وجہ تقرب متعدد ہوں، اسی واسطے دو فقیروں
پر کا تقسیم مشترکہ طور پر صدقہ کرنا جائز ہے کیونکہ مقصود
اللہ تعالیٰ کی رشودی ہے اور وہ ایک ہی ہے بخلاف
چمبہ کے۔ (د ت)

لہذا حاجت قیاس نہیں فان السدیرج تحت العصوات غیر مسکوت عنہ ليقاس (کیونکہ جو شے
علمیات کے تحت درج ہو وہ مسکوت عنہ نہیں ہوتی تاکہ قیاس کیا جائے۔ ت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۲ از قضا میرا ڈاک خانہ امریا پانس محمد اکبر یا رخاں بروز چہار شنبہ

بتاریخ ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، فحمدہ و فصلی علی رسولہ الکریم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین
مضیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو بچہ لڑا کا یا لڑا کی پیدا ہو کر ہفتہ سے کم یا ہفتہ بھر کی عمر یا ہفتہ سے
زائد میں انتقال ہو اب ان کے والدین کو ان مردہ بچوں کا عقیدہ چاہئے یا نہیں، اور ہفتہ سے کم عمر میں ستر
ان کا عقیدہ کیا جائے یا نہیں؟ اور قربانی بھی ان بچوں کی جانب سے ہوتی ہے یا نہیں؟ اور والدین جو
انتقال کر چکے ہوں ان کی جانب سے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی بابت جو جوابات ہوں واضح طور پر تحریر
فرمائے جائیں سخت ضرورت ہے، جواب جہاں تک ممکن ہو بہت جلد، اور ہفتہ کی عمر سے زائد جہاں تک
صد ہوا پنی صفر سنی میں، اس کے واسطے کیا حکم ہے، اور وہ بچے جن کا ذکر ہوا عقیدہ رکھنے میں مواخذہ

کریں گے یا نہیں؟ اگر حقیقہ کر دیا جائے تو شفاعت ہر روز شکر کرا دیں گے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

جو مرتبے کسی عمر کا ہو اس کا حقیقہ نہیں ہو سکتا، بچہ اگر ساتویں دن سے پہلے ہی مر گیا تو اس کے حقیقہ نہ کرنے سے کوئی اثر اس کی شفاعت وغیرہ پر نہیں کہ وہ وقت حقیقہ آنے سے پہلے ہی گزر گیا، حقیقہ کا وقت شریعت میں ساتواں دن ہے، سات دن سے پہلے مرجا کر گذرنا حدیث میں کہ کچا حل ہو کر جاتا ہے وہ روز قیامت اپنا مال کھینچتا ہوا آئے گا اور اپنے ماں باپ کے لئے (جبکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ گئے ہوں) مولى عزوجل سے ایسا جھگڑا کرے گا جیسے قرض خواہ اپنے قرضدار سے، یہاں تک کہ حکم ہو گا کہ او کچے بچے، اپنے رب سے جھگڑنے والے اپنے ماں باپ کا ہاتھ پکڑے اور جنت میں لے جائے۔ ہاں جس بچے نے حقیقہ کا وقت پایا یعنی سات دن کا ہو گیا اور بلا عذر یا وصف استطاعت اس کا حقیقہ نہ کیا اس کے لئے یہ آیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی شفاعت ذکر کرنے پائے گا۔ حدیث میں ہے: «العلامة صرحن بحقیقۃ کذا کا اپنے حقیقہ میں گروی ہے۔ تیسیر میں ہے:

یعنی ذالعلیق عہ فوات طفلا لا یشفع فی انویہ کتہ
یعنی اگر بچہ کا حقیقہ نہ کیا گیا ہو اور وہ بچپن میں مر گیا تو وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کرے گا (ت)۔

اشعة اللغات میں ہے:

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سنہ زہد
عجوبس و غرور است از شفاعت و رتی والدین
تا حقیقہ اور اندہند، و اعتماد بر قول آں امام اجل
ست و ظاہر آنست کہ وہی شنیہ است از
سلف کہ معنی ابن است بچہ
امام احمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اس کا معنی یہ ہے
کہ بچے کا جب تک حقیقہ نہ کیا جائے اسکو والدین
کے حق میں شفاعت کرنے سے روک دیا جاتا ہے
اور اعتماد اس عظیم الشان امام کے قول پر ہے اور
ظاہر یہ ہے کہ امام موصوف نے اسلاف سے
سنا ہو گا کہ اس کا معنی یہ ہے، (ت)۔

جو بچہ قبل بلوغ مر گیا اور اس کا حقیقہ کر دیا تھا، یا حقیقہ کی استطاعت رتی یا ساتویں دن سے پہلے مر گیا، ان

- ۱۔ سنن ابن ماجہ الجنازہ ایک ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۶
- ۲۔ الجامع الصغیر حدیث ۵۸۱۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳۵۹/۲
- ۳۔ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱۶۵/۲
- ۴۔ اشعة اللغات کتاب الصید باب الحقیقۃ الفصل الثانی مکتبۃ زوریر رضویہ سکھر ۴۸۲/۲

مسبہ مورقن میں وہ ماں باپ کی شفاعت کرے گا جسکے یہ دنیا سے یا ایمان گئے ہوں
 اس بارے میں متواتر حدیثیں ہیں، قربانی جو اپنے نابالغ بچہ کی طرف سے بعضی کے نزدیک واجب ہے، وہ
 اس کی زندگی ہی میں ہے، بعد مرگ کسی کے نزدیک لازم نہیں، ہاں اس کی طرف سے کرے تو ان کو ثواب پہنچے گا،
 یونہی ماں باپ کی طرف سے بعد موت قربانی کرنا اجر عظیم ہے اس کے لئے بھی اور اس کے والدین کے لئے بھی۔
 وہ وسیعہ تعالیٰ اعلم۔

نوٹ

جیسویں جلد بابہ الحقیقہ پر ختم ہوئی،
 اکیسویں جلد کا شمار کرتے ہوئے الحمد للہ ختم ہو گیا۔

ماخذ و مراجع

مس و تن کبری

مصنف کتاب

مآخذ و مراجع

۱	۲	۳
۱ - اربع ، فی الحدیث	۱ - ابن جریر	۱ - ابن جریر
۲ - الاجتہاد فی حدیث	۲ - ابن جریر	۲ - ابن جریر
۳ - الوضوح فی حدیث	۳ - ابن جریر	۳ - ابن جریر
۴ - الادب مع النبی	۴ - ابن جریر	۴ - ابن جریر
۵ - شفاء الصدق فی حدیث	۵ - ابن جریر	۵ - ابن جریر
۶ - ارشاد العقل سلیم	۶ - ابن جریر	۶ - ابن جریر
۷ - الارکان للحدیث	۷ - ابن جریر	۷ - ابن جریر
۸ - الاستبصار فی حدیث	۸ - ابن جریر	۸ - ابن جریر
۹ - شفاة المصاب فی حدیث مشکوٰۃ	۹ - ابن جریر	۹ - ابن جریر
۱۰ - اصول البزوفی	۱۰ - ابن جریر	۱۰ - ابن جریر
۱۱ - الاصلاح والاخصاح للقرآن فی الدعوات	۱۱ - ابن جریر	۱۱ - ابن جریر
۱۲ - آکامہ المرجان فی حدیث	۱۲ - ابن جریر	۱۲ - ابن جریر
۱۳ - منبع النبی فی تحریر اصناف	۱۳ - ابن جریر	۱۳ - ابن جریر
۱۴ - حدیث شریف نور الایمان	۱۴ - ابن جریر	۱۴ - ابن جریر
۱۵ - الاثر العظیم	۱۵ - ابن جریر	۱۵ - ابن جریر
۱ - ابن جریر	۱ - ابن جریر	۱ - ابن جریر
۲ - ابن جریر	۲ - ابن جریر	۲ - ابن جریر
۳ - ابن جریر	۳ - ابن جریر	۳ - ابن جریر
۴ - ابن جریر	۴ - ابن جریر	۴ - ابن جریر
۵ - ابن جریر	۵ - ابن جریر	۵ - ابن جریر
۶ - ابن جریر	۶ - ابن جریر	۶ - ابن جریر
۷ - ابن جریر	۷ - ابن جریر	۷ - ابن جریر
۸ - ابن جریر	۸ - ابن جریر	۸ - ابن جریر
۹ - ابن جریر	۹ - ابن جریر	۹ - ابن جریر
۱۰ - ابن جریر	۱۰ - ابن جریر	۱۰ - ابن جریر
۱۱ - ابن جریر	۱۱ - ابن جریر	۱۱ - ابن جریر
۱۲ - ابن جریر	۱۲ - ابن جریر	۱۲ - ابن جریر
۱۳ - ابن جریر	۱۳ - ابن جریر	۱۳ - ابن جریر
۱۴ - ابن جریر	۱۴ - ابن جریر	۱۴ - ابن جریر
۱۵ - ابن جریر	۱۵ - ابن جریر	۱۵ - ابن جریر

ب

۳۰ -	بداية الصانع	۵۸۰ -	علامه الدين ابی بکر بن مسعود النطاسانی
۳۱ -	ابداية (مدية المستندی)	۵۹۳ -	علی بن ابی بکر المرعشی
۳۲ -	النحرارانی	۹۰۰ -	شیخ تریز الدین بن ابراهیم بن نجیم
۳۳ -	سردان شریع موجب الرحمان	۹۲۲ -	ابراہیم بن موسی الطرابلسی
۳۴ -	مستدای مدارعین	۳۰۲ -	فقیه ابو الیث نصر بن محمد السمهرقندی
۳۵ -	السیط فی الفروع	۵۰۵ -	محمّد الاسلام محمّد بن محمد العزّانی
۳۶ -	ابداية شریع المدایة	۸۵۵ -	امام بدرالدین محمد بن محمد بن علی
۳۷ -	سورة الاسر	۲ -	یرسب بن صبر الخضر الشطوطی
۳۸ -	طوط مرام	۸۵۲ -	امام علی بن ابی حمزة مسطلانی
۳۹ -	بستان المحدثین	۲۳۹ -	شاه جلال العزیز بن شهاب دلی الله
۵۰ -	براین قاطع	۲۱۹ - ۵	رشید احمد گنگوئی

ت

۵۱ -	تألیف عروسی	۲۰۵ -	سید محمد مصطفی ازبیدی
۵۲ -	تاریخ بن عساکر	۵۸ -	علی بن الحسن بن مشقّق بن مساکر
۵۳ -	تاریخ السوری	۲۵۹ -	محمد بن اسمعیل السوری
۵۴ -	التحقیق و الامریة	۵۹۳ -	برهان الدین علی بن ابی بکر امرعشی
۵۵ -	تحریر ماسول	۸۹ -	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن البها
۵۶ -	تحفة العقباء	۵۲ -	امام علامه الدین محمد بن محمد السمهرقندی
۵۷ -	تحقیق الحسامی	۴۳۰ -	عبد العزیز بن احمد البهاری
۵۸ -	الترجیح والتقصیر علی فقه وری	۸۰۹ -	علامة قاسم بن قطلوبغا المنمنی
۵۹ -	التقریبات لسید شریعت	۸۱۶ -	سید شریعت علی بن محمد الجریانی
۶۰ -	التمهید فی القواعد من المعانی الاسانید	۲۶۳ -	یوسف بن جبار الله ابن عبد البر الاندلسی

تخليص الزمان في آداب الصيام

- ٩٢ - تفسير العلامين
٩٣ - تهذيب التهذيب
٩٤ - تنوير الشريعة لرواد من أئمة الشيعة المعصومة
٩٥ - تفسير ابن أبي عمير
٩٦ - تهذيب الآثار
٩٧ - تقريب لتقريب
٩٨ - التمهيد في شرح الجامع الصغير
٩٩ - تبين حقائق
١٠٠ - ترتيب تهذيب
١٠١ - تنوير النجاشي
١٠٢ - تنوير النجاشي
١٠٣ - تنوير النجاشي
١٠٤ - تنوير النجاشي
١٠٥ - تنوير النجاشي
١٠٦ - تنوير النجاشي
١٠٧ - تنوير النجاشي
١٠٨ - تنوير النجاشي
١٠٩ - تنوير النجاشي
١١٠ - تنوير النجاشي
١١١ - تنوير النجاشي
١١٢ - تنوير النجاشي
١١٣ - تنوير النجاشي
١١٤ - تنوير النجاشي
١١٥ - تنوير النجاشي
١١٦ - تنوير النجاشي
١١٧ - تنوير النجاشي
١١٨ - تنوير النجاشي
١١٩ - تنوير النجاشي
١٢٠ - تنوير النجاشي
١٢١ - تنوير النجاشي
١٢٢ - تنوير النجاشي
١٢٣ - تنوير النجاشي
١٢٤ - تنوير النجاشي
١٢٥ - تنوير النجاشي
١٢٦ - تنوير النجاشي
١٢٧ - تنوير النجاشي
١٢٨ - تنوير النجاشي
١٢٩ - تنوير النجاشي
١٣٠ - تنوير النجاشي
١٣١ - تنوير النجاشي
١٣٢ - تنوير النجاشي
١٣٣ - تنوير النجاشي
١٣٤ - تنوير النجاشي
١٣٥ - تنوير النجاشي
١٣٦ - تنوير النجاشي
١٣٧ - تنوير النجاشي
١٣٨ - تنوير النجاشي
١٣٩ - تنوير النجاشي
١٤٠ - تنوير النجاشي
١٤١ - تنوير النجاشي
١٤٢ - تنوير النجاشي
١٤٣ - تنوير النجاشي
١٤٤ - تنوير النجاشي
١٤٥ - تنوير النجاشي
١٤٦ - تنوير النجاشي
١٤٧ - تنوير النجاشي
١٤٨ - تنوير النجاشي
١٤٩ - تنوير النجاشي
١٥٠ - تنوير النجاشي
١٥١ - تنوير النجاشي
١٥٢ - تنوير النجاشي
١٥٣ - تنوير النجاشي
١٥٤ - تنوير النجاشي
١٥٥ - تنوير النجاشي
١٥٦ - تنوير النجاشي
١٥٧ - تنوير النجاشي
١٥٨ - تنوير النجاشي
١٥٩ - تنوير النجاشي
١٦٠ - تنوير النجاشي
١٦١ - تنوير النجاشي
١٦٢ - تنوير النجاشي
١٦٣ - تنوير النجاشي
١٦٤ - تنوير النجاشي
١٦٥ - تنوير النجاشي
١٦٦ - تنوير النجاشي
١٦٧ - تنوير النجاشي
١٦٨ - تنوير النجاشي
١٦٩ - تنوير النجاشي
١٧٠ - تنوير النجاشي
١٧١ - تنوير النجاشي
١٧٢ - تنوير النجاشي
١٧٣ - تنوير النجاشي
١٧٤ - تنوير النجاشي
١٧٥ - تنوير النجاشي
١٧٦ - تنوير النجاشي
١٧٧ - تنوير النجاشي
١٧٨ - تنوير النجاشي
١٧٩ - تنوير النجاشي
١٨٠ - تنوير النجاشي
١٨١ - تنوير النجاشي
١٨٢ - تنوير النجاشي
١٨٣ - تنوير النجاشي
١٨٤ - تنوير النجاشي
١٨٥ - تنوير النجاشي
١٨٦ - تنوير النجاشي
١٨٧ - تنوير النجاشي
١٨٨ - تنوير النجاشي
١٨٩ - تنوير النجاشي
١٩٠ - تنوير النجاشي
١٩١ - تنوير النجاشي
١٩٢ - تنوير النجاشي
١٩٣ - تنوير النجاشي
١٩٤ - تنوير النجاشي
١٩٥ - تنوير النجاشي
١٩٦ - تنوير النجاشي
١٩٧ - تنوير النجاشي
١٩٨ - تنوير النجاشي
١٩٩ - تنوير النجاشي
٢٠٠ - تنوير النجاشي

٩٠١	جلال الدين جلال بن ابى بكر الميسرى	٨٩ - التعقبات على الموضوعات
٩٠٩	شيخ حسين بن محمد بن الحسن ديار بكرى	٨٤ - تاريخ الخميس
١٠٠٨	داود بن طر انطاكي	٨٨ - تذكرة اول الالباب انطاكي
١٠١٣	علي بن سلطان محمد القارى	٨٩ - البيان في بيان ما في ذيل النصف من شعبات
١١٣٠	احمد بن ابراهيم المعروف بـ طايحون	٩٠ - تفسيرات احمدية
٢٢٥	قاضي شاذلي بن طايحون	٩١ - تفسير المنهري
١٢٣٩	الشيخ جلال الدين بن طايحون	٩٢ - تحفة اشعار عشرية
٢٥٢	محمد امين بن عابدين	٩٣ - تنبيه دوى الافهام
١٣٢٣	جلال الدين الراغبى العاروقى	٩٢ - التحرير المختار (تقررات الراغبى)
٩٨٩	محمد بن طاهر الغنى	٩٥ - تذكرة موضوعات للعلمى
		٩٩ - تجميس الملتقط
	محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن الحسين	٩٤ - تحفة المومنين في الطب
٩١٠	حسين بن علي الشافعى الراشد	٩٨ - تحفة الصلوة (فارسي)

ث

٢٩٠	ابو بكر محمد بن الحسين طبري	٩٩ - الثانون في الحديث
	ابو محمد محمد بن امير الملك المصري	١٠٠ - ثبت

ج

٢٤٩	ابو عيسى محمد بن عيسى الترمذى	١١ - جامع الترمذى
٩٩٢	شمس الدين محمد قراسى	١٢ - جامع الرموز
١٥٩	امام محمد بن سليمان البخارى	١٠٣ - الجامع الصحيح للبخارى
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيبانى	١٠٣ - الجامع الصغير في الفقه
٢٦١	مسلم بن حجاج القشيري	١٠٥ - الجامع الصحيح للمسليم
٥٨٦	ابو نصر احمد بن محمد العتاني	٩ - جامع الفقه (جامع الفقه)

٨١٣	شيخ بهر الدين محمود بن اسرائيل باين قاضي	١٠٧ - جامع النصارى في الفروع
٢٢٠	ابن الحسني عبيد الله بن حسين الكرخي	١٠٨ - جامع كبير في فروع الحنفية
١٠	برهان الدين ابراهيم بن ابو بكر الاخطاي	١٠٩ - جواهر الاخطاي
٩٨٩	اسم بن تركي بن احمد اماكي	١١٠ - لجواهر الزكية
٥٦٥	ركن الدين ابو بكر بن محمد بن ابى المعاصر	١١١ - جواهر الفتاوى
٨٠٠	ابو بكر بن علي بن محمد لجة او ليمنى	١١٢ - الجوهرة النيرة
٢٢٣	يحيى بن معين بنفدى	١١٣ - بروج و التقدير في مجال الحديث
٩١١	عليه جلال الدين عبد الرحمن بن ابى كرسيم	١١٤ - جامع الصغير في الحديث
٢١٠	محمد بن جريه الطبري	١١٥ - جامع البيان في تفسير القرآن و تفسير طريق
بعد از ٢٥٩	ابو علي حسن بن عرفة	١١٦ - جزميه شي حسن بن عرفة
٢٦٣	ابو كزاحم بن علي طيب نهداى	١١٧ - جامع الاخلاق ارادى و اسامع
٧٣٦	محمد بن محمد الاسود شسى	١١٨ - جامع كلام الصغار في الفروع
٦٢٦	عليه بن محمد بن احمد بن لقي	١١٩ - جامع الادوية و الادوية
٩١١	نور الدين علي بن احمد السهمى المصرى	١٢٠ - جواهر العقدين في فصل الشرفى
٩٤٠	محمد فوش بن عبد الله كواليارى	١٢١ - جواهر خمس
٩١١	ابو كزاحم بن محمد بن كمال الدين سيمى	١٢٢ - جمع الجوامع في الحديث
٩٤٢	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	١٢٣ - جزميه في ريات قبر النبي الكريم صلى الله عليه وسلم
١٠٥٢	عبد الحق بن سيف الدين محدث دبلوى	١٢٤ - صلب القلوب الى ديار المغرب
٥٥٢	ناصر الدين محمد بن يوسف المسمر قدى	١٢٥ - جامع الكبير في الفتاوى

ح

١١٤٩	محمد بن مصطفى ابو سيبه النادى	١٢٦ - حاشية على الدرر
١٠٢١	احمد بن محمد الشبلبي	١٢٧ - حاشية بن شمس على التبيين
١٠١٣	عبد الحليم بن محمد الرودى	١٢٨ - حاشية على الدرر
٨٨٥	قاضي محمد بن قراموز ملا خسر و	١٢٩ - حاشية على الدرر للاخضر و

١٣٠. حاشية على المقدمة العشادية
 ١٣١. الحاشية لسعدى آقندى على الفانية
 ١٣٢. الحاشية لفتية شرح طريقه محمدية
 ١٣٣. الحاشية القدسي
 ١٣٤. حصر المسائل في الفروع
 ١٣٥. حاشية انوار في الحديث
 ١٣٦. حاشية الحق شرح نية الفصل
 ١٣٧. طرز الاماني ووجه التمام
 ٣٨. جوده ليو ان الكبري عذيري
 ٣٩. المحسن للمعين من كلام سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم
 ١٣٠. حاشية التلويح على خسرو
 ١٣١. حاشية، تلويح حسين علي
 ١٣٢. حرر تبيين شرح حصن حصين
 ٣٣. حجة الله ابا الله
 ١٣٤. حاشية بكتوبات شاه ولي الله
 ١٣٥. حصر المشار في اسانيد الشيخ
 ١٣٦. حاشية الكثرى على الاثار
 ١٣٧. حاشية كفاية الطالب الرباني
 ١٣٨. حاشية الحقنى على الجي مع الصغير
 ١٣٩. الحاشية للفتاوى
 ١٤٠. حسن المقصد في عمل المراد
 عقده سفل
 سعد الله بن عيسى آقندى
 عبد الفتى ابن عيسى
 قاضي جمال الدين احمد بن محمد فوج الله بنى الحنفى
 ام ابراهيم نصير بن محمد المهرقندى اعنى
 ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصماني
 محمد بن محمد ابن امير الى
 ابو محمد قاسم بن فية شاطبي الماكي
 كمال الدين محمد بن موسى الديري ١٠٠٠
 شمس الدين محمد بن محمد بن الجري
 محمد بن فرامرغلا خسرو
 حسن بن محمد شاد الفشارى علي
 ز. ليدى علي بن سلطان محمد القاري
 شاه ولي الله بن شاه جداريم الهجوى
 محمد عابد السندى
 علامه الحمى
 جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيرى
 علامه الحمى

خ

١٥١. غرارة ارداليات
 ١٥٢. غرارة الفتاوى
 قاضي جكي المنقى
 طاهر بن احمد عبد الرشيد القاري

٩٤٠	شيخ زين الدين بن نجيم	١٢٤٢ - رفق العشاء في وقت العصر العشاء
٢٨٠	عثمان بن سعيد الدارمي	١٤٣ - رد على الجعية
١٢٣٩	٦١٨٣١ مولوي سميح وبلوي	١٤٤ - رسالة نذور
٢٦٥	عبد الكريم بن هوازن القشيري	١٤٥ - رسالة قشيرية
٨٥٥	بدر الدين ابو محمد محمود بن احمد العيني	١٤٦ - رمز المتعاقب شرح كنز الدقائق
٨٤٩	قاسم بن قطلوبغا المصري	١٤٧ - رفق الاستبصار عن سبل الياه
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي	١٤٨ - رسالة طواع ثريا
"	"	١٤٩ - رسالة تحف الغرر
٩٤٠	زين الدين بن ابراهيم بن نجيم	١٥٠ - مسائل ابن نجيم
١٠١٣	علي بن سلطان محمد القاري	١٥١ - رسالة ابتدء
١٠٩٨	احمد بن سبيح محمد بن النجوي	١٥٢ - رسالة القول السليخ في حكم القبليخ
١١٤٩	شاه اول الله - رموز	١٥٣ - رسالة انصاف
١٢٥٢	محمد امين آفندي ابن عابدين	١٥٤ - رسائل ابن عابدين
١٣٤	جعفر بن سميح البرزنجي	١٥٥ - رسالة ميداد مبارک (الملكوب الانوار) على عهد الجوسر
٩٩٣	ابو جعفر احمد بن محمد الشهيد بالحب الطبري المكي	١٥٦ - الرياض النضرة في فضائل العشرة
١٢٢٦	٦١٨٣١ ميان سميح بن شاه عبد الله بن النجوي	١٥٧ - رسالة بدعت
"	مولوي درویش علي	١٥٨ - رسالة دعائية
١٣٢٣	ابو الحسنات محمد عبد الحمي	١٥٩ - رسالة غاية الحال

نوا

٩٠	شيخ الاسلام محمد بن احمد بن سبيح بن النجفي واخر القرن السادس	٩٠ - رد لقضاء
٨٦١	كان الدين محمد بن عبد الواحد المعروف بابن الحمام	٩١ - رد لتقية
١٠٦٦	محمد بن محمد النجفي	٩٢ - رد سر اجواب
١٨٩	امام محمد بن حسن شيبان	٩٣ - زبدة
١٢٥٠	محمد بن علي الشوكاني	٩٤ - زهر التفسير في حديث العنبرين

٩١١	جلال الدين حيدر الخنسي السير على	١٩٥٠ - برادري على المجتمع
٩٢١	محمد بن عبد الله ابن شحنة	١٩٦١ - روبراردوس في مسئلة الخوض
٩٦٣	شهاب الدين احمد بن محمد ابن حجر المكي	١٩٤٠ - اردو ادب عن الكبار
١٢٥٢	شيخ عبد الحفي محمد بن دبلوي	٩٨ - رتبة الآثار في اخبار قطب الاسرار
"	" " "	٩١ - رتبة الاسرار في مناقب عرش الارار

س

٨١٠	ابو بكر بن علي بن محمد احمد ديمكي	٢٠ - السرائر الوهابية (شرح قدوري)
٢٤٣	ابو عبد الله محمد بن يحيى ابن شحنة	٢٠١ - السرائر الوهابية
٢٤٣	سعيد بن منصور الخراساني	٢٠٢ - السرائر الوهابية
٢٤٥	ابو داود سليمان بن اشعث	٢٠٣ - السرائر الوهابية
٣٠٣	ابو عبد الرحمن محمد بن شبيب الساماني	١٢ - السرائر الوهابية
٣٥٨	ابو عبد الله محمد بن يحيى ابن شحنة	٢٠٥ - السرائر الوهابية
٣٨٥	علي بن محمد ادراسي	٢٠٦ - السرائر الوهابية
٢٥٥	عبد الله بن عبد الرحمن احمد ديمكي	٢٠٧ - السرائر الوهابية
٢١٣	ابو محمد عبد الملك بن بشام	٢٠٨ - سيرت ابن بشام
٤٣٢	محمد بن عبد الله بن سيدان الساسي	٢٠٩ - سيرت ميرزا احمد
ساقونى صدرى بركي	سراج الدين حيدر ديمكي	٢١٠ - سراج في الميراث
٤٣٨	شمس الدين محمد احمد الله بكي	٢١١ - سير اعلام النبلاء
١٣٠٣	محمد بن عبد الحفي لکهنري	٢١٢ - سبابة في كشف ما في شرح التوقيه
	عمر بن محمد بن	٢١٣ - سيرت عمر بن محمد بن
١٥١	محمد بن اسحاق بن يسار	٢١٤ - سيرت ابن اسحاق
		٩١٥ - سراج القاري
		٩١٦ - السعديه
١٣٠٣	محمد بن عبد الحفي لکهنري بندي	٢١٤ - اسعوى مشکوه في رد المذهب النور

٢٣١	شرح الاسام	امام الاسلام محمد بن ابي بكر	٥٤٣
٢٣٢	شعب الايمان	ابو بكر محمد بن حسين بن علي البستي	٢٥٨
٢٣٣	شرح الجامع الصغير	محمد بن منصور الحنفي الاسيوطي	٢٨٠
٢٣٤	شرح الجامع الصغير	عمر بن عبد العزيز الحنفي	٥٢٦
٢٣٥	الشفا في تعريف حقوق المصطفى صلى الله عليه وسلم	ابو الحسن عياض بن موسى قاضي	٥٢٢
٢٣٦	شرح شافية ابن حبيب	رضي الدين محمد بن الحسن الاشتر ابازي	٦٨٦
٢٣٧	شرح كاميد ابن حبيب	" " " "	"
٢٣٨	شرح طرح الانوار	محمد بن عبد الرحمن الاصفهاني	٤٣٩
٢٣٩	شفا السقام في ريادة خير الانام	تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي	٤٥٦
٢٤٠	شرح عقائد المنسقى	مسعد الدين مسعود بن عمر نقاشاراني	٤٩٢
٢٤١	شرح المقاصد	" " " "	"
٢٤٢	شرح المواقف	سيد شريف علي بن محمد الجرجاني	٨١٦
٢٤٣	شرح السراجي	" " " "	"
٢٤٤	شرح طفيني	موشى پاشا بن محمد الودي	٨٢١
٢٤٥	شرح ماسب كبره مسكين	معيذ الدين الهروي طاسكين	٩٥٢
٢٤٦	شرح فقه اكبر	علي بن سلطان محمد القاري	١٠١٢
٢٤٧	شرح عين المعلم	" " " "	"
٢٤٨	شرح قصيدة الطيب النغم	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	١١٤٩
٢٤٩	شرح قصيدة همزية	" " " "	"
٢٥٠	شرح رباعيات	" " " "	"
٢٥١	شرح فوائذ الرحمت	" " " "	"
٢٥٢	شفا العليل	" " " "	"
٢٥٣	شرح النقاية لابن المكاد	ابو المكاد محمد بن عبد الله بن محمد	بعد ٩٠٤
٢٥٤	شرح المصطفى	حافظ عبد الملك بن محمد نيشا پوري	٢٠٦
٢٥٥	شرح مقدمه عثمانويه	احمد بن تركي الهاككي	

- ٢٦٦ - شرح جامع الأصول لمضيف
 ٢٦٧ - شرح المشتقي للبهنسي
 ٢٦٨ - شرح درر البحار
 ٢٦٩ - مبارك بن محمد المعروف بابن الأشير الجيزي
 ٢٧٠ - محمد بن محمد المعروف بابن الجعفي
 ٢٧١ - عبد الوهاب بن أحمد الشيرازي ودهبان

ص

- ٢٦٩ - صراح الجبري
 ٢٧٠ - صبح ابن بيان (كتاب في التفسير والأوزان)
 ٢٧١ - صبح ابن فريز
 ٢٧٢ - الصمدان
 ٢٧٣ - صغيري شرح فيه
 ٢٧٤ - مراد مستقيم
 ٢٧٥ - الصوامع المحرقة
 ٢٩٢ - أسيل بن حماد الجبري
 ٣٥٤ - محمد بن بيان
 ٣١١ - محمد بن اسحاق ابن عزيز
 ٢٩ تقريباً - أبو فضل محمد بن عبد بن خالد القرشي
 ٩٥٢ - إبراهيم الجعفي
 ١٢٢٦ - سید احمد شهید ریوی
 ٩٤٣ - شهاب الدين ابن بن حو الكلي

ط

- ٢٨٦ - الطوق دي على الدر
 ٢٨٧ - الطوق دي على الرائي
 ٢٨٨ - طبقات المقرئين
 ٢٨٩ - طبقات القراء
 ٢٩٠ - الطريقة المحمدية
 ٢٩١ - طبعة الطبية
 ١٣٠٢ - سید احمد الطلح دي
 ١٣٠٢ - سید احمد الطلح دي
 ٤٣٨ - محمد بن احمد الذهبي
 ٨٣٣ - محمد بن محمد الجيزي
 ٩٨١ - محمد بن بزر علي المعروف ببركل
 ٥٣٤ - نجم الدين عربي محمد النسنسي

ع

- ٢٨٢ - عمدة القاري شرح صحيح البخاري
 ٢٨٣ - العناية شرح الصلاة
 ٢٨٤ - عناية القاصي حاشية على تفسير البيضاوي
 ٨٥٥ - عاصم بن عبد الله بن أبي محمد بن أحمد العيني
 ٤٥٦ - إكليل الدين محمد بن محمد الجباري
 ١٠٩٩ - شهاب الدين الخفاجي

٢٨٥	عبد بن السائل	٢٨٥	أبو العيث نصير بن محمد السمرقندي
٢٨٦	عقود الدرية	٢٨٦	محمد أمين بن عابد بن الشامي
٢٨٧	عقود	٢٨٧	كمال الدين محمد بن محمد الشهير بن مشكيري
٢٨٨	عمل اليوم واليلة	٢٨٨	أبو بكر أحمد بن محمد بن السني
٢٨٩	عوارف المعارف	٢٨٩	شهاب الدين شمرودي
٢٩٠	عقد الفيد	٢٩٠	أبو عبد الله محمد بن عبد الفتاح المقدسي
٢٩١	عين العلم	٢٩١	محمد بن عثمان بن عبد الحنفى البغلي
٢٩٢	عقد الجيد	٢٩٢	شاه ولي الدين شاه عبد الرحيم الدبري
٢٩٣	عقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية	٢٩٣	محمد أمين آخري بن عابد بن
٢٩٤	عمدة الرعايا في حل شرح الوقي	٢٩٤	محمد بن عبد الحفيظ الكهندي

غ

٢٩٥	غاية البيان شرح الهداية	٢٩٥	يحيى بن محمد بن عبد الله بن ميرزا تقاني
٢٩٦	غرائب الامام	٢٩٦	قاسم محمد بن فخرزاد خسرو
٢٩٧	غريب الحديث	٢٩٧	أبو الحسن علي بن مغيرة البغدادي المعروف بالثرم
٢٩٨	غرائب البصائر	٢٩٨	أحمد بن محمد الخوي اعلى
٢٩٩	غنية دوا، عام	٢٩٩	حسن بن محمد بن علي المشرقي
٣٠٠	غنية لمسل	٣٠٠	محمد بن محمد بن محمد الخليلي
٣٠١	غنية لمسل في القراء السبع	٣٠١	يحيى بن شرف النوري

ف

٣٠٢	فتح باب شرح ابي روى	٣٠٢	شهاب الدين أحمد بن علي بن محمد البغدادي
٣٠٣	فتح باب في الفقه	٣٠٣	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن الحام
٣٠٤	فتاوى نفسي	٣٠٤	أحمد بن محمد بن الحسين
٣٠٥	فتاوى زرية	٣٠٥	محمد بن محمد بن شهاب بن بنات

٩٤٢	شهاب الدين احمد بن محمد بن حجر المكي	٣٣٣ - فتح المعين شرح اربعين
"	"	٣٣٢ - فتح الاثر شرح المشكاة
"	"	٣٣٣ - فتاوى العقيد ابن حجر مكي
"	"	٣٣٣ - فتاوى انقرويه
١٠٩٨	محمد بن حسين الانقرويه	٣٣٥ - فتاوى اسديه
١١١٦	سيد اسعد بن ابى بكر المديني الحسيني	٣٣٦ - فرائد محمود شوكاني
١٢٥٠	محمد بن علي بن محمد الشوكاني	٣٣٤ - فتاوى جمال بن عمر المكي
١٢٨٣	جمال بن عمر المكي	٣٣٨ - فضل لباس العلماء
	ابو عبد الله محمد بن عثمان	٣٣٩ - فتاوى قاعدية
	ابو عبد الله محمد بن علي القاعدية	٣٣٠ - فتاوى غوي
١٠٠٢	محمد بن عبد الله الترمذاني	٣٣١ - فتاوى خمس الدين الرطبي
		٣٣٢ - فتح الملك المجيد
١٢٣٩	عبد الله بن علي بن عبد الله بن علي	٣٣٣ - فتح العزيز (تقديمه ١٠٠٢)

ق

٨١٤	محمد بن يوسف الفيروزي بادي	٣٣٣ - القاموس المحيط
٨٥٢	زين الدين بن علي بن احمد الشافعي	٣٣٥ - قرعة عين
٩٥٥	نجم الدين محمد بن محمد ارازمي	٣٣٦ - القنية
		٣٣٤ - القرقي الكريم
٣٨٩	ابو طالب محمد بن علي المكي	٣٣٨ - قوت القلوب في سماع المحبوب
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي القسطلاني	٣٣٩ - القول المسدد
١١٤٩	شاه دلي الله بن شاه عبد الرحيم الدبلوي	٣٥٠ - قرعة الصين في فضيل الشيخين
"	"	٣٥١ - القول الجليل
١٣٠٢	محمد بن عبد الحميد كهنوزي انصاري	٣٥٢ - قرعة الامار حاشية نور الافار
"	ابراهيم بن عبد الله الميمني	٣٥٣ - القول انصاري في فضل عمر بن الخطاب

ك

٣٣٣	حاكم شهيد محمد بن محمد	٣٥٣ - النكاح في الفروع
٣٦٥	ابو احمد عبد الله بن هدي	٣٥٥ - النكاح لابن هدي
٩٤٣	سيد عبد الوهاب الشعرائي	٣٥٦ - النكاح في الامم
١٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٣٥٧ - كتاب الآثار
١٨٢	امام ابو سعيد لعقوب بن ابراهيم الانصاري	٣٥٨ - كتاب الآثار
	ابو الحسن محمد بن علي	٣٥٩ - كتاب الامام في آداب دخول الحمام
٣٣٠	ابو نعيم احمد بن عبد الله	٣٦٠ - كتاب السواك
١٠٥٠	عبد الرحمن بن محمد عماد الدين بن محمد العمادي	٣٦١ - كتاب الهدية لابن عماد
	لابي عبيد	٣٦٢ - كتاب المطهر
٣١٤	ابو محمد عبد الرحمن بن عاتق محمد الرازي	٣٦٣ - كتاب العمل على رب الفقه
٨٩	امام محمد بن حسن الشيباني	٣٦٤ - كتاب الاصل
	ابو بكر بن ابي داود	٣٦٥ - كتاب الوصية
٤٣٠	علاء الدين عبد العزيز بن احمد البغدادي	٣٦٦ - كشف الاسرار
	علامته المقدسي	٣٦٧ - كشف الرمز
٤٦٨	امين الدين عبد الوهاب بن وبيان المصنف	٣٦٨ - كشف الاستار عن ذوات البرار
٩٤٥	علاء الدين علي المصنف بن حسان الدين	٣٦٩ - كسر السعال
٨٠٠	جلال الدين بن شمس الدين الحراري	٣٧٠ - الكفاية
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن حجر المصنف	٣٧١ - كفة الرماح
٤١٠	عبد الله بن احمد بن محمد	٣٧٢ - كذا الدقائق
٣٠٥	ابو عبد الله الحاكم	٣٧٣ - كذا الحكم
٤٨٩	شمس الدين محمد بن يوسف الشافعي الكوفي	٣٧٤ - كذا الحكم الدراري
٣٥٣	محمد بن جابر التميمي	٣٧٥ - كتاب الجرح والتعديل
١٩٨	يحيى بن سعيد القطان	٣٧٦ - كتاب المغازي

٢٢٢	مسند الثبوت	١٩	عبد الله الجباري
٢٢٣	مسند ابن داود	٢٠٢	سليمان بن داود الطيالسي
٢٢٤	مسند ابن علقمة	٣٠٤	أحمد بن علي الرضائي
٢٢٥	مسند أسحق ابن داود	٢٣٨	حافظ أسحق ابن داود
٢٢٦	مسند الإمام أحمد بن حنبل	٢٢١	إمام أحمد بن محمد بن حنبل
٢٢٧	المسند الكبير في الحديث	٢٩٢	حافظ أبو أحمد بن عمرو بن عبد الحفيظ البزار
٢٢٨	المسند الكبير في الحديث	٢٩٢	أبو محمد عبد بن محمد بن أبي الكشي
٢٢٩	مسند الفردوس	٥٥٨	شهر بن شعيب بن شعيب بن أبي الكشي
٢٣٠	مصابيح الخير	٤٤٠	أحمد بن محمد بن علي
٢٣١	المصنف	٤١٠	حافظ الدين عبد الله بن أحمد النسفي
٢٣٢	مصنف ابن أبي شيبة	٢٣٥	أبو بكر عبد الله بن محمد بن أحمد النسفي
٢٣٣	مصنف عبد الرزاق	٢١١	أبو بكر عبد الله بن محمد بن أحمد النسفي
٢٣٤	مصابيح الدعوى	٦٥٠	أحمد بن محمد بن أحمد النسفي
٢٣٥	معرفة الصحابة	٢٣٠	أحمد بن محمد بن أحمد النسفي
٢٣٦	المعجم الأوسط	٢٩٠	سليمان بن أحمد الطبراني
٢٣٧	المعجم الصغير	٢٩٠	سليمان بن أحمد الطبراني
٢٣٨	المعجم الكبير	٢٩٠	سليمان بن أحمد الطبراني
٢٣٩	معراج النبوة	٤٢٩	قوام الدين محمد بن محمد البخاري
٢٤٠	مشكاة المصابيح	٤٢٢	شيخ ولي الدين العراقي
٢٤١	المعنى في الأصول	٩٩١	شيخ محمد بن محمد البخاري النسفي
٢٤٢	المغرب	٩١٠	أبو الفتح محمد بن عبد الله الطبراني
٢٤٣	مختار الحديث	٢٧٠	أبو الحسين أحمد بن محمد القندوري النسفي
٢٤٤	مصابيح الجنان	٩٢١	يعقوب بن سفيان بن علي
٢٤٥	المعجم الكبير	٥٠٢	حسين بن محمد بن محمد بن أحمد النسفي
٢٤٦	المعجم الصغير		أحمد بن محمد بن أحمد النسفي

٣٠٢	حسن بن سفيان القسوي	٣٤٢ م - المسند في الحديث
٣٨٨	احمد بن محمد بن ابراهيم الخطابي	٣٤٣ م - معالم السنن في سليمان الخطابي
٥١٩	قاسم بن علي الحريري	٣٤٤ م - مقامات حريري
٥١٩	ابو محمد الحسين بن مسعود البغوي	٣٤٥ م - معالم التنزيل تفسير البغوي
٥٣٨	ابو الفتح محمد بن عبد الكريم الشهرستاني	٣٤٦ م - المحلل والمحلل
٥٩٤	ابو الفرج عبد الرحمن بن علي بن الجوزي	٣٤٧ م - موضوعات ابن جوزي
٦٣٢	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح	٣٤٨ م - مقدم ابن الصلاح في علوم الحديث
٦٥٩	عبد العظيم بن عبد القوي المنذري	٣٤٩ م - محقق سنن ابي داود للحافظ المنذري
٤١٠	ابو البركات عبد الله بن احمد النسفي	٣٨٠ م - اراكن التنزيل تفسير النسفي
٤٥٩	عبد الدين عبد الرحمن بن ركن الدين احمد	٣٨١ م - اوراق السلطانية في علم النظام
٨٣٣	محمد بن محمد الجوزي	٣٨٢ م - مقدمة بزرج
٩٠٢	شمس الدين محمد بن عبد الرحمن السنوسي	٣٨٣ م - مقدمة حسنة
٩٢٣	احمد بن محمد القسطلاني	٣٨٤ م - احوال سبب الدين
١٠١٣	علي بن سلطان محمد نقاري	٣٨٥ م - المنع لغير شرح مقدمه بزرج
"	" " "	٣٨٦ م - المسلك المتقسط في افلاك المتوسط
١٠٥٢	شيخ عبد الحى بن سيف الدين الدهلوي	٣٨٧ م - ما ثبت بالسنة
١٠٩٢	قاضي مير حسين بن معين الدين	٣٨٨ م - ايبندي
١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه عبد الكريم الدهلوي	٣٨٩ م - مسوي مصفى شرح موطا امام مالك
"	" " "	٣٩٠ م - مکتوبات شاه ولي الله
١٩٥	مرزا امير جهان جاناں	٣٩١ م - مکتوبات
"	" " "	٣٩٢ م - ملحوظات
"	" " "	٣٩٣ م - ملحوظات
	محمد حسين بن محمد الهادي سعاد رفاي	٣٩٢ م - مخزن ادوية في الطب
١٢٣٣	ابو الحسنات محمد عبد الحى	٣٩٥ م - مجموع فتاوى
	سيد نذير حسين الدهلوي	٣٩٦ م - معيار الحى

١٠٣٣	مرلوی نذیر الحق میرٹھی شیخ احمد سرہندی	٢٩٠ - منظرہ حرق ٢٩٨ - مکتوبات ایام ربانی ٢٩٩ - منہ صوفی تحقیق مسئلہ الصافہ ٥٠٠ - مفتاح الصلوٰۃ ٥٠١ - مجتبیٰ شرح قدوری ٥٠٢ - مشیخہ ابن شاذان ٥٠٣ - معرکہ الصحابہ لابن نعیم ٥٠٤ - مفتاح الغیب (تفسیر کبیر)
٢٣٠	احمد بن عبد اللہ اصبہانی	
٢٠٩	امام فخر الدین رازی	

ب

٤٢٥	عبد اللہ بن مسعود	٥٠٥ - النقایۃ المحقرہ رقیۃ
٥٤٢	ابو محمد اسد بن سب الحنفی ازمی	٥٠٦ - نصب رقیۃ
١٠٤٩	حسن بن محمد بن علی الترمذی	٥٠٧ - نور الجنۃ
٤٠١	عبد اللہ بن حسین بن علی السعفی	٥٠٨ - النہایۃ
٢٠٦	محمد الدین مبارک بن محمد الکوزی بن اثیر	٥٠٩ - اسنایۃ لابن اثیر
١٠٠٥	عسکری بن نجیم المصری	٥١٠ - النہر الدانی
٢٠١	بشام بن سعید بن عازق العسلی	٥١١ - نوادر فی الفقہ
١٠٣١	محمد بن احمد المعروف بشتانجی زہد	٥١٢ - زراعیۃ
٣٥٢	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	٥١٣ - الترازلی فی الفروع
٢٥٥	ابوبکر اسد محمد بن علی الحکیم الترمذی	٥١٤ - نوادر اصول فی معرفۃ اخبار الرسول

ج

٤١٠	عبد اللہ بن احمد السنفی	٥١٥ - الرقیۃ فی الفروع
٥٠٥	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	٥١٦ - الوحی فی الفروع
٢٤٢	محمد بن عبد الرحمن الشیبی	٥١٧ - الرقیۃ

ضمیمہ ماخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف کتاب	سن و قیامت تحریر
۱	انوار التنزیل فی اسرار الدلیل	ناصر الدین ابوسعید عبدالقدیر کزلبی صمدی	۶۸۵ / ۶۹۶
۲	تفسیر البیضاوی	ابو عمر یوسف بن عبد اللہ النعمانی	۴۹۳
۳	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	علی بن محمد ابن خاتم المقدسی	۱۰۰۴
۴	اوئیل دوز علی شرح نظم الکفر	یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۹۳
۵	الاستیعاب	علی بن عمر الدارقطنی	۴۸۵
۶	الايضاح فی شرح التجرید	ابو الفضل عبد الرحمن بن احمد الحکامی	۵۴۳
۷	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الواسعی	۴۹۸
۸	ایضاح الحق الصریح فی احکام الیث الفریح	شاه محمد اسماعیل بن شاه عبد الغنی درطوی	۱۲۴۶
۹	انفاس العارفين	شاه ولی اللہ بن شاه عبد الرحیم	۱۷۶
۱۰	افسان العین	" " " "	"
۱۱	النساق الیوم فی سیرۃ الامین الناموس	علی بن برہان الدین طبری	۱۴۴
۱۲	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۷۲۵
۱۳	الاعلام باعلام طلائع الحرم	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۷۹

- ١٣ - رشاد الساري الى مناسك الملا على القاري حسين بن محمد سعيد عبد الفتى المكي الحنفى
 ١٥ - ادوية الحبيدة و لا خلاق محمد بن جرير الطبري ٣١٠
 ١٦ - الاربعين طائفة ابو الفتح محمد بن محمد الطائي الحميري ٥٥٥
 ١٧ - انيس الغريب جلال الدين عبد الله بن ابى بكر السيوطي ٩١١
 ١٨ - الارشاد في الكلام امام ابو المعاني عبد الملك بن عبد الله الجويني مشهور باسم الحرمين ٣٤٨
 ١٩ - افضل القراء لقرآن المقرأ احمد بن محمد ابن بركي ٩٤٣
 ٢٠ - الاعتبار في بيان الساج والمفسوخ من الاخبار محمد بن موسى الحارثي الشافعي ٥٨٣

ف

- ٢١ - فحص في معاني الكبير كمال الدين محمد بن جواد الحنفى ٦٥٢
 ٢٢ - فتحة الخواص في شرح الفصوص علي بن يونس العباسي المصري الحمصي ٤٣٩
 ٢٣ - فتحة الايمان ابن محمد سميل بن شاذي الحنفى طوى ١٢٣٦
 ٢٤ - فتحة التفسير امام ابراهيم الدين ازرودي ٥٣٥
 ٢٥ - الترميز والتجيب قاضي محمد شاذي الله ياني قتي ١٢٢٥
 ٢٦ - تذكرة الموت والقبور جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السيوطي ٩١١
 ٢٧ - تجميع الادوية لادوية لادوية لادوية ابو علي ابراهيم بن سميل الصفار البصري ٥٣٣
 ٢٨ - تجميع مسائل ابن محمد امين ابن عابد الشافعي ١٢٥٢
 ٢٩ - تسمية العاقل والاسنان

ث

- ٣١ - ثنيت ابو عبد الله قاسم بن الفضل الشافعي الاصفهاني ٢٨٩
 ٣٢ - ثواب الاعمال لابن حبان محمد بن حبان ٢٥٢

ج

- ٣٣ - الجامع في أحكام القرآن تفسيره طوى ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي ٦٤١

- ٣٣ - جامع المفردات والمشكلات (شرح قدوري) يوسف بن عمر الصوفي ٨٣٢
 ٣٥ - جرد المتار على رد المحتار امام احمد رضا بن نقي علي خان ١٣٤٠

ح

- ٣٦ - الحسامي محمد بن محمد بن عمر حسام الدين الحنفى ٩٣٢
 ٣٧ - حاشية در غرر نابلسي اسماعيل بن عبد القنى نابلسي ١٠٩٢
 ٣٨ - حصى التوسل في زيارة افضل الرسل عبد القادر الكي ٩٨٢
 ٣٩ - حاشي على معالم التنزيل امام احمد رضا خان بن نقي علي خان ١٣٢٠
 ٤٠ - حسام المحرمين على منكر الكفر والميل - - - - -

خ

- ١ - خلاصة خلاصة ارفا نور الدين علي بن احمد السهمي ٩١٢

د

- ٣٢ - دامل النبوة ابو بكر بن احمد بن حسين البيهقي ٣٥٨
 ٣٣ - در تحيين في جشرات النبي صلى الله عليه وسلم شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم ١١٤٩
 ٣٤ - در علم في مولد النبي المصطفى - - - - - ابو القاسم محمد بن عثمان الزاوي دمشقي ٨٩٤
 ٣٥ - كتاب الدعوات احمد بن حسين البيهقي ٣٥٨
 ٣٦ - الدرر المغيبة في زيارة المصطفوية نور الدين علي بن سلطان محمد تاري ١٠١٣
 ٣٧ - الدرر الثمينة في اخبار المدينة حافظا محب الدين محمد بن محمود بن نجار ٩٣٣
 ٣٨ - الدرر السنينة في الرد على الوهابية مفتي احمد بن السيد زين الدين دحلان ١٣٠٢

ذ

- ٣٩ - ذكر الموت عبد الله بن محمد ابن الي الدنيا البعدي ٢٨١

م

- ٥٠ - رفع الاستقاض و دفع الاعتراض الخ محمد امين ابن عابد بن الشهير بابن عابد بن ١٢٥٢

س

- ٥١ - سلفيات من اجزاء الحديث حافظ ابراهيم بن محمد السلفي ٥٨٦
 ٥٢ - السراج المنير في شرح جامع الصغير علي بن محمد بن ابراهيم المعري العربي ١٠٤٠
 ٥٣ - سنن الهدى محمد العتيبي بن احمد بن شاه عبد القدوس ملكوتي
 ٥٤ - سنن في الحديث حافظ ابو علي سعيد بن عثمان ابن السكن البغدادى ٣٥٣

ش

- ٥٥ - شرح رسال فضليه محمد ابراهيم بن محمد ابا جوري ١٢٤٩
 ٥٦ - شرح الصفري حافظ محمد يوسف السفوسي ٨٩٥
 ٥٧ - الشامل في فروع الحنفية ابو القاسم اسماعيل بن حسن البهبهني الحنفى ٣٠٢
 ٥٨ - شرح صحيح بخاري الكواكب الدراري محمد بن يوسف الكرواني ٤٩٦
 ٥٩ - شفاء الغليل شرح القول الجليل مولوي خرم علي دهلوي خان ١٢٤١
 ٦٠ - شرح صحيح بخاري ناصر الدين علي بن محمد ابن منير
 ٦١ - شرح زيكا سلطان عبد العل بن محمد بن حسين ٩٣٣
 ٦٢ - شفاء الغليل وبل الغليل ابن عابد بن محمد امين آفندي ١٢٥٢

ص

- ٦٣ - الصالح الماثورة عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم شيخ ابراهيم بن محمد الحلبي ٩٥٦
 ٦٤ - صفري شرح نية المصلح شاد محمد اسماعيل بن عبد الفتحي دهلوي ١٢٤٦
 ٦٥ - صراط مستقيم

ط

- ۶۶ - الطبقات الكبرى محمد بن سعد الہمدانی ۲۳۰

غ

- ۶۷ - عرائب القرآن ورفائیل الفرقان (تفسیر نیشاپوری) نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری ۷۶۸
 ۶۸ - غریب الحدیث قاسم بن سیدم البغدادی ۲۲۳
 ۶۹ - غریب الحدیث ابراہیم بن اسحق الحرانی ۲۸۵
 ۷۰ - غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار مولیٰ غم علی بلہوری خانقاہ ۱۲۷۱

ف

- ۷۱ - الفترحات الالہیہ (تفسیر جمل) سلیمان بن عمار الشافعی الشہیر بالہمل ۱۲۰۳
 ۷۲ - الفرج بعد الشدة عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی ۲۸۰
 ۷۳ - فارج شرح قدوسی
 ۷۴ - فائدہ حاکم و خلاص
 ۷۵ - فیض القدر شرح الجامع الصغیر عبد الرؤف النادی ۱۰۳۱
 ۷۶ - فیوض الحرمین شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم ۱۱۷۹
 ۷۷ - فتاویٰ شاہ رفیع الدین شاہ رفیع الدین ۱۱۳۳
 ۷۸ - الفتح المبین شرح اربعین نووی احمد بن محمد ابن بحرکی ۹۷۴
 ۷۹ - فصل الخطاب فی رد غلطیات ابن عبد الوہاب
 ۸۰ - فروع الغیب سیدہ شیخ عبد القادر گیلانی ۵۹۱
 ۸۱ - فتاویٰ عزیز بن عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی ۱۰۰۴

ق

- ۸۲ - قرۃ عیون الاخبار محمد امین ابن عابد بن الشہیر بابن عابدین ۱۲۵۲

٢٢٩	ابو محمد عبدة بن حميد الكشي	١٠١ - مسند الكبير في الحديث
٤٢٨	احمد بن عبد الحليم ابن تيمية	١٠٢ - المنتقى في احاديث الاحكام عن غير ائمة
٥٣٤	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	١٠٣ - منظومة النسفي في الخلافات
٤٣٩	ابو قوام الدين بن محمد السكاكي	١٠٤ - معراج الدراية في شرح الهداية
٣١٦	ابو عروانة يعقوب بن اسحق الاسفرائيني	١٠٥ - المسند الصحيح في الحديث
		١٠٦ - مسند الشاميين
١٠٥٢	شيخ عبد الحق محدث الدهلوي	١٠٧ - مدارج النبوة
		١٠٨ - مجمع البركات
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطي	١٠٩ - مناهل الصفات في تخرج احاديث الشفا
٤١١	امام محمد بن محرم المعروف بابن منظور	١١٠ - مختصر تاريخ ابن حنبل
١٢٩٢	محمد اسحق محدث دهلوي	١١١ - مائة مسائل
		١١٢ - مسائل الرازيين
١٢٧٥	قاضي محمد شاه الله پاني پتي	١١٣ - مالا بد منه
٤٢٠	ابو عبد الله محمد بن عبد الله الخطيب	١١٤ - مشكوة المصابيح
١٠٨٨	علاء الدين المحمدي	١١٥ - نقش ياد مفتحي في شرح الملتقى
١٢٣٠	شاه عبد القادر بن شاه ولي الله الدهلوي	١١٦ - موضع القرآن ترجمة القرآن
٤٢٢	علامه جلال الدين محمد بن محمد الرضي البطني القزويني	١١٧ - منظومة شريف فارسي منظوم
٨١٦	علي بن السيد محمد بن علي الجرجاني سيد شريف	١١٨ - مصطلحات الحديث
٤٩١	علامه سعد الدين مسعود بن عمر التفتازاني	١١٩ - المقاصد في علم الكلام
	علامه جلال آفندي	١٢٠ - مفتي المستفتي من سوال المفتي
١٢٨٩	قطب الدين دهلوي	١٢١ - مظاہر قرآنية مشكوة المصابيح
١٣٥٢	ابن عابد بن محمد امين آفندي	١٢٢ - منة الجليل
١٠٥٢	عبد الحق بن سيف الدين محدث دهلوي	١٢٣ - مفتاح الغيب في شرح فتوح الغيب
		١٢٤ - نافع في الفروع
٢٠٧	امام ناصر الدين محمد بن يوسف المصهر قندي	

١٢٥٠	محمد بن علي المشرقي	١٢٥ - نيل الوداد شرح مفتي الانبار
١٢٤١	خرم علي بلوري	١٢٦ - نصيحة المسلمين
٨٩٠	عبد الرحمن بن احمد الحامص	١٢٧ - نعمات النفس من معجزات القدس
١٠٦٩	قاضي ميا في احمد بن محمد الخفاجي	١٢٨ - نسيم الرياض في شرح شفاء قاضي عياض
٨٣٣	شمس الدين محمد بن محمد ابن الجوزي	١٢٩ - الفقه في قراءة العشر
٨٥٢	احمد بن علي حجر القسطلاني	١٣٠ - نزلة النظر في توضيح نجمة الفكر
١٣٠٩	مولوي عبد العلي دراسي	١٣١ - قطع المفتي والمسائل
٢٥٥	ابو عبد الله محمد بن علي حكم الترمذي	١٣٢ - نوادر الاصول
	عمر بن محمد بن عوف الشامي	١٣٣ - نصاب الاقتساب في الفتاوى
	علي بن خاتم المقدسي	١٣٤ - نور الشهد في خلف الجمع
٩٢٢	عبد الرحيم بن علي الرومي المعروف شيخ زاده	١٣٥ - نظم الفرائد وجميع الفتاوى في الاصول
		١٣٦ - مانع شرح قدوري
	شرف الدين بخاري	١٣٧ - نامق
٩٨٨	شمس الدين محمد بن قزويني المعروف بقاضي زاده	١٣٨ - نتائج الاخبار في كشف الرموز والاسرار

د

٩٨١	شمس الدين احمد بن محمد ابن خلكان	١٣٩ - دفيات الايمان
٢٢٥		١٤٠ - واقعات المفتين
٩١١	نور الدين علي بن احمد السمردي	١٤١ - وفاء الوفاء

هـ

١١٤٩	شاه ولي الله بن شاه عبد الرحيم الدهلوي	١٤٢ - هداية
~	~ ~ ~ ~ ~	١٤٣ - جماعات



٢٢٢	عبد الملك بن محمد بن بشران	١٦ - امانى في الحديث
٢٦٢	احمد بن محمد المعروف بابن السني	١٧ - الامحار في الحديث
٢٠٤	احمد بن عبد الرحمن الشيرازي	١٨ - الغائب الرواة
١٨٩	ابو عبد الله محمد بن حسن الشيباني	١٩ - الاصل (مبسوط)
٢٠٠	محمد بن حسن الذهبي ابن زبال	٢٠ - اخبار مدينة
٢٠٢	محمد بن ادريس الشافعي	٢١ - الامم
١٥٦	زبير بن بكار الزبيري	٢٢ - اخبار مدينة
٢٩٠	الحسين بن عبد الرحمن الرازي	٢٣ - امثال النبي صلى الله عليه وسلم
٢٠٥	ابو عبد الله محمد بن عبد الله نيشابوري	٢٤ - اربعين للحاكم
٥٠٥	امام محمد بن محمد الغزالي	٢٥ - اعيان العلوم
٩٤٩	محمي الدين يحيى بن شرف النووي الشافعي	٢٦ - اربعين نووي
٩٤٩	ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	٢٧ - الاذكار المنجية من كلام سيده الامير
٩٣٠	علي بن محمد بن ابي الشيباني	٢٨ - اسد الغابة في معرفة الصحابة
٨٠٩	ابو ازين الدين محمد بن محمد بن الحسين العراقي	٢٩ - الفية العراقي في اصول الحديث
٨٥٢	شهاب الدين احمد بن علي بن حجر عسقلاني	٣٠ - الاصابة في تمييز الصحابة
٩٠٣	علامه بلال الدين محمد بن اسعد الدواني	٣١ - النور في العلوم
٩١١	جلال الدين عبد الرحمن بن كمال الدين السبكي	٣٢ - الاتعاظ
٩٤٢	احمد بن حجر المصني المكي	٣٣ - اعلام بقر الطبع الاسعاس
١٠١٢	نور الدين علي بن سلطان محمد القاري (ملا علي القاري)	٣٤ - الاسرار المرفوعة في الاخبار المرفوعة
١١٤٩	شاه ولي الله بن عبد الرحيم	٣٥ - الانباء في سلاسل اولياء
١٢٠٥	سيد محمد بن محمد مفضل الزبيدي	٣٦ - احوال السادة السنيين
١٢٤٣	عبد الفتاح الدهلوي الهندي	٣٧ - انباء الحاجه عائشه سني ابن ماجه
	سيد محمد شفا الديلمي	٣٨ - اعانة الطالبين
٢١٨	ابو علي حسين بن عبد الله الشيرازي	٣٩ - الاشارات ابن سينا